"Islam teaches self-reliance without the aid of priesthood, and so helps us to find ourselves. It is that human touch and that self-reliance which is so much needed to-day to cement our civilization and our commercial life, bringing all races together in one great brotherhood in the cause of humanity."

A. VAUGHAN-SPRUCE.

(WORCESTER.)

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام

جلد (۱۵) | بابت ماہ جنوری ۱۹۲۹ء مطابق ماہ رجب ۱۳۴۷ھ | نمبر (۱)

سب سے پہلے ہم قارئین کرام کو اس نئے سال کی مبارکباد دیتے ہیں۔ اور حضورِ قلب سے ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس رسالہ کو سینکڑوں نئے سال دیکھنے نصیب کرے۔ دعا ہے کہ اس سال یہ رسالہ اس کوشش جمیلہ کو جو یہ آج سولہ سال سے کر رہا ہے آگے کی نسبت نہایت احسن طریق سے ادا کرے۔ اس رسالے نے زندگی کے اس نئے سال ۱۹۲۹ء میں قدم رکھا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ یہ سال اس پر مبارک گذرے۔ اور قارئین کرام کے دلوں میں ایک نئی زندگی کی روح پھونکے۔ تاکہ وہ دگنی طاقت کے ساتھ اشاعت اسلام جیسے زبردست کام میں ہماری پوری امداد فرمائیں۔ خدا کرے کہ ہم اس دیرینہ بارِ غفلت اور نحوست پر ہمیشہ کیلئے جنازہ پڑھیں۔ اور اس نئے سال سے ہمارے مبارک فلاح و بہبودی کے دن شروع ہوں۔ جن میں ہمیں مدتوں رہنا نصیب ہو +

یہ رسالہ جس مقصد کو لئے ہوئے ہے وہ نہایت مبارک مقصد ہے۔ اور جس پودہ کی یہ رسالہ آبیاری کرتا ہے وہ نہایت ہی مقدس پودہ ہے۔ ہزار شکر ہے کہ ہر سال ہم اس پودہ کو سرسبز و تازہ پاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں اپنے قارئین کرام کے گذشتہ احسانات کا تہ دل سے مشکور ہونا پڑتا ہے۔ ہمارے لئے یہ نہایت خوشی کا مقام ہے کہ احباب نے اس ہمارے کام کو ہمیشہ اہمیت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور ضرورت کے وقت انھوں نے اپنی بہت قابل قدر امداد کے دینے سے کبھی بھی دریغ نہ کیا۔ آخر یہ رسالہ اور ہمارا مشن آپ جیسے کسوں کی ہی خلت و اخوت کا مرہون احسان ہے +

آج کا سال ہمارے لئے علاوہ دیگر خصوصیات کے ایک اور خصوصیت کے لحاظ سے بھی زیادہ باعث مسرت و مبارک ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام جو ایک لمبے عرصہ تک صاحب فراش رہے اس سال خدا کے فضل سے امراض خبیثہ سے نجات پاکر صحتیاب ہو گئے گو ابھی ان میں نقاہت باقی ہے۔ یہ خوشخبری اُن احباب کے لئے جن کی آنکھیں تضرع کے ساتھ اُن کی صحت کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ نہایت خوشی کا موجب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اب اُن کی موجودہ کمزوری رفع ہو تا کہ وہ اپنی کامل توجہ مشن اور صدر اسلام میں لگائیں۔ اور اس اپنے ہاتھ سے لگائے ہوئے پودہ کو اپنی زندگی میں بار آور ہوتے ہوئے دیکھیں۔ آمین +

خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری مسلم مشن ووکنگ جنوبی ہند و دیگر مقامات پر دورہ کیلئے گئے ہوئے ہیں۔ آپ کے اس لمبے دورہ کا مقصد اشاعت اسلام اور اسکے ذرائع پر مسلمان بھائیوں کی توجہ کو مبذول کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس مقدس کام میں کامیاب کرے جس کیلئے انھوں نے اپنی زندگی وقف کی ہوئی ہے۔ امید واثق ہے کہ جہاں جہاں بھی خواجہ عبدالغنی صاحب اس مقدس غرض کو لے کر پہنچ جائیں وہاں مسلمان بھائی ازراہ اخوت خلت و محبت اُن کا ہاتھ بٹائیں۔

نصرٌ من اللہ و فتحٌ قریب

مغرب میں شوکتِ اسلام

یہ ایک اٹل اصول ہے کہ دنیا میں آخر صداقت ہی غالب آتی ہے۔ آفتاب کی روشنی میں اندھیرا کافور ہو جاتا ہے۔ یہی حال ہم اس وقت مغرب میں دیکھ رہے ہیں۔ لوگ اپنے آبائی رسمی مذہب کو چھوڑ کر جوق در جوق حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہے ہیں۔ لوگوں کی عقلیں عقال رسم و توہمات سے آزاد ہو کر حق کی تلاش میں لگی ہیں۔ اور آفتابِ اسلام کی کرنیں بہت آب و تاب سے ان کے دلوں پر چمکتی ہیں۔ اور وہ از خود ہی اس صداقت پر عاشق و متوالے ہو کر تحسین و آفرین کے کلمے گاتے ہیں۔ اسلام کی سادگی، اخوت و پاکیزگی ان کے دلوں کو سرعت کے ساتھ مسخر کرتی جاتی ہے اور اسلام کا سیل رواں بہت زور کے ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس حیرت انگیز کامیابی کا باعث کارکنانِ ووکنگ مشن کی محنت شاقہ ہے۔ انہی کی عرق ریزی اور کوشش کا نتیجہ ہے کہ ہم ہر مہینہ کسی نہ کسی نو مسلم چہرہ کی زیارت کرتے ہیں۔ جو اسلام کی تعلیم پر عاشق ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے ہیں وہ خط یا وہ عبارتیں جو وہ اسلام میں داخل ہونے کے وقت ارقام فرماتے ہیں۔ ان کے دلی کیفیت کا سچا فوٹو کھینچتے ہیں۔ کم از کم ایک سچے مسلمان کو وہ الفاظ وجد میں لانے کیلئے کافی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آج بھی ہم ایک سعید روح کی زیارت کرتے ہیں جس کے فوٹو سے ہم اس نمبر کو مزین کیا ہے۔ ان کا اسم گرامی **مسٹر وان سپر ڈیس** ہے۔ اسے ذیل کے الفاظ میں اسلام کے مداح ہیں:۔

"اسلام ہمیں بغیر کسی شدید کی امداد کے خود اعتمادی سکھلاتا ہے۔ اور اس طرح ہمیں معرفتِ نفس میں امداد دیتا ہے۔ موجودہ تہذیب و معاشی زندگی کے مضبوط اور بہتر بنانے میں اس خود اعتمادی اور جذبۂ انسانی کی از حد ضرورت ہے۔ کیونکہ اسی سے تمام اقوام انسانیت کے نام پر حلقۂ اخوت میں متحد ہو سکتے ہیں۔"

بہر حال یہ شوکت جو آج مغرب میں اسلام کی ہو رہی ہے۔ یہ اُن قابلِ تعریف اشخاص کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو وہاں انتھک عزم و جہد کے ساتھ تبلیغِ اسلام کے مقدس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ خدا کرے کہ مسلمان بھائی ان کے اس کام کی اہمیت کو سمجھیں اور ووکنگ مشن کے مالی استحکام کی فکر کریں۔ تاکہ یہ اسلامی مشن ہمیشہ کیلئے کسی وقتی امداد سے مستغنی ہو جائے۔

زکوٰۃ کا بہترین مصرف اشاعت اسلام ہے

گذشتہ نمبر میں ہم نے قارئین کرام کی توجہ زکوٰۃ کے مصرف پر مبذول کی تھی۔ ہم نے یہ بتلایا تھا کہ اسلام پر اس وقت کیسے کیسے دن آئے ہیں۔ اور اگر فی الحقیقت کوئی محتاج امداد ہے تو وہ دین اسلام ہے جس کو قائم کرنے میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اپنی زندگیاں دیں۔ اور قسما قسم کی اذیتیں اٹھائیں۔ بانئے اسلام کی تکالیف کو سن کر ایک سنگدل سے سنگدل انسان بھی رو پڑتا ہے۔ مگر آج مسلمانوں کی بدقسمتی سے یہ دین متین تنزل میں آیا ہے۔ اور اگر کوئی قومی انسٹیٹیوشن بہت اسلام کو قائم کرنے کیلئے کہیں بھی موجود ہے۔ تو اس طرف بدقسمتی سے مسلمانوں کی توجہ نہیں۔ آج سترہ سال سے انگلستان میں ایک اسلامی مشن قائم ہوا ہے جس نے محمد رسول اللہ اور اسلام پر اعتراض کرنیوالوں کا دندان شکن جواب دیکر اسلام کے دشمنوں کو اسلام اور بانئے اسلام کا منور چہرہ دکھلایا۔ اس مشن کی اس عرق ریزی اور جانفشانی محنت کا جو اثر ہوا۔ وہ آپ نے اس رسالہ کے ذریعہ معلوم کیا ہی ہوگا۔ آج تک سینکڑوں کی تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہو چکے۔ اور آئندہ بھی خدا کے فضل سے ہوتے رہینگے۔ مگر اگر کمی ہے تو مسلمان بھائیوں کی توجہ کی۔ اگر آج بھی مسلمان محض اپنی ایک زکوٰۃ کا ہی مصرف سمجھیں تو اسلام کا مستقبل نہایت شاندار ہوگا۔ کیونکہ اشاعت اسلام ہی زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ آج ضرورت ہے کہ ہم خدا کے دین کے لئے ہر ایک قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں۔ کیونکہ ہمارے مقابل ایک دشمن نہیں بلکہ کثرت سے ہیں۔ غیر مسلم مشن پانی کی طرح روپے کی بارش برسا رہے ہیں۔ اور ہر طرح سے مد مقابل میں تیار رہتے ہیں۔ مگر مسلمان ہیں۔ کہ ان کی زکوٰتیں خیرات صدقے بے محل بیجا مقام پر صرف ہو رہے ہیں۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا۔ جبکہ تمام نظام حکومت اور دشمن کے مقابل لڑائی کا لڑنا صرف زکوٰۃ کے روپے سے ہی کیا جا سکتا تھا۔ اگر آج بھی ہم اس روپیہ کا باقاعدہ مصرف کرتے۔ تو اسلام کو اس غربت کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔ اس وقت اسلام کو قائم رکھنے کیلئے مالی مشکلات درپیش ہیں۔ اس مشکل کا بہتر حل ہمارے زکوٰۃ کے روپیہ سے ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں سے ہماری اپیل ہے۔ کہ وہ تبلیغ اسلام کے لئے اپنے زکوٰۃ کا روپیہ مسلم مشن ووکنگ کے ریزرو فنڈ میں بھیجیں۔ کیونکہ ریزرو فنڈ ہی اب ہمیشہ کے لئے مشن کو نہایت مضبوط بنیاد پر قائم رکھ سکتا ہے۔ آپ اس کار خیر میں شریک ہو کر عند اللہ ماجور ہوں +

شکریہ پچھلے دو ماہ کے عرصہ میں ازراہ ہمدردی جن احباب نے ہمیں رسالہ کیلئے نئے خریدار دیئے ہم ان کی اس کوشش کا تہ دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ اپنی اس سعی کو آئندہ بھی جاری رکھینگے۔ کیونکہ اسلامی لٹریچر کی نشر و اشاعت بھی اشاعت اسلام کا ایک بہتر ذریعہ ہے +

منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

ووکنگ مسلم مشن اور اس کا استحکام

یہ مشن اب نہ کسی تعارف کا محتاج ہے۔ نہ اسکی ضرورت و اہمیت پر کسی بحث کی ضرورت ہے۔ اگر یہ مشن اب تک کامل نتائج پیدا نہیں کرسکا۔ تو اس کا باعث کوئی ہمارے نقص ہیں۔ اور زیادہ تر اس جدوجہد کی کمی ہے جو قومی توجہ اور تعاون سے ہی پیدا ہوسکتی ہے۔

یہ امر اب ثابت ہوچکا ہے۔ کہ یہ مشن ایک ضرورت حقہ ہے۔ اور اگر اس کے استحکام کا انتظام ہوجائے۔ تو عنقریب مغرب میں مذہبی تبدیلی کا باعث ہو کر یہی مشن اسلام کی قوت اور شوکت کا باعث ہوسکتا ہے۔ اسکی اس وقت تک کی تھوڑی بہت کامیابی کا ثمرہ اور جن کی صحت پر تجربے نے مہر لگادی۔ میرے نزدیک دو باتیں ہیں۔ ایک اس مشن کا کسی خاص فرقے سے تعلق نہ رکھنا۔ اور تعلیم و تبلیغ اسلام میں فرقی خصائص کی طرف توجہ نہ کرنا۔ دوسری بات جو اسکی کامیابی کا موجب ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کے کارکنوں نے مسلم لٹریچر کی نشر و اشاعت کو تقریری یا خطابی تبلیغ پر مقدم رکھا۔ زبانی تبلیغ کو بھی نہیں چھوڑا۔ مگر تصنیف و تالیف اور اسکی اشاعت کا دائرہ بڑھایا گیا۔ اور آج ہم اس نتیجہ پر آپہنچے ہیں۔ کہ اگر ووکنگ میں دو تین مبلغ وعظ و لیکچر کے لئے مخصوص کر کے باقی کل کا کل عملہ مذہبی ادبیات کے پیدا کرنے اور اس کی نشر و اشاعت میں مصروف ہوجائے تو تھوڑے ہی دنوں میں محیر العقول نتائج پیدا ہوسکتے ہیں۔ ۱۹۲۵ء کے ستر سالہ تجربے نے مجھے ایک مثبتہ صداقت کی طرح اس حقیقت پر قائم کردیا۔ چنانچہ میں نے ایک **مسلم لٹریری ٹرسٹ** قائم کیا۔ اور اس ٹرسٹ میں انہی دو باتوں کا لحاظ رکھا۔ ایک طرف تو اس ٹرسٹ کے ٹرسٹی مقرر کرنے میں فرقی خصوصیت کو الگ کردیا گیا۔ دوسری طرف اس کا مقصد اسلامی ادبیات کی نشر و اشاعت رکھا۔ اس ٹرسٹ کے ممبر حسب ذیل رکھے گئے۔

(۱) رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے الفاروق (چیئرمین) (۲) سر عباس علی بیگ سابق ممبر انڈیا کونسل (لندن) (۳) خواجہ کمال الدین صاحب (۴) ووکنگ مشن کا انچارج بحیثیت عہدہ (۵) خواجہ نذیر احمد سکرٹری۔

۱۹۲۵ء سے آج تک اس ٹرسٹ نے پانچ کتابیں شائع کیں جن کے نام ذیل میں درج ہیں:-

(۱) آئیڈیل پرافٹ (مصنفہ خواجہ کمال الدین) (۲) مجالست فی الاسلام و تعلیم مسیح علیہ السلام (مصنفہ لارڈ ہیڈلے) (۳) اسلام کیا ہے (مصنفہ مسٹر حبیب اللہ لوکرو) (۴) کھلی چٹھی بنام لارڈ بشپ لنڈن سالسبری (مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب)

فٹ نوٹ: ٹرسٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ اسکے ممبروں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ بیرسٹر ٹرسٹ کے ایک ممبر نے سلطان محمد شفیع صاحب کو ... صاحب سے استصواب کے بعد ٹرسٹ کے سامنے برائے منظوری بطور ٹرسٹی پیش کیا ہے۔ ایسا ہی دو اور صاحب بھی زیر تجویز ہیں۔

(۵) مسیح کا اصلی مذہب مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب۔ ان پانچ کتابوں نے جو اس تھوڑے سے عرصہ میں امید سے بڑھ کر نتائج مرتب کئے۔ وہ دوسری قسم کے تبلیغی کوششوں کے متعلق زیادہ مفید ثابت ہوئے یہی کتابیں صد ہا روحوں کو اس عرصہ میں صداقت کی طرف لے آئیں۔ اس وقت جو کتاب زیر تصنیف ہے اور جس کی تکمیل کو میری دو سالہ بیماری نے روک رکھا ہے وہ ایک قسم کا

مقدمۃ القرآن

ہے جس کی اشاعت پر انشاءاللہ مغربی دنیا میں اسلام کی طرف ایک خاص رجحان پیدا ہوگا +

لیکن میری اس لمبی بیماری نے مجھے ایک اور بھی سبق دیا۔ آج مشن کو قائم ہوئے سولہ سال ہو چکے۔ خدا کے فضل نے اس دن سے آج تک مشن کو مالی مشکلات میں نہیں ڈالا کچھ تو میری تصنیف آئے دن مشن کو مالا مال کرتی رہی دوسری طرف میں ہر دوسرے تیسرے سال مسلم بھائیوں کو مشن کی معاونت کیلئے خود ان کے دروازوں پر جا کر تحریک کرتا تھا۔ اور میں جس قدر شکریہ اپنی قوم کا ادا کروں تھوڑا ہے۔ کہ میری کی ہوئی اپیل کبھی بھی رائیگان نہ ہوئی۔ آج جو اس بیماری کے باعث میں پورے دو سال صاحب فراش رہا۔ اور اب بھی گو امراض خبیثہ سے نجات پا چکا ہوں لیکن اس قدر اپنے میں طاقت نہیں پاتا کہ بہت جلد دورہ شروع کر سکوں۔ اس نے میری آنکھ ایک خاص امر کے متعلق کھول دی۔ آج سولہ سال کے بعد مشن مالی مشکلات میں ہے اور اس کا باعث بظاہر میری بیماری ہے۔ میری بیماری میں گو مشن تو کامیابی کے ساتھ چلتا رہا لیکن نہ کوئی تصنیف نکل سکی اور نہ کسی نے مالی استحکام کے لئے وہ کام کیا جو میں پھر کر کیا کرتا تھا۔ موجودہ مالی دقتیں پیدا ہو گئیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ میں ہمیشہ کیلئے تو نصیب حیات نہیں رہ سکتا اور نہ اس قسم کا مشن کسی ایک ذات یا کسی ایک کی قلم سے وابستہ ہو کر مداومت کا منہ دیکھ سکتا ہے۔ اسلئے ضروری ہے۔ کہ اب جو اللہ تعالیٰ نے مجھے مہلک امراض سے نجات دی۔ تو میں اپنی بقیہ زندگی کے دن کچھ تو مذہبی تصنیف میں خرچ کروں۔ اور زیادہ تر کسی مستقل فنڈ کے پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہو جاؤں۔ کہ جس کے منافع اور مفاد سے مغرب میں اشاعت اسلام کا مسئلہ گو محدود پیمانہ پر ہی کیوں نہ ہو ہمیشہ کیلئے حل ہو جائے۔ اسلئے میں اس مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر ان کے نزدیک مسلم مشن کی گذشتہ خدمات با جر ہو چکی ہیں۔ تو وہ اس کے استحکام کا فکر کریں۔ اگر ہم تین چار لاکھ روپیہ بھی ایک مستقل فنڈ کی شکل میں الگ کر دیں۔ تو اس کا منافع ہی مغرب میں اشاعت اسلام کی مالی ضروریات کا کفیل ہو سکتا ہے +

آغاز مشن سے میں نے اپنی ذات کو علی العموم مشن کی آمدنیوں سے الگ رکھا۔ اور اس کے خرچ کو بھی دوسروں کے ہاتھوں میں رکھا۔ آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ یہ معاملات قومی ہیں۔ اس کے وارث صلبی وارث نہیں ہوتے اس کے وارث وہی ہوتے ہیں۔ جو اسکے اہل ہیں۔ اسی اصول پر میں ایمان رکھتا ہوں اور آجتک اسی کا پابند رہا ہوں +

میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے میں **اشاعت ادبیات اسلامی** کا کوئی مستقل انتظام کر جاؤں۔ اسی امر سے رسالہ اسلامک ریویو بھی وابستہ ہے۔ اگر کوئی کتاب اشاعت اسلام میں ایک مستقل رنگ اپنے اندر رکھتی ہے تو **ریویو** کی اشاعت بھی میعادی شکل میں از بس ضروری ہے میں چاہتا ہوں کہ ہمارا ریویو بھی ایک مستقل اشاعت کی شکل اختیار کرے۔ اور ریویو اور دیگر اسلامی ادبیات کا جو منافع ہو۔ وہ مشن کے ذریعہ اشاعت اسلام پر خرچ ہو جیسا کہ آج تک میری تصانیف کا منافع جس میں ریویو بھی شامل ہے مشن کے مالی استحکام پر ہی خرچ ہوتا رہا ہے۔ یہ امر **مسلم لٹریری ٹرسٹ** کے ٹرسٹیوں نے بھی قبول کر لیا ہے +

الغرض ایک مستقل **سرمایہ** کی ضرورت ہے جس کا قیام کسی ذات واحد سے وابستہ نہ ہو۔ میں صرف اسی قدر چاہتا ہوں۔ کہ وہ سرمایہ میری زندگی میں قائم ہو جائے۔ اور میں اپنی زندگی میں ہی اسے اور ایسا ہی دوسرے امور کو اور ہاتھوں میں دے کر یہاں سے رخصت ہو جاؤں۔ **مسلم لٹریری ٹرسٹ** کا سرمایہ اس وقت **پینتیس ہزار** روپے سے اوپر ہے۔ جو قریباً کل کا کل ٹرسٹ کی طرف سے بنکوں میں بصورت فکسڈ ڈیپازٹ رکھا گیا ہے۔ اور اس کے منافع سے ہی آج تک ٹرسٹ نے اپنے اخراجات نکالے ہیں۔ یہ فنڈ بھی دراصل ووکنگ مسلم مشن کی ہی اغراض کے پورا کرنے کے لئے قائم ہوا ہے +

جو صاحب میری اس عرضداشت کو پڑھیں وہ اس کام میں میری معاونت کریں۔ ایک ایک روپے سے لاکھوں روپے جمع ہو سکتے ہیں۔ اگر مسلم بھائی میری اس اپیل پر توجہ کریں۔ اور میری اس بیماری کو بنظر عبرت دیکھیں۔ اور یہ یقین کر لیں۔ کہ میری زندگی کے دن تھوڑے ہیں۔ اور اس وقت مجھ میں وہ طاقت و قوت بھی نہیں جو بیماری سے پہلے تھی۔ خدا چاہے تو وہ اب بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ اسلئے جس کام کا میں نے ارادہ کیا ہے اس میں وہ میرے معاون ہوں +

یہ تو ناممکن ہے۔ کہ میں ہر جگہ پہنچ سکوں۔ یا اصالتاً ہر ایک دوست کو مل سکوں۔ جو میری اس اپیل کو پڑھیں۔ وہ اس طرف توجہ فرمائیں۔ یہ **زکوٰۃ** کے بھی ایام ہیں۔ اور اس سے بہتر زکوٰۃ کا مصرف مجھے کوئی اور نظر نہیں آتا۔ زکوٰۃ کے علاوہ اگر مسلم بھائی تھوڑی تھوڑی مدد بھی کریں۔ تو بہت کچھ ہو سکتا ہے مسلم لٹریری ٹرسٹ کے موجودہ سرمایہ کے علاوہ خود مشن کے ریزرو فنڈ میں چار ہزار سے اوپر روپیہ موجود ہے فی الجملہ تبلیغی اغراض کے لئے **چالیس ہزار** سے اوپر **روپیہ** تو موجود ہے۔ لیکن یہ ایک بے حقیقت رقم ہے میری استدعا یہ ہے۔ کہ مغرب میں اشاعت اسلام سے دلچسپی رکھنے والے صاحب اس وقت تین قسم کی امداد فرمائیں

ایک تو مشن کو موجودہ مالی مشکلات سے نکالنے کا فکر کریں۔ دوسرے رسالہ اسلامک ریویو اور اسلامی ادبیات کی نشر و اشاعت کے لئے مستقل فنڈ کے پیدا کرنے کی طرف توجہ فرمائیں۔ اگر ہم ایسے فنڈوں کے قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تو یہ قومی سرمایہ ہمیں ہمیشہ کی قومی فکروں سے آزاد کر دے گا۔ زر امداد کی ترسیل کے وقت جو میرے نام پر یا حسب معمول ہو۔ یہ کھول کر لکھ دیا جائے۔ کہ ان کی زر امداد کس مد میں جانی چاہئے۔ اگر ان کی تحریر میں اس قسم کی تفصیل نہ ہوگی۔ تو ان کی عطیات کو بحصہ رسدی تقسیم کر دیا جائیگا۔ والسلام

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

سلسلہ تعلیم قرآن یعنی قرآن کریم کے حصۂ اخلاقیات کی تفسیر

نمبر (۱)

جہد للبقا

یا

فیوضات سورۃ فاتحہ

موجودہ قومی پستی کو دیکھ کر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی صحتیابی کے شکریہ میں ارادہ کیا ہے کہ وہ آئندہ ایک ایسا سلسلہ تصنیف بنام تعلیم قرآن شروع کریں جس سے برادران ملت میں قومی زندگی و قومی قیام کے آثار پیدا ہو جائیں۔ موجودہ قومی پستی کا موجب قوم میں سے ان اخلاق کا مفقود ہو جانا اور روزانہ زندگی میں ہمارا ان اصولوں کو بھول جانا ہے جنہیں قرآن حکیم نے حیات و استحکام قوم کیلئے تعلیم کیا۔ چنانچہ اس موضوع پر خواجہ صاحب کی پہلی تصنیف یہی کتاب **جہد للبقا** ہے۔ اسکی اشاعت کے متعلق آپ نے یہ تجویز کیا ہے کہ اس کتاب کی ہزار دو ہزار کاپیاں کالجوں کے مسلم طلباء میں مفت تقسیم ہوں تاکہ ہماری آئندہ نسل اپنی زندگی کو قرآن تعلیم کے مطابق چلا سکے کیونکہ ہم سب کے سب ان تعلیمات قرآنیہ کے جاننے کے محتاج ہیں۔ مفت تقسیم کرنے کیلئے اس کتاب کے پانچ نسخے ایک روپیہ میں ملتے ہیں جو در اصل اسکی لاگت قیمت ہے۔ یعنی ایک نسخہ کی قیمت تین آنے چھ پائی ہے۔ اس کتاب کی مفت اشاعت ایک بہترین صدقہ ہے۔ ہمارے بھائی اس کتاب کو خود پڑھیں اور اوروں کو بھی پڑھائیں۔ فی الحقیقت اسلام کی بہترین خدمت یہی ہے کہ قرآنی علوم مسلم و غیر مسلم قوموں میں اشاعت پائیں۔ اشاعت اسلام کا یہی ایک صحیح راستہ ہے جس کی ہمارا گذشتہ بیس سالہ تجربہ تائید کرتا ہے۔

استحیاء و استقلال قوم

چنانچہ اس کے بعد خواجہ صاحب کے زیر غور دوسری تصنیف ہے جس میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ صحف مقدس کے وہ اصول لکھے جائینگے۔ جو کتاب حکیم نے قومی حیات و استقلال کیلئے سورۃ بقرہ و سورۃ آل عمران میں تعلیم کئے ہیں۔ سلسلہ تصنیف "تعلیم قرآن" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جسمیں اگر خدا نے توفیق دی تو اصول بالا کے لحاظ سے کتاب مقدس کی ایک تفسیر آجائیگی۔ برادران ملت سے استدعا ہے کہ وہ اس سلسلہ تصنیف کو کامیاب بنانے میں امداد فرمائیں۔ اور اس کی اشاعت میں خاص طور پر حصہ لیں۔ ان کتابوں کی قیمت میں بہت ہی رعایت ہوگی۔ چنانچہ آئندہ تجویز کردہ تصنیف کی قیمت دو ڈیڑھ روپیہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ پیشگی فرمائش پر خریدار کے ساتھ خاص رعایت کی جائیگی۔

منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

اسلام کا قرض یورپ پر

از منۂ وسطےٰ کے عرب اور یورپ کی تہذیب پر اُن کا اثر

تصنیف کردہ ڈاکٹر گستیو ڈیرک - پی - ایچ - ڈی مترجمہ مولوی عبدالمجید صاحب ایم - اے از جرمن زبان

سلسلہ کیلئے دیکھو جلد ۴ ۱ ء ۶۲۵ صفحہ ۲۴۹ اشاعت اسلام

آنحضرت صلعم سے پہلے عربوں کی حالت اور اُن کے تاریخی اور ملکی حالات

ملک عرب قدیم الایام سے مہذب اقوام کی توجہات کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ کیونکہ ایک تو بہت سی عیش و عشرت کی چیزوں کا مخزن ہونے کی وجہ سے وہ دنیا میں عام طور پر مشہور تھا۔ مثلاً مشک عنبر اور دوسری خوشبوئیں اور مصالحہ وغیرہ جن کی زمانۂ قدیم میں بھی ان تمام لوگوں کو تلاش رہتی تھی۔ جو فطرت انسانی کی ابتدائی منزل سے گذر کر تہذیب کی شاہراہ پر پہنچ چکے تھے۔ اور دوسرے بیرونی دُنیا کو ملک عرب کے ساتھ اس وجہ سے بھی دلچسپی تھی کہ وہ کسی قسم کا سامان مہمانی نہ رکھنے کی وجہ سے بجز عرب بدوؤں کے بیرونی لوگوں کے لئے ناقابل رہائش جگہ تھی۔ علاوہ ازیں عرب کا ملک بیرونی دنیا کو مصر کی طرح۔ گویا ایک مختلف رنگ میں عجائبات کی سرزمین دکھائی دی جس کے تفحص اور تحقیقات کے لئے اسقدر کوشش عمل میں لائی کہ کبھی ایسی کوشش کسی نے نہیں کی علاوہ براں اس ملک کے باشندے اپنی نادر خصوصیات کی وجہ سے بیرونی لوگوں کی کشش نگاہ کا موجب ہوتے تھے۔ اور ہومر نے بھی اپنی Odyssey میں Erember قوم کے ذکر میں جس سے اسکندریہ کے قواعد نویسیوں نے عرب ہی مراد لئے ہیں۔ اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ عرب قبائل و قتاً فوقتاً بیرونی دنیا کی لڑائیوں اور جنگوں میں شریک ہوا کرتے تھے +

قدیم مصنفین نے ملک عرب اور اسکے باشندوں کے جو حالات و روایات مجملاً بیان کی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ وہ زیادہ ہونے کے ساتھ ہی کمزور بھی ہیں یہ روایات و حالات افسانوں کے اندر ملے جلے ہیں۔ اور اس لئے ان سے ان اصل حالات کی صاف تصویر بمشکل ہی مل سکیگی جو زمانہ قدیم میں اس بہت بڑے جزیرہ نما میں پائے جاتے تھے سب سے زیادہ قابل اعتبار حالات جو زیادہ تر (Strabo) اسٹریلیو نے بیان کی ہیں۔ وہ ان حصص ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو مصر کے تخت نشینوں یونانیوں اور رومیوں کی تجارتی خرید و فروخت کی منڈیاں تھیں۔ اور خاص صحرائے عرب کے باشندوں کی خاصیت اور حالات کے متعلق کوئی بات ان سے معلوم نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ ہم نہ صرف خود ہی اس وقت کی اصل پوزیشن کو سمجھنے

سے قاصر ہیں۔ بلکہ کوئی حیرانی ہمیں نہیں ہوتی۔ جب ہم سٹریبو کا یہ بیان پڑھتے ہیں۔ کہ عرب کے لوگ کوئی بہادر اور جنگجو قوم نہیں۔ بلکہ صرف کنگھیاں بیچنے والے اور تاجر لوگ ہیں۔ سکے مدِ نظر جزیرۂ عرب کی صرف ایک تھوڑی سی آبادی تھی۔ جس نے تجارت کو ذریعۂ معاش بنا رکھا تھا۔ اور اس ذریعہ سے امارت کے درجہ کو پہنچ کر اصل بدوانہ خاصیتوں کو کھو بیٹھی تھی۔ اور شائستہ زندگی اختیار کرنے کی وجہ سے جس کو صحرائی عربوں کے حالات سے کوئی تعلق اور لگاؤ نہ تھا۔ اُن کی طبیعتوں میں نرم دلی اور رحم پیدا ہو گیا تھا۔ سٹریبو نے سیزر آگسٹس کے عہدِ حکومت میں الکسس گیلن کے حملہ کا جو حال بیان کیا ہے۔ اور ہمیں بتایا ہے۔ کہ ایک ہی کھلے میدان جنگ میں دس ہزار عرب کے مقابل صرف دو رومی تھے۔ اور تمام دوران جنگ میں صرف سات رومی دشمن کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ یہ ایک بہت بڑا مبالغہ ہے۔ اگر ہم تمام واقعات کو جمع کریں۔ جس سے عربوں کے حالات پر پوری روشنی پڑ سکتی ہے۔ تو ہمیں یہ فیصلہ کرنا پڑیگا۔ کہ عربوں کو جنگجو قوم قرار دینا ایک بالکل غلط بات ہے عرب ہی نے جنیبہ زنوبیا واقعۂ پالمیرا کی سلطنت کا دارومدار تھا صرف عرب سپاہی ہی تھے جن کی ایرانیوں اور بازنطینیوں نے بہت تعریفیں کیں۔ اور انعام دیئے۔ اور اہل عرب کے متعلق جس قدر روایات اور حالات ملتے ہیں۔ وہ سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ عرب لوگ شروع سے اس زمانہ قدیم سے ہی جو تاریخ کے لحاظ سے باہر ہے۔ بہت ہی حساس جنگجو سیاح اور مہماں نواز واقع ہوئے ہیں بعینہ ان کا وہی حال ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ جیسا کہ آج بھی صحرائے عرب کے بدوؤں کا حال ہے۔ اور جیسے آنحضرت صلعم کے وقت ان کی حالت تھی۔ اس حقیقت کا اظہار قدیم ترین عربی نظموں میں پایا جاتا ہے۔ اور قدیم عربی تہذیب و شائستگی کے جو چند آثار آج باقی رہ گئے ہیں۔ ان سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ صحرائی بدو شہروں اور سمندر کے ساحلوں پر رہنے والوں سے ہمیشہ نفرت کرتے رہے ہیں۔ اور ہمیشہ لگاتار ان کے ساتھ انھوں نے جنگ کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ انہی بدوؤں ہی نے زمانہ قدیم کے عربوں کے خصائل کو ہمیشہ محفوظ رکھا ہے۔ اور آج بھی ان خصائل کو پورے طور پر قائم رکھنے میں وہ درجہ اعجاز کو پہنچ گئے ہیں۔ جو وصفِ بحقیقت قومی کیریکٹر کے حال حقیقی ہیں۔ انہی پر در اصل ان تمام بڑی بڑی تحریکات کا دارومدار تھا۔ جو جزیرہ نما عرب سے پیدا ہوتی رہیں +

ملک عرب کی پوزیشن عربوں کی فطرت کے ان لاتبدیل عنصر کے عین مناسب حال تھی۔ جیسا کہ دوسری طرف ان عادات کی وجہ سے اس ملک اور اس کے ساحلی باشندوں کو تاریخ تجارت عالم میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہو گئی +

عرب کا ملک جو تین طرف سمندر سے گھرا ہوا ہے۔ اور اس کے چوتھی طرف ایک ایسی سرزمین ہے جو بہت ہی خطرناک اور ایک اجنبی کیلئے نہایت دشوار گذار ہے۔ یعنے صحرائے افریقہ اور براعظم ایشیا ایسا ہی تھا۔ اندرونی خاصیت کے لحاظ سے تمام بیرونی حملہ آوروں سے بالکل محفوظ ہے۔ اندرون ملک اونچے پہاڑی سلسلہ کی وجہ سے باقی حصہ ملک سے کٹا ہوا ہے۔ اور آب و ہوا کے لحاظ سے مختلف منطقوں پر منقسم ہے۔ ۱۲ لاکھ مربع میل یا بالفاظ دیگر یورپ کے کل رقبہ کے ۱/۳ پر پھیلا ہوا ہے۔ وہ بجائے خود ایک جزیرہ بن گیا ہے۔ اور عرب لوگ اسے جزیرۃ العرب ہی کے نام سے پکارتے ہیں۔ ملک کا بہت سا حصہ قدمائے علے العموم تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:۔

(۱) عرب Felix یعنے جنوب مغربی کنارہ جسکے ساحل پر شہر آباد ہیں۔ اس کو اس وجہ سے Felix کے نام سے پکارتے ہیں۔ کہ وہاں نہایت عمدہ اور زرخیز زراعت ہوتی ہے جس نے زمین کی خاصیت کو ایک بہشت کی صورت میں تبدیل کر دیا ہے (۲) صحرائے عرب۔ یہ ملک کا درمیانی حصہ ہے جس کو قدمائے غلطی سے تمام کا تمام صحرا سمجھا۔ لیکن عرب Felix کی طرح اس کے اندر بھی نہایت زرخیز سرزمین موجود ہے جہاں اٹھارھویں صدی عیسوی میں وہابیوں کی عظیم الشان تہذیب یافتہ حکومت قائم ہوئی (۳) عرب التیہ یعنے شمال مغربی حصہ جو جزیرہ نمائے سینا پر مشتمل ہے جس کو شہر التیہ کی وجہ سے جو اسی قدیم زمانہ میں ایک تجارتی مقام تھا۔ التیہ بھی کہا جاتا ہے۔ آجکل یہ ملک ذیل کے حصص پر منقسم ہے:۔

(۱) حجاز جس سے ساحلی حصہ ملک کا جو بحیرۂ قلزم پر واقع ہے، شمالی حصہ مراد ہے (۲) یمن یعنے جنوبی حصہ باب المندب کے ایک کونے پر واقع ہے (۳) حضرہ یعنے حضر[illegible] ساحل عمان کے ساحلی مقامات کو حضرموت کے نام سے پکارا جاتا ہے (۴) عمان یعنے عرب کا [illegible] اندرونی حصہ کا نام الجوف ہے۔ اور بہت سے زرخیز مقامات ہیں جن میں نجد، شمار، اور نفود کے مقامات بالخصوص قابل ذکر ہیں۔

اس وسیع خطہ میں زمانۂ قدیم سے کاروانی راستے نکلے تھے۔ جو آجتک تبدیل نہیں ہوئے۔ ان رستوں کے ذریعہ سے ہمیشہ ہر زمانہ میں عرب کا مال و اسباب بیرونی ممالک کو بھیجا جاتا تھا۔ اور مشرق بعید اور مغربی ممالک کے مال و اسباب اس کا تبادلہ ہوتا تھا۔ ایسی تجارت کے لئے عربوں سے بڑھ کر کوئی قوم موزوں نہ تھی۔ اور بیوپار میں انھیں خاص درجہ کی سہولتیں حاصل تھیں۔ مغرب میں مصر کی قدیم سلطنت تھی۔ شمال مغرب میں فونیشیا کا ملک ہے شمال مشرق میں اسیرین، بابلین، پارسیوں اور ایرانیوں کی قدیم مہذب حکومتیں تھیں۔ مشرق میں ہندوستان تھا جس کے ساتھ خلیج فارس کے مستعد عربوں نے تعلقات قائم کر لئے تھے جنہیں دلیر اور اندھا دھند جہاز ران سمجھا جاتا تھا

اور ان کی قدر افزائی بھی ہوتی تھی۔ اور ڈر اور خوف بھی ان سے لاحق تھا۔ ان کا صحرائی شہر غراء اس مال و اسباب کی منڈی بن گیا تھا۔ جو وہ ہندوستان سے لے کر آتے تھے۔ یا ہندوستانی جہاز خلیج فارس میں لے کر آتے تھے ہاں اگر وہ جزیرہ سقوطرہ میں جا تے۔ جو عرب کے جنوب اور افریقہ کے مشرق میں واقع ہے۔ تو مصری اور حبشی مال و اسباب سے اس کا تبادلہ ہو جاتا۔ ورنہ پھر وہاں تک پہنچتا۔ ان تمام ممالک میں ذریعہ تجارت عربوں کے لئے ایسا مختص ہو چکا تھا کہ اجنبی لوگ بہت سی ایسی پیداوار کا ذکر کرتے ہیں۔ جو پہلے تو عرب میں مشرق اقصےٰ سے لائی جاتی اور اُسے عرب ہی کی پیداوار ظاہر کیا جاتا تھا۔ کیونکہ عربوں کا فائدہ اسی میں مضمر تھا۔ کہ اس راز کو آشکارا نہ کیا جائے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ مشرقی اور مغربی تاجروں کو اشیا کے اصل مقامات کا جہاں سے وہ آتی اور پیدا ہوتی ہیں علم ہو جائے تو آپس میں براہ راست تاجرانہ تعلقات قائم کر لیں۔ وہ مصری۔ یونانی اور حبشی جہازوں کو نہایت مضطربانہ اور حاسدانہ نگاہوں سے دیکھتے رہتے تھے۔ جنھیں آگے ہندوستان کی طرف قدم بڑھانے کا کوئی موقعہ دیا جاتا تھا۔ اور عرب لوگ ایک ہی وقت میں ایک سخت بحری پولیس کا بھی کام دیتے تھے۔ اور خطرناک بحری ڈاکہ زنی کے بھی مرتکب ہوتے تھے۔ قریب کے زمانہ میں بھی ایسے مقامات کے متعلق جو بالکل تنہائی میں پڑے ہیں یہ سننے میں آ رہا ہے۔ کہ جو نہی کہ بیرونی جہازات وہاں لنگر انداز ہوتے ہیں وہ غائب ہو جاتے ہیں۔ اور نام و نشان تک ان کا دکھائی نہیں دیتا۔ اور غالباً انھیں گرفتار کر لیا جاتا تھا۔ اس خیال سے کہ وہ ہندوستان کے بعید کے شہروں میں نہ پہنچ جائیں۔ عرب اگرچہ محض ساحلی لوگ تھے تاہم قدیم زمانہ میں وہ اپنی چمڑہ کی نالیوں کی بنی ہوئی کشتیوں میں اُن دلیر ڈاکوؤں کی طرح سمندر میں دُور تک چلے جاتے تھے۔ جو اس سے بھی چھوٹی کشتیوں میں مغربی ہند کی طرف پرتگالیوں کا رستہ روکنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور اکثر اوقات یوروپین بحری سفر کرنیوالوں سے کامیاب لڑائیاں لڑ لیتے تھے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس جزیرہ نما کے رہنے والے کس قوم میں سے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کو نسل انسانی کے باہمی تعلقات کا مطالعہ کرنیوالوں اور ان کی قوموں کا حال جاننے والوں اور مسافروں اور سیاحوں نے عام طور پر نہایت شریف بلند اخلاق اور اعلےٰ استعدادوں کے مالک قرار دیا ہے۔ اور ان کی ابتدا بدوؤں کی نسل سے بتائی ہے +

اِس بارہ میں بھی بہت سی مشکلات ہماری سدِ راہ ہیں۔ کیونکہ باشندگانِ عرب کی نسلی تحقیقات کیلئے ہمارے پاس بائیبل یونانیوں رومیوں اور ازمنۂ متوسط کے عربوں کی تحریرات موجود ہیں وہ بہت ہی ناقابل

اعتبار ہیں۔ ابھی مادہ حال ہی میں زبانوں کے متقابلہ مطالعہ کی مدد سے نسلی مسائل کے حل کرنے کا موقعہ ہمیں ملا ہے۔ اصل عربوں کے طبعی حالات کیا تھے کس قوم سے وہ تعلق رکھتے تھے اس کے متعلق یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ سب سے پہلے قابل شناخت نشانات سے یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ اندرون ملک میں Hamites شاخ کے لوگ آباد ہیں۔ Hamites سامی قوم کے قریبی رشتہ دار تھے۔ اور ان دونوں اقوام کے لوگ ہر جگہ پائے جاتے تھے۔ اور کم و بیش وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات میں جکڑے ہوئے تھے ابتداءً وہ بحیرۂ ارال کے قریب Eram کے شمال میں رہتے تھے۔ دونوں قبائل نے اس وقت ہجرت کی۔ جب ان کی زبانیں ایک تھیں اب تک بھی ان کی زبانوں میں سادہ سے سادہ مصادر کی شکلیں باہم ملتی ہیں۔ پہلے Hamites نے جنوب مغرب کی طرف ہجرت کی اور دریائے دجلہ و فرات کو عبور کر کے ان دونوں صوبوں میں آباد ہو گئے۔ جو ان دریاؤں کے نام سے موسوم ہیں۔ وہاں سے پھر سامی لوگوں نے انھیں اور آگے دھکیلا۔ کیونکہ وہ پیچھے سے انھیں دھکیلتے چلے آتے تھے اس لئے وہ اور بھی جنوب مغرب کی طرف چلے گئے۔ اور زیادہ تر شمالی افریقہ میں آ پہنچے جہاں وادی نیل میں انھوں نے مصر کی مہذب ترین سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس ہجرت میں بعض گلہ و تنہا لوگ اصل قبیلہ سے علیحدہ ہو گئے۔ وہ بظاہر خلیج فارس کے پاس سے ہوتے ہوئے عرب میں پہنچ گئے۔ اور اسے فتح کر لیا۔ لیکن سامیوں کے سامنے وہ ٹھیر نہ سکے جو ان کے تعاقب میں وہاں بھی پہنچ گئے۔ جیسا Hamites کا تعاقب انھوں نے کیا تھا سامیوں نے ان کو مطیع کر لیا۔ اور ابتدائی Hamites آبادی میں سے صرف جنوبی عرب کے دور افتادہ گمنام اور غیر اہم قبائل باقی رہ گئے۔ عاد اور ثمود کی قومیں جن کا قرآن نے بار بار ذکر کیا ہے مشہور محقق نسلیات Muller ملر کے نزدیک Hamites یا کوشی قوم میں سے ہیں۔ علاوہ ازیں اس بیان سے کہ سامیوں نے یکلخت ہجرت نہیں کی۔ بلکہ تدریجاً کی، عربوں کی فرضی تاریخ سے تائید ہوتی ہے۔ اور نیز یہ بھی اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عرب دو قوموں میں منقسم ہو گئے Joktanids اور اسمٰعیلی ان دونوں اقوام میں ہمیشہ بہت بڑا اختلاف رہا ہے۔ اوّل الذکر قبیلہ اپنا مورث اعلیٰ Joktan کو بتاتا ہے۔ جو سیم کا لڑکا تھا۔ اور موخر الذکر کے مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم کے بیٹے حضرت اسمٰعیل تھے۔ Joktanids جنہوں کے ورتاریخی میں یمن فتح کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مستعمرات کا شوق رکھتے تھے۔ لیکن اس کے برخلاف اسمٰعیلی بدو ہونا ہی باعث فخر سمجھتے تھے۔ علاوہ ازیں سامیوں کی ہجرت Chaldea کی طرف سے ہی شروع نہیں ہوئی۔ بلکہ بحیرۂ احمر کی سرزمین سے بھی انھوں نے ہجرت کی ہے اور وہ تاریخ جو کہانیوں اور افسانوں پر مشتمل ہے۔ اور جو یہودیت کی تاریخ کے زیر اثر تصنیف ہوئی۔ اور خود Chaldea

سے براہ راست بہت ہی کم باتیں اس میں لیگئی ہیں۔ اس نے سلسلہ نسب کی کہانیوں کے پیرایہ میں آبادی کے مختلف عناصر کے باہمی تعلقات بتانے کی سنجیدہ کوشش کی ہے۔ یہاں تک تو یقینی امر ہے۔ کہ تاریخی زمانہ میں اور جہانتک بہت سے قدیم بیانات سے معلوم ہوتا ہے عرب کی آبادی سامی قوم میں سے ہے! اسلئے ان کے تعلقات کی خاصیت پر بحث کرنے کیلئے یہ ضروری ہے۔ کہ عربوں کے ان تعلقات کو سمجھا جائے جو وہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ رکھتے تھے +

سامی لوگ شمالی اور جنوبی مشرقی اور مغربی اقوام پر منقسم ہیں۔ مشرقی سامیوں میں اسیری کے رہنے والے بابلی، شیلڈی، فونیشن اور اسرائیلی شامل ہیں۔ یہ سب بحیثیت مجموعی شمالی خاندان کے لوگ ہیں۔ جنوبی سامیوں میں عربوں کے مختلف قبائل ہیں۔ شمال اور اندرون ملک میں اسمٰعیلی جنوب میں یوکتانی، ہمیاری یا صابی یہیں سے ابی سینیا کی نوآبادی شروع ہوتی ہے جن کی زبان Geez آجتک Hemyaritic زبان سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ تاہم اسمٰعیلیوں کی زبان (Mustaariba) نے قرآن کریم کے ذریعہ خاص اہمیت اور اقتدار حاصل کر لیا ہے۔ اور آج بہت سے عرب اسی کی مختلف بولیوں میں کلام کرتے ہیں۔ سوائے اسکے کہ جنوبی عرب کے قبائل اپنی خاصیت کے مطابق پوری مضبوطی اور استحکام کے ساتھ پرانی ہمیاری زبانوں ہی سے اب تک چمٹے ہوئے ہیں

علاوہ ازیں جزیرہ نمائے عرب کی باقی ممالک سے علیحدگی بھی اس بات کی ایک وجہ ہے۔ کہ اندرون ملک کے قبائل یعنے بدوؤں نے اپنی خالص قومی خواص کو سامی اقوام سے بڑھ کر محفوظ رکھا ہے! اسلئے عربوں کے قبائل آج بھی اس بات پر فخر کرنے کا پورا حق رکھتے ہیں۔ کہ وہ اصل سامی ٹائپ کے حامل ہیں! ور نہ فی الحقیقت نہایت حیرت انگیز بات ہے۔ کہ انھوں نے نیم وحشی اور غیر مہذب بدو قبائل کے رسوم و رواجات عادات و خصائل اور روایات کو کسقدر صفائی کے ساتھ محفوظ رکھا ہے۔ بدو خود بھی رسوم و رواجات اور روایات کو پورے طور پر نگاہ رکھتے ہیں۔ تاکہ ایسا نہو کہ وہ خالص عربی خون جو اُن کی رگوں میں جاری ہے۔ اجنبی اقوام میں ملجانے سے اپنی اس پاکی کو کھو بیٹھے +

ایک ضروری التماس

گذشتہ سالوں کی کاپیاں رسالہ اشاعت اسلام کی ہمارے سٹاک سے ہر وقت نصف قیمت پر مہیا کی جاسکتی ہیں۔ یہ رسالہ علاوہ ایک تبلیغی جرنل کے ایک ادبی رسالہ ہے۔ جن اصحاب کو کسی بھی پچھلے نمبر کی ضرورت ہو وہ اصحاب اس دفتر کو اطلاع بخشیں۔ والسلام

خادم ۔ مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور

فیوضات سُورۂ فاتحہ

مالك يوم الدّين

بسلسلہ صفحہ ۵۰۰ جلد ۱۴ ۱۹۱۵ رسالہ اشاعت اسلام

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مُبلّغ اسلام

اگر الہام قرآن ہمیں اس کائنات کے فرمانروا کے انداز حکومت سے اطلاع نہ دیتا تو آج سائنس نے جس پس پردہ ہستی کے ایسے قوانین کا پتہ چلایا ہے۔ جو کل کائنات کی اشیاء کو ہم آہنگ کر کے ایک کو دوسرے کا رازق و مرزوق بنا رہے ہیں۔ اس کے قوانین بھی تو گویا ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت کے ماتحت ہی نفاذ پائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کائنات کے ہر طرف بیشمار اشیاء کے عالم نظر آتے ہیں۔ یہ سب ایک ہی قسم کی تنظیم و تقدیر کے ماتحت پیدا ہوتے بڑھتے اور بلوغت تک پہنچتے نظر آتے ہیں۔ سب کا رزق پہلے سے ہی موجود ہے لیکن اس کا حصول ہر ایک کے لئے اس کی سعی و کوشش سے ہی وابستہ ہے۔ ایک پتھر کے کیڑے کو بھی رزق کوشش کے بغیر نہیں ملتا۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ اس کائنات میں ادنیٰ سے ادنیٰ کوشش بھی اگر صحیح طریق پر ہو تو بے انداز ثمرات پیدا کر دیتی ہے۔ ہر ایک چیز ایک نہ ایک قانون تلے کام کر رہی ہے۔ جب تک کوئی اُن قوانین کی مطابقت نہ کرے۔ وہ کسی خیر و خوبی کو پا نہیں سکتا۔ بالمقابل ان مقررہ قوانین کی خلاف ورزی کے بد نتائج بعض وقت تو ظہور پذیر نہیں ہوتے لیکن آخر کار قانون کائنات کی خلاف ورزی سزا و عذاب دیئے بغیر نہیں رہتی +

ہر ایک شخص جیسے میں لکھ چکا ہوں کائنات کے متعلقہ حقائق علمیہ سے واقف نہیں ہوتا لیکن جب مذہب کی اطاعت اس قسم کی دائرہ وسائر ہے۔ تو مذہب کا بھی فرض ہے۔ کہ وہ عالم ازلی کے کارکن اخلاق سے ہمیں اطلاع دیدے۔ اب اگر ربّ کائنات حسب تشریح بالا رحمٰن۔ رحیم اور مالک واقع ہوا ہے۔ تو میں اس مذہب کی جتنی بھی تعریف کروں تھوڑی ہے۔ کہ جس نے نماز میں ہی ایک دُعا کنندہ کے آگے خدا کے اُن خط و خال کو پیش کر دیا۔ کہ جن کے خلاف نہ اُس خدا نے خود چاہا پسند کیا ہے۔ اور جن کی متابعت میں ہی وہ کسی مانگنے والے کی التجاء کو قبول کرتا ہے۔ اگر ایک نماز پڑھنے والا اپنے عقیدے کے

مطابق خدا کی جناب میں اپنی ضروریات پیش کرنے یا حل مشکلات کے لئے عرض کرنے کا بہترین موقعہ نماز کو ہی سمجھتا ہے تو پھر سورۂ فاتحہ اُسے نوٹس دیتی ہے۔ کہ اُسکی دُعائیں اور اُسکی گریہ زاری سب بیکار ہے۔ اگر اُس نے حل مشکلات کیلئے اسباب ضروریہ سے اور وہ اسباب رحمانیت نے پیدا کر رکھے ہیں۔ حتے الامکان تمسک نہیں کیا وہ عالم الغیب ہستی ہماری استعداد سے خوب واقف ہے۔ یہ ممکن ہے۔ کہ ایک کا علم اور اُسکی عقل جن اسباب پر اُسے حاوی کرتی ہے۔ دوسرے کی پہنچ وہاں تک نہیں۔ لیکن علیم و بصیر خدا نے بھی انسان کو اُسکی وسعت کے مطابق ہی مکلّف کیا ہے (لا یکلف اللّٰہ نفساً الا وسعھا) ہمارا فرض ہے کہ حصول مدعا میں ہماری کوششیں اگر زیادہ نہیں تو ہماری وسعت تک خدا کے علم میں آجائیں۔ اور ہم حتے الوسع اسبابِ رحمانیت کو استعمال میں لے آئیں۔ اس صورت میں یقیناً ہمارا اجر نے اندازہ ہوگا۔ لیکن جو کسی مقصد کی طلب میں خدا کی دی ہوئی طاقت اور خدا کے پیدا کردہ اسباب سے فائدہ ہی نہیں اُٹھاتا۔ نہ معلوم وہ اپنی دُعا میں کسی خدا کو پکار رہا ہے۔ اس نے اس خدا کو نہیں پکارا جس کے اسماء پاک اُسکی زبان پر جاری ہیں۔ اُس نے آغاز نماز میں بالضرور الحمد للہ رب العلمین ۵ الرحمٰن الرحیم ۵ ملک یوم الدین کے الفاظ دُہرائے ہیں لیکن اس نے ربّ اور رحمٰن کی عملاً حمد نہیں کی ۔

میں نے ابتدا میں لفظ حمد کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ حمد اُس ستائش و شکر گذاری کا نام ہے۔ جو خدا کی پہلے سے دی ہوئی نعمتوں کے متعلق ہو۔ گویا الحمد للہ رب العلمین کہ کر ہم نے اعتراف کر لیا۔ کہ ہمارے رفع ضرورت کے جو بھی اسباب ہیں۔ وہ پہلے سے ہی موجود ہیں۔ ان کی شکر گذاری تو اُن کے استعمال سے وابستہ ہے پھر جو خدا کی دی ہوئی چیزوں کو استعمال نہیں کرتا۔ وہ تو کافر نعمت ہے۔ لہٰذا ایسے کی دُعا کیسے سُنی جائے خود خدا نے جس سے ہم دُعائیں مانگتے ہیں۔ اس نے ہی دُعا کے متعلق دو اور قوانین سے ہمیں اطلاع دی ہے جس میں سے پہلے قانون کو اُس نے وما دعاء الکافرین الا فی ضلال (کافر کی دُعا ضائع ہی جاتی ہے) کے الفاظ میں ظاہر کر دیا یعنی جس نے خدا کی نعمتوں کو استعمال نہیں کیا اُسکی دُعا سُنی نہیں جاتی۔ اس کا دوسرا قانون ایک عظیم الشان مژدہ مومن کے لئے ہے جو خدا کی نعمتوں کو استعمال کر کے پھر دُعا مانگتا ہے وہ مژدہ وہ اصل قانونِ رحیمیت کی تفسیر ہے اور وہ یہ ہے ۔

لئن شکرتم لازیدنکم

(اگر تم شکر گذار ہو گے۔ تو ہم تم پر (اپنی نعمت) اور بڑھائیں گے)

خدا کے قوانین تلے وہ قوانین خواہ الہام نے تعلیم کئے یا سائنس نے دریافت کئے کوئی کام کرو تمہارا عقیدہ

کچھ ہو پھر دیکھ لو کہ ایک فعل کے ثمرات نشو ہوتے ہیں یا نہیں +

یہ باتیں کوئی خیالی نظریہ نہیں۔ آج دنیا کا تجربہ دیکھ لو اقتصادیات میں مغرب مشرق سے بڑھ گیا۔ اور مشرق میں غیر مسلم مسلموں سے گوئے سبقت لے گئے۔ عام اس سے کہ کسی کا کوئی عقیدہ ہو یہ واقعات یہی ہیں۔ آخر اس کا کیا سبب ہے۔ میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ فیض ربوبیت و رحمانیت کی تقسیم میں عقیدے کو کوئی دخل نہیں۔ اور رحیمیت کا فضل بلا تنقید و تنظیم ایمانیات اقتصادی و معاشی اور معاشری معاملات میں اس کے شامل حال ہوگی جس نے ان معاملات میں رحمانیت سے استفادہ کیا۔ اگر میں اس نظریہ میں غلطی پر ہوں تو علمائے کرام مجھے معاف فرمائیں۔ آخر میں ایک انسان ہوں اور غلطی کر سکتا ہوں! ور میرے خیالات ہر وقت محتاج اصلاح ہیں۔ لیکن خدارا مجھے بتلاؤ کہ اقتصاد و معاشیات میں اور اخیر کی بہتری سے سیاسیات کی بہتری نتیجۃً پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ رب العالمین رحمان رحیم اللہ کیوں مسلمانوں سے منہ موڑ چکا ہے۔ کیوں اس کی رحمت کی موسلا دھار بارش مغرب پر ہی برس رہی ہے۔ اور اگر اس بارش کے کچھ چھینٹے مشرق میں بھی آ پڑتے ہیں۔ تو انھیں زمینوں پر جو غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہیں فاعتبروا یا اولوالابصار۔ مجھے تو اس سوال کا جواب یہی نظر آتا ہے۔ کہ جس نے رحمانیت اور رحیمیت کے رمز کو سمجھا خواہ یہ رموز الٰہی اس پر الہام کے ذریعہ یا سائنس کے ذریعہ آشکارہ ہو جائیں وہ ہی اس دنیا میں سرسبز ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ صحیح عقیدے ہی صحیح نتائج پیدا کرتے ہیں لیکن وہ ہی عقیدہ مثمر ہوتا ہے۔ جو عمل میں آجائے +

ظہور اسلام پر کل کی کل دنیا حالتِ جمود میں تھی۔ اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ قرآن حکیم نے آکر ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس نے انسان کی اقتصادی معاشی اور معاشری ترقی کو کمال تک پہنچا دیا۔ آخر یہ کیوں ہوا۔ قرآن جو لایا وہ تو آج بھی موجود ہے قرونِ اولیٰ کے قرآن خوانوں نے رب العالمین کے موردِ انعام ہونے کی راہوں کو سمجھ لیا۔ ان پر صفت رحمان نے ظاہر کر دیا۔ کہ جو بھی وہ چاہیں اس کے اسباب کائنات میں موجود ہیں۔ اور ان کی خواہشات پوری ہو سکتی ہیں۔ اگر ان اسباب سے تمسک کریں۔ اور ہر نماز میں ان کے سامنے یہ نقشہ آجاتا تھا۔ انھیں قرآن نے کھول کھول کر بتا دیا۔ کہ ان کا نفع و نقصان

انہی کے ہاتھ کی کمائی ہے (لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت) وہ یہ بھی سمجھ چکے کہ رب العالمین کی حمد اور ان کا شکر اس کی دی ہوئی نعمتوں کے صحیح استعمال سے وابستہ ہے۔ اور انھیں یہ مژدہ بھی پہنچ چکا کہ اس قسم کی عملی شکرگذاری ایک کام کے بیشمار ثمرات مرتب کرتی ہے۔ ان ایمانیات کو سامنے رکھ کر وہ جہد للبقا کے پیچیدہ مسئلے کے حل کرنے میں لگ گئے۔ اور انھوں نے اس لاینحل عقدے کو اس طرح کھولا۔ کہ جو آج کامیاب ہے۔ وہ انھیں کے نقش قدم پر چل کر کامیاب ہے۔ ہم نے اُن کے کارناموں پر تو فخر کیا لیکن ہم اُن کے قدموں پر نہ چلے پھر جو بھی ہمارا حال ہو۔ وہ ہماری ہی غفلت کا نتیجہ ہے +

ہم اس وقت خدا کے فیض رحمانیت اور رحیمیت سے تو محروم ہو چکے ہیں۔ ہاں اس کے قوانین مالکیت ہم پر حکومت کر رہے ہیں۔ اور ان کا بھی وہ حصہ جسے تعذیب و تادیب سے تعلق ہے۔ جو کچھ بھی آج ہمیں تھوڑا بہت حاصل ہے۔ وہ مالکیت کے اس فعل سے ہے۔ کہ انسان کی ٹوٹی پھوٹی کوششیں بھی کچھ نہ کچھ پالیتی ہیں۔ ورنہ جو مصیبت فلاکت اور ذلت ہمیں ہر طرف گھار ہی ہے۔ وہ اس لئے ہے۔ کہ اس عذاب کے ذریعہ ہماری آنکھ کھلے ہم رحمانیت اور رحیمیت کی شان کو سمجھ جائیں۔ ورنہ اگر ہم اپنی غفلتوں میں ہی پڑے رہے۔ جن میں آج ہم ہیں۔ اور ہمارے ذنوب ہمارے اعمال نیک سے بڑھ گئے۔ تو پھر اُس رب العالمین کی نگاہ میں ہماری ہستی کا موجودہ پیراہن پہننے کے قابل نہ رہیگا۔ رب قرآن اُسکو اپنے ہاتھ سے ہی پھاڑ ڈالیگا +

"فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوّھا ۔ فلا یخاف عقبٰھا"

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پھر یہ امر بھی غور طلب ہے۔ کہ ہماری دعا ان الفاظ بالا سے شروع کیوں ہوئی۔ آیا وہ قدوس ہستی اس بات پر کان دھرنے ہوتی ہے۔ کہ کب ایک مسلمان اُسے کہتا ہے۔ کہ اے رب تو نے بڑی بڑی دنیائیں اور عالم پیدا کر رکھے ہیں۔ اور انھیں تو پرورش کر رہا ہے۔ ایسا قیاس تو اس غنی اور حمید کی شان کے منافی ہے۔ وہ صمد تو کل انسانی ستائشوں سے بے نیاز ہے چنانچہ قرآن کریم نے اُس ذات پاک کو ایسا ہی ظاہر کیا۔ یہ سچ ہے۔ کہ ان مختلف عالموں کا وجود

ہماری زیست کے لئے ضروری تھا۔ تو کیا ہم خدا نے ہمیں اُسے مخاطب کرنا اس لئے سکھلایا کہ وہ ہم سے ان انعامات کا اعتراف بررنگ شکریہ کرانا چاہتا ہے۔ اس قسم کے شکریہ کا اُسے کیا فائدہ اور ہمیں کیا فائدہ۔ ایک عالی ظرف انسان بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ اس کا کوئی مرہون احسان اس کی عنایات کے شکریہ میں اس کے سامنے کوئی لفظ کہے تو کیا رب العزت ہی ہم سے اس امر کا متمنی ہے میرے نزدیک تو اس قسم کا وہم کرنا بھی گناہ ہے۔ ہاں اگر انعامات آلہیہ کا شکریہ خالصۃً اُن سے استفادہ کرنے پر مبنی ہو تب تو یہ بات ایک بڑی حقیقت ہو جاتی ہے۔ گویا ایک مُسلم کو اُسکی نماز سب سے اول یہ یاد دلاتی ہے۔ کہ زمین و آسمان میں جسقدر عالمین ہیں۔ وہ تیرے ہی فائدہ کیلئے ہیں۔ اور ان میں ایک بھی چیز نہیں جو اغراض انسانی کے لحاظ سے بیکار ہو۔ اور انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ ان عالمین کو اپنے لئے مفید بنالے وہ موجوداتِ کائنات کی تخلیق و تقدیر پر غور کر کے اُن راہوں کو دریافت کر لے کہ جن سے یہ سب کی سب چیزیں اس کے لئے نفع رسان ہو جائیں۔ رب قرآن نے جہاں ہماری پرستش کو الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ شروع کرنا سکھلایا۔ وہاں ایک اور جگہ قرآن نے ہمیں یہ بھی بتلایا کہ تم میں وہی صاحب دانش و بینش ہے۔ اور وہ ہی خدا کی حقیقی حمد کرتا ہے۔ جو زمین و آسمان کی چیزوں کے پیچھے غرض سے غور و فکر کرتا رہتا ہے۔ کہ ان چیزوں میں کوئی نہ کوئی اس کا فائدہ ہے۔ آخر کار وہ اس فائدہ کو پالیتا ہے۔ اور اس کے اعمال و افعال زبان حال سے ربنا ما خلقت ھذا باطلا (ہمارے رب تو نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں بنائی جو ہمارے مصرف کی نہ ہو) کہتے ہیں۔ اس موقع پر قرآن حکیم نے تنبیہاً ہمیں یہ بھی اطلاع دیدی۔ کہ جو انسان ان سماوی ارضی اشیاء کے متعلق عملاً اس نتیجہ پر آنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ نار ذلت میں ڈالا جاتا ہے۔ اُس نے اپنے نفس پر خود ظلم کیا۔ اور ایسے ظالم کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ یہ عبرت بخش احکام قرون ماضیہ میں تو ایک طرح اور ہمارے زمانے میں دوسری طرح پورے ہو گئے

الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبہم و یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ و ما للظالمین من انصار۔ ترجمہ۔ جو لوگ کھڑے اور بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول) اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے یہ کارخانہ عالم کو بیفائدہ (تو) نہیں بنایا تیری ذات (ایسے فعل عبث کرنے سے) پاک ہے۔ تو ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے پروردگار جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا (اسکو تو نے) [illegible] بہت ہی خوار کیا۔ اور (وہاں) گنہگاروں کا کوئی بھی مددگار نہیں ÷

ہمارے اسلاف نے تو ارشادِ ربّی پر عمل کیا انھوں نے سماوی اور ارضی اشیاء کو بیکار و باطل نہ سمجھا۔ وہ اپنے تفکر فی خلق السموات والارض سے صاحبِ فتوحات ہو گئے ہم نے اس تفکر سے منہ موڑا اور آج ہم ذلیل و خوار ہو گئے۔ یورپ اگر آج صاحبِ عزت و اقتدار ہے تو اسی تفکر اور اس کے نتائج کی طفیل ہم اگر آتشِ غربی و ذلت میں پڑ کر بے یار و مددگار ہو گئے ہیں۔ تو اسی عدمِ تفکر کے باعث +

جو مسلم قومیں اس وقت ادبار سے نکلنے کی فکر میں لگ گئی ہیں وہ ایرانی ہوں یا افغانی وہ ترک ہوں۔ یا عرب انھیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ استقلالِ قومی اسی وقت پائدار و مفید ہو گا جب وہ اپنی اپنی زمینوں میں پوشیدہ حقانیت و رحیمیت سے مستفید ہونے کی کوشش کریں گے۔ وہ اپنی قوم میں قوتِ عمل کو پیدا کر کے اپنے ہی مملکتوں کے مدفون خزائن کو استعمال میں لائیں۔ ان خزائن سے میری مراد کوئی سونے چاندی کے دفینے نہیں۔ وہ کونسی چیز ہے جس میں سونے اور چاندی کی قیمت کے جوہر نہیں آخر لوہا بھی تو سونے سے زیادہ قیمت پاتا ہے۔ جب اس سے جیبی گھڑی کے بعض پرزے بنتے ہیں۔ انگلستان جیسے چھوٹے سے جزیرہ کے علم و عقل نے وہاں کے کوئلے اور لوہے میں وہ طاقت بخشی کہ آج انگریزوں کا لوہا کل دنیا مانتی ہے +

لیکن خدا کے دیئے ہوئے کل خزائن کے مقابل سب سے بڑھ کر وہ خزانہ ہے جو رحمٰن نے ہر انسان کو بخش رکھا ہے۔ وہ اسکی قوتیں اور اس کے حواس ہیں۔ اور ان میں سے جن تین نعمتوں اور ان کے صحیح استعمال کی طرف قرآنِ کریم نے خاص طور پر اپنے پڑھنے والے کو متوجہ کیا ہے۔ وہ انسان کی آنکھ اس کے کان اور اس کا دل ہے۔ جو ان تین چیزوں کا صحیح استعمال نہیں جانتا۔ وہ بہ الفاظ قرآن اس چارپائے کی طرح ہے جس کا سر اور آنکھیں زمین کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔ اور وہ اپنے لئے سیدھی راہ نہیں دیکھ سکتا لازماً اسکی رسّی دوسرے کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اور وہ اس کا محکوم ہو جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ علم ہی ایک چیز ہے۔ جو انسان کو انسان بناتی ہے علم کے بغیر انسان حیوان ہے۔ یوں تو ہمارے حواسِ خمسہ کل کے کل ہمارے علم کا ذریعہ ہیں۔ لیکن ان سب کی سرتاج ہماری قوتِ سماعت و بصارت ہے۔ کان اور آنکھ کے ذریعہ جو باتیں ہمیں معلوم ہوتی ہیں۔ ان پر صحیح محاکمہ کرتا اور اس محاکمہ کے بعد ان معاملات کو اپنے

---

۱۵ تو کیا جو اپنے منہ پر اوندھا چلے ہدایت پر ہے۔ یا وہ جو صحیح سالم سیدھے رستے پر چلے۔ کہو وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے مگر کتنا ہی کم تم شکر کرتے ہو (سورۂ ملک)

خزانہ علم میں داخل کر کے اس علم پر عمل کرنا ایک قلب سلیم کا کام ہے۔ الغرض یہ تین قوتیں ہی وہ بخشش آلٰہی ہیں جو اپنی قدر وقیمت میں کل خزائن کائنات سے بڑھ گئی ہیں۔ اور ان سب پر حکمران انسان کا دل ہے جس نے اپنے دل کو روشن کر لیا۔ وہ دنیا کا مالک ہو گیا۔ اور یہی عطیۂ آلٰہی کا حقیقی شکر یہ ہے۔ جس پر قرآن کے الفاظ خود شاہد ہیں جس قوم نے نُور علم سے دل و دماغ کو منوّر کر لیا۔ اور اس نُور کی روشنی میں آنکھ اور کان سے صحیح کام لیا۔ اس پر زمین و آسمان کے خزانے کھل جاتے ہیں۔ وہی رب العالمین کا حقیقی پرستار اور سچی حمد کرنیوالا ہوتا ہے۔ اور اسی کی نماز حقیقی نماز ہوتی ہے ✦

یورپ کی رسموں کی پیروی یا اُن کے سوشل امور کی متابعت سے تو بےشک کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ انکی طرح اپنے قلب اور چشم و گوش کو امور معاشی میں صحیح طور پر استعمال کرنا سیکھو تو اسلامی ممالک میں وہ خزائن ہیں۔ کہ جن کے مقابل مغرب کی دولت کوئی حقیقت نہیں رکھتی لیکن ان قوائے ثلاثہ کی تربیت و تہذیب صرف مردوں ہی سے تعلق نہیں رکھتی۔ اگر آنکھ۔ کان اور دل اللہ تعالےٰ نے خواتین کو بھی بخشے ہیں تو کیوں ہماری بیبیاں اُن کی تہذیب و تربیت سے محروم رکھی جائیں۔ اگر مغرب کو آج مشرق پر فوقیت ہے تو اُسکی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ وہاں کی بیبیاں بھی زیورِ علم سے خالی نہیں۔ اور وہ اقتصادی جد و جہد میں مردوں کی دستِ راست بنی ہوئی ہیں۔ اس موقع پر مجھے اپنے افغانی بھائیوں کو بھی کچھ کہنا ہے۔ وہ تو وہ کون مسلم ہے جو وہاں کے فرمانروا کی کوششوں کو نظرِ امتنان سے نہ دیکھے۔ خدا انھیں اپنے مقاصد میں کامیاب کرے لیکن ان کی خدمت میں میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ تہذیب نسوان یوروپین رسوم اور مغربی معاشرت سے چنداں وابستہ نہیں۔ خواتین افغانستان اگر حسبِ ارشاد خداوند اپنے قلب و چشم و گوش کو بصیرت سے استعمال کرنا سیکھ جائیں۔ اور وہاں کے مرد بھی رب العالمین کے سچے عابدین ہو جائیں یعنی وہ اُن خزائن کو استعمال میں لانا سیکھ لیں۔ جو افغانستان کے عالمِ معدنیات و عالمِ نباتات میں اور دیگر گوشہ ہائے زمین افغانیہ میں مدفون ہیں۔ ایسا ہی افغانی دل و دماغ خدا کی عطا کی ہوئی قوتوں کو بالفعل کر لے۔ وہ یہی اور یہی قرآنی باتوں سے نکلکر قرآن کے سچے پرستار ہو جائیں۔ اُن کی نماز پانچوں وقت اُنھیں اُن امور کی طرف ہدایت کرے جس کی کچھ تشریح میں نے ان اوراق میں کی ہے۔ تو وہ سب کچھ پا لینگے۔ جس کا مستحق ایک مسلم کو رب العالمین نے پیدا کیا ہے۔ یہاں جو کچھ افغانوں کے متعلق میں نے کہا ہے۔ اُن کے مخاطب بالفاظ دیگر کل ایرانی۔

۱۵؎ افمن یمشی مکباً علی وجھہ اھدی امن یمشی سویا علی صراط مستقیم۔ قل ھو الذی انشاکم و جعل لکم السمع و الابصار و الافئدۃ قلیلا ما تشکرون ۔ (سورہ ملک۔ پ ۲۹)

اور دیگر مسلم برادران بھی ہیں۔ اور ان میں ہندی مسلم بھی شامل ہیں +

یہ سیاسی اصلاحیں جن کی فکر میں یہاں آج ہندو مسلمان لگے ہوئے ہیں۔ اور ان میں ہر ایک قوم اپنے اپنے فائدے کو پیش نظر رکھ رہی ہے۔ اس کے متعلق میں یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کا فائدہ نقصان بالآخر اقلیت و اکثریت پر منحصر نہیں۔ نہ خاص نشستی رعایتوں سے کوئی فائدہ ہوگا۔ جب تک مسلمان اپنی علمی اقتصادی اخلاقی اور مالی حالت کو درست نہ کرینگے۔ اُن کی اکثریت جہاں جہاں انہیں یہ اکثریت حاصل ہے۔ اور کوئی رعایت خاصہ جہاں وہ اقلیت میں ہیں انہیں نفع رسان نہ ہوگی! قلیت کوئی چیز نہیں جب مٹھی بھر انگریز تینتیس ۳۳ کروڑ نفوس پر حکمران ہیں۔ تو پھر ان کی طرح وہ قوم جو خواہ کتنی ہی اقلیت میں ہو۔ اگر روشن دماغ رکھتی ہے۔ اور اہل بصیرت ہے وہ ناتربیت یافتہ دل و دماغ والوں پر حکمران ہوگی۔ جو دل و دماغ والے ہونگے وہ حیوان بشکل انسان کے گلے میں رسی ڈال کر جہاں چاہیں اُسے کشاں کشاں لئے جائیں گے۔ اور اگر ان کو اکثریت بھی حاصل ہے۔ تو اقلیت والے کندہ ناتراشوں کا خدا حافظ ہے۔ یہ فتوٰے خداوندی ہے اور اس کا شاہد جیسے کہ آیت مندرجہ صفحہ ۲۱ بتلاتی ہے آسمانی بادشاہت کا وہ چارٹر ہے جس کا نام قرآن ہے۔ اور اس فتوٰے کے نفاذ میں کسی رسمی اسمی مسلمان کی پرواہ نہ کی جاویگی۔ خدا کے ہاں مومن کی ہی عزت ہے۔ اور مومن وہ ہے جو صاحب عمل ہو +

مسٹر آرتھر فیلڈ کی چٹھی کا جواب

سوتھ افریقہ کے گوشہ سے

مکرم جناب اڈیٹر صاحب اشاعت اسلام لاہور

ہندوستان کے چند اخباروں میں مسٹر آرتھر فیلڈ کی چٹھی دیکھ کر میرا دل بہت ناراض ہوا کہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب جیسے انسان پر و جناب لارڈ ہیڈلے جیسے امیر پر جو بہتان لگایا ہے۔ وہ مسٹر آرتھر فیلڈ کو زیبا نہیں +

مسٹر آرتھر فیلڈ سے میرا تعارف ہے۔ انگلستان میں انکے ساتھ مل کر میں نے لیبر پارٹی میں بہت کچھ کام کیا۔ اور خاص کر کے جبکہ میں لندن مسلم اوٹ لک کا ایڈیٹر تھا +

مجھے سخت افسوس ہوتا ہے کہ مسٹر آرتھر فیلڈ ایسی جھوٹی باتیں بنا کے جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب جیسے بزرگان اسلام پر تہمتیں لگا کے اشاعت اسلام میں ضرر رسانی کی کوشش کر رہے ہیں +

مسٹر آرتھر فیلڈ کو یہ گوارا نہ گذرا ہوگا۔ کہ لندن میں ایک مسجد بنائی جائے۔ جہاں یہ لوگ عیسائیت سے بیزار ہو کر اسلام کی طرف توجہ کر رہے ہیں +

جنوبی افریقہ کے تمام دوران سفر میں یہ خاکسار جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ تھا اور جو کچھ چندہ ہوتا تھا۔ وہ میری ہی معرفت ہوتا تھا۔ اور اس کا حساب کتاب میرے و مسٹر قادر کے ہاتھ سے لکھا جاتا تھا۔ جب چندہ ختم ہوا۔ تو حسب الارشاد جناب خواجہ صاحب کل آمد و خرچ کا بیلنس شیٹ لکھا گیا تھا۔ اور غالباً یہ بیلنس شیٹ ۱۹۲۶ء کے جولائی و اگست مہینے کے اسلامک ریویو میں شائع ہوا تھا۔ جس میں پائی پائی کا حساب صاف طور پر چھپ گیا تھا۔ اور ان کی کاپیاں جنوبی افریقہ میں تقسیم ہو چکی تھیں +

یہ چندہ خاص مسلم لٹریچر کے لئے جمع کیا گیا تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ ہو۔ اور ایک مقدمۃ القرآن لکھا جائے۔ جو رعایتی قیمت پر یا مفت تقسیم ہو تا کہ اشاعت اسلام میں سہولت ہو +

ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ آج خاص کر کے اتفاق سے رہیں۔ دنیا اسلام کی دشمن ہے اور بدنصیبی تو یہ ہے۔ کہ خود مسلمان مسلمان کا دشمن بن بیٹھا ہے۔ خدا ہماری حالت پر رحم کرے ورنہ ہم تو صفحہ ہستی سے مٹ جانے کے قریب آ گئے ہیں۔ انما المومنون اخوۃ پر عمل کرنے کی خاص ضرورت ہے۔ اور صداقت کو ہمیں پیش نظر رکھنا چاہئے +

راقم مرزا اعظم بیگ

تحریف اناجیل اربعہ

از قلم پروفیسر سلیم ۔ بی ۔ اے

بسلسلہ صفحہ ۵۲۰ جلد ۱۴ نمبر ۱۲ اشاعت اسلام

ناظرین! مروجہ تراجم کا مختصر حال بیان کرنے کے بعد اس طرف اشارہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ۔ کہ موجودہ تراجم کہاں تک قابل اعتماد ہو سکتے ہیں ۔ اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں ۔ کہ علاوہ ترجمہ کی غلطیوں کے بہت سی عبارتیں جعلی اور الحاقی ہیں ۔ واضح ہو کہ میرے دلائل و شواہد تمام تر خود عیسائی مفسرین کی تحریرات سے ماخوذ ہیں ۔ بقول شخصے ع

گواہ عاشق صادق در آستین باشد

نظیر اول

یوحنا کی انجیل ۷ : ۵۳ تا ۸ : ۱۱

اِس عبارت کی تفسیر میں پادری اے پلومر ڈی ڈی یوں گلفشانی کرتے ہیں :-

منجملہ دیگر سوالات کے جو اس عبارت سے متعلق ہو سکتے ہیں ۔ ایک سوال اسکی صحت کا بھی ہے ! اور اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ غالباً یہ کُل عبارت جعلی اور الحاقی ہے ۔ اس پر دلائل یہ ہیں :-

(۱) یہ عبارت یوحنا کی طرز تحریر کے خلاف ہے (۲) اس سے سلسلۂ کلام ٹوٹ جاتا ہے (۳) قدیم نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں (۴) بعض لوگ اسے یوحنا کی انجیل کے آخر میں ضم کرتے ہیں (۵) خارجی شواہد موجود ہیں ۔ کہ اسے یوحنا نے نہیں لکھا تھا +

اب سوال ہوگا ۔ کہ پھر اس عبارت کو کس نے درج کر دیا ۔ اس کا صحیح جواب نہیں دیا جا سکتا ۔

دوسرے مفسر پادری جے ای انجیل ڈی ڈی یوں فرماتے ہیں :-

ریکیلئے تمام عہد جدید میں اس سے زیادہ پریشان کن عبارت اور کہیں نہیں ہے مفصلہ ذیل وجوہ پر قائم کی جا سکتی ہیں :-

۱) اس عبارت کا پتہ نہیں (۲) کسی یونانی مفسر مثلاً آریجن سل کری سا سٹم تھیوفیلاکٹ نے

اس کی تفسیر نہیں لکھی (۳) اس کی اخلاقی تعلیم مشتبہ ہے (۴) یوحنا کی طرز تحریر کے خلاف ہے ۔

تیسرے مفسر پادری ایل ایباٹ ڈی ڈی یوں لکھتے ہیں :-

تنقید بائبل کے سلسلہ میں منجملہ مشکل ترین سوالات کے ایک یہ بھی ہے۔ کہ عبارت مذکورہ بالا یوحنا کی ہے یا نہیں؟ نقادانِ فن کی رائے عموماً یہی ہے کہ یہ عبارت الحاقی ہے۔ اور انھوں نے ان دلائل کی بنا پر ایسا فیصلہ صادر کیا ہے :- (۱) یہ عبارت قدیم یونانی نسخوں مثلاً الگزینڈرین و ویٹکن و الفرائم وغیرہ میں سے کسی میں موجود نہیں ہے (۲) بعض نسخوں میں یوحنا ۷: ۳۶ کے بعد ہے (۳) یہ عبارت جن نسخوں میں پائی جاتی ہے ان میں اختلافات لفظی موجود ہیں۔ اور خود یہ عبارت مختلف طریقوں اور صیغ الفاظ کے ساتھ ہے۔ گریسباک نے اس عبارت کو بارہ نسخوں میں سات رنگوں میں پایا۔ اور مشہور فرنچ مفسر گوڈے کہتا ہے "کہ شاگردوں کی کسی تحریر میں اس قدر اختلافات نہیں جس قدر اس عبارت میں پائے جاتے ہیں" (۴) اس عبارت کو حذف کر دینے کے اسباب ۷ و ۸ باب میں معلوم ہوتے ہیں (۵) کسی قدیم مفسر نے اس عبارت پر اظہار خیالات نہیں کیا۔ نہ ان کی تفاسیر میں کہیں اس کا اشارہ کیا گیا ہے (۶) موجودہ مشاہیر علماء مثلاً الفورڈ۔ گوڈے۔ آرنشاسن۔ ٹیکساین۔ آسکلیف وغیرہ اس کو بالاتفاق جعلی قرار دیتے ہیں ۔

اس عبارت کے متعلق مختلف خیالات ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ یہ تحریر یوحنا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے مگر بعد میں نکال دی گئی۔ اس خیال سے کہ اس کی اخلاقی تعلیم مشتبہ ہے۔ مبادا لوگ اس پر عامل ہو جائیں۔ اور اس کا غلط استعمال کرنے لگیں۔ سینٹ آگسٹائن کا یہی خیال ہے۔ بعض لوگوں کی رائے ہے۔ کہ یہ عبارت دراصل اس انجیل کی ہے جو اب مفقود ہے۔ شاگردوں کے زمانہ کے بعد انجیل نویسوں نے اسے یوحنا کی انجیل میں درج کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کام اوائل زمانہ کے کسی کاتب انجیل کا ہے۔ اس نے کسی مطلب کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ تحریف کی۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اس شخص میں یسوع کی سی اخلاقی ذہنیت ہوگی۔ کیونکہ نفس مضمون یسوع کی تعلیم سے بے حد مشابہ ہے۔ [illegible] اس تعلیم میں یسوع کے رحم کا نمونہ نظر آتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ واقعہ نہ ہوا ہو لیکن اس کاتب نے نیک نیتی کے ساتھ یسوع کی رحم دلی کا نقشہ پیش کرنے کیلئے یہ داستان وضع کر لی ہو ۔

ڈاکٹر ایباٹ کی رائے ہے۔ کہ یہ واقعہ ضرور گزرا۔ اور کسی انجیل میں جو اب ناپید ہے مذکور بھی ہوگا۔ لیکن یوحنا نے اپنے قلم سے اس کو اپنی انجیل میں درج نہیں کیا۔ کسی نے بعد میں داخل کر دیا۔ کب داخل کیا۔ اور کس نے داخل کیا۔ اس کا کوئی جواب ہمارے پاس نہیں ہے ۔

نظیر دوم - ۱ یوحنا ۵: ۷ اس فقرہ کی تفسیر میں بشپ الگزینڈر لکھتے ہیں:-

"جیساکہ اب سب کو معلوم ہو گیا ہے۔ اس باب میں یہ فقرہ کسی نے اپنی طرف سے ملا دیا ہے"۔

پادری پلومر لکھتے ہیں۔ یہ قطعی یقینی ہے کہ یہ فقرہ الحاقی ہے کسی نے بعد میں لکھ دیا۔ اور مترجمین نے خوب کیا۔ کہ اُسے خارج کر دیا۔ مندرجہ ذیل وجوہ اس کے الحاقی ہونے پر دال ہیں۔

(ا) کسی یونانی نسخہ میں اس فقرہ کا پتہ نہیں (ب) کسی یونانی مفسر نے اسکی تفسیر نہیں لکھی۔ (ج) چوتھی صدی سے پہلے کسی نسخہ میں اس کا پتہ نہیں (د) سوائے لاطینی نسخوں کے اور کسی نسخہ میں جو چودھویں صدی سے پہلے لکھا گیا۔ اس کا ذکر نہیں علاوہ ازیں:-

(ا) ان الفاظ سے سلسلۂ کلام ٹوٹ جاتا ہے (ب) یوحنا نے "باپ" اور "کلام" یہ دو لفظ ساتھ کہیں نہیں لکھے ہمیشہ "خدا" اور "کلام" یا "باپ" اور "بیٹا" لکھا ہے (ج) کسی شاگرد یا مفسر نے ان الفاظ کا مسئلۂ تثلیث میں اس طرح ذکر نہیں کیا (د) آسمان پر شہادت دینے سے کچھ فائدہ متصور نہیں ہو سکتا (ہ) تین کے ایک ہونے سے کوئی مطلب نہیں نکلتا مقصود تو یہ ہے کہ تینوں متفق ہیں۔

الغرض خارجی اور باطنی دونوں شہادتیں اس فقرہ کو جعلی ثابت کرتی ہیں اور بیزا نے اس فقرہ کو اپنی انجیل میں لکھا اور اس کے بعد یونہی نقل ہوتا چلا آیا مفصلہ ذیل نامور علماء اس کے الحاقی ہونے پر متفق ہیں۔ ویسٹ کاٹ مارش لائیٹ فٹ۔ الفورڈ۔ ڈوالنگر۔ مارس۔ الگزینڈر۔ برٹن وغیرہم۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے فرقوں نے تثلیث پرستوں پر اعتراض کیا ہو گا۔ کہ اقانیم ثلاثہ کا تو انجیل میں ذکر بھی نہیں۔ اور نہ کہیں یہ لکھا ہے۔ کہ باپ "بیٹا" اور "روح قدس تینوں ایک ہیں۔ لہٰذا کسی نے نیک نیتی سے یہ فقرہ داخل کر دیا۔ تاکہ کہنے کیلئے کچھ تو سہارا ہو جائے۔

نظیر سوم یوحنا کی انجیل ۵: ۴ تفسیر از پادری ایباٹ ڈی ڈی

مفسرین کے درمیان عرصہ تک اس فقرہ کے جعلی و الحاقی ہونے پر تنازع رہا۔ لیکن اب تمام ناقدین انجیل اس امر پر متفق ہیں کہ یہ فقرہ الحاقی ہے اس فیصلہ پر میں بھی اپنے دستخط ثبت کرتا ہوں کیونکہ (ا) وٹیکن سنا ئیٹکس اور کیمبرج جیسے مستند نسخوں میں اس کا پتہ نہیں (ب) جن نسخوں میں یہ فقرہ موجود ہے ان میں شدید اختلافات عبارت موجود ہیں (ج) اگر یوحنا نے اسے لکھا ہوتا تو ضرور شروع کے زمانہ کے لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا ہوتا کیونکہ عجیب و غریب باتوں پر اعتقاد رکھنا اس زمانہ میں ایک معمولی بات تھی (د) جو تشریح اور مطلب اس عبارت سے نکلتا ہے وہ ناقابل یقین ہے (ہ) الفاظ آرت آلغوما ہیر ویسی گلیس سلیک میں

گوڈے جیسے جید علماء اس کو الحاقی تسلیم کر چکے ہیں +

نظیر چہارم مرقس کی انجیل ۱۶: ۹ تا آخر باب تفسیر از ڈاکٹر ایباٹ

بائبل کی تنقید میں سب سے زیادہ دشوار کام اس امر کی تحقیق ہے کہ یہ عبارت اصلی ہے یا الحاقی۔ یعنی خود مرقس کے قلم کی لکھی ہوئی ہے۔ یا کسی نے بعد میں لکھ کر لگا دی ہے۔ اس کے متعلق مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ عبارت (ا) الگزینڈرینا اور الفریم اور کیمبرج نسخوں میں موجود ہے (ب) لیکن وہ سب سے زیادہ معتبر اور قدیم نسخوں یعنی ویٹکن اور سنائیٹکس میں نہ پائی جاتی (ج) اگر یہ عبارت مرقس کی ہے۔ تو یقیناً پہلی ہی صدی میں لگائی گئی ہوگی (د) فقرہ ۸ اس طرح ختم ہوتا ہے۔ کہ مطلب پورا نہیں ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ یہ آخری فقرہ نہیں ہوگا۔ عموماً اس کا انشاء یوں ہے۔ "کیونکہ وہ خوف زدہ تھیں" لیکن یونانی میں یوں ہے "وہ خوف زدہ تھے۔ کیونکہ" یہ عبارت صاف ظاہر کرتی ہے۔ کہ فقرہ نا تمام ہے ([illegible]) یہ عبارت مرقس کی طرز تحریر کے خلاف ہے، الفورڈ لکھتا ہے۔ کہ اس میں ۲۱ الفاظ ایسے ہیں۔ جو مرقس کی انجیل میں اور کسی جگہ مستعمل نہیں ہوئے فقرات ۱۹، ۲۰ کی طرز تحریر بالکل اور ہی ہے (ح) آل السٹاسن اسکاٹ اور لیک مین اس عبارت کو اصلی بتاتے ہیں۔ گریس بک، ایوالڈ، مئیر، نارٹن، لائٹ فٹ، تشنڈارف اور ٹریگیلس وغیرہم اسے جعلی ٹھیراتے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ یا تو کسی وجہ سے جس کا ہمیں علم نہیں مرقس اپنی انجیل پوری نہ کر سکا۔ یا کسی وجہ سے آخری عبارت گم ہو گئی۔ بہر نوع یہ عبارت الحاقی ہے۔ اور بعد میں کسی نے لکھ کر لگا دی +

اب میں چند نظائر ایسی پیش کرتا ہوں۔ جن کے متعلق علماء میں اختلاف آرا موجود ہے +

نظیر اول یوحنا کی انجیل ۱: ۱۳ تفسیر از پادری پلومر صاحب ڈی ڈی:-

ٹرٹولین کہتا ہے۔ کہ "پیدا ہوئے" کی جگہ "پیدا ہوا" ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہاں یسوع مراد ہے۔ اور اسی بنا پر اس نے فرقہ ویلینٹینئن پر تحریف انجیل کا الزام لگایا ہے +

دوم یہودا کا خط ۱: ۵ تفسیر ایضاً

اصلی نسخوں میں اختلافات لفظی موجود ہیں۔ کسی میں "Lord" اور کسی میں "the Lord" اور کسی میں "Christ" لکھا ہوا ہے۔ اسی لئے عرصہ دراز سے مفسرین اس کی شرح میں اختلاف کرتے چلے آئے ہیں۔

سوم یوحنا کی انجیل [illegible] تفسیر از پادری پلومر صاحب ڈی ڈی

اس عجیب فقرہ کی تشریح میں بہت دقت ملتی ہے۔ بعض مفسرین نے اس امر کی کوشش کی ہے کہ تقدیر یا تغیر و تبدل کر کے اس دشواری کو دور کریں۔ چنانچہ بلکنگ کا خیال ہے کہ یہاں کتابت کی غلطی ہے بعض کہتے ہیں [illegible]

الحاقی ہے بعض کہتے ہیں۔ کہ فقرہ تو جعلی نہیں لیکن مہمل ہے اگر گزشتہ نبی مراد ہیں تو یہ یسوع کا قول نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو یہودی شریعت کی تکمیل کیلئے آیا تھا۔ اگر جھوٹے انبیاء مراد ہیں۔ تو وہ اس وقت تک پیدا نہیں ہوئے تھے بعض کہتے ہیں۔ کہ اس سے وہ فقیہی اور فریسی مراد ہیں۔ جو مسیح کی تعلیم کو خراب کر رہے تھے لیکن وہ منصب نبوت پر فائز نہیں تھے ان سے خطاب متصور نہیں ہو سکتا۔ غرضیکہ جتنی بولیاں اتنی ہی باتیں +

چہارم متی کی انجیل ۱/۱۷ یہاں اعتراض یہ ہے کہ نسب نامہ میں ایک طبقہ قریبا پشتوں کا ہو جاتا ہے۔ اس فقرہ کی تفسیر میں عماد الدین پادری یا لن یتی لکھتا ہے " یہ سہو کاتب ہے پہلے غلطی ہو گئی۔ بعد ازاں اسی طرح نقل ہوتی رہی۔ دراصل یوسیاہ سے یوکینا نہیں بلکہ یہویقیم پیدا ہوا تھا" +

بعض مفسرین کہتے ہیں۔ کہ نسب نامہ محض رسمی شے ہے۔ اس سے کوئی خاص غائت نہیں اور نہ اس میں زیادہ صحت کا لحاظ رکھا گیا ہے محض برائے نام لگا دیا گیا۔ کہ یہودی لوگ شجرے پسند کرتے تھے۔ ورنہ سچ پوچھو تو مسیح کو شجرہ کی کوئی ضرورت نہیں +

اس قسم کے اختلافات اناجیل اور خطوط میں بکثرت موجود ہیں۔ چونکہ ان پر بحث نہیں ہو گی اس لئے انہیں مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ دراصل قصہ یہ ہے۔ کہ اختلافات کا نام پادریوں نے سہو کاتب رکھا ہوا ہے۔ پادری فینڈر نے مجبوراً تسلیم کیا۔ کہ ۰ ۵ نسخوں میں قریب تیس ہزار جگہ سہو کاتب ہوا ہے۔ اس موقعہ پر ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے کہ سہو کاتب کس حد تک کسی کتاب کی وقعت کو زائل کر دیتا ہے۔ صرف اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ سہو کاتب اور اختلافات العبارت دو مختلف باتیں ہیں۔ جو تعداد سہو ہائے کاتب کی متحقق ہوئی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ اختلافات عبارت موجود ہیں۔ علاوہ بریں ریوائیزڈ ورژن" میں فہرست اغلاط یعنی [illegible] ضم نہیں کیا گیا بلکہ حاشیہ میں اختلافات عبارت ثبت کئے گئے ہیں۔ کیونکہ غلطنامہ تو اس صورت میں لگایا جا سکتا تھا۔ جبکہ کوئی ایک نسخہ بھی ایسا موجود ہوتا جس کی صحت اور صداقت جمہور کے نزدیک غیر متنازعہ ہوتی۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی گڑ بڑ ہے کسی نسخہ کے متعلق وثوق و یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ صحیح اور غیر محرف ہے۔ فرض کیجئے کہ دو قدیم ترین قلمی نسخے یعنی [illegible] اور [illegible] قابل وثوق ہیں۔ اب اگر انہیں مجوزہ نسخوں کی صحت کے لئے معیار قرار دیا جائے تو لازم ہے کہ تمام عہدہ داران کلیسیائے [illegible] کی انجیل سے آخری باب کی [illegible] تا [illegible] نکال دیں کیونکہ یہ دونوں [illegible] نسخوں میں موجود نہیں [illegible] [illegible] صرف [illegible] نا ممکن العمل ہے۔ بات تو آسان ہے۔ مگر یہ آسانی [illegible] [illegible] اور [illegible] [illegible] مختلف چیز ہیں۔ افسوس ہے کہ [illegible]

ہندوستانی عیسائی دل خوش کرنے کیلئے ان دونوں میں کوئی امتیاز نہیں کرتے لیکن جو سمجھدار ہیں وہ ان اختلافات کی وجہ تذبذب میں پڑے ہوئے ہیں۔ کیا تماشہ ہے کہ جب تک یسوع صاحب شاگردوں میں رہے انھیں ایمان نہ دے سکے بلکہ ان کے مصلوب ہونے کے بعد بھی تذبذب قائم رہا جیسا کہ پادری عماد الدین لکھتا ہے "دل کی تسکین بغیر معائنہ نہیں ہو سکتی شاگردوں کو تذبذب تھا۔ کہ مسیح جی اٹھے یا نہ جی اٹھے (انتہے بقدر ضرورت از ہدایت المسلمین صفحہ ۴۰۸ مطبوعہ ۱۸۶۸ء) اب شاگردوں سے جو شتے چھوڑے تو وہ ایسے کہ موجودہ عیسائی تذبذب میں ہیں۔ کہ ان میں کونسا صحیح ہے کونسا غلط ہے فتدبروا یا اولوالابصار ۱۲۔ بہرکیف اس دلچسپ بحث کو اسی طرح تشنہ چھوڑ کر ہم نفس مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان مقامات کے واضح کرنے کے بعد جن کے جعلی ہونے پر مفسرین متفق ہیں اب وہ اختلافات دکھاتے ہیں جو مختلف تراجم میں پائے جاتے ہیں سہولت کی خاطر ان اختلافات کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اولاً وہ عبارات یا الفاظ جو تصحیح شدہ ترجمہ میں موجود ہیں لیکن مستند ترجمہ میں ندارد۔ ثانیاً۔ وہ عبارات یا الفاظ جو مستند ترجمہ میں تو موجود ہیں لیکن تصحیح شدہ ترجمہ میں ندارد۔ ثالثاً۔ وہ عبارات یا الفاظ جو موجودہ تراجم میں ہیں لیکن قدیم نسخوں میں نہیں ہیں۔ رابعاً۔ وہ عبارات یا الفاظ جو موجودہ تراجم میں کچھ ہیں۔ اور قدیم نسخوں میں کچھ اور۔ خامساً۔ وہ عبارات یا الفاظ جن کے تعین مقام میں اختلاف ہے۔ سادساً۔ وہ عبارات یا الفاظ جو ان عبارات یا الفاظ کا ترجمہ ہیں جن کی صحت خود معرض بحث میں ہے۔ اب ہم نمبروار ان میں سے ہر قسم کے نمونے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین پر اناجیل اربعہ کی صحت کا نقش پورے طور پر ظاہر ہو جائے۔

اولاً۔ وہ عبارات یا الفاظ جو تصحیح شدہ ترجمہ میں ہیں۔ اور مستند ترجمہ میں ندارد۔

(۱) متی کی انجیل ۲۴ : ۳۶ (ا) صحیح ترجمہ مطبوعہ اکسفورڈ ۱۸۸۱ء

"لیکن اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ فرشتے اور نہ **خدا بیٹا** صرف خدا باپ واقف ہے"

(ب) مستند ترجمہ ۱۶۱۱ء اکسفورڈ

"لیکن اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ انسان نہ فرشتے صرف خدا باپ واقف ہے"

یعنی مستند ترجمہ میں "خدا بیٹا" مندرج نہیں صحیح ترجمہ میں یہ دو لفظ بڑھا دیئے گئے لیکن حاشیہ میں لکھ دیا گیا ہے۔ کہ بعض قدیم نسخوں میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۶۱۱ء والے ایڈیشن میں یہ الفاظ اس لئے درج نہ ہوئے کہ ان ایڈیٹروں کی رائے میں قدیم نسخوں کی عبارت زیر بحث جعلی ثابت ہوئی ہوگی اسلئے انھوں نے "خدا بیٹا" درج نہ کیا۔ مگر ۱۸۸۱ء میں ایڈیٹر کو یہ الفاظ صحیح معلوم ہوئے انھوں نے درج ترجمہ کر دیئے گئے تھے یا

تعلق کا معیار اُنکے پاس تھا۔ نہ اُنکے پاس کوئی اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہمیں مترجمین یا ایڈیٹرز کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ساری مصیبت انجیل نویسیان اصل کی پیدا کی ہوئی ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ پہلی ہی صدی ہے عیسائیوں میں یسوع صاحب کی شخصیت کے متعلق اختلاف آراء ہو گیا تھا۔ بعض لوگ انسان محض خیال کرتے تھے۔ بعض انسان اور خدا دونوں۔ بعض خدا ہے محض جس نے محض نمائش کیلئے کالبد خاکی اختیار کر لیا تھا۔ اب جو کاتب انجیل یسوع صاحب کی الوہیت مفروضہ کا قائل ہو گا۔ اس نے اس جگہ غور کیا ہوگا۔ کہ اگر سوائے "باپ" کے اور کوئی واقف نہیں تو یسوع کی الوہیت پر حرف آتا ہے۔ لہٰذا اُس بیدار آدمی نے از راہِ الفت " نہ خدا بیٹا" کے ٹکڑے کو آہستہ سے حذف کر دیا ہو گا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بعض میں موجود اور بعض میں ندارد ہو گیا +

(۲) متی کی انجیل ۱۹ : ۱۷ مستند ترجمہ سنہ ۱۶۱۱ء "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ نیک تو صرف ایک ہے، اور وہ خدا ہے" لیکن مصحح ترجمہ سنہ ۱۸۸۱ء میں یوں ہے :-

"تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے۔ نیک تو صرف ایک ہی ہے +"

ثانیاً۔ وہ عبارات یا الفاظ جو مستند ترجمہ میں موجود ہیں۔ لیکن مصحح ترجمہ میں ندارد +

(ا) متی کی انجیل ۶ : ۱۳ "کیونکہ بادشاہت قدرت اور جلال تیرا ہی ہے۔ آمین"

یہ عبارت موجودہ تراجم میں موجود نہیں +

(ب) متی کی انجیل ۱۸ : ۱۱ "کیونکہ ابن آدم گمشدہ لوگوں کو بچانے کیلئے آیا ہے" ایضاً

(ج) مرقس ۷ : ۱۶ "جس کے کان ہوں وہ سُنے" ایضاً

(د) مرقس ۱۱ : ۲۶ "لیکن اگر تم اُن کا قصور معاف نہ کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ تمہارے قصور بھی معاف نہ کریگا + ایضاً

(ہ) متی ۱۷ : ۲۱ "لیکن اس قسم کے دیو بغیر روزے اور دُعا کے نہیں نکالے جاتے" ایضاً

(و) مرقس ۱۵ : ۲۸ "قدیم نوشتے پورے ہوئے جہاں لکھا ہے۔ کہ وہ ہمارے سبب سے قصور واروں میں گنا گیا" یہ فقرہ بھی جدید تراجم سے نکال دیا گیا۔ اگرچہ بعض قدیم نسخوں میں موجود ہے +

(ز) لوقا ۱۷ : ۳۶ "کھیت میں دو آدمی ہونگے۔ ایک لیا جائیگا دوسرا چھوڑ دیا جائیگا۔"

یہ فقرہ بھی جدید تراجم سے نکال دیا گیا ہے۔ اگرچہ بعض قدیم نسخوں میں موجود ہے۔

(ح) لوقا ۲۳ : ۱۷ "کیونکہ لازمی تھا کہ وہ عید کے موقع پر ایک مجرم کو چھوڑ دیا جائے" +

(ط) لوقا ۹ : ۵۶ "کیونکہ ابن آدم اس لئے نہیں آیا کہ لوگ تباہ ہوں۔ بلکہ اس لئے کہ بچائے جائیں"۔
یہ عبارت بھی حذف ہوگئی +

(ی) یوحنا ۵ : ۴ "وقت مقررہ پر پانی میں ایک فرشتہ اترتا تھا۔ اور اسے حرکت دیتا تھا۔
اس وقت جو بھی اس میں ہوتا تھا خواہ کسی بیماری کا ہوتا اچھا ہو جاتا" +

یہ عبارت بھی موجودہ ترجمہ سے غائب ہوگئی +

(ک) اعمال ۸ : ۳۷ "فلپ نے کہا اگر تو یہ یقین رکھتا ہے تو رکھ اس نے کہا میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے"۔ یہ فقرہ بھی حذف کر دیا گیا +

(ل) اعمال ۲۴ : ۷ "لیکن کپتان آیا۔ اور زبردستی اس کو ہم سے چھین کر لے گیا"۔

(م) اعمال ۲۸ : ۲۹ "جب وہ کہہ چکا تو یہودی آپس میں جھگڑا کرتے ہوئے چلے گئے"۔

(ن) رومیوں ۱۶ : ۲۴ "ہمارے خداوند یسوع مسیح کا فضل تم سبھوں کے ساتھ ہو" +
اگرچہ یہ فقرہ بعض قدیم نسخوں میں موجود ہے۔ لیکن موجودہ تراجم میں ندارد +

(س) لوقا ۱۱ : ۲ "تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے" الخ

(ع) متی ۲۳ : ۱۴ "اے ریاکارو! تم پر افسوس کہ تم رانڈوں کا مال کھاتے ہو" الخ

(ف) متی ۲۷ : ۴۹ "انھوں نے بھالے سے اس کا سینہ چھیدا فوراً لہو اور پانی نکل آیا"۔
یہ عبارت درس ۴۹ کے بعد اکثر قدیم نسخوں میں موجود ہے لیکن مستند اور مصحح دونوں تراجم اس سے خالی ہیں

(باقی آئندہ)

اسلام پیغام رحمت ہے

(از آنا ڈوی سسٹر ابن برگر)

وابستگان کلیسیہ کا اس امر پر نہایت مضبوط اور مستحکم ایمان ہے کہ دنیا بھر کے اندر یہی ایک قوم ہے جسے مشیت نے اپنے فضلوں اور رحمتوں کا پیغام یعنے انجیل عنایت فرمائی ہے متعصب عیسائی یقین رکھتے ہیں کہ دیگر مذاہب محض شریعت کے حامل ہیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کو ایک منصف کی حیثیت دے کر اس کے قوانین وضوابط انصاف کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ بالخصوص اسلام جو مکافات عمل کے قانون کے ماتحت ایک انسان کو بقول ان کے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی۔ اس کے اعمال و افعال کا ذمہ وار قرار دیتا ہے ہاں وہی اسلام جو اطاعت لامر اللہ اور پھر توکل علے اللہ کی ابتدائی ضرورت پر اس قدر زور دیتا ہے ان کی نظروں میں تشدد اور ظلم کا حامی مذہب ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں کیا شک ہے کہ جیسا کہ ہر ایک مسلمان جانتا ہے۔ وہ لوگ جو ایسا خیال کرتے ہیں وہ قطعی اور یقینی طور پر صریح غلطی میں مبتلا ہیں۔ ایک مغربی دماغ جو کلیسیائی معتقدات کے رنگ میں رنگین ہو چکا ہو۔ اس کے نزدیک بادی النظر میں قرآن مجید کے اندر جو بدکرداروں کو بہت سے مقامات پر سزا کی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ ان میں اور ان الفاظ میں کہ اللہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اللہ مہربان اور بخشنے والا ہے۔ ایک تضاد نظر آتا ہے۔ لیکن یہ قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ اگر ذرا اس اس پر غور کیا جائے تو انسان بآسانی اس حکمت کو سمجھ سکتا ہے۔ کوئی انسان درحقیقت اللہ تعالیٰ کے دائرہ رحمانیت سے باہر نہیں لیکن جب تک کہ وہ برضا و رغبت خود و بکمال اشتیاق اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے رستوں پر نہیں چلاتا۔ جب تک کہ اس کے قلب سے آواز اھدنا الصراط المستقیم بکمال تضرع نہیں نکلتی۔ اس پر خدا تعالیٰ کی ابدی عنایات مستقل طور پر سایہ افگن نہیں ہوتیں۔ بلکہ ایسا انسان بسا اوقات سزاؤں کا مورد بنا رہتا ہے۔ ایسا شخص درحقیقت ایسے رستوں پر قدم مار رہا ہے جو دائرہ رحمانیت بارئ تعالیٰ سے باہر نہیں لیکن وہ رستہ ایسا خطرناک اور اس قدر پیچیدہ ہے کہ جو لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہیں اور جو اس رستہ کی لذات سے آگاہ ہیں ان کے نزدیک واقعی وہ لوگ ضالین کے رستہ پر قدم فرسائی کر رہے ہیں *

خدائے اسلام ایسا خدا نہیں جو اپنی مخلوق سے برسر پیکار ہو۔ اور اس لئے خدا کے بندوں کو نجات اخروی کیلئے

نیز کسی تدبیرونی پر عمل پیرا ہونے کی حاجت نہیں۔ بلکہ برخلاف اس کے اسلام اس خدائے بزرگ و برتر کو پیش کرتا ہے جو اپنی مخلوق کو خوب جانتا اور اس کو کمال محبت کرتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ اُن کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہے جو اس کی طرف ذرا سا بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیم کا اعلان اس قدر سیدھا سادہ ہے کہ ایک معمولی سے معمولی انسان اُس کی خوبی کو سمجھ سکتا ہے۔ لیکن اپنی جامعیت کے لحاظ سے اس قدر مکمل ہے کہ بڑے سے بڑے انسان اور عقلمند سے عقلمند لوگ اسکی نہاں در نہاں دلفریبیوں پر عبور نہیں پا سکتے سبحان اللہ!

کیا عجیب کلام ہے :-

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کس سادگی کس صفائی کس عمدگی سے اسلام اس صداقت عظمیٰ کو دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ کہ خدا ہے۔ اور وہ پہچانا جا سکتا ہے۔ ان لوگوں کو جو پوچھتے ہیں۔ کہ کس طرح ؟ اور کہاں ؟ اُن کو یہی سادگی سے وہ جواب دیتا ہے کہ ہاں "اس کے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے سے" انسانی زندگی کے مختلف اوقات اور مختلف تجارب کے اندر انسان کے لئے کوئی امر ایسا تسکین بخش نہیں۔ جیسا یہ کہ انسان اُس عظیم الشان ہستی سے لو لگانے جو کہ رب العلمین - مالک کُل محیط کُل اور تمام مخلوقات سے محبت اور پیار کرنے والی ہے +

مگر انسان ایک دفعہ اس مقصد پر گامزن ہو۔ تو اُسکو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اسی قسم کی زندگی ہی اصل مسرت کا سامان ہے۔ اور اس کے علاوہ تمام قسم کی زندگیاں بے لطف اور بے مزہ ہیں +

اس غرض سے کہ انسان خدائے بزرگ و برتر کو اپنے تمام کاروبار کی حالت میں اور زندگی کے مختلف حالات میں بھول نہ جائے۔ اور اس کا دل اسکی یاد سے ہمیشہ لبریز رہے۔ اسلام نے ایک نہایت سیدھا سادہ طریقہ تجویز کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان ان کے بعض معین اوقات میں اس کے سامنے سربسجود ہو جائے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سربسجود ہونا نہایت ہی عجیب و غریب چیز ہے۔ بشرطیکہ جب ہم اپنی جسمانی حرکات سے [illegible] تعالیٰ کی عزت و جبروت سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ہمارے اندر بھی وہ عزت و جبروت مستولی ہو۔ اور ہمارے دل [illegible] کہ ہم ایک نہایت عظیم الشان ہستی کے سامنے پیش ہوئے ہیں۔ لیکن اگر یہ کیفیت نہیں تو یہ سربسجود ہونا محض بے سُود اور لایعنی ہو گا۔ ہر ایک ایسا شخص جو قرآن حضور قلب سے پڑھتا ہے۔ اور اس کے مطالب سے آگاہ ہے وہ ضرور اس قسم کی غلطی کے ارتکاب سے پرہیز کریگا +

ہر ایک ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے اس کیلئے جو بہتر کوئی چیز نہیں کہ

وہ اسلام کی ان سادہ تعلیمات پر ایمان لاکر اسلام کے بجائے جھوٹے اعمال بجا لاتے۔ خدا تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے پر یقین حاصل نہیں ہو سکتا جب تک انسان دن کے بعض مخصوص اوقات پر خدا کے حضور میں کھڑا ہو اور ہر روز نماز سے پڑھ کر خدا تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھنے کا کوئی اور ذریعہ نہیں +

علی الصبح ہی جبکہ انسان کا دل دن کے شور و شغب سے فراغت پائے ہوتا ہے اور دنیوی آلائشوں سے پاک صاف ہوتا ہے، ہم خدا کے حضور کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اس طرح سے ہم اس سے طالب امداد ہوتے ہیں۔ کہ وہ ہم کو تمام آفات سے محفوظ رکھے۔ اور اس سے التجا کرتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے کاروبار میں برکت ڈالے +

ظہر کے وقت ہم پھر خدا کے حضور جھکتے ہیں۔ اور اپنی دن بھر کی محنت کے نتائج اس کے سامنے پیش کرتے ہوئے اس کے حضور میں سجدات تشکر بجالاتے ہیں۔

رات کے وقت جبکہ تمام کائنات اپنے مالک کے سامنے سربسجود معلوم ہوتی ہے ہم بھی اس رب العلمین کے حضور میں حق عبودیت ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہمارے کانوں کے اندر ملائکہ کی تسبیح و تقدیس کی گونج آ رہی ہے۔ اور بسا اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بزرگ ہستیاں (ملائکہ) رب العالمین کی جناب میں اپنی محبت اور عبودیت کا اظہار کر رہی ہیں۔ ہمارے دل نور سے چمک اٹھتے ہیں۔ اور اس خیال سے مسرت کی ایک لہر ان کے اندر دوڑ جاتی ہے۔ کہ اس تمام کائنات کا ایک ہی مالک ہے۔ اور اس یقین سے وہ لبریز ہو جاتے ہیں۔ کہ لا الٰہ الا اللّٰہ یعنے سوائے اس ذات حقیقی کے اور کوئی معبود قابل عبادت نہیں۔

عصر کے وقت ہم اپنے کاروبار کو بند کر کے حضرت باری کی جناب میں حاضر ہوتے ہیں تاکہ انسانی زندگی پر ہم ایک زیادہ وسیع زاویئہ نگاہ سے تبصرہ کر سکیں۔ یہ بالکل درست ہے کہ بعض امور جو انسانی علائق سے وابستہ ہیں ان پر بھی ہم کو توجہ دینی چاہیئے اگر ہم انسانی زندگی کے مطالعہ اور آنحضرت صلعم کے اقوال مقدسہ کی طرف رجوع کریں تو بہت کچھ ہو گا کیونکہ آں حضرت کی وہ ذات مطہر کامنبع ہے کہ جس نے انسانی علائق و تعلقات پر نہایت ہی صراحت سے روشنی ڈالی ہے۔ جب ہمارا دل تشکر آمیز محبت سے اسکی طرف نہ نکلتا ہے تو بے اختیار ہماری زبان سے یہ لفظ نکل جاتے ہیں۔ کہ محمد رسول اللّٰہ۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا ایک عظیم الشان ہستی ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ اور ہم اس کی طرف کھینچے جا رہے ہیں صلی اللّٰہ علیہ وسلم اسی رسول عظیم کی معرفت سے ہم کو دوسرے روحانی معلمین کا پتہ لگتا ہے۔ جب ہم اس مقدس جماعت کا

تصور کرتے ہیں۔ ہماری زندگیوں میں ایک خاص تبدیلی نظر آتی ہے۔ ہماری تمام سفلی خواہشات یکے بعد دیگرے معدوم ہوتی ہیں اور ہمارے اندر یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم بھی اُن کی طرح پاک صاف ہو جائیں۔ یعنے ہمارے اندر بھی اخلاق اللہ کا رنگ آ جائے۔

جب عشاء کے وقت ہم خدا کے حضور میں خدا کی دی ہوئی زندگی پر جذبات تشکر و امتنان کے اظہار کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔ ہمیں صرف یہی معلوم نہیں ہوتا۔ کہ تمام کائنات ہمارے ساتھ حق عبادت ادا کر رہی ہے بلکہ ہمارے دلوں پر یہ امر کالنقش فی الحجر ہوتا ہے۔ کہ ہم ایک عظیم الشان برادری کے جزو ہیں اس کی کچھ غرض نہیں کہ کہ ایک شخص چھوٹا ہو یا بڑا امیر ہو یا غریب بے علم ہو یا عالم اگر اسکی آنکھوں میں وہ نور موجود ہے جس کو خدا کا عشق کہا جاتا ہے۔ تو وہ ہمارا بھائی ہے۔ اور یہ برادرانہ تعلقات ایسے مضبوط ہیں۔ کہ جو کبھی منقطع نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی بنا ان چیزوں پر ہے جو دائمی اور ابدی ہیں +

رات کے وقت جب ہم لاکھوں ستاروں پر نظر تعمق ڈالتے ہیں۔ اور جن کے متعلق ہم میں سے اکثر بہت کم علم رکھتے ہیں۔ تو جب ہم لا الٰہ الا اللہ کے الفاظ بولتے ہیں۔ ہمارے دلوں کے اندر عجیب و غریب جذبات موجزن ہو جاتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدائے علیم ہماری اس آواز پر اپنی لبیک پکارتا ہے۔ اور جب ہم خدا کی عظمت کا خیال دل میں لاتے ہیں۔ تو ہم پر اس کا جلال ظاہر ہونے لگتا ہے۔ اور ہمیں ان الفاظ کے معانی کی سمجھ آنے لگتی ہے۔ "کہ میں نے اس کائنات کو اپنے ایک حصہ سے پیدا کیا ہے۔ اور میں کل آن کما کان ہوں" +

کیا ہمارا دل اس عظیم الشان ہستی کے جلال سے کانپتا ہے؟ کیا ہمیں اپنی کمزوری اپنی بے بضاعتی کا علم ہے؟ اس سوال کا جواب فضائے آسمانی سے یہ ملتا ہے۔

"کہ تو میرے نزدیک اور میرے قریب ہے"۔

یہ ہے اسلامی تعلیم کا ایک مختصر خاکہ اور یہ وہ تعلیم ہے جو محض ہمارے دماغوں کو ہی اپیل نہیں کرتی۔ بلکہ ہمارے دلوں کو بھی اپیل کرتی ہے۔ جو نہ صرف علمی رنگ میں بلکہ وجدانی رنگ میں رنگین ہے +

تجرد اور اُس کا آغاز عیسائیت میں

کیا ایک پادری کو تجرد اور رہبانیت کی زندگی بسر کرنی چاہئے؟ اس موضوع پر ڈاکٹر ایچ ڈی اے میجر پرنسپل رپن ہال آکسفورڈ نے ماڈرن چرچ مینز کانفرنس منعقدہ کیمبرج میں ایک قابل ذکر تبصرہ کیا۔ جو کچھ آپ نے کہا اس کا ملخص ہدیہ ناظرین کرام ہے :-

لیکن یہ امر قطعاً ناقابل برداشت ہے کہ کلیسیا کے ارباب بست وکشاد پادریوں کو تجرد کی زندگی بسر کرنے پر مصر ہوں۔ اس کے متعلق ہم انگریزوں کا خیال بہت معقول ہے کہ پادریوں کو خود محسوس کرنا چاہئے کہ آیا تجرد سے واقعی وہ ایسی پارسایانہ زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں کہ جس سے ان کے اندر دوسرے پیشوائی کی قابلیت اور اہلیت پیدا ہو جائے۔ رہبانیت کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے صاحب موصوف نے اس امر پر زور دیا کہ اس قسم کی رہبانیت جس سے انسان دوسروں کے گناہوں کا کفارہ بننے کیلئے اپنے نفس پر جبر روا رکھے خطرات سے پُر ہے۔ اس رہبانیت سے کئی خرابیاں لازم آتی ہیں۔ ایک تو یہ انسان کو خیانت پر آمادہ کرتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے انسان کو اپنے آپ کو نیک اور غیروں کے اعمال و افعال کی جانچ پڑتال میں لگے رہنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ رہبانیت اسی صورت میں مستحسن سمجھی جا سکتی ہے کہ انسان اسکو برضا و رغبت خود قبول کرے۔ اور حکام کلیسیا کی حکومت اور تشدد کا اسمیں کوئی شائبہ نہ ہو۔ ہم میں سے بعض نے سالہا سال تک فاقہ کشی پر عمل کیا ہے۔ لیکن ہم اہالیان انگلستان اس قسم کے جبر پر اصرار کرنیوالے حکام کلیسیہ کو مورد اعتراض سمجھتے ہیں۔ اور در حقیقت ایسی ریاضت کو جبری قرار دینا سخت سے سخت نکتہ چینی کی مستحق ہے" +

اس سوال کا چنداں تعلق ہم سے نہیں کیونکہ تجرد کی رسم محض عیسائیت میں ہی نہیں پائی جاتی۔ بہت کچھ اس کے موافق اور بہت کچھ اس کے خلاف بیان کیا جا سکتا ہے۔ تاہم یہ کہنا صداقت سے خالی نہیں ہے کہ اس مسئلہ کے اندر وہ تمام امور شامل ہیں۔ جن پر غور کرنے سے ہمیں عیسائی نظریہ کا پتہ لگ سکتا ہے۔ جو وہ انسانی زندگی کے بارہ میں پیش کرتی ہے۔ اسلام کا نظریہ زندگی کے متعلق کیا ہے؟ اسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث کے اندر نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں بیان فرما دیا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے

لا رهبانية في الاسلام یعنے اسلام میں رہبانیت نہیں۔ یا یہ کہ اسلام رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا۔ عیسویت میں رہبانیت اور تجرد کی زندگی بسر کرنے کا حکم خود اس امر کا کافی گواہ ہے کہ انسانی فطرت کی مسیحی مذہب میں کہاں تک قدر و منزلت ہے۔ تجرد کا اصل آغاز اور رہبانیت کی اصل بنا عیسویت میں مسئلہ "گناہ" سے پڑتی ہے جو خوبی قسمت سے بوجہ ترقی علوم و فنون اب بہت کچھ ترمیم حاصل کر چکا ہے۔ یہ وہی مسئلہ ہے۔ جو عورت کو اس گمراہی کا ذمہ وار ٹھیراتا ہے۔ جس سے حوا آدم کو اس پھل کے کھلانے کا موجب ہوئی جس کے کھانے سے خداوند نے منع فرمایا تھا۔ بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ یہ عورت ہی تھی۔ جس نے خداوند تعالیٰ کی سب سے پہلے نافرمانی کی۔ یہ عورت ہی تھی۔ جو ہبوط آدم کا باعث ہوئی۔ اور یہ عورت ہی تھی۔ جس نے آدم کو خدا کی نافرمانی پر ترغیب دی۔ الغرض یہ محض عورت کی ہی طفیل تھا۔ کہ "گناہ" یا "روحانی موت" دنیا کے اندر معرض ظہور میں آئیے۔

اِس صورت حال میں آپ خود خیال فرما سکتے ہیں۔ کہ قدیم زمانہ کے مقدسین عیسائیت نے عورت کے متعلق کیا تصور قائم کیا تھا۔ وہ عورت کو ناپاک خیال کرنے لگ گئے تھے۔ اور اس سے اختلاط رکھنا ان کو ناپسندیدہ اور غیر مطبوع تھا۔ شادی ان کے ہاں معیوب امر تھا۔ اور حتے الامکان شادی سے خود بھی اور دوسروں کو بھی روکتے تھے۔ چونکہ ان کے دلوں کے اندر شادی کی طرف سے نفرت تھی۔ اور وہ اس کو ناپاک فعل تصور کرتے تھے۔ اس لئے انھوں نے یہ مناسب سمجھا کہ اور نہیں تو کم از کم پادری صاحبان جو کہ ایک مقدس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو شادی سے پرہیز کرنی اور تجرد کی زندگی بسر کرنی ضروری ہے۔ تاکہ عوام الناس اور پادری صاحبان کے درمیان ایک خصوصیت قائم ہو سکے۔ اور جس ناپاکی سے دوسرے بوجہ شادی کے ملوث ہوتے ہیں۔ اس سے کم از کم پادری صاحبان تو محفوظ رہیں۔ چوتھی صدی میں صورت حالات نے یہاں تک تشدد پکڑا کہ یہ ایک مسلمہ اصول ہو گیا۔ کہ پادری صاحبان کا شادی کرنا ایک جرم قرار دیا گیا۔ خانقاہوں میں تجردانہ زندگی کا بسر کرنا اس زمانہ میں عام ہو گیا۔ خود سینٹ پال کی رائے تھی۔ کہ شادی انسان کے جذبات پر بے قابو ہونے کیلئے ایک علامت ہے۔ جیروم امبروس اور دوسرے بڑے بڑے مقدسین کلیسیا تمام مجردانہ زندگی کی تعلیم دیتے تھے۔ گریگری اعظم اس امر پر بڑا مصر تھا کہ تمام پادریوں اور مذہب کا پاس رکھنے والے عیسائیوں کو شادی نہیں کرنی چاہئے۔ اور ۱۵۲۵ء تک صورت حالات کی یہی کیفیت رہی۔ جبکہ لوتھر نے تجردانہ و رہبانیت زندگی کے خلاف علمبرداری کرتے ہوئے ایک عملی مثال قائم کر دی۔ مذہب پروٹسٹنٹ کا سب سے بڑا لیڈر ہو کے اس نے [illegible]

بیہودہ خیالات جن کی رو سے شادی کو نہایت گناہ اور لعنت کی چیز قرار دیا جاتا تھا۔ ان کا قلع قمع کر دیا۔ اور شادی کے طریق کو ایک سیدھے سادہ اصول پر دوبارہ قائم کر دیا +

دوسرا نہایت نقصان رساں امر جو عیسویت کی تعلیم تجرد کا ایک ضروری نتیجہ تھا۔ وہ یہ تھا کہ عورت کی کسر شان اور عورت کی حیثیت کا معیار بہت کم قرار دیا جاتا تھا۔ اسکو انسانی برائیوں کا اصل منبع اور سرچشمہ خیال کیا جاتا تھا اسلام نے اس امر کو نظر انداز نہ کیا۔ اور چونکہ رہبانیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پورے زوروں پر تھی۔ اسی لئے قرآن مجید نے اعلان فرمایا کہ ورھبانیۃ التی ابتدعوھا (قرآن کریم) یعنے رہبانیت انھوں نے خود ایجاد کی +

مذہبی تشدد۔ عام طور پر لوگوں کا خیال ہے کہ اب مذہبی تشدد کے دن دنیا سے مفقود ہو چکے ہیں۔ اور بالخصوص یورپ جو کہ علوم وفنوں کی روشنی سے منور ہو رہا ہے۔ اسمیں مذہبی تشدد کا کہیں نام بھی نہیں پایا جاتا۔ ہاں اگر کہیں تشدد کا نشان ہے۔ تو وہ اسلامی ممالک ہی ہیں۔ گویا اسلام ایک ایسا مذہب ہے۔ کہ جو مذہبی تشدد اور جبر اور لوگوں پر ظلم و ستم روا رکھنا جائز سمجھتا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں۔ جو کہ پادری لوگ ہر ایک عیسائی کے دل نشین کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اس کے متعلق ثبوت چاہے تو وہ اسکو اس ناکامیابی میں ملیگا جو عیسائی مبلغین کو مسلمانوں کے اندر تبلیغ کرنے سے حاصل ہوئی ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ عیسائیوں کے نزدیک اس کا اور کیا باعث ہو سکتا ہے؟ وہ لوگ جو عیسائی مشنریوں کی ناکامیوں پر بعض اوقات بےچینی کا اظہار کرتے ہیں۔ انکو مطمئن کرنے کیلئے وجہ نہایت آسانی ہی بتائی جا سکتی ہے۔ چند دن گذرے ہمیں اپنی بہن مس جلیمہ مارگورٹ ہل جن کی تصویر کسی گذشتہ رسالہ میں دی جا چکی ہے۔ ان کی طرف سے بھی ایک خط موصول ہوا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ مذہبی تشدد کو اس کی شکل و صورت میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ ابھی تک مفقود نہیں ہوا۔ خاتون موصوف رقمطراز ہیں:۔

لنڈن۔ ڈبلیو سی آئی
۱۳۔ اکتوبر ۱۹۲۶ء

ہمارے جناب و برادر اسلام! السلام علیکم

گذشتہ عید میلاد (حضرت نبی کریم صلعم) کے موقعہ پر جو آپ نے مجھے اپنے مسلم بھائیوں سے تعارف کرا کے عزت بخشی میں اس کے لئے آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ مسلم بھائیوں کے اس مجمع میں شریک ہو کر مجھے اس قدر خوشی اور مسرت حاصل ہوئی ہے کہ اس دن جمعہ کے روز میں نے آپ سے یہ ذکر نہیں کیا تھا۔ کہ چونکہ میں نے مذہب اسلام کو

اپنا مذہب ترک کر دیا ہے۔ اس وجہ سے اب مجھے مجبوراً اپنا گھر چھوڑنا پڑا۔ میرے گھر کے لوگ مجھے اتنی بھی اجازت دینے پر رضامند نہیں کہ میں قرآن شریف ہی گھر کے اندر رکھ سکوں مگر مجھے اس کی کیا پرواہ ہے۔ قرآن شریف کا ارشاد ہے۔ کہ جس کو خدا دوست رکھے اس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے۔

آپ کی اسلامی بہن

حلیمہ مارگرٹ لی

اس خط پر کسی مزید حاشیہ آرائی یا اس کی توضیح کی ضرورت نہیں۔ ہاں ہم صرف یہ کہہ دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ ہمیں اپنے نومسلم بھائیوں کی طرح کسی شخص کا صداقت کے مقابلہ میں مشکلات پر غالب آنا بنظر استحسان دیکھنا چاہیئے۔

ایک بشپ زوال کلیسیہ کے اسباب پر

ذیل میں ہم ڈاکٹر سرل کاربٹ بشپ سودتھ ورک کی چٹھی کا ملخص ہدیۂ ناظرین کرام کرتے ہیں جس کے اندر انھوں نے کلیسیہ کے زوال کے باعث پر اور لوگوں کے عدم رجحان پر تبصرہ فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں:۔

آجکل مذہب کے متعلق ایک خاص اور بڑی وسیع دلچسپی دیکھی جاتی ہے لیکن ہماری نسل محض انکار پر قانع نہیں بلکہ یہ جاننا چاہتی ہے کہ امور سیاسی پر لکھنے والے اخبارات و رسائل کے اندر مذہب کے متعلق لمبی چوڑی بحثیں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ غلطی سے یہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ نہایت کامیاب ناول نویس یا ڈرامہ لکھنے والے اشخاص مذہبی امور کے لئے بھی مستند سمجھے جانے چاہئیں۔ اس نوعیت کے مسائل کو جو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ جو گرجہ میں حاضر نہیں ہوتے صداقت کے جویاں ہیں وہ محض اپنی ذات کے لئے اور اپنے بچوں کے لئے اس امر کے معلوم کرنے کی جستجو میں ہیں۔ کہ آیا وہ اُس خدا پر ایمان لا سکتے ہیں۔ جو مسیح کے ذریعہ سے اور مسیح کے اندر ظاہر ہوا ہے

زوال کے باعث

اس بات کا واقعی خطرہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ایمان کو بہت سے لوگ خیرباد کہہ دیں بعض لوگ اس امر سے اطمینان حاصل کر لیتے ہیں کہ گرجاؤں میں حاضر ہونیوالوں کی کمی تعداد گرجا کی عبادت میں تبدیلیاں واقع ہو جانے کی وجہ سے ہے لیکن وجوہات اس سے بھی زیادہ گہرے ہیں۔ اعلان کا وجود مفصلہ ذیل امور میں ملتا ہے:۔

(۱) امور مذہبی میں بے یقینی ۔
(۲) وہ مشکل جو نئے علم کو پرانے علم کے ساتھ مطابقت دینے میں پیش آتی ہے۔
(۳) وہ تساہل اور رنگ جو زمانہ حال میں ضروریات کے مطابق گرجا کی تنظیم و تعمیر میں وا رکھی جاتی ہے۔
ٹرین اور موٹر کاروں کے ذریعہ سے ہر اتوار کو شہر سے باہر چلے جانا سینما اور تماشاؤں کی کشش گرجا کی حاضری پر بہت بڑا اثر رکھتی ہے۔ ہم زمانہ کے اس دور کے اندر ہیں جو تاریخ میں اکثر واقع ہوتا رہا ہے یعنے وہ زمانہ جبکہ غیب کی باتیں اور روحانی لوگوں کا رنگ دُنیا کی شان و شوکت اور دُنیا کی زیب و زینت کے مقابلہ میں آکر ماند پڑ جاتا ہے"۔
یہ خط جو اس خیال سے کہ ایک بشپ کا خط ہے بلحاظ مضمون کے بہت کچھ نامکمل ہے۔ اور کئی ایک ضروری امور پر اس نے تبصرہ نہیں کیا۔ اس کے اندر ان اسباب و علل پر بھی نظر نہیں ڈالی گئی جن سے امور مذہبی میں بے یقینی پیدا ہوئی ہے عیسائیت کی کمزوری کا اصل باعث اس کے اصل بُنیادی اصول ہیں برخلاف اسلام کے عیسائیت کو اپنی صداقت پر خود حق الیقین حاصل نہیں ہے +
عیسائیت کی کئی باتیں انسان کیلئے حیران کن ہیں۔ اور جس کی وجہ بائبل کے مختلف نسخے ہیں برخلاف اس کے قرآن مجید کا ایک شوشہ بھی متغیر و متبدل نہیں ہوا۔ اس وجہ سے بائبل قرآن کا مقابلہ کیونکر کر سکتی ہے۔ مسلمانوں کا سیدھا سادہ عقیدہ قرآن مجید کی پہلی سورہ میں ہی بیان فرما دیا گیا ہے۔ اور جس میں یہ سورۃ خداوند کی دُعا سے زیادہ نہیں مسلمانوں کو سورۂ فاتحہ میں جو دُعا سکھائی گئی ہے۔ اسمیں خدا کی صفت یوں بیان فرمائی گئی ہے۔ ربّ العالمین۔ یعنے وہ خدا تمام عالموں تمام کائنات کا رب یعنے پرورش کنندہ ہے۔ عالمین کے لفظ میں محض یہ دُنیا ہی بیان نہیں فرمائی گئی۔ بلکہ جو کچھ کہ مخلوق خدا کی ہے۔ وہ ان لفظوں میں آجاتی ہے۔ پھر اسی سورۂ فاتحہ کی دُعا کے اندر یہ الفاظ ہیں۔ الرحمٰن۔ الرحیم مالک یوم الدین ۔ وہ خدا ئے پاک رحمٰن یعنے بغیر کسی اجر کے رحمت کرنیوالا اور رحیم یعنے افعال کی جزا سزا دینے والا مالک یوم الدین قیامت کے دن کا اس کو اختیار کُل حاصل ہے اور اس کے اختیارات میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ ان صفت کے بیان کرنے کے بعد جو دُعا انسان مانگتا ہے وہ یہ ہے ۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ یعنے اے خدا ہمیں ہدایت کا سیدھا رستہ دکھا۔ ان لوگوں کا رستہ جن پر تیری نعمتیں ہوئیں نہ اُن کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ یا جو اصلی رستہ سے بھٹک گئے +

زندگی کا راز

(از قلم جناب مولوی عبدالرحیم صاحب بی۔ اے)

صحیفۂ کائنات کی کسی چیز پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو ہمیں بالبداہت یہ سبق ملتا ہے کہ ہر ایک چیز اپنی زیست و بقا کیلئے ایک حرکت کی محتاج ہے۔ خواہ وہ حرکت ظاہر طور پر ہمیں ان آنکھوں سے معلوم ہو۔ یا وہ اس چیز کے اندر ہی اندر مخفی طور پر اس کے قیام کا موجب ہو +

آؤ ذرا نظام شمسی و قمری پر نظر ڈالیں سیارے ستاروں کے گرد۔ اور ستارے اپنے محور پر لگاتار اس حرکت میں لگے ہیں جس سے وہ اپنی ہستی کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ ایک منٹ کیلئے بھی اگر ان میں سکون پیدا ہو۔ تو وہ کل کے کل نظام کائنات پر تباہی کا موجب ہونگے۔ دور کیوں جائیں ہم اس حرکتِ بقاء کو اپنے ماحول ہی میں اگر دیکھیں تو یہ امر غیر مشتبہ طور سے ہمارے دل پر مہرِ صداقت لگاتا ہے کہ حرکت بقاء ہی ہر چیز کی روح رواں ہے۔ اس کے سکون کا نام موت ہے۔ اور اسی کے عمل کا نام حیات ہے۔ جمادات جس کا نام ہی اسکے جمود کی کیفیت پر دال ہے۔ مگر پھر بھی اس جمود میں وجود کے ذرّوں میں اس کششِ اتّصال کا عمل ہے۔ جو ہر وقت حرکت میں ہے اور اسی حرکت بقا سے اس پتھر کے وہ لاانتہا ذرّے اس جمادات کے وجود کا باعث ہیں۔ اگر یہ عمل حرکتِ بقا ایک منٹ کے لئے بھی حالت سکون میں آجائے۔ تو پتھر کے ذرّے ہوا میں منتشر ہو کر پتھر کے وجود کو ہماری نظروں سے ایسا اخفا کر دینگے۔ کہ ہماری آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکینگی۔ اس پتھر کے ذرّے پتھر کی اجتماعی شکل سے آزاد ہو کر فضا میں انفرادی شکل میں بھی تب ہی قائم رہ سکینگے جب وہاں بھی وہ حرکت بقا کام کرتی رہے۔ ورنہ وہ ذرّے فنا ہو جائینگے۔ کہ اُن کی ہستی پر لفظ فنا کا اطلاق ہوگا۔ پتھر میں جمادی ذرّوں کا اجتماعی شکل میں موجود ہونا اُن کے وجود کا کمال تھا۔ اور پتھر سے جدا ہو کر ذرّوں میں فنا ہونا اُن کے وجود کا انتہائی تنزل ہے۔ یہ کمال و زوال یعنی عروج و نزول بھی حرکت بقا کے اعمال و عمل کا نام ہے +

یہی عمل عالم نباتات میں ہم زیادہ بیّن طور پر مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایک درخت کا بیج جب پھلتا پھولتا ہے اس کا موٹا اور تروتازہ ہونا [illegible] درجہ کمال تک پہنچ کر آہستہ آہستہ تنزل کی رو اختیار کرنا [illegible] بیجان ہو کر یا زمین سے اکھڑ کر درخت کا گلنا سڑنا۔ یا خشک ہو جانا۔ ایک مسلسل عمل حرکت بقا کے ماتحت یا اس حرکت کے مفقود ہونے [illegible]

عمل میں آتا ہے۔ یہی عملِ بقا انسانی زندگی میں مخصوص و غیر محسوس طور پر اس کی انفرادی اور اجتماعی ہستی کے قیام کی
ذمہ دار ہے۔ اگر ایک انسان رات دن اپنے وجود کے قیام و استحکام کی تگ و دو میں لگا ہے اور حسبِ مقدور تقاضائے
بشریت بجا لاتا ہے۔ اس کے دفاع کے لئے کوئی کام کر رہا ہے۔ تو وہ تمام اسی حرکتِ بقا کے ماتحت کرتا ہے۔ جو ہر ایک
وجود میں عمل پذیر ہے۔ یہ تمام اُمور بجائے خود اس حرکتِ بقا کی مدد و معاون بن جاتی ہیں۔ چنانچہ لازم و ملزوم
کے طور پر یہاں ان دونوں باتوں کا عمل ہر ذرہ میں معلوم ہوتا ہے۔ کسی وجود کی ترقی ابتدائی منازل سے انتہائی
منزل تک اسی ایک حرکت کا کرشمہ ہے جس وقت کہ وہ وجود نقطۂ کمال پر آ جاتا ہے۔ اگر ایک لمحہ کیلئے بھی اس حرکت
میں سکون آ جائے۔ تو اسی لمحہ سے اس کا نقطۂ نزول شروع ہوتا ہے۔ حتے کہ وہ اخیری فنا کے منزل پر پہنچ جاتا
ہے۔ یہاں پر اس حرکت کا فقدان ہوتا ہے جو بقا کے لئے ضروری ہے۔ پس نتیجہ اس تمام بحث سے یہی نکلتا ہے۔ کہ
حرکت ہماری زندگی کا راز ہے۔ جتنی مدت ہم حرکت میں ہیں۔ اُتنی مدت ہم زندہ ہیں۔ اور جس وقت ہماری
اس حرکت میں سکون آئے اس وقت سے ہماری موت شروع ہو جاتی ہے۔ جتنا کسی نے اپنے آپ کو آرام دیا۔
اُتنا ہی وہ موت کو خود اپنے پاس دعوت دے رہا ہے۔ اور اپنے ہی ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہا ہے
وہ انسان جو زیادہ آرام کا خواہاں ہے۔ وہ دراصل اس حرکتِ بقا کو جواب دے رہا ہے۔ جو اس کے وجود میں فطری
طور پر کام کر رہی ہے۔ اس سے وہ حرکتِ بقا اور قوتِ عمل ایسی مفقود ہو جاتی ہے۔ کہ وہ اپنی بقا کے لئے ماحول سے
کسی چیز کو حاصل نہیں کر سکتا۔ حتے کہ وہ اس نوبت تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ اس کی ہستی دنیا کیلئے
ایک لایعنی ہستی ہو جاتی ہے۔ جو اب خود کسی مقصد کو حاصل تو نہیں کر سکتی۔ مگر دوسرے اُسے اپنے حصولِ
مقصد کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اسلئے وہ زمین کے اُوپر سے اُٹھا کر زمین کے نیچے دبا دیا جاتا ہے۔ پس یاد رکھو
انسانی زیست و حیات قیام و بقا انسان کی ہر وقت کی عمل و حرکت پر منحصر ہے۔ اگر اس کا مفقود ہے
تو سمجھیں ہماری تباہی ہے۔ تبھی تو ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ
جس کی دو دن کی زندگی یکساں حالت میں گذرے۔ وہ خسران میں ہے۔ یہی تعلیم اسلام اور
قرآن کی ہے۔ مگر بدقسمت مسلمانوں نے اس تعلیم کو پس پشت ڈالا ہوا ہے۔ اسی لئے ان کا قدم تنزل کی
طرف ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے۔ کہ مر چکے ہیں ؛

یہ انسان کی انفرادی زندگی ہوئی۔ مگر انسان فطرتاً ایسا واقع ہوا ہے۔ کہ اس کی ہر حرکت
ایک خارجی مدد کی متقاضی ہے۔ اس کی ہر حرکت بجائے خود بیکار ہے۔ اگر اس حرکت کے ساتھ کوئی بیرونی

امداد نہ ہو۔ انسان میں سونگھنے کی طاقت ہے مگر وہ ایک خارجی خوشبو کا محتاج ہے۔ اسے دیکھنے کی طاقت ہے مگر ساتھ ہی وہ روشنی کا محتاج ہے۔ اسی طرح اس کے دیگر سوشیل لوازمات ہیں۔ خواہ وہ ملبوسات کی شکل میں ہوں یا کسی اور شکل میں۔ ہر تقاضا میں وہ ایک جماعت کی امداد کا محتاج ہے۔ ایک ہی آدمی بجائے خود نامکمل ہے۔ وہ اس گھڑی کے اس پرزے کی طرح ہے۔ جو گو محض ایک پرزہ کی حیثیت سے بے قیمت ہے، تاہم اس کا وجود اس تمام گھڑی کی مشینری کا ایک ضروری حصہ ہے۔ اور اس گھڑی کے مختلف پرزے اسکے بقا و قیام کیلئے ضروری ہیں۔ جس طرح اس مشینری کا خاص ایک مقصد ہے۔ اور ہر ایک پرزہ بجائے خود اپنی جگہ متحرک ہو کر دوسرے کی حرکت میں ممد و معاون ہوتا ہے۔ یہی کام ہم نے بحیثیت فرد ایک جماعت میں کرنا ہے۔ انسان کی انفرادی زندگی کیلئے اسکی اجتماعی زندگی بہت ضروری ہے۔ اسکی زندگی قوم کی زندگی پر منحصر ہے۔ اسی حقیقت کیطرف قرآن کریم کی اس آیت کا اشارہ ہے۔ ولتکن من امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون۔ اس قومی زندگی اور انفرادی زندگی کے قیام و استحکام کیلئے اس حرکت لبقا کا مسلسل عمل درکار ہے۔ اگر وہ قوم حالت سکون میں آگئی ہے۔ تو وہ اسکی موت کی نشانی ہے۔ اور چند دن تک اس کا جنازہ نکلنے والا ہے۔ پس اس نظریہ کے ماتحت مسلمان قوم کیا بحیثیت اپنی انفرادی زندگی یا اپنی اجتماعی زندگی کے غور کریں۔ کہ ان کا قدم کدھر کو ہے۔ کیا ہم نے واقع مشین کے پرزوں کی طرح بنے سمجھے ہیں۔ جو ہر وقت کسی نہ کسی عمل میں لگے ہیں۔ یا ہماری مشینری دونوں حیثیتوں میں ٹھہری ہوئی ہے۔ اور ہم اب اس اس قابل ہیں۔ کہ دنیا سے ہمارا نقش مٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس ابتر حالت کو اپنی اعجاز نما قدرت سے مشدد ھارے اور ہم میں یہ حرکت لبقا قوت میں لائے۔ آمین +

بائبل کی کثرت اشاعت

برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی کی گذشتہ سالانہ رپورٹ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسمیں ہر ایک اچھی چیز کا ذکر موجود ہے جو عام انگریزوں کے نزدیک قابل قبول ہو سکتی ہے۔ لیکن ان واقعات کا تفصیلی ذکر نہیں جو پردہ کے پیچھے ہو رہے ہیں۔ یہ طریق اشاعت فی الحقیقت قابل ستائش ہے۔ کیونکہ تخیلات ہی در اصل زندگی کی جان ہیں +

اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ سال زیر بحث میں بائبل کے تراجم کُلاً یا جزواً چند نئی زبانوں میں ہوئے اور بائبل یا عہد نامہ جات کے حصص کے مستند انگریزی تراجم کی بیس لاکھ کاپیاں شائع ہوئیں۔ اگر اس کے ساتھ تصحیح شدہ تراجم اور ویلش کا آرائش تراجم کو بھی شامل کیا جائے تو کُل تعداد ۲۲۱۳۴۶۷ ہو جاتی ہے جن میں سے تقریباً دس لاکھ کاپیاں صرف انگلستان میں فروخت ہوئی ہیں۔ باقی کا جزو غالب مملکت انگلشیہ ہی کے اندر فروخت ہو گیا۔ ان حصص عالم فروخت کے اندر نمایاں کمی واقع ہوئی۔ مثلاً اس سال ایک کروڑ سے زائد کی فروخت کے بجائے ۹۹۳۶۷۱۴ بائبلیں یا اُن کے حصص باہر بھیجے گئے جو جنرل سوسائٹی کے نزدیک یورپ کی خانہ جنگی کا ایک حد تک لازمی نتیجہ ہے۔

اب اگر اعداد و شمار ہی ہمارے نزدیک سوسائٹی کے کام کیلئے کوئی قابل ستائش چیز ہو سکتے ہیں۔ تو ضرور ہمیں یہ کہہ دینا چاہیئے۔ کہ بائبل کی اس وقت بہت بڑی مانگ دنیا میں ہے۔ لیکن آیا ان اعداد و شمار کو ہمیں اس رنگ میں لینا چاہیئے۔ کہ یہ اس بات کا ثبوت ہیں۔ کہ بائبل کے مطالعہ کا کس قدر وسیع اشتیاق دنیا میں پایا جاتا ہے۔ یہ ایک علیحدہ داستان ہے۔ یہ سب بڑی تعداد کسی حالت میں بھی اس سے بڑھ کر کسی بات کو ثابت نہیں کرتی کہ یہ بائبل کی فروخت کے چند اعداد ہیں۔ یہ سمجھ لینا بالکل صحیح ہے۔ کہ بائبل کو عام طور پر صرف اس غرض سے خریدا جاتا ہے۔ کہ اسے خرید کر رکھ لیا جائے کیونکہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کے ساتھ بعض وقتی روایات کا تعلق ہے۔ اس لئے اسکے خریدنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوتا کہ اسے پڑھ کر اس پر عمل کیا جائے۔ اور ہر شخص اس بات کو جانتا ہے کہ ایک کتاب محض حاصل کرنے کیلئے اس کا خریدنا اور بات ہے۔ اور زندگی کا مطمح نظر بنانے کیلئے اسے خریدنا دوسری چیز ہے انگلستان میں اگر بائبل کی فروخت کم نہیں ہوتی۔ تو اس سے لازماً یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ انگلستان بائبل کو پڑھتے اور مطالعہ کرتے ہیں۔ تاہم یہ اعداد و شمار اس محنت و کوشش کا ایک قابل قدر ثبوت ہیں جو سوسائٹی کے سفری ایجنٹوں کی [illegible] کا نتیجہ ہے۔

ایک اور بات جو ہمارے لئے موجب حیرت [illegible] ہے جو بائبل کی تالیف و ترجمہ کی تاریخ سے واقف ہیں حیرت ناک ہے۔ وہ یہ عجیب ہے کہ باوجود اس امر کے کہ بہت سا بیرونی مواد بائبل کے اندر داخل ہو گیا ہے تاہم اسے خدا کا کلام کہہ کر دنیا میں پھیلایا جاتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات یہ ہے۔ کہ عیسائی مشنری بھی اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ بائبل [illegible] پاک صاف کرنا ضروری ہے۔ اور اس میں ابھی بہت قطع و برید ہونی چاہیئے۔ تاہم روحیہ کی [illegible] طاقت تقسیم ہونے والی کاپیوں کی [illegible] بائبل بڑھائے چلی جا رہی ہے

اور یہ خیال کرنا نہایت ہی حیرتناک ہے۔ کہ روپیہ کیا کچھ کرسکتا ہے +

ان اعداد و شمار کو جو سوسائٹی نے پیش کئے ہیں ذیل کے خیالات کی روشنی میں اگر پڑھیں جو بعض اراکین کلیسیا نے بائیبل کے متعلق ظاہر کئے ہیں۔ تو ان کی عظمت و شان خود بخود آپ کی نظروں سے گر جائیگی ریورنڈ میجر صاحب پرنسپل رپن ہال آکسفورڈ نے ماڈرن چرچ مینز کانفرنس منعقدہ کیمبرج میں تقریر کرتے ہوئے یہ بیان کیا کہ

"کوئی ابدی جہنم نہیں۔ ایسا اعتقاد اس تعلیم کے خلاف ہے۔ جو خدا نے محبت کے نام سے مسیح نے دی ہے۔ کوئی آیندہ جزا و سزا نہیں" +

کوئی وجہ نہیں کہ مسیح کے آسمانی بادلوں میں دوبارہ آنے کی امید رکھی جائے مسیح کی روح پھیل جاتی ہے۔ جہاں کہیں اور جب کبھی لوگ اسکی طرف توجہ کریں اسکی یہ روح محبت دلوں پر حکمران ہو۔ دنیا کی ممکن عمر وہم و خیال سے بہت بالاتر ہے +

کلیسیا کو ایک نئی بائبل بنانے کی طاقت پیدا کرنی چاہئے۔ عہد نامہ عتیق کے بہت سے طویل حصص خارج کئے جاسکتے ہیں بعض حصص کو خداتعالے کے علم کی ترقی کے اظہار کیلئے محفوظ رکھا جاسکتا ہے بعض ایسے بھی ہیں جنہیں اسلئے جگہ دی جاسکتی ہے۔ کہ مسیح کے الہام کے خاص ذرائع کا ان سے پتہ لگتا ہے۔ ایسی بائیبل کے ساتھ دوسرے مذاہب کی تاریخی باتوں کے اقتباسات بھی شامل کرلئے جائیں" +

اس خالص یہودی عقیدہ کی گونج موجودہ جنگی کھیت میں سُنی جاتی ہے۔ کہ "کروڑ ہا لوگ جو اب زندہ ہیں کبھی نہیں مرینگے۔ عام مروجہ مذاہب ان نظریوں اور امیدوں کو اب بھی پریشان کرتے جو دنیا کے خاتمہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ابدی جہنم کے ایمان نے خداتعالیٰ کے مسیحی تصور کو بگاڑ دیا ہے اور بعض عیسائیوں کے لئے سنگ راہ ثابت ہوا ہے +

علاوہ ازیں مس مارگریٹ ہیریسن کے خیالات جو اس نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۴۸ پر ظاہر کئے ہیں ہمارے اس نقطہ نگاہ کی زبردست تائید کرتے ہیں۔ جو بائبل کی عظیم الشان تعداد اشاعت کے متعلق ہم رکھتے ہیں۔ مصنفہ مذکورہ مسیحیت کی ترقی کی جانچ پڑتال کرتے ہوئے لکھتی ہے کہ مسیحی مستقبل مغربی ایشیا میں پہلے سے زیادہ ترقی پر نہیں۔ کیونکہ وہ زبردست عناصر ہیں۔ جو اس کے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ایک اسلام کی دوبارہ ترقی اور دوسرے مذہب کنفیوشس بلکہ دہریت کا [illegible]

مشرق قریب کے متعلق وہ لکھتی ہے :۔

"یہ نفس مسئلہ ظاہر ہے کہ مشنری کام علم طور پر تجارتی تداخل یا استعمار کا پیش خیمہ ہے۔ چونکہ مشرق قریب میں ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کی بھی گنجائش نہیں ترکی اور عرب کے مسیحی مشنوں نے بہت تھوڑی ترقی کی اور ان کا کام زیادہ تر شام اور ایشیائے کوچک کی مسیحی اقلیتوں میں جاری رہا۔ یہ قلیل التعداد لوگ چونکہ فوجی خدمت سے آزاد تھے۔ اسلئے ترکوں میں جوان کے یہودی ہونے کی وجہ سے حقیقتاً ایک ہی زیر دست تر مقابل تھے تجارت خرید و فروخت اور صنعت و حرفت پر ان کا قریباً قبضہ تھا۔ بعض اوقات ظلم و ستم کا تختۂ مشق انھیں بنایا گیا۔ اکثر اوقات لاپرواہی کا برتاؤ ان سے کیا گیا۔ اور ان حالات میں مجلسی اور مذہبی اتحاد کا زبردست احساس ان میں پیدا ہو گیا جس نے بہت جلد سیاسی بے اطمینانی اور بے چینی کی صورت اختیار کر لی +

انیسویں صدی کے شروع ہی سے ارمنیوں کی بے چینی روسی ملوکیت کے سیاسی مقاصد کیلئے آلۂ کارباری کا کام دینے لگی۔ بہت سے موقعوں پر دوسری مسیحی جماعتوں سے بھی دول یورپ نے بد اطمینانی پھیلانے اور ناراضگی پیدا کرنے کا کام لیا..... بہت سی ایسی مثالیں ہیں جن میں مشنریوں نے اس قسم کی باتوں کو ترقی دینے کی کوشش کی ہے جنھیں ترکی میں سازش اور بغاوت سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس عہد و پیمان کے ذریعہ سے جو سلطان نے گذشتہ زمانہ میں کیا تھا۔ اور جسکے رو سے ان کا معاملہ ان کے اپنے قونصلوں کے حدود اختیارات میں چلا جاتا تھا۔ وہ گرفتاری سے بچ گئے۔ اگر کبھی اُنھوں نے کسی سیاسی یا مذہبی معاملہ میں حصہ لینے سے احتراز بھی کیا۔ تو بھی مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنے کی کوئی مخلصانہ کوشش انہوں نے نہیں کی" +

اس لئے اس صورت حالات کو ذیل کے الفاظ میں قلمبند کیا جا سکتا ہے :۔

مشرق قریب کو ان مادی فوائد کے فقدان کی وجہ سے جو تجارتی تداخل یا استعمار سے تعلق رکھتے ہیں۔ مایوس کن میدان عمل سمجھ کر چھوڑ دیا گیا مغربی ایشیا بائیبل کے پیغام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں با ایں ہمہ اسکی کثرت اشاعت کیلئے بڑی بڑی گرانقدر رقوم خرچ کی جاتی ہیں +

ایک اور بات بھی اس مضمون کے متعلق قابل ذکر ہے بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ "ترکی میں مسیحیت کی اشاعت منع ہے۔ اگرچہ اسلام کو دفتری حکومت سے علیحدہ کر دیا گیا ہے" مغربی ایشیا کے

سنیلات کو مطالعہ کرنے کے بعد جن کھلے کھلے اتہامات کو بیان کیا گیا ہے۔ اسکی وجہ دریافت کرنے کیلئے دور جانے کی ضرورت نہیں زیادہ آئندہ بتائیگا۔ کہ مشرقی مسیحی مشنریوں کو جنہوں نے انیسویں صدی میں مغربی ملوکیت اور تلواروں اور نیزوں کے سایہ میں ترقی کا قدم کسی قدر آگے بڑھایا مستقبل میں قابل اعتماد سمجھا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ایک قوم ضرور اٹھا کر دوسری قوم خس میلا ہو تا ترکی کے اندرون قلب کا غالباً بہترین مظہر ہے +

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو متعلقہ دفتر ہندوستان و انگلستان بابت نومبر ۱۹۲۸ء

تفصیل آمد	نمبر	رقم آمد ہندوستان و انگلستان — پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ[۱]	نمبر	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان — پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ہندوستان	۱	-	۱۰	۲۳۶	مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان	۵	۰	۰	۰
آمد اسلامک ریویو ″	۲	-	۱۵	۸۱۲					
آمد مشن انگلستان	۳	-	۰	۰	مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو انگلستان	۶	۰	۰	۰
آمد اسلامک ریویو ″	۴	-	۰	۰					
میزان	-	۰	۴	۱۰۴۹		۰	۰	۰	۰

منقول از کتب حساب فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۸ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ	۰	۱۰	۵	جناب سید محمود صاحب میسور سٹیٹ	۰	۰	۱
معرفت سکرٹری صاحب بابت کتب ماہ اکتوبر ۱۹۲۸ء	۰	۲	۲	″ منہاج الدین صاحب رہتک	۰	۰	۱
جناب منہاج الدین صاحب رحیم یار خان	۶	-	۲۰	″ عبد الحمید صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۱
″ ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰	″ شیخ احمد صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۱
″ سید محمد عبد اللہ صاحب گیسا	۰	۰	۱۰	″ ایم۔ اے جعفری الہ آباد	۰	۰	۲۰
چندہ منجانب طلباء و مدرسین و دیگر احباب				حضور نواب صاحب سنکرولی	۰	۰	۹۹
انجمن تعلیم المسلمین معرفت شیخ ابراہیم صاحب	۶	۴	۷	مسٹر ڈبلیو پیمن اسکوائر	۰	۰	۳۰
جناب صفدر علی صاحب شیخوپورہ	۰	۰	۲	جناب حبیب علی خان صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۵
″ فضل الدین صاحب اوجین	۰	۰	۵	″ امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	۰	-	۱
″ محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ	-	۱۰	۵	میزان	۰	۱۰	۲۳۶

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۸ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
معرفت سکرٹری صاحب بابت کتب ماہ اکتوبر	۰	۲	۲	جناب خان صاحب حبیب علی خان صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۵
جناب [illegible] غلام محمد صاحب	۰	-	۲۵				
حضور نواب حاجی حمید اللہ خان صاحب والئے بھوپال	۰	۸	۴۹	قیمت رسالہ اسلامک ریویو	[illegible]	۵	[illegible]
جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰	[illegible]	[illegible]	۱۵	[illegible]

[۱] تفصیل خرچ بابت ماہ نومبر دسمبر فروری نمبر میں دیا جائے گا +

التماس ضروری

رسالہ اشاعت اسلام اس نمبر کے ساتھ پندرھویں سال میں قدم رکھتا ہے۔ گذشتہ چودہ سالوں میں جس قدر اسلامی خدمات اس رسالے نے کی ہیں۔ وہ اظہر من الشمس ہیں۔ کلیسیا کے بت کو گرانے اور کسر صلیب کے لئے جس قدر اس رسالہ میں مصالح جمع ہو چکا ہے۔ وہ شاید ہی کسی دوسرے علمی مذہبی رسالہ میں میسر آ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے کارکنان و کارپردازان کی تمام تر توجہ زیادہ تر مذہب عیسائیت کی طرف ہی لگی رہی ہے +

الغرض یہ رسالہ اسلام کو مجملہ معاندان اسلام کے شدید و مہلک حملوں کی بادصرصر سے بچانے اور اس کے قالب مردہ میں روح حیات ڈالنے اور اہل اسلام میں دوبارہ زندگی روحانیت پیدا کرنے اور عامۃ الناس کو گمراہی و جہالت کے گڑھے میں گرنے اور مخالفین کے مکر و فریب سے محفوظ رکھنے کا ایک ذریعہ بنا رہا ہے۔ اسکی اعانت اشاعت کی تحریک کی غرض سے طول و طویل مضامین بار بار لکھنا محض تحصیل حاصل ہیں۔ ہم سیدھے سادھے الفاظ میں اپنے بہی خواہوں سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اس رسالہ کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر اس کی اعانت اور مالی امداد فرما کر ممنون فرمائیں۔ اور اس سال ۱۹۲۹ء میں کم از کم دو جدید خریدار اپنے حلقہ اثر میں تحریک کر کے ہمیں فراہم فرما کر مشکور فرمائیں۔ آپ بزرگوں کی ادنےٰ کوشش سے رسالہ کی خریداری سہ چند ہو سکتی ہے۔ جس صورت میں کہ رسالہ نہ صرف اپنے سالانہ اخراجات ہی نکالیگا۔ بلکہ کارپردازان رسالہ کو اس قابل کر دے گا۔ کہ وہ غیر مسلم حلقہ میں تبلیغی رسالہ کو کثرت سے مفت تقسیم کریں۔ جس سے احسن نتائج انشاء اللہ مترتب ہو سکتے ہیں + والسلام

خادم منیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ لاہور

اسوۂ حسنہ

معروف بہ زندہ و کامل نبی قیمت صرف آٹھ آنے

اسمیں آنحضرت صلعم کو کامل اسوہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھکر ماننے کے سوا چارہ کار نہیں رہتا۔ کہ حضرت محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی ذات پاک ہے

درخواستیں بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور کے نام سے ناظرین کرام آگاہ ہیں کہ سوسائٹی مذکور کا مقصد واحد ایسی کتب کی طباعت و اشاعت ہے جن سے اسلام کی حمایت حفاظت و اشاعت ہو۔ اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کا پورا پورا جواب ہو۔ اور غیر مسلم دین اسلام کی خوبیوں اور محاسن سے آگاہ ہوں حضرت نبی کریم صلعم کے حالات زندگی سے مسلم و غیر مسلم بہرہ ور ہوں۔ ان مقاصد عالیہ کو سامنے رکھ کر سوسائٹی مذکور گذشتہ چند سال سے کام کر رہی ہے۔ اگر اسلامی لٹریچر سے دلچسپی رکھنے والے مسلم احباب سوسائٹی کے مقاصد عالیہ کو ملحوظ نظر رکھ کر سوسائٹی کی جدید مطبوعات کی مستقل خریداری قبول فرمائیں۔ اور ہر ماہ جو کتاب سوسائٹی شائع کرے۔ اس کی ایک کاپی کے لئے اپنا نام مستقل طور پر رجسٹرڈ کرائیں۔ تا کہ ان کی خدمت اقدس میں شائع شدہ کتاب بغیر پوچھے ہر ماہ وی۔ پی کر دی جایا کرے مستقل خریداری قبول کرنے سے آپ کارکنان سوسائٹی کو اس قابل کر دینگے کہ وہ ہر ماہ اسلامی کتب کی طباعت و اشاعت کو جاری رکھ سکے۔ آج کل ذیل کی کتب سوسائٹی مذکور نے جدید چھپوائی ہیں۔ مفصل فہرست کتب فرمائش آنے پر بھیجی جا سکتی ہے +

نام کتب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتب	قیمت	نام کتب	قیمت
توضیح الاسلام ..	عہ/	مطالعۂ اسلام ..	۹ر	اُمّ الالسنہ ..	۱۲ر	پادری صاحبان کیلئے حل طلب معمّے	۱ر
رازِ حیات یا انجیلِ عمل	۵ر	مکالماتِ ملیہ ..	۱ر	براہین نیرہ ..	۱۲ر	اسلامی تمدن اور اس پر مغربی اعتراضات	۱ر
سلک مروارید ..	عہ/	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ..	۱۲ر	اسلام اور علوم جدیدہ	۴ر	اسلام اور اس کا فلسفہ ..	۲ر
خطبات غربیہ ..	۱۲ر	لمعاتِ انوارِ محمدیہ	۴ر	مسیح کی الوہیت ..	۴ر	صلائے نصرت بابت نظم فارسی	۳ر
مقصد مذہب ..	۳ر	مذہب محبت ..	۵ر	روحانیات فی الاسلام	۱۲ر	دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ	۷ر
ضرورت الہام ..	۱۲ر	دیانات عالم کا مذہب	۵ر	ہستی باری تعالیٰ	۶ر	تفسیر سورہ فاتحہ ..	۲ر
ینابیع المسیحیت ..	عہ/	اسوۂ حسنہ ..	۶ر	پیام اسلام ..	۸ر	سیرت نبوی	۳ر
						تصاویر مسلمانان یورپ فی درجن	۱۰ر

فہمائش بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

بابت ماہ مارچ ۱۹۲۹ء | نمبر ۹

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ

قیمت صہ سالانہ ممالک غیر کے لئے

انتباہ۔ درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب

سنہ ۱۹۲۹ء

ووکنگ مسلم مشن ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے سترھواں سال ہے۔ بفضل ربی اور مسلمانان عالم کی مسلسل توجہ سے آج تک انگلستان جیسی گراں سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مالی مشکلات نہیں ہوئیں۔ اس محولہ بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ مستقل رقم بطور میعادی سرمایہ جمع کیا جانے جو آڑے وقت کام آئے۔ اور اس فکسڈ ڈیپازٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو۔ اگر مسلم بھائی اپنی اور اپنے دوست و احباب خویش و اقارب کے تمام صدقات خیرات۔ نذر وغیرہ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن کی ہمیشہ کے لئے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے ◆

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوتا ہے۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں جس میں تعلیم الاسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے مسلم مصنفین کے علاوہ نو مسلم احباب کے بھی جس میں مضامین درج ہوتے ہیں مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نو مسلمین کے فوٹو شائع ہوتے ہیں جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ پیسہ ہندوستان میں ہے ◆

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے فاروق بالقابہ نو مسلم جناب عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض نہایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اس کی طباعت اور پھر اس کی وسیع پیمانہ پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے اور جہاں جہاں لیکچروں یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی سنسنی خیز مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپ بین توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنا اور اس کی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے ◆

آجکل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے اس کے علاوہ مشہور آفاق کتب "آسمانی بادشاہت" اور اس کا چارٹر
مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے اور اس کا برانچ آفس عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے ◆

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور آنی چاہیے

Professor 'Abdu 'l-Ahad Dáwúd, B.D., the writer of the present series of articles entitled "Muhammad in the Old Testament," which will be followed by the two other equally erudite series, under the headings of "Muhammad in the New Testament" and "Muhammad in the Besorah," is the former Reverend David Benjamin Keldani, B.D., a Roman Catholic priest of the Uniate-Chaldean sect. A brief sketch of his biography appears elsewhere in the pages of the current issue.

When asked how he came to Islam he wrote:

"My conversion to Islam cannot be attributed to any cause other than the gracious direction of the Almighty Allah. Without this Divine guidance all learning, search, and other efforts to find the Truth may even lead one astray. The moment I believed in the Absolute Unity of God His Holy Apostle Muhammad became the pattern of my conduct and behaviour."

فہرست مضامین

رسالہ اشاعت اسلام

جلد (۱۵) | بابت ماہ مارچ ۱۹۲۹ء مطابق ماہ شوال المکرم ۱۳۴۷ھ | نمبر ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ مارچ ۱۹۲۹ء

شذرات

تصویر۔ اس رسالہ میں ایک معزز نومسلم پروفیسر عبدالاحد داؤد بی۔ ڈی کی تصویر لگائی گئی ہے جن کا پہلا نام ریورنڈ ڈیوڈ بنجمن کلدانی بی۔ ڈی تھا۔ آپ یونی ایٹ شلدین فرقہ کے کیتھولک پادری تھے۔ **محمدؐ ان دی اولڈ ٹسٹامنٹ** (حضرت محمد رسول اللہ صلعم عہد نامہ عتیق میں) کے عنوان سے جو سلسلہ مضامین اشاعت اسلام میں قارئین کرام پڑھ رہے ہیں وہ آپ ہی کی وسعت معلومات کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلہ کے بعد آپکے دو اور سلسلے مضامین کے شروع ہونگے۔ ایک **محمدؐ ان دی نیو ٹسٹامنٹ**۔ اور دوسرا **محمدؐ ان دی بسور ہ**۔ آپ کی زندگی کے مختصر حالات آئندہ کی اشاعت میں ہدیۂ قارئین کرام ہونگے۔ یہاں صرف اس قدر بتادینا کافی ہے۔ آپ سے جب پوچھا گیا کہ آپ اسلام میں کیونکر شامل ہو گئے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ :۔

"میرا قبول اسلام سوائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ کی خاص ہدایت اور فضل کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ اور کوئی اسباب اپنے اندر نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور ہدایت کے بغیر ہر ایک قسم کا علم و فضل تلاش و جستجو اور صداقت کے معلوم کرنے کی تمام دوسری کوششیں ممکن ہے کہ انسان کو گمراہی کی طرف لیجائیں۔ جس لمحہ میں اللہ تعالےٰ کی کامل توحید پر ایمان لایا اسی وقت اس کا پاک رسول محمد صلعم میرے اخلاق اور چال چلن کے لئے ایک اسوۂ حسنہ بن گئے"۔

ایک جانگداز حادثہ۔ یہ خبر ہمارے قارئین کرام کی افسوس اور رنج کے ساتھ پڑھینگے کہ ہمارے

نہایت عزیز بھائی خواجہ نذیر احمد صاحب کی نہایت پیاری بچی یعنے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی پوتی عزیزہ قیصرہ جس نے ابتک عمر کے ابھی دوسرے ہی سال میں قدم رکھا تھا ۔ اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئی والدین کو اپنے عزیز بچوں کے ساتھ جو محبت ہوتی ہے ۔ وہ ایک طبعی اور فطری امر ہے لیکن عزیز قیصرہ اس کمسنی کی عمر میں بعض اس قسم کی باتیں اپنے اندر رکھتی تھی جن کی وجہ سے وہ نہ صرف والدین بلکہ تمام دوسرے لواحقین کی آنکھوں کا تارا بنی ہوئی تھی ۔ اس کی وفات پر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے جذبات عالیہ کو جن پاکیزہ خیالات سے آراستہ کر کے اشعار کی صورت میں ظاہر کیا ہے وہ کسی دوسری جگہ فلسفۂ مصیبت کی تعبیر کے عنوان کے ہدیۂ ناظرین کرام ہیں ۔ اگر خواجہ صاحب کے خیالات کو ایسے تمام اتفاقات میں پیش نظر رکھا جائے تو ہر ایک مصیبت انسانی زندگی کا ایک بہترین شاہراہ عمل ہو سکتی ہے +

بہر حال اس حادثہ جانکاہ میں ہم اور تمام کارکنان دفتر اسلامک ریویو اور ووکنگ مسلم مشن کو خواجہ نذیر احمد صاحب اور ان کے مقدس باپ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور تمام دوسرے لواحقین سے دلی ہمدردی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل کی توفیق دے ۔ اور مرحومہ کے والدین کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے آمین

رمضان کے متعلق کچھ

روزہ ارکان خمسہ میں سے ایک رکن ہے ۔ اور تمام اسلامی دنیا اس کی ایسی ہی پابندی کرتی ہے جیسی کہ نماز کی ۔ یا دوسرے ارکان اسلام مثل زکوٰۃ اور حج کی ۔ ہم لوگ جو تبلیغ اسلام کے لئے یہاں انگلستان میں مامور ہیں ۔ ایک ایسی سرزمین میں رہتے ہیں ۔ جہاں کے لوگ برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن اطبائے اسکے احکام کو مصلحین عالم مثلاً جناب بدھ حضرت مسیح اور حضرت سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال و ہدایات سے زیادہ وقعت دیتے ہیں ۔ اس لئے اگر کوئی صاحب یہ خیال کریں کہ یہ مضمون بہ تکرار بیان کیا جاتا ہے تو وہ ہمیں معذور رکھینگے ۔ ہم پختہ یقین سے اس بات پر ایمان رکھتے ہیں ۔ کہ جو کچھ روزہ کے متعلق قرآن مجید میں مرقوم ہے اس کا بیان کرنا تحصیل حاصل میں داخل نہیں ۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ ہم جانتے ہیں کہ مادیت کی ایک رو مہذب دنیا کے اندر چل رہی ہے +

کیا یہ عجیب بات نہیں ۔ کہ تمام معلمین و پیغمبران عالم خواہ وہ بدھ ہو یا جناب مسیح یا ہمارے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سب نے روزے رکھنے کی ریاضت برداشت کی ہے ۔ اور یہی امر ثابت کرتا ہے کہ

اس روزہ کے اندر وہ کچھ ہی جس کو ہماری ظاہری آنکھ نہیں دیکھ سکتی +

علاوہ اُن دوسرے امُور کے جو روزہ کی ریاضت کو دُنیا سے مٹانے کی موجب ہوں کلیسیہ بھی ایک موجب ہے۔ کیونکہ اس کی تعلیم کی رُو سے روزہ رکھنے کی رسم کو تقویت ہوئی ہے۔ اور وہ اس طرح سے ہے۔ کہ کفارہ کی تعلیم نے تمام عیسائیوں کو ہر قسم کی ریاضتوں سے بری الذمہ قرار دیدیا ہے۔ اس معاملہ میں رومن کیتھولک چرچ نے بھی اپنے سخت قوانین کو ڈھیلا کر دیا ہے۔ حالانکہ متی میں موجود ہے۔ کہ جناب مسیحؑ نے چالیس دن تک صحرا میں روزہ رکھا (متی باب ۴ آیت ۲) اور یہ بھی آیا ہے۔ کہ اس نے اپنے شاگردوں کو روزہ رکھنے کی تلقین کی (متی باب ۶ آیت ۱۶)

ان دنوں میں رومن چرچ کی طرف سے کئی رعائتیں دی جاتی ہیں۔ اور لینٹن قوانین کا زیادہ تر رجحان قدمی اولینت کی طرف ہوتا ہے۔ اب روزہ کا سوال دونوں پہلوؤں یعنے رُوحانی اور جسمانی پہلو سے دیکھنا چاہیے اب بتدریج دُنیا کے عقلمند اس بات پر آ گئے ہیں۔ کہ روزہ دونوں پہلوؤں سے بہت ہی مفید اور ضروری شے ہے۔ جسمانی لحاظ سے یا طبی نکتہ نگاہ سے روزہ کئی ایک امراض میں مفید ثابت ہُوا ہے۔ کیونکہ روزہ سے کئی ایک مِلل جو بوجہ ہمارے غلط طریق پر کھانے پینے کے ہمارے اندر پیدا ہو جاتے ہیں دُور ہو جاتے ہیں۔ اور ہمارے اندر ایک نئی زندگی کی رُوح پھونکی جاتی ہے۔ متواتر اور لگاتار کھانے پینے سے کئی ایک علتیں اور خرابیاں ہمارے جسم میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر ہم تندرست رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے روزہ کے دستور العمل سے ذرا اختلاف بھی اختیار نہ کرنا چاہیئے۔ اور جب معدہ کو ہم نے مختلف قسم کی غذیہ کا دستور بنا رکھا ہے اس کو بھی آرام ملنا چاہئے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہر ایک بیمار جانور کو روزہ رکھوایا جاتا ہے۔ تاکہ اس کا معدہ اپنے فعل کو ٹھیک کرے۔ یُورپ میں روزہ کے ذریعہ سے علاج کرنا عام فیشن ہو گیا ہے۔ اور امریکہ میں تو یہ رواج بہت ہی عروج ہو چکا ہے۔ اور ہر کہ و مہ اس کا دلدادہ نظر آتا ہے

اسلام سے پہلے جو احکام پہلی شریعتوں میں جاری اور ساری تھے۔ ان میں بعض کو اسلام نے منسوخ نہیں کیا۔ بلکہ اُن کی جو مستحسن صورت تھی ان کو اسلام میں جاری کیا۔ تو اسی طرح روزہ بھی ایک اسلامی رُکن ہو گیا۔ جو کہ انسان کی جسمانی اور رُوحانی بہتری کے لئے نہایت ہی اعلےٰ اور مفید چیز ہے قرآن مجید نے جہاں روزہ کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ اس کے متعلق خوب وضاحت کے ساتھ فرما دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ ہم نے تم پر روزہ فرض کیا ہے۔ لعلکم تتقون تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ یا یہ کہ

تم برائی سے بچ جاؤ اور بہتر اور اچھے انسان بن جاؤ۔ ان الفاظ لعلکم تتقون سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روزہ محض کھانے پینے سے منہ بند کرانے کا نام نہیں۔ روزہ سے یہ مراد ہے۔ کہ ان امور سے جن کا اثر اخلاق پر بُرا پڑتا ہے بچے۔ اس طرح سے اس کے اندر ایک روحانی طاقت پیدا ہوگی۔ کیونکہ صاف ظاہر ہے۔ کہ جب ایک شخص محض خدا کے حکم کے ماتحت ایک جائز چیز سے پرہیز کریگا تو لازماً وہ اُن چیزوں سے بھی پرہیز کرے گا۔ جو سرے سے ناجائز اور ممنوع ہیں۔ اس نکتہ نگاہ سے یاد رکھو کہ روزہ ہم کو ایک شریف اور نیک چلن شہری بنا دیتا ہے۔ اب ہم ذیل میں وہ آیات قرآن مجید کی لکھ دیتے ہیں۔ جن میں روزہ کا حکم ہے۔ پارہ دوم میں اس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔ ایاما معدودات فمن کان منکم مریضا او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین ۔ فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ ۔ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون

ترجمہ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تمہارے لئے روزے ضروری ٹھیرائے گئے ہیں۔ جیسا کہ ان لوگوں کے لئے ضروری ٹھیرائے گئے تھے۔ جو تم سے پہلے تھے۔ تاکہ تم متقی بنو۔ چند دن ہیں۔ پھر کوئی تم میں سے بیمار ہو۔ یا سفر میں ہو۔ تو اور دنوں میں گنتی پوری کرلی جائے۔ اور جو اسمیں مشقت پاتے ہیں۔ وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔ پھر جو کوئی تکلف سے نیکی کرتا ہے۔ وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور اگر روزے رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ انتہیٰ۔ عبدالمجید ایم۔ اے قائمقام امام مسجد ووکنگ

فلسفۂ مصیبت کی ایک سچّی تعبیر

اور

قرآن کریم کی آیت "ولنبلونکم" کی حقیقی تفسیر

حضرت قبلہ خواجہ کمال الدین صاحب کے فرزند ارجمند خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر کا بچہ ۲۶ جنوری ۱۹۲۹ء کی صبح کو چار بجے کے قریب دار البقاء کی طرف گیا۔ حضرت خواجہ صاحب کو اس بچے سے خاص اُنس تھا۔ اسکی تیمارداری کیلئے وہ لاہور سے لکھنؤ گئے۔ جہاں انھیں یہ حادثہ جانکاہ دیکھنا پڑا۔ اس واقعہ سے انھیں جو صدمہ ہوا۔ وہ ظاہر ہے۔ لیکن اس نے ایک نشتر کا کام کیا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی طبیعت نے اپنا اصلی رنگ دکھلایا۔ کہنے کو تو یہ اشعار تاریخ وفات ہیں۔ لیکن جس کا دل قومی مصائب سے زخمی ہو چکا ہے یا وہ

جو موجودہ مصائب کے اسباب بھی جانتا ہو وہ واقعات سے بھی قوم کے لئے ایک سبق نکال لیتا ہے۔ یہ اشعار نہیں بلکہ فلسفہ مصیبت کی ایک سچی تعبیر ہے۔ اور قرآن کریم کی آیات ولنبلونکم الخ کی حقیقی تفسیر ہے۔ ان اشعار میں ہمارے لئے ایک عملی سبق بھی ہے یعنی ہمارے موجودہ مصائب کا کس طرح علاج ہو سکتا ہے۔ گو ان اشعار میں رضا و تسلیم کا ایک نمونہ ہے لیکن یہ اشعار بدلائل ظاہر کرتے ہیں۔ کہ رضا و تسلیم ہی کلید کامیابی ہے۔ اور مصائب خدا اسلئے وارد کرتے ہیں۔ کہ انسان کے اندر کے حقیقی جوہر کا مرانی ظاہر ہوں۔ لیکن جو مصائب کے مقابل دب کر مایوس ہو گیا۔ اُس نے اپنی ہستی کو کھو دیا۔ بالمقابل وہی بامُراد ہوا جس نے مصیبت کو ہی تازیانہ سمجھ کر قدم ہمت کو مضبوط کیا۔ والسلام

خادم۔ خواجہ عبدالغنی سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ لاہور

قطعہ تاریخ ارتحال قیصرہ بی بی بنت خواجہ نذیر احمد صاحب

از خواجہ کمال الدین صاحب

زباغم قیصرہ آں نونہالے ۔۔۔ زوالش آمد از مین الکمالے
کشیدم نالہ و آہ و بکائے ۔۔۔ مگر آمد ز غیبم ایں ندائے
تو مے نالی چہ آمد ابتلائے ۔۔۔ نبی گوید کہ آمد مصطفائے
قضا ات گرکشودہ باب رحمت ۔۔۔ خوشا مردے کہ یابی گنج رحمت
کلید گنج خوبی ہر بلائے ۔۔۔ پئے آرام۔ دردے تند دوائے
اسیر درد و غم۔ آقائے نعمت ۔۔۔ رہین عیش و عشرت در مصیبت
عزیز از جان۔ خور از خوان مشقت ۔۔۔ وہ نعمت ہر زماں الوان نعمت
تو از حسن عمل سامان خود ساز ۔۔۔ در فتح و ظفر بر تو شود باز
ز سعی و کوشش صبح و مسائی ۔۔۔ بدستے آید ت چیزے کہ خواہی
ترا دادہ دل و گوش و بصارت ۔۔۔ چرا بر دولت دیگر نگاہت
ہر آنکس ز وشنق دل از بصیرت ۔۔۔ کنیز او ز سعی اش عزت و دولت
بدہ نخل عمل را۔ آب محنت ۔۔۔ بیابی میوہ ہائے پر حلاوت

ترجمہ۔ اور یتیموں کا امتحان کرو۔ حتیٰ کہ وہ بلوغ کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر ان میں تم کو عقل اور سمجھ معلوم ہو تو ان کے اموال اُن کے سپرد کر دو۔ اور ان کو جلدی جلدی اور اسراف سے مت کھاؤ۔ اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو وہ بالغ ہو جائیں۔ اور جو کوئی امیر ہو تو اس کو بالکل پرہیز ضروری ہے۔ اور جو کوئی غریب ہو تو وہ معقول طور پر کھا لے۔ اور جب تم اُن کے اموال اُن کے سپرد کرو تو گواہ بلا لیا کرو۔ اور اللہ کافی ہے حساب کرنیوالا (سورۃ النساء)

مصرحہ بالا آیت کم عمر لوگوں کے اموال کی نگہداشت کرنا فرض قرار دیتی ہے اور حکم دیتی ہے کہ وہ اُن کو ضائع نہ کریں۔ بلکہ ان کے جوان ہوتے پر اُن کے اموال ان کے سپرد کر دیں۔ جبکہ سرپرست صاحب استطاعت ہو تو اس کو حکم ہے۔ کہ وہ سرپرستی کی خدمات کا کچھ معاوضہ نہ لے لیکن اگر وہ ایک غریب آدمی ہو۔ تو وہ کچھ معاوضہ جو اس کی خدمات کے اور اموال کی مقدار کے مطابق ہو۔ اموال سپرد کرتے پر گواہوں کا بلا لینا بھی بہت مصلحت پر مبنی ہے۔ اس سے وہ جھگڑے اور فساد جو بعد میں پیدا ہو جاتے ہیں رُک جائیں گے۔ لیکن اگر سرپرست ایسا ہوشیار اور چالاک واقع ہوا ہے کہ اس کی چالاکیوں کا پتہ لگانا لوگوں کے لئے مشکل ہے۔ تو اس صورت میں اس کو یہ کہہ کر کفیٰ باللہ حسیباً ڈرا دیا گیا ہے۔ کہ اگر وہ ایسا کرے گا تو خدا جو عالم الغیب ہے اس کو سزا دیگا +

(د) واذا حضر القسمۃ اولوا القربیٰ والیتامیٰ والمساکین فارزقوھم منہ وقولوا لھم قولاً معروفاً (سورۃ النساء)

ترجمہ۔ اور جب تقسیم کے وقت رشتہ دار یتامے اور مساکین جمع ہوں۔ تو ان کو اس میں سے کچھ دیدو۔ اور اُن کو مہربانی کے الفاظ کہو +

(س) ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلماً انما یاکلون فی بطونھم ناراً وسیصلون سعیراً (سورۃ النساء)

ترجمہ۔ جو لوگ یتامیٰ کا مال ظلم سے کھاتے ہیں۔ بیشک وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور وہ جلا دینے والی آگ میں داخل ہوں گے ؟

مندرجہ بالا آیات ظاہر کرتی ہیں۔ کہ یتامے کے اموال میں سے کم کھانا یا اُن کے اموال کو ضائع کر دینے سے کسقدر انسان خدا تعالیٰ کے عتاب کے نیچے آتا ہے اور اسکے لئے موجب تباہی ہے۔ اور کسقدر بڑا جرم ہے

کہ انسان اس معاملہ میں خیانت سے کام لے۔ اس قسم کے احکام کا قرآن مجید میں آنا ضروری تھا۔ تاکہ ظالم اور خائن سرپرستوں کو تنبیہ ہو کہ یتامےٰ کے اموال میں سے کھانا درحقیقت بہت بڑا گناہ اور عیب ہے۔ تاکہ یتامےٰ کے اموال کی کما حقہٗ حفاظت ہو سکے +

باب چودھواں

عورتوں سے سلوک

صنف نازک سے کس طرح سلوک کرنا چاہیئے اِس کے متعلق قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے۔

(الف) والّتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت حتّٰی یتوفٰھن الموت او یجعل اللّٰہ لھن سبیلا (سورہ النساء)

(ترجمہ) اور وہ عورتیں جو کسی بے حیائی کے کام کی مُرتکب ہوں۔ تو ان کے متعلق چار گواہ لاؤ۔ پس اگر گواہی دیں تو اُن کو گھروں کے اندر بند رکھو۔ یہاں تک کہ ان کو موت اُٹھا لے۔ یا اللہ تعالیٰ اُن کیلئے کوئی رستہ کھول دے +

حضرت مولانا محمد علی صاحب مد ظلہ درجہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہُوئے فرماتے ہیں کہ الفاحشۃ کے معنے ہیں۔ کوئی چیز جو صلاحیت کی حدود سے نکل جائے۔ اور اس لفظ کے اندر عورتوں کا بغیر اجازت کے گھروں سے نکل جانا اور ان کا گندی زبان استعمال کرنا داخل ہے۔ اگرچہ اس لفظ کے معنے کبھی کبھی زنا کے بھی آتے ہیں لیکن موقعہ اور سیاق سباق سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں اس کے معنے ہی کسی بد اخلاقی کا ظاہر ہونا ہے نہ کہ زنا کیونکہ یہ زنا کی سزا کسی دوسری جگہ اور بیان کی گئی ہے۔ اور سیاق اس امر کی تائید کرتا ہے کیونکہ اُسکے اندر اسی قسم کی کسی بد اخلاقی کی طرف اشارہ ہے۔ جو زنا نہیں ہے۔ اور اس لئے سزا کی نوعیت بھی تقریباً غیر متعین سی ہے۔ اور اس لئے کہ علاوہ زنا کے کسی دوسری بد اخلاقی کے متعلق سزا کا متعین کرنا درست نہیں ہو سکتا کیونکہ جس قسم کی بد اخلاقی ہو گی اسی قسم کی سزا بھی ہو گی۔ سزا بد اخلاقی کی نوعیت پر منحصر ہے۔ اب یہاں جس سزا کا ذکر ہے وہ عورتوں کی آزادی کو بند کرنا ہے۔ تاکہ وہ اپنے گھروں سے باہر آزادانہ نہ نکل سکیں اگر وہ اصلاح کریں تو اللہ تعالےٰ اُن پر یہ رستہ کھول دیتا ہے اور اپنی آزادی واپس لے سکتی ہیں لیکن اگر وہ اصلاح نہ کریں تو پھر اُنکی پابندی کو اُن کی موت کے وقت تک جاری رکھنا چاہیئے۔

(ب) والذان یاتینھا منکم فاذوھما فان تابا واصلحا فاعرضوا عنھما ان اللّٰہ

کان توابا رحیما ۰ (سورۃ النساء)

ترجمہ اور جو دو کس بد اخلاقی کے مرتکب ہوں تم میں سے تو دونوں کو ہلکی سزا دو۔ اگر وہ توبہ کریں اور صلاح کر لیں تو ان سے اعراض کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کا قبول کرنیوالا اور رحیم ہے۔ یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ دونوں مرد اور عورت اور سزا کی نوعیت کو غیر متعین چھوڑ دیا گیا ہے۔ کہ جیسی بد اخلاقی ہو۔ اسی قسم کی سزا دی جائے ÷

(ج) یاایھا الذین آمنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما آتیتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وعاشروھن بالمعروف ج فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا ۰ (سورۃ النساء)

ترجمہ۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لاتے ہو۔ تمہارے لئے جائز نہیں۔ کہ تم عورتوں کو بغیر انکی مرضی کے اپنے ورثہ میں لو۔ اور اُن کو اس لئے نہ روک رکھو۔ کہ تم نے جو کچھ دیا ہے۔ اسمیں سے کچھ لیلو۔ جب تک کہ وہ کسی ظاہری بد اخلاقی کی مرتکب نہ ہوں۔ اور ان سے محبت اور مہربانی کا سلوک کرو۔ پھر اگر تم اُن سے نفرت کرتے ہو۔ تو ممکن ہے کہ تم ایک ایسی چیز سے نفرت کرو جسمیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بہت بھلائی رکھی ہے ÷

(د) ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم من النساء الا ما قد سلف۔ انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا (سورۃ النساء)

اور ان عورتوں سے شادی مت کرو۔ جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا۔ سوائے اسکے جو کہ گذر چکا۔ یہ درحقیقت بے حیائی کی بات ہے۔ اور قابل نفرت ہے۔ اور یہ ایک بُرا طریق ہے ÷

اگر یہ مندرجہ بالا دو آیتوں پر نظر تنقید ڈالیں۔ تو اُن سے مندرجہ ذیل قوانین مستنفیط ہوتے ہیں ÷

(۱) مرحوم آدمی کی بیوہ کو ورثہ میں لینے کا رواج جو ایام جاہلیت میں پایا جاتا تھا اس کا قلع قمع

(۲) وارث کا حق نہیں۔ کہ وہ بیوہ عورتوں کو مہر سے محروم رکھے۔ جب تک کہ وہ عورتیں خاوند سے طلاق حاصل نہ کر لیں۔ اور اُن سے کوئی ایسا جرم صادر نہ ہو۔ جس سے خاوند ناراض ہو کر اُنکو چھوڑ دے

پس جس صورت میں قصور عورت کا ہو تو اس سے مہر سارے کا سارا یا اس کا کچھ حصہ واپس لے لینا درست ہے
(۳) متوفی کے ورثاء کو حکم ہے کہ وہ بیوہ عورتوں سے حسن سلوک کا معاملہ کریں۔ اور ان کی حقارت نہ کریں
اب اس کے بعد دوسری آیات قرآن مجید کا ملاحظہ فرمائیے :۔

(۱) وان اردتم استبدال زوج مکان زوج و اتیتم احداھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً۔ اتاخذونہ بھتانا و اثما مبینا۔

ترجمہ۔ اور اگر تم میں سے کوئی ایک بیوی کی بجائے دوسری بیوی کرنا چاہے۔ اور ان دونوں میں سے ایک کو تم نے سونے کا ایک ڈھیر دیا ہو۔ تم اسمیں سے کچھ بھی نہ لو۔ کیا تم واپس لوگے۔ اس عورت کو بہتان دیکر اور اس کو کھلا کھلا نقصان پہنچا کر +

(۲) وکیف تاخذونہ وقد افضی بعضکم الی بعض و اخذن منکم میثاقا غلیظا +

ترجمہ۔ اور کیونکر لوگے تم اس کو جبکہ تم میں سے بعض ملے ہیں طرف بعض کی۔ اور لیا انھوں نے ایک مضبوط عہد +

دونوں مندرجہ بالا آیات ایک دوسری برائی کا علاج ہیں۔ جو ایام جاہلیت میں عام طور پر پائی جاتی تھی۔ اور وہ یہ تھی۔ کہ اگر کوئی شادی شدہ آدمی کسی دوسری عورت سے شادی کرتا تھا۔ تو وہ اپنی پہلی بیوی کو سخت بدچلنی کا الزام دیتا تھا۔ اور اس طرح سے ایک بڑی بھاری رقم ادا کر کے طلاق لینے پر اس کو مجبور کر دیا جاتا تھا۔ تو یہ امر شادی کے عہد کا توڑنا ہے۔ اور قرآن مجید نے صحیح طور پر اس سے روک دیا۔ یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ قرآن مجید نے عورتوں کی نیک نامی اور انکی شہرت پر بڑا زور دیا ہے۔ مثلاً قرآن میں وارد ہے :۔

(۳) والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمنین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا و اولئک ھم الفاسقون
(سورۂ نور)

ترجمہ۔ اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر الزام لگاتے ہیں۔ اور پھر چار گواہ نہیں لاتے۔ تو ان کو اسی درے لگاؤ۔ اور پھر کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو۔ اور یہی لوگ فاسق ہیں +

یہاں جس الزام کا ذکر ہے۔ وہ غیر شادی شدہ عورتوں کے متعلق ہے۔ اور یہاں اسکی سزا تجویز کیگئی ہے۔ دوسرا

اور جو کافی سخت ہے۔ مندرجہ ذیل دو آیات کے اندر اس الزام کا ذکر ہے جو خاوند بیوی پر اور بیوی خاوند پر لگائے +

(ص) والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم فشھادۃ احدھم اربع شھادات باللہ انہ لمن الصادقین (سورہ نور)

(ص) والخامسۃ ان لعنت اللہ علیہ ان کان من الکاذبین (سورہ نور)

(ط) ویدرؤ عنھا العذاب ان تشھد اربع شھادات باللہ انہ لمن الکاذبین +

(ط) والخامسۃ ان غضب اللہ علیھا ان کان من الصادقین (سورہ نور)

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں۔ اور ان کے پاس سوائے اپنے نفسوں کے اور کوئی گواہ نہیں۔ تو ان میں ایک کی گواہی چار دفعہ لینی چاہیئے۔ اور خدا کی قسم کھائے کہ وہ درحقیقت راستی پر ہے +

اور پانچویں دفعہ اگر وہ کاذبین میں سے ہے۔ تو خدا کی لعنت اس پر ہو۔ اور یہ سزا اس عورت سے ہٹا دیگا اگر وہ چار دفعہ تصدیق کرے۔ اور خدا کو گواہ ٹھہرائے کہ (اس کا خاوند) یقیناً کاذبین میں سے ہے +

اور پانچویں دفعہ یہ کہ اگر وہ مرد سچا ہے۔ تو پھر خدا کا غضب اس (اُس عورت) پر ہو +

ص سے لے کر ط تک ان حالتوں کا ذکر ہے۔ جن میں میاں بیوی پر یا بیوی اپنے میاں پر الزام لگائے لیکن وہ کوئی ثبوت پیش نہ کر سکیں۔ ایسی حالت میں طلاق وارد ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ان میں سے کوئی بھی ایک ایسے الزام پر قابل سزا نہیں جو کہ ایک دوسرے کی قسم پر منحصر ہے۔ اس امر کے ساتھ ہی یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ اگر خاوند اپنی بیوی پر بد اخلاقی کا الزام لگائے۔ تو بیوی طلاق کی بذریعہ نالش مدعی ہو سکتی ہے لیکن محض لعنت کرنا۔ یا محض الزام لگانا طلاق کا موجب نہیں ہو سکتا (دیکھو مُلّا۔ اسلامی قوانین صفحہ ۱۸۰) +

(ع) الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم ط فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ ط والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن

فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ط ان اللہ کان علیا کبیرا (سورۃ النساء)

ترجمہ۔ مرد عورتوں کے گذارہ دینے والے ہیں بسبب اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے۔ اور بسبب اس امر کے کہ وہ مرد اپنے مالوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔ نیک عورتیں فرمانبردار ہیں غیب کی حفاظت کرنیوالی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت کی ہے۔ کہ جن کی بدمزاجی کا تمہیں خوف ہو۔ ان کو نصیحت کرو ساتھ ان کی خوابگاہوں میں اُن کو الگ چھوڑ دو۔ اور اُن کو مارو۔ تب اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں۔ تو ان کے خلاف کوئی سبیل تلاش نہ کرو یقیناً اللہ بہت بڑا اور بہت بزرگ ہے +

یہ آیت عموماً اس امر کے ثبوت کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے مردوں کو عورتوں پر اختیارات اور حقوق دے کر صنف نازک کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب نے جو اس کی تشریح کی ہے۔ وہ حسب ذیل ہے :۔

قوام کے معنے ہیں اُس (مرد) نے عورت کو گذارہ دیا یا پرورش کی۔ اور اس کے امور و معاملات کا بخوبی انتظام کیا۔ اس لئے مرد کو عورت کا قوام یا اُس کا پرورش کنندہ بتایا گیا ہے۔ اسی طرح اس کے معنے ہیں۔ کہ اس مرد نے یتیم یا بچے کی پرورش کی۔ اس لئے مردوں کے متعلق جو کہا گیا ہے الرجال قوامون علی النساء اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ مرد عورتوں کے گذارہ دینے والے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ فضل اللہ بعضھم علی بعض یعنے بعض کو بعض پر اللہ نے فضیلت دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مرد عورتوں سے جسمانی قویٰ میں فوقیت رکھتے ہیں۔ اور عورتیں مردوں پر خوبصورتی اور نزاکت میں فوقیت رکھتی ہیں +

قانتات میں جو فرمانبرداری کا ذکر ہے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے +

حٰفظٰت للغیب کے معنے ہیں خاوند کے حقوق کی نگہداشت کرنا۔ ایک نیک عورت کی دو صفات یہاں بیان کی گئی ہیں۔ اسکی پاکدامنی یعنی خدا کے حکم کی فرمانبرداری۔ اور اپنے خاوند کی طاعت +

جو علاج یہاں عورت کی بدمزاجی کا بیان کیا گیا ہے۔ تین صورتوں پر مشتمل ہے۔ پہلے تو اس کو صرف نصیحت کرنی چاہئے۔ اگر وہ رُک جائے تو خیر۔ ورنہ اگر پھر بھی اس طریق بد پر اصرار کرے۔ تو پھر اسکی خوابگاہ سے الگ رہنے کا حکم دیا ہے۔ اگر پھر بھی اصلاح نظر نہ آئے۔ تو پھر مارنا کا حکم سب سے آخری مرحلہ ہے

اس آخری تجویز کے متعلق دو چیزوں کو یاد رکھنا چاہئے اول تو محض اجازت ہے۔ اور آنحضرت صلعم
کی احادیث اس پر روشنی ڈالتی ہیں۔ کہ اگرچہ اس کی اجازت تو ہے لیکن عملی رنگ میں اس کو
شاذ و نادر ہی لایا گیا تھا۔ اسطرح امام فخر الدین رازی کی روایت ہے۔ کہ رسول کریم کے پاس چند
عورتیں آئیں۔ اور انھوں نے اپنے خاوندوں کے برے سلوک کی شکایت کی۔ تو اس پر آنحضرت صلعم
نے فرمایا "کہ تم ان لوگوں کو اپنے اندر بہترین اشخاص نہیں پاؤ گے"۔ شافعی کے قول کے مطابق
زیادہ مستحسن یہی امر ہے۔ کہ عورت کی سزا کی طرف مائل نہیں ہونا چاہیئے۔ درحقیقت چونکہ قرآن کریم کے
احکام میں بہت وسعت ہے۔ یہ رسول کریم کا اسوہ حسنہ اور آپکے ارشادات جن میں آپنے عورتوں سے
ساتھ حسن سلوک کا بار بار ارشاد فرمایا ہے۔ جتنے کہ مرد کا عورت کے ساتھ نیک سلوک کرنا ہی
آپنے انسان کی نیکی کا معیار قرار دیا ہے۔ خیرکم خیرکم لاھلہ (تم میں سے اچھا شخص وہ ہے جو
اپنے اہل سے اچھا سلوک کرتا ہے) تو اس سے ظاہر ہے۔ کہ یہ اجازت محض ان ذکور و اناث کے طبقہ کے
بارہ میں ہے۔ جو کہ سوسائٹی کے ادنٰے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ اجازت بلا تمیز
قابل عملدرآمد نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کی احادیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جب
انتہائی حالات کی صورت میں سزا کیلئے انسان مجبور ہو تو یہ سزا نہایت ہلکی قسم کی ہونی چاہیئے۔ اور
بعض مفسرین نے تو یہاں تک لکھا ہے۔ کہ اس کیلئے مسواک یا اس قسم کی کوئی چیز استعمال کی جا سکتی
ہے۔ (قرآن کریم مولانا محمد علی صاحب)

اس ضمن میں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ خاوند اپنی بیوی کی سزا دہی کے متعلق جو انگریزی قانون
ہے اس کو بیان کر دیا جائے۔ بلیک سٹون یوں رقمطراز ہے:۔

خاوند کو بھی پُرانے قانون کے مطابق اپنی بیوی کی اصلاح ضروری ہے۔ کیونکہ وہ اُس (عورت)
کی بد اخلاقی کا ذمہ وار ہے۔ قانون نے یہ مناسب سمجھا کہ خاوند کو وہ اختیارات دیئے جائیں جن سے
وہ عورت کو سزا دے سکے لیکن سزا کی نوعیت اور کمیت حد اعتدال سے نہیں بڑھنی چاہیئے
اور وہ اس قدر ہونی چاہیئے۔ جسقدر کہ مرد کو اپنے شاگردوں یا بچوں کی اصلاح کے لئے ضروری
ہوتی ہے۔ خاوند کو عورت کی اصلاح کا اختیار دیا گیا ہے۔ حدود اعتدال سے گذرنے کی اجازت دیگئی
تھی۔ اور خاوند کو حق نہیں تھا۔ کہ وہ اپنی بیوی پر کوئی سختی یا تشدد روا رکھے۔ سول لانے خاوند کو
In civil law.

اسی قسم کی یا کسی قدر اس سے زیادہ اختیارات بیوی پر رکھتے تھے۔ اور اُس کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ بیوی کو سزا دے
یا کسی شے سے محروم کر سکتا ہے۔ لیکن چارلس ثانی کے زمانہ عہد میں بیوی کی اصلاح کے متعلق خاوند کے
یہ اختیارات بہت کچھ قابل اعتراض سمجھے جانے لگے۔ اور میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے
امن اور محبت کے ضامن قرار دیئے گئے۔ لیکن عوام الناس کا ادنےٰ طبقہ جو کہ پرانے انگریزی
کامن لا کے پابند رہنے کے شوقین تھے۔ وہ ابھی تک اپنے پرانے حقوق کو ہی قائم رکھنا چاہتے
ہیں۔ اور عورت کی بد خلقی پر عدالتیں اب تک خاوند کو اسکی بیوی کی آزادی سلب کرنے کا اختیار دیتی ہیں
اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں بربریت پسند لوگوں کو اس
قسم کی سزا کی اجازت ضروری سمجھی گئی تھی +

آج کل جیسا کہ انگلستان میں ہم دیکھتے ہیں۔ اور یہی حال تمام اسلامی ممالک کا ہے سزا دینے کا
رواج اور مردوں کے اس قسم کے اختیارات اب معدوم ہو چکے ہیں۔ اور ان پر عمل درآمد مفقود ہو چکا ہے۔

باب پندرھواں

اسلام میں شادی

شادی کے مسئلہ کے متعلّق قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

(الف) حُرِّمت علیکم اُمّھٰتکم و بنٰتکم واخوٰتکم و عمّٰتکم و خٰلٰتکم
و بنٰت الاخ و بنٰت الاخت و امّھٰتکم التی ارضعنکم و اخوٰتکم من الرضاعۃ
و امّھٰت نسائکم و ربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی
دخلتم بھن۔ فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم و حلائل
ابنائکم الذین من اصلابکم و ان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف۔
ان اللہ کان غفوراً رحیماً (سورۃ النساء)

ترجمہ۔ حرام ہیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور خالائیں
اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے۔ اور تمہاری سوتیلی بہنیں
اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری سوتیلی بیٹیاں جو تمہاری زیر نگرانی ہیں۔ اور ان عورتوں سے
پیدا ہوئی ہیں جن پر تم داخل ہو چکے ہو لیکن اگر تم ان پر داخل نہیں ہوئے تو ان سے شادی کر سکتے ہیں

[illegible] Law. Blackstone Commentaries on the Laws of England Vol I P-444

کوئی حرج نہیں۔ اور حرام ہیں تم پر تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہارے بیٹوں سے ہیں۔ اور یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو اکٹھا کرو۔ سوائے اس کے جو پہلے گذر چکا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے (انتہیٰ)

اسلام کے آنے سے پیشتر عربوں کے اندر جن رشتہ داروں میں شادی کی ممانعت تھی۔ وہ حلقہ بہت ہی محدود تھا۔ اور بعض لوگ تو اپنی بہنوں اور اپنی بیٹیوں سے بھی شادی کر لیتے تھے۔ یہ کس قدر بیہودہ اور قابل شرم امر تھا لیکن قرآن مجید نے شادی کے متعلق مفصل ضابطہ قائم کر دیا۔ اور بڑی تصریح سے احکام صادر فرمائیے۔ کہ کن رشتہ داروں سے شادی جائز ہے اور کن سے ناجائز۔

(ب) والمحصنٰت من النساء الا ما ملکت ایمانکم کتٰب اللہ علیکم واحل لکم ما وراء ذٰلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم بہ منھن فاٰتوھن اجورھن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ ان اللہ کان علیماً حکیماً (سورۃ النساء)

ترجمہ۔ اور تمام شادی شدہ عورتیں سوائے ان کے جن کے مالک ہوئے ہیں تمہارے دہنے ہاتھ یہ اللہ کا حکم ہے تمہارے لئے۔ اور اس کے علاوہ تمام عورتیں تم کو جائز ہیں بشرطیکہ تم اُن کو اپنے مالوں کے ساتھ حاصل کرو۔ شادی میں لیتے ہوئے نہ کہ زنا کرتے ہوئے۔ تب وہ عورتیں جن کو تم شادی کر کے فائدہ پہنچاتے ہو۔ ان کو ان کے مہر دو جو کہ مقرر کئے ہیں اور تم پر کوئی الزام نہیں اس امر کے متعلق جو طرفین میں مسلم ہو جائے۔ بعد اس کے کہ مہر مقرر کیا گیا ہے۔ یقیناً اللہ جاننے والا حکمت والا ہے +

مندرجہ بالا آیت اُن عورتوں سے شادی کرنے کو روکتی ہے۔ جو پہلے ہی مسلمانوں سے شادی شدہ ہیں۔ اس ملحوظہ آیت کا الا ما ملکت ایمانکم سے مُراد وہ عورتیں ہیں۔ جو جنگوں میں مقید ہو کر آتی ہیں۔ قرآن مجید ایسی عورتوں سے شادی کی اجازت دیتا ہے۔ خواہ وہ گرفتاری کے وقت شادی شدہ ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ اسلام بت پرست عورتوں سے شادی منع کرتا ہے۔ ولا تنکحوا المشرکٰت الخ

(ج) ومن لم یستطع منکم طولاً ان ینکح المحصنٰت المومنٰت فمن ما ملکت ایمانکم من فتیٰتکم المومنٰت۔ واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض فانکحوھن باذن اھلھن

وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ۚ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۚ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ سورہ النساء

ترجمہ۔ اور جو کوئی تم میں سے طاقت نہیں رکھتا۔ کہ وہ آزاد مومنہ عورتوں سے شادی کر سکیں۔ تو وہ ان عورتوں سے شادی کریں جن کے مالک ہونے میں تمہارے داہنے ہاتھ اور مومنہ عورتوں میں سے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم ایک دوسرے میں سے پیدا ہوئے ہو۔ پس اُن کو نکاح میں لاؤ۔ اُن کے اہل کی اجازت کے ساتھ اور ان کے حقوق ان کو انصاف سے دیدو۔ وہ پاکدامن ہوں زناکار نہ ہوں۔ اور نہ چھپی دوستی والی ہوں۔ اور جب وہ نکاح میں آجائیں۔ پھر اگر وہ کسی بد چلنی کی مرتکب ہوں۔ تو ان کو آزاد عورتوں کی نسبت نصف سزا دی جائیگی۔ یہ اس کیلئے ہے جس کو برائی میں پڑنے کا اندیشہ ہو۔ اور اگر تم صبر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے +

مندرجہ بالا آیات قرآنی سے مندرجہ ذیل نتائج مستنبط کئے جا سکتے ہیں :۔

(۱) جو عورتیں جنگوں میں گرفتار ہو کر آئیں اُن سے اگر وہ مسلمان ہو جائیں شادی کی جا سکتی ہیں لیکن اس صورت میں جبکہ آدمی غریب ہو۔ اور آزاد عورت کو نکاح میں لانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔

(۲) اگر ایسی عورتیں دوسروں کے قبضہ میں ہوں تو مالکوں کی اجازت ضروری ہے +

(۳) ایسی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا نیز مہر دینا ضروری ہے +

(۴) ایسی عورتوں کو لونڈیاں بنا لینا منع ہے۔ کیونکہ بغیر نکاح کے ان سے تعلقات زوجیت رکھنا زنا کے مترادف ہوگا۔ اور یہ اس آیت بالا کی رو سے کھلا کھلا حرام ہے +

اس آیت سے وہ الزام جو اسلام کے خلاف لگایا جاتا ہے۔ کہ یہ مذہب لونڈیوں کو بغیر نکاح کے رکھنے کی اجازت دیتا ہے ہباءً منثورا ہو جاتا ہے +

الفاظ محصنت غیر مسٰفحت ولا متخذات اخدان سے بڑھ کر اور کیا الفاظ ہونگے علاوہ ازیں فصل چہارم دوسری آیات قرآنی درج کرتے ہیں جن سے نہایت صفائی کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اسلام میں لونڈی رکھنے کی ممانعت ہے +

(ا) وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنیهم الله من فضله والله واسع علیم (سورہ نور)

ترجمہ۔ اور نکاح کرو۔ اپنے میں سے رانڈوں کو اور لائق کو اپنے غلاموں میں سے اور اپنی لونڈیوں میں سے اور اگر وہ محتاج ہیں اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اور اللہ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے +

(ب) ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحاً حتیٰ یغنیهم الله من فضله والذین یبتغون الکتٰب مما ملکت ایمانکم فکاتبوهم ان علمتم فیهم خیراً و اٰتوهم من مال الله الذی اٰتٰکم الخ (سورہ نور)

ترجمہ۔ اور چاہیے کہ جنکو نکاح کی مقدرت نہیں آتی وہ پاکدامنی کریں۔ یہانتک کہ اللہ انکو اپنے فضل سے غنی کر دے ....
اور اپنی غلام عورتوں کو بدکاری پر مت مجبور کرو اگر وہ پاک رہنا چاہیں۔ تاکہ تم دنیا کی زندگی کا اسباب چاہو۔ (سورہ نور) سورۂ نساء ۲۵ ویں آیت کی طرف پھر ہم توجہ منعطف کرتے ہیں جس کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کا باقیماندہ فائدہ تحریر کرتے ہیں۔ اگر ایسی عورتیں کسی بداخلاقی کی مرتکب ہوں تو ان کو آزاد عورتوں کی سزا سے نصف سزا دی جانی چاہیئے۔ اسکی یہ وجہ ہے کہ اُن کا قید ہونا اور حالت گرفتاری ہی اسکے لئے کافی سزا ہے اور اس سبب سے قانون کی پوری پوری سزا ان پر عائد نہیں کی جا سکتی +

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد نامہ عتیق کے اندر

از قلم پروفیسر عبدالاحد داؤد صاحب بی۔ ڈی

ہم نے دانیال پیغمبر کے مکاشفات کا ذکر کیا تھا۔ ہم نے بیان کیا تھا کہ وہ چار درندے جن میں سے پہلے بعد دیگرے آنیوالی چار سلطنتیں تھیں۔ وہ درحقیقت جہالت اور جاہلیت کی چار طاقتیں تھیں۔ جنہوں نے یہودیوں پر اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ابتدائی کلیسیہ پر جو پرستاران توحید تھے ظلم و ستم ڈھائے تھے۔ ہم نے کہا تھا کہ وہ طاقتیں فی الحقیقت کفر کی طاقتیں تھیں اور استعارۃً [illegible] سے تشبیہ دی گئی تھی۔ پھر ہم نے بیان کیا تھا کہ گیارھواں سینگ جس کی آنکھیں اور منہ تھا
[illegible]

اسے خدا سے بزرگ کی بجز کفریت نجاست ناپاک الفاظ استعمال کرتا تھا۔ وہ خدا کے رو برو سے نبرد آزمائی کر کے غالب ہو چکا تھا۔ اس نے معاہدہ کو جھٹلا دیا تھا۔ اور شریعت و قوانین الہیہ کے اندر تغیر پیدا کر دیئے تھے۔ وہ در حقیقت قسطنطین اعظم کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا جس نے ۳۲۵ء میں اپنے شاہی فرمان کے ذریعہ سے نائسین جنرل کونسل کے فیصلہ جات اور اعتقادات کا اعلان کیا تھا

آج کی اشاعت میں ہم شکستہ دل کے ساتھ اس عظیم الشان برنا شا یا بالفاظ دیگر اس فرزند انسان کے حالات کے متعلق تفحص کرنا چاہتے ہیں۔ جو بادلوں کے اوپر خدا سے بزرگ و برتر کے حضور میں آتا ہے۔ جس کو دائمی سلطنت کا مالک ہونے کا اعزاز بخشا گیا۔ اور جس کا کارنامہ اس خطرناک "سینگ" کو تباہ و برباد کرنا بیان کیا گیا ہے۔ آؤ ہم دیکھیں کہ "برنا شا" والی بات کس کے وجود میں ظاہر ہوتی ہے۔

پیشتر اس کے کہ ہم اس بات کی تفتیش کریں کہ وہ برنا شا یا فرزند انسان کون ہے۔ ہمیں مندرجہ ذیل امور و مشاہدات کا مطالعہ کرنا از بس ضروری ہے +

(الف) جیسا کہ وہ عبرانی پیغمبر یہ پیشگوئی کرتا ہے کہ روئے زمین کے تمام لوگ اور دنیا کی تمام قومیں اور خدائے عظیم کی اولیاء کے متبعین یعنی بادشاہ کی خدمت پر کمر بستہ ہونگی۔ تو ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ان اقوام سے اس کی مراد وہ اقوام ہیں جن کا ذکر پیدائش باب ۱۰۔ آیات ۱۸۔ ۲۱ میں مذکور ہے۔ اور انگریزی فرانسیسی یا دوسری یورپی اقوام اس میں شامل ہیں +

(ب) بالفاظ دیگر خدائے عظیم کے اولیاء کے متبعین سے مراد اولاً یہود اور پھر عیسائی لوگ ہیں۔ جو کہ خدا کی توحید مطلق کے قائل تھے۔ اور جو کہ برنا شا کے ظہور کے وقت تک توحید کے لئے نبرد آزمائی کرتے اور قسم قسم کی تکالیف کا نشانہ بنتے رہے +

(ج) اس سینگ کی تباہی کے بعد وہ اقوام جو کہ اولیاء خدا کی خدمت پر کمر بستہ ہونگے وہ مجملاً یونانیوں اور رومیوں کے علاوہ اور سینکڑوں اقوام ہیں۔ اور یہی وہ چار اقوام ہیں جن کو چار حیوانوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جنہوں نے ارض مقدس پر حملہ کر کے اس کو تاخت و تاراج کر ڈالا تھا +

بحر شیا ملک سے لیکر چین کی دیواروں تک تمام مختلف اقوام نے کیا مسلمان ہونے کی حیثیت میں اور کیا غیر مسلم ہونے کی حالت میں مسلمانوں کی خدمت کی ہے اور مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہیں جو کہ خدا کی توحید پیدا
[illegible]

پورا یقین رکھتے ہیں ۔

(د) اس بات کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بعض اوقات اپنے سچے دین کے دشمنوں کو اپنے بندوں پر ظلم آرائیاں کرنے کے مواقع جو دیتا ہے۔ وہ دو وجوہات پر مبنی ہوتی ہیں پہلی وجہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو اُن کی سستی اور کاہلی اور اُن کے اعمال بد کی سزا دینا چاہتا ہے، دوسری یہ کہ وہ ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ کہ اس کا قانون اور شریعت اور اس کا مذہب باوجود دشمنوں کی ان ظلم آرائیوں کے پھر بھی زندہ اور قائم رہ سکتا ہے۔ اور اس طرح سے وہ منکرین یا کفار کو موقعہ دیتا ہے۔ کہ وہ جہاں تک ہو سکے اپنا پورا زور خرچ کر لیں۔ اور جتنے ان کے امکان اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کر لیں پھر خداوند تعالیٰ عین اس موقعہ پر جبکہ وہ دیکھتا ہے۔ کہ اب وقت ہے۔ کہ اس کے پرستاروں کو بچایا جائے۔ اپنی امداد کے فرشتے بھیجتا ہے۔ درحقیقت وہ وقت سخت خطرناک اور سخت نازک تھا جبکہ صلح کے دنوں میں اتحادیوں کی فوجیں قسطنطنیہ میں تھیں۔ یونانیوں اور اُن کے رفقا نے بڑی بڑی تیاریاں کی ہوئی تھیں۔ کہ کسی طرح صوفیہ کی عظیم الشان مسجد ان کے ہاتھ لگ جائے قسطنطنیہ کا یونانی پاپائے اعظم اپنے ساتھ قدیمی پاپا جبّہ جس میں جواہرات ٹکے ہوئے تھے لے کر لندن میں آرچ بشپ کنٹربری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کیونکہ مؤخر الذکر حضرت قسطنطنیہ کو اور سینٹ صوفیہ کی عظیم الشان سر بفلک قصر کو ترکوں سے لے کر یونانیوں کو دینے کے بڑے متمنی تھے معراج کی رات کو صوفیہ کی مقدس مسجد مومنین مخلصین کے اجتماع سے پُر ہو گئی۔ اور وہ صبح تک حضرت احدیت پناہ کی جناب میں دست بدعا رہے کہ خدایا ترکی کو اور بالخصوص اس مقدس مکان کو ان لوگوں کے پنجہ سے بچا لے۔ جو اس کو پھر ناپاک بتوں اور تصویروں سے بھر دینگے۔ اس پاپائے جبّہ کے متعلق میں نے ایک مضمون ایک ترکی جریدہ احتشام میں شائع کیا تھا جس میں اس امر پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ کہ یونانی عیسائیوں اور پروٹسٹنٹ مذہب کے انگریز عیسائیوں کے درمیان کیا مذہبی اختلافات ہیں۔ میں نے اس مضمون میں ظاہر کیا تھا۔ کہ یہ جبّہ جو بشپ آف کنٹربری کی نذر کیا گیا ہے۔ یہ درحقیقت اس بات کی دلیل نہ تھا۔ کہ بشپ موصوف کا مذہبی حیثیت میں کوئی درجہ تسلیم کیا گیا ہے اور یہ کہ ان دونوں کلیساؤں میں کبھی اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا جب تک دونوں میں ایک ایک معتقدات کو متحد نہ کرے۔ میں نے اس بات کی طرف بھی اس مضمون میں اشارہ کیا تھا کہ

مُحبہ مذکور درحقیقت سیاسی مصالح کی بنا پر دیا گیا تھا۔ اور ایسا کرنے میں یونانیوں کو ذاتی اغراض کا مفاد مدِ نظر تھا۔ اُس مضمون کے آخری الفاظ حسب ذیل تھے: "سب کچھ اس مُحبہ کی مجاز نمائی پر منحصر ہے جو نتیجہ نکلا۔ وہ اس قدر مشہور و معروف ہے۔ کہ بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی محض یہ کہدینا ہی کافی ہے۔ کہ جناب پاپائے انگلستان نے داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اور وہ خدا کے بزرگ و برتر جس نے کہ ترناشا کو اس سینگ کو تباہ کرنے کے لئے اور مشرق سے رُوم کی قوم کو نکال دینے کے لئے بھیجا۔ اس نے مصطفٰے کمال پاشا کو بچالیا۔ اور اسلام کی لاج رکھ لی +

(۳) یہ بات قابل غور ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے پیشتر یہودی خدا کی برگزیدہ قوم تھی۔ مسلمانوں کی نظروں میں نہ تو یہودی اور نہ ہی عیسائی لوگوں کو خدائے بزرگ و برتر کے متبعین کہلانے کا حق حاصل ہے۔ کیونکہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے۔ اور عیسائی چونکہ ان کو خدا بناتے ہیں اس لئے وہ بھی صحیح مسلک پر گامزن نہیں علاوہ ازیں اس سے بڑی وجہ جو اُن کو خدائے بزرگ کے نیکو کاروں میں شامل ہونے سے روکتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ان دونوں نے ہی اس عظیم الشان نبی کا انکار کیا ہے۔ جو کہ خاتم الانبیا ہے۔ اور جس کے آنے کے ساتھ پیغمبروں کا سلسلہ انتہا کو پہنچ گیا ہے +

اب ہم یہ امر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ برناشا یا بہ الفاظ دیگر وہ "فرزند انسان" جس کو طاغوتی طاقتوں کو ملیا میٹ کرنے کی طاقت عطا کی گئی تھی۔ وہ سوائے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وہ نفس پاک ہے۔ کہ اس کے نام کے معنے ہی ہیں "تعریف کیا گیا" صلی اللہ علیہ وسلم +

اگر کوئی کسی اور شخص کو پیش کرے۔ اور خدا کے اس نبی کو اس عظیم الشان اور اس بے نظیر منصب اور شان سے محروم کرنے کی کوشش بے سُود کرے۔ جو خدا کی طرف سے اس کو بجا طور پر ملا ہے۔ ایسا شخص درحقیقت اپنے ہی عقل و فہم کا خاکہ اڑائیگا۔ اور اس کے لئے ہمارے پاس مندرجہ ذیل دلائل ہیں +

(۱) ہم جانتے ہیں۔ کہ نہ تو یہودیوں کے ہاں اور نہ عیسائیوں کے ہاں ان کے مذہب کا کوئی خاص نام ہے "یہودیت" یا "عیسائیت" یہ وہ الفاظ ہیں۔ کہ جن ان باتوں سے تجویز نہیں کئے۔ اور نہ بائبل کی کتب میں اُن کے مذہب کے یہ نام ہیں۔ اس حقیقت کو خوب یاد رکھو کہ مذہب کے حقیقت

سچا مذہب ہے۔ وہ اس شخص کے نام پر نہیں ہوتا چاہیئے۔ جوکہ وہ مذہب لایا۔ کیونکہ سچے مذہب کا اصل بانی
خود خداتعالیٰ ہوتا ہے۔ اور کوئی نبی یا رسول نہیں ہوتا۔ اب وہ خاص نام جو ان خزانوں کو جو حضرت
محمد رسول اللہ [illegible] وسلم خدا کی طرف سے لانے دیا گیا ہے۔ وہ اسلام ہے
جس کے معنے [illegible] اس کے بندوں سے صلح اور محبت +

"محمدیت" یا "محمدی ازم" یہ اسلام کا اصل نام نہیں ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلعم حضرت ابراہیم علیہ السلام
اور دوسرے انبیاء کی مانند خود مسلم تھے اور محمدی نہیں تھے۔ "جوڈے ازم"[51] کے معنے ہیں جوڈا کا مذہب
لیکن جوڈا کیا تھا۔ ظاہر ہے۔ کہ وہ جوڈے اسٹ نہیں تھا۔ اور اس طرح یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ کیا
کرائسٹ کرسچین تھا۔ ظاہر ہے۔ کہ ایسا نہیں تو پھر کوئی بتائے کہ ان دو مختلف مذاہب کے نام
کیا تھے؟ حقیقت یہ ہے۔ کہ کوئی نام نہیں ہے +

پھر اس سے بھی بڑھکر لطف کی یہ بات ہے۔ کہ لاطینی لفظ "ریلیجن"[52] کے معنے ہیں "دیوتاؤں
کا خوف" آداب اس لفظ کے معنے ہیں [illegible] کوئی ایک طریقہ اعتقادات یا عبادات کا۔ اب بتائیے کہ
بائیبل کے اندر ریلیجن کے مقابلہ کا کیا لفظ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اپنے مذہب کو کن الفاظ سے تعبیر کرتے تھے۔ بیشک بائیبل اور اس کے مصنفین اس لفظ کا
کہیں استعمال نہیں کرتے +

اب دانیال نبی کے مکاشفہ کے اندر کتب سماوی کی اصطلاح میں وہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ جو
قرآن مجید نے بار بار اسلام پر عاید کیا ہے۔ یعنے دینا (Dina) اور قرآن مجید میں لفظ
دین ہے جس کے معنے ہیں "فیصلہ"۔ یا "جزا و سزا"۔ خدا اپنی "کرسی" پر متمکن ہو کر "دیانہ" یا جج ہے
آؤ ذرا اس روحانی عدالت گاہ کی کیفیت پڑھیں۔ اور وہ یوم ہے "عدالتیں قائم کی گئی ہیں کتابیں
کھولی گئی ہیں۔ اور دینا (Dina) یعنے "انصاف دیا جا رہا ہے"۔ کتابوں سے مراد یہاں
لوح محفوظ جس میں خدائے بزرگ کے احکام ثبت ہیں۔ جن سے قرآن بتوسط جبرئیل حضرت پیغمبر خدا پر
وحی کیا گیا نیز اس سے مراد ہر ایک شخص کے اعمال نامے ہیں۔ انہی لوح محفوظ کے اندر منضبط ہو انہیں
سے واضح ہے۔ کہ وہ عظیم الشان دیانہ (Dayyana) یعنے عادل نے اس مقدس "سینگ"
کو قابل موت قرار دیا۔ اور محمد صلعم کو اڈیان (Adan) یا حاکم اعلےٰ مقرر کیا۔ تاکہ اس حیوان کو
[illegible]

تباہ و برباد کردے ۔ دانیال کا تمام بیان بالکل قرآنی رنگ سے رنگین ہے مذہب اسلام ''دین اسلام'' کے نام موسوم کیا جاتا ہے ۔ یہ اسی دین کے احکام کی رُو سے ہے ۔ کہ برناشا نے طاغوتی مذہب کو اور اس کے رفیق ''سینگ'' کو برباد و تباہ کیا ۔ اب یہ کس طرح ممکن ہے ۔ کہ فرزندان کے سوائے محمد رسول اللہ صلعم کے کوئی اور شخص مراد ہو سکے ۔ اسلام بیشک ایک صلح و آشتی کا فیصلہ ہے ۔ کیونکہ اس کے ہاں ایک مستند شریعت کی کتاب ہے ، جس کی رُو سے انصاف کیا جاتا ہے ۔ اور ظلم اور بدی کی سزا دی جاتی ہے ۔ صداقت و کذب کا معیار یہی کتاب الٰہی ہے ۔ اور پھر سب سے بڑھ کر جو بات اس میں ہے وہ یہ ہے کہ خدا کی توحید ۔ نیک اعمال کی جزا اور بد اعمال کی سزا کی تفصیلات اسی میں درج ہیں ۔ انگریزی زبان میں مجسٹریٹ کو جسٹس آف پیس کہتے ہیں ۔ یہ اسلامی جج کی نقالی ہے ۔ جو کہ تمام قضیوں اور جھگڑوں کا تصفیہ کرتا ہے ۔ مقدمات کا فیصلہ کرتا ہے ۔ اور مجرم کو سزا دیتا اور مظلوم کی فریاد رسی کرتا ہے ۔ اور اس طرح سے عامہ مخلوق کے اندر امن قائم رکھتا ہے ۔ یہ ہے اسلام اور یہ ہے قرآنی شریعت ۔ یہ عیسویت نہیں ۔ یہ انجیل نہیں ۔ کیونکہ انجیل قطعاً ایک عیسائی کو کسی جج کے پاس فریاد رسی کرنے سے منع کرتی ہے خواہ وہ کیسا ہی مظلوم کیوں نہ ہو ۔

(۲) فرزند انسان یا برناشاہ یقینی طور پر محمد رسول اللہ ہی ہیں ۔ کیونکہ آپ قسطنطین کے بعد تشریف لائے تھے ۔ اور برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا دوسرے کسی نبی کے آپ قسطنطین سے پہلے تشریف نہیں لائے ۔ مشرق میں تثلیثی طرز فرمانروائی جس کو سینگ سے تعبیر کی گئی ہے ۔ اور وہ قسطنطین اعظم سے وجود میں ظاہر ہوا ۔ اس کو موحدین کے ساتھ مکابرت آزما ہوتے اور انکو ایک عرصہ کیلئے تاخت و تاراج کر دینے کی اجازت دی گئی ۔ اس عرصہ کو تشبیہاً ''زمانہ ۔ زمانے ۔ اور نصف زمانہ'' کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے ۔ جس سے مراد ساڑھے تین صدیاں ہیں ۔ جن کے آخیر پر بت پرستی کی تمام طاقتیں ایک طرف اور تثلیثی حکومت اور استبداد دوسری طرف ہباء منثورا ہو گئے ۔ اس سے بڑھ کر کوئی امر بیہودہ نہیں تھا کہ یہودا برناشا تھا اور سینگ انٹی اوکس تھا ۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو بیان کیا جاتا ہے ۔ کہ انٹی اوکس یروشلم کے معبد کو ناپاک کرنے کے بعد صرف ساڑھے تین سال یا ساڑھے تین دن تک زندہ رہا اور پھر مر گیا ۔ پہلی بات اس کے متعلق یاد رکھنی چاہیئے ۔ کہ انٹی اوکس سکندر اعظم بادشاہ سیریا کا جانشین تھا ۔ لہٰذا وہ ''پردار شیر'' کے چار سروں میں سے ایک سر تھا نہ کہ گیارھواں سینگ جیسا کہ مکاشفہ کے اندر بیان کیا گیا ہے ۔ دانیال کی کتاب کے آٹھویں باب میں مینڈھا اور بکرے کو ایک بزرگ نے علی الترتیب

فارسی اور یونانی سلطنتوں سے تعبیر کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ یونانی سلطنت معاً فارسی سلطنت کے بعد قائم ہوئی۔ اور یہ کہ پھر اُس کی چار سلطنتیں بن گئیں۔ جیسا کہ پہلے مکاشفہ میں بیان کیا گیا ہے دوسری بات یہ ہے۔ کہ سینگ کی گفتگو سے ظاہر ہے۔ کہ جس شخص نے قانون کو بدلا اور اس کی توہین کی۔ اور متبرک ایام کو بُرا بھلا کہا۔ وہ کافر نہیں تھا۔ بلکہ ایسا شخص تھا۔ جو کہ خدا کو پہچانتا تھا۔ اور اس کے ساتھ دو اور کو دانستہ شریک قرار دیتا تھا۔ جن کو وہ جانتا تھا اور اسی طرح اس نے دانستہ مذہب کو بدل دیا تھا۔ اب قابل غور ہے کہ انٹی اوکس نے نہ تو تثلیث کو قائم کیا۔ اور نہ ہی کسی موسوی قانون کو بدلا اور نہ ہی تہواروں کی توہین کی۔ اور نہ کسی اور طرح مذہب کو تبدیل کیا۔ پھر تیسری بات یہ ہے کہ ایسے معمولی واقعات کو جو سیریا کے بادشاہ اور ایک یہودی سردار کے درمیان واقع ہوئے۔ اُن کو اس قدر اہمیت دینی لغو امر ہے۔ ایک ایسے عظیم الشان انسان کو جس کے سامنے خدا کے حضور میں لاکھوں ملائکہ سر اطاعت خم کرتے ہیں۔ ایک معمولی شخص کے مقابلہ میں لینا قابل مضحکہ ہے +

علاوہ ازیں برناشاہ کے متعلق جو ذکر مکاشفہ میں ہے۔ اس کی رُو سے وہ شخص (برناشا) ایک بہت بڑی ہستی ہے۔ ایسی ہستی کہ سب پر فوقیت رکھتی ہے۔ کیونکہ عہد نامۂ عتیق کے اندر کسی انسان کو اس قدر احترام و عزت کے الفاظ سے یاد نہیں کیا گیا جن الفاظ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا گیا ہے +

(۳) یہ روحانی اعزاز و احترام جو فرزند انسانؑ کو دیا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کا مصداق قرار دینا بھی بے شعور امر ہے۔ اور اس کی دو بڑی وجوہات ہیں (الف) اگر عیسیٰ علیہ السلام محض انسان اور نبی ہی ہیں۔ اور اگر ہم آپ کے کام کی کامیابی یا ناکامیابی پر نظر ڈالیں۔ تو اس لحاظ سے وہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے پیچھے ہی رہ جاتے ہیں۔ لیکن اگر اُن کو اقانیم ثلاثہ میں سے ایک اقنوم مانا جائے۔ تو پھر ان کو خدا سمجھنا چاہیئے۔ اور انسانوں کے زُمرہ سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ غرض یہ ایک گورکھ دھندا میں پڑنا ہوگا۔ اور اس سے نکلنا محال ہے۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں برناشاہ حضرت مسیح علیہ السلام نہیں ہو سکتے (ب) اگر مسیح کا کام یہ مقرر کیا گیا تھا کہ وہ چوتھے درندے کو مارے۔ تو پھر بجائے قیصر کو خراج ادا کرنے کے آپ رومی افواج کو فلسطین سے

نکال دیتے اور اپنے ملک اور لوگوں کو بچا لیتے +

(۴) روئے زمین پر محمدؐ (صلعم) جیسا شہزادہ نبی کبھی نہیں پیدا ہُوا۔ جو کہ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ جو کہ ۲۵۰۰ سال کے ایک لمبے عرصہ تک حکمران رہا۔ جو مطلقاً خود مختار اور کبھی کسی بیرونی اور غیر حکومت کے سامنے اپنا سرِ تسلیم خم نہیں کیا تھا۔ اور یقیناً یہ ایک حقیقت ہے کہ محمدؐ جیسا انسان کبھی دنیا میں نہیں آیا۔ اور کسی شخص نے اپنی قوم اور پھر ساری دُنیا کی مادی اور رُوحانی ترقی کے بارہ میں اس قدر خدمت نہیں کی جس قدر کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مکاشفہ کے اندر جس جلیل القدر انسان کا ذکر جن شاندار الفاظ کے اندر ہے۔ اس عزت کا مستحق سوائے حضرت نبی مکرم عربی کے اور کوئی شخص نہیں ہوسکتا۔ آؤ اس بڑے پیغمبر دانیال کا بر تاشا سے مقابلہ کر کے دیکھیں دانیال ایک غلام یا قیدی تھا۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ سوسہ اور بابل لان کے دربار میں وہ منصب وزارت پر فائز ہو گیا تھا۔ وہ ایک فرشتہ کی پوجا کرتا تھا۔ لیکن پھر اس کو منع کیا گیا۔ خدا کے حضور میں ایسی محمد رسُول اللہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہوگی۔ جبکہ محمد رسول اللہ کے سر سلطان الانبیا بنی نوع انسان کا حقیقی رہنما ہونے کا تاج ہوگا۔ اور ملائکہ کی توصیف و تعریف اور محامد کے آپ ممد ہونگے۔ داؤد نبی نے جو آپ کو "میرا آقا" کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ تو یہ کچھ تعجب کا مقام نہیں +

(۵) یہ ذکر کہ شب معراج کو خداوند تعالیٰ نے حضرت محمد رسُول اللہ سے بڑے اعزاز و احترام کا سلوک کیا۔ اور صنم پرستی کو تاخت و تاراج اسی ملعون "سینگ" کو تباہ کرنے کا کام سپرد کیا گیا کچھ تعجب کی بات نہیں +

(۶) دوسرا ایک نہایت محیّر عقول امر اس مکاشفہ کے اندر یہ ہے کہ بادلوں کے اندر ابن آدم کا نظر آنا اور خدا کے حضور میں حاضر ہونا میری ناقص رائے میں اس سے معراج مراد ہے۔ خود دانیال نبی کا کلام اور بعض احادیث متبرکہ میری اس رائے کی تائید میں ہیں۔ قرآن مجید میں ہے

سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الخ

یعنی خدا پاک ہے جو اپنے بندے محمد صلعم کو مکّہ کی قابل عزت مسجد سے مسجد اقصےٰ تک لے گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اپنے نشانات دکھائے +

حضرت رسول کریم کے متعلق روایت بیان کی جاتی ہے۔ کہ یروشلم میں مسجد اقصیٰ میں آپ نے بطور امام نماز پڑھائی۔ اور تمام نبیوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ نیز یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ یروشلم ہی سے ساتوں آسمان پر آپ تشریف لے گئے۔ انبیاء کی ارواح اور ملائکہ آپ کی معیت میں تھیں۔ حتٰے کہ خدا ئے حی و قیوم کے حضور میں آپ تشریف لے گئے۔ جو کچھ آپ نے خدائے بزرگ سے دیکھا۔ سُنا اور حاصل کیا۔ وہ سب کا سب خود آنحضرت صلعم نے بوجہ حجاب بیان نہیں فرمایا۔ لیکن اس کمی کو دانیال نے پورا کر دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ روح جس نے یہ مکاشفہ دانیال پر ظاہر کیا۔ وہ جیسا کہ میں نے پہلے کئی دفعہ ہی لکھ دیا ہے فرشتہ نہیں تھا۔ بلکہ وہ کسی نبی کی روح ہے۔ کیونکہ دانیال نے اس کو قادیش (صیغہ مذکر میں) میں لکھا ہے۔ اور قادیش کے معنے (کتاب دانیال باب چہارم۔ آیت ۱۰ و باب ہشتم آیت ۱۳) ولی یا بزرگ کے ہیں۔ اور یہ لفظ عام طور پر نبیوں پر بولا جاتا ہے۔ انبیاء اور ایسے شہداء کی ارواح جو ان چار درندوں کی بہیمیت کا شکار ہو چکے تھے کس قدر خوش ہوئے ہونگے۔ یہ دیکھ کر کہ خدا نے قسطنطین کی تثلیثی حکومت کے متعلق موت کا فرمان دیا ہے۔ اور محمد رسول اللہ کو اس خاتم الانبیا والرسل کو اس سینگ" کے تباہ کرنے کے کام پر مامور فرمایا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ مکاشفہ یا رویا بھی اسی رات کو دیکھا گیا تھا جبکہ جناب برناشاہ کا یہ سوملہ سوئے فلک الافلاک تک معرض ظہور میں آیا +

سینٹ پال نے بھی ایک رویا کا بیان کیا ہے جو اس نے چودہ سال قبل اس شخص کے متعلق دیکھی تھی جس کو تیسرے آسمان تک اور پھر بہشت میں لیجایا گیا تھا۔ جہاں اس نے ایسی ایسی چیزیں دیکھیں۔ اور ایسے ایسے لفظ سُنے جن کو یہاں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ کلیسیاؤں اور ان کے مفسرین نے اس رویا کا مصداق خود پال کو ہی تصور کیا ہے۔ اگرچہ اسکی اپنی زبان سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ خود ہی اُس کا مصداق ہے۔ لیکن اوہ مجاز کے وہ علانیہ الفاظ میں نہیں کہتا تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس کو ایک متکبر انسان سمجھا جائے۔ اگرچہ قرآن مجید کی تعلیم ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے رسول پاک لوگ تھے۔ لیکن اُن کی تحریریں قابل وثوق نہیں کیونکہ کلیسیاؤں کی آپس میں کشمکش کی وجہ سے بہت سی باتیں نئی عمل کردی ہیں سینٹ برناباس کی انجیل میں لکھا ہے۔ کہ پال بعد ازاں ایک غلطی میں مبتلا ہو گیا۔ اور بہت سے معتقدین کو غلط راہ پر ڈالنے کا باعث ہوا۔

جبکہ پال خود اپنے آپ کو اس رویا کا مصداق قرار نہیں دیتا اور جبکہ وہ الفاظ جو اس نے بہشت میں سُنے بیان نہیں کئے جاسکتے۔ اور کسی شخص کو ان کے بولنے کی اجازت نہیں۔ یہ امر ظاہر کرتا ہے۔ کہ خود پال وہ شخص نہیں

جو کہ آسمان تک اُٹھایا گیا تھا۔ وہ اس بات پر فخر کرتا ہے۔ کہ سینٹ پیٹر کو اس نے جھڑک دیا۔ اور اسکی چٹھیوں کے لفظوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ اس قسم کا نہیں تھا۔ جس قسم کا اس کو خیال کیا جاتا ہے۔ وہ عظیم الشان انسان جس کو اُس نے خواب میں دیکھا۔ وہ وہی ہو سکتا ہے۔ جو کہ دانیال نے اپنے مکاشفہ میں دیکھا۔ یہ محمد رسُول اللہ تھے۔ جس کو اُس نے دیکھا۔ اور وہ الفاظ جو آسمان پر اس سے بولے گئے۔ وہ اس لئے اُن کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا کہ ایسا نہ ہو یہودی لوگ اُسکو مورد طعن و تشنیع ٹھیرائیں۔ مجھے ایک حد تک اس امر پر یقین ہے کہ پال نے جس شخص کو دیکھا۔ وہ وہی بزرگ شاہ ہے جس کو دانیال نبی نے چھ صدیاں پیشتر مکاشفہ میں دیکھا تھا +

اب اخیر میں میں دانیال نبی کے مکاشفہ سے ایک اخلاقی سبق تمام غیر مسلم لوگوں کے لئے پیش کرتا ہوں اُن کو اس انجام پر جو چاروں درندوں اور بھیڑ سینگ کا ہُوا غور کرنا چاہئے۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کا اللہ ہی حقیقی عدد سے واحد ہے۔ اور دُنیا کے اندر محض مسلمانوں کی ہی ایسی قوم ہے۔ جو اسکی مطلق توحید پر جان و دل سے فدا ہے۔ وہ تمام کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اور تمام کو ان کے اعمال کے موافق جزا و سزا دے گا۔ اس لئے اس سے ڈرنا چاہئے۔ اور کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے۔ جو اسکی ناراضگی کا موجب ہو۔ اور دوسری اقوام پر ظلم و ستم کا روا رکھنا خدا کو ناپسندیدہ ہے۔ خدا کا نبی محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدائے بزرگ و برتر کے تخت کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔ خوش قسمت وہ قوم جس کا ایسا خدا اور ایسا نبی مکرّم ملا ہے صلی اللہ علیہ وسلم +

دُنیا کے چار بڑے مذہب

(از قلم جیمز اے ٹیپر ول نیو کومانا۔ یونائٹڈ سٹیٹ امریکہ)

اگر کوئی کتاب دل سے نکلے۔ تو وہ دوسروں کے دلوں میں ضرور اثر کریگی (قول کارلائل قرآن مجید کے متعلق) +

مسٹر برچ بارٹن کی قلم سے سلسلہ مضامین بعنوان "ایک انسان کیا مان سکتا ہے؟" اخبار ٹاکوما نیوز ۱۴ اپریل کی ۱۴ اور ۱۶ تاریخوں کی اشاعت میں شائع ہُوئے ہیں۔ اُن پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی انسان اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ کہ راقم مضمون نے نفس مضمون پر کافی غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ اُنھوں نے

چار مذاہب کا ذکر کیا ہے۔ اور ظاہر کرنا چاہا ہے۔ کہ ان چار مذاہب میں سے تین مذاہب کے اندر طلائی قانون یا گولڈن رول کا اصول پایا جاتا ہے +

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ محمد (صلعم) جس کا اصول تھا کہ تمام کفار صفحہ ہستی سے معدوم ہو جائینگے اُن کو اس قسم کی تعلیم سے کچھ فائدہ نہیں پہنچا۔ پھر آئندہ کی زندگی کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔ ان کے ہاں کی بہشت کیا ہے۔ ایک باغ ہے جس کے اندر تمام نفسانی خوشیاں پائی جاتی ہیں۔" پھر مسٹر بارٹن نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ آیندہ کی زندگی کے متعلق جو ان کی امیدیں ہیں۔ یہ ہر چار مذاہب ایکدوسرے سے الگ تھلگ ہیں۔ اور ہر ایک مذہب نے اپنے اپنے متبعین پر اپنی تعلیم کا اثر ڈالا ہوا ہے۔ چنانچہ اہالیان چین کے ہاں نہ خوف ہے نہ رجا بلکہ معنی برداشت کرنا ہے۔ بدھ کے ماننے والے تمام مساعی کو محض بے سود سمجھتے ہیں مسلمان اپنے دشمنوں کے حق میں کسی رحم کا استعمال نہیں کرتے گو ان کا عقیدہ ہے۔ کہ دائمی سزا کا حکم جو ازل سے جاری ہو گیا تو ہو گیا لیکن تاہم ایک جسمانی بہشت کی خوشیوں کی توقع میں تمام قسم کے خطرات اٹھانے کے لئے طیار ہو جاتے ہیں۔ عیسویت کی یہ تعلیم ہے کہ ہر ایک خیال اور ہر ایک فعل ایک دائمی نتیجہ اور اہمیت رکھتا ہے۔ یہ کہ خدائے تعالےٰ سے مسخر نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کوئی بوئیگا ویسا ہی کاٹیگا۔ انتہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ اگر یہ نامہ نگار صاحب کارلائل کی کتاب ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ پڑھ لیتے یا کچھ عرصہ تک اسلامک ریویو کا ہی مطالعہ رکھتے تو اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے تامل سے کام لیتے +

کارلائل جو کہ سکاٹ لینڈ کا ایک مبصر صوفی تھا۔ وہ روحانی دنیا کا قائل تھا۔ اور اُس کا خیال تھا۔ کہ تمام لوگ روح ہی روح ہیں۔ اور وہ کچھ عرصہ تک جسم کے اندر رکھے گئے ہیں۔ اس نے تمام مذاہب کے بہادر چن لئے تھے۔ اس کے نزدیک شعرا میں سے ڈمینٹی۔ مصلحین میں سے لوتھر اور نبیوں میں سے بہادر حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ اور اُن سب میں سے جس ہستی نے اُس کے دل پر سب سے زیادہ اثر کیا ہے وہ یہی حضرت سرور کائنات ہی ہیں۔ تقریباً بارہ صدیوں تک پیغمبر اسلام تمام مطاعن کا نشانہ بنا رہا ہے۔ اور کارلائل کا قول ہے۔ کہ جن اکاذیب کو ہم انکی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وہ ہمارے اپنے حالات کا نقشہ ہیں۔ ورنہ وہ ذات پاک تمام اس قسم کی باتوں سے جو بیان کی جاتی ہیں پاک و صاف ہے صلے اللہ علیہ وسلم +

اس کے بعد کارلائل نے عربستان کے اس مصلح اعظم اور معلم اکبر کی زندگی کے کچھ سوانح قلم بند کئے ہیں۔ اس نے ان بیہودہ اعتراضات کا قلع قمع کیا ہے۔ جو اس وقت اسلام کے خلاف بیان کئے جاتے تھے مثلاً یہ کہ اسلام تلوار سے پھیلایا گیا ہے۔ اسلام ایسی بہشتوں کی تعلیم دیتا ہے جسمیں نفسانی خواہشوں کا سامان بہم پہنچایا گیا ہے۔ اور ان اعتراضات کا بھی جواب دیا ہے جو کہ رسول اللہ صلعم کی پرائیویٹ زندگی کے متعلق لوگ کیا کرتے ہیں +

کارلائل کے زمانہ سے لے کر اسلام زیادہ سرعت سے تمام اطراف و اکناف عالم میں پھیل رہا ہے۔ اور حق یہ ہے۔ کہ عیسائیت کو یہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اور حال ہی میں ووکنگ پیرس اور برلن میں مساجد تعمیر کی گئی ہیں۔

یونٹی آف ریلیجنز کے ایک نامہ نگار نے بیان کیا ہے۔ کہ اگر دنیا کے تین بڑے مذاہب یعنے عیسائیت اسلام اور بدھ مت اپنے اپنے غیر ضروری فروع کو اڑا دیں۔ تو وہ خدا کی ربوبیت اور انسان کی اخوت میں متحد نکلینگے۔ اس قسم کی باتیں جیسا کہ ہبوط نسل انسانی۔ کنواری کا بیٹا جننا۔ اور کفارہ آجکل بعض ذہین عیسائی بھی چھوڑتے جاتے ہیں۔ اور بشپ آف برمنگھم ڈین انجی اور بعض دوسرے لوگ اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح کی طرح محمد (صلعم) کے بعض امور کے اندر اختلاف اور تضاد پایا جاتا ہے۔ لیکن جب ہم اس بات کو مدنظر رکھیں۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ کو مختلف قسم کی ذہنیتوں سے واسطہ پڑتا تھا۔ تو تمام یہ تہمت کہ محمد کے کلام میں تضاد ہے۔ ہباً منثوراً ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ واقعہ بیان کیا جا سکتا ہے۔ کہ صحرانوردوں کی وحشی قوم سے بہشت و دوزخ پر ان کو اس طرح سے گفتگو کرنی پڑی جن کو یہ وہی لوگ سمجھنے سے عاری تھی۔ لیکن زبان اور الفاظ کے اندر ایک بین فرق آپ دیکھینگے۔ بلکہ محمد رسول اللہ اس امر کے متعلق شاہنشاہ یونانیوں کے سفیر کے ساتھ گفتگو فرماتے ہوئے اس کے مندرجہ ذیل سوال کا جواب دیتے ہیں (عیسائی نے پوچھا) کہ آپ نے دوزخ کیلئے کوئی جگہ نہیں رہنے دی؟ کیونکہ قرآن میں ہے کہ "عرضها السموات والارض" (کہ اس جنت کی وسعت زمین آسمان تنی ہے) جناب رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب روشنی آتی ہے تو پھر تاریکی کہاں جاتی ہے؟ کیا یہ جواب ہے +

کر سکتا ہے۔ اور کہ فلسفہ یا مذہب ہمارے دکھوں کو کس قدر کم کر سکتا ہے یا ہر انسان کی کمی کو غیر محسوس کر دیتا ہے جو کہ ہم سے جدا ہو گیا ہے +

یہ بیان کہ خدا ہم پر مسخر نہیں کیا جا سکتا۔ اور جو کچھ انسان بوتا ہے۔ وہ اسکو کاٹیگا۔ یہ محض عیسویت سے ہی مخصوص نہیں ہے بدھ مت کا اس بات پر بہت زور ہے کہ ہر ایک فعل اپنا اجر یا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ خدائی طاقت میں نہ غضب ہے نہ معافی +

ہمارے عیسائی فرقے یہ تعلیم دیتے ہیں کہ بعض لوگوں کو روپیہ دینے سے گناہ معاف ہو سکتے ہیں یا اُن گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی خرید کی بدترین صورت کی اصلاح سولھویں صدی میں معرض ظہور میں آئی۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ جو کچھ ہم عمل کرینگے۔ ان کا حساب دینا پڑیگا۔ انسان گناہ اپنے ساتھ لے کر نہیں آیا۔ وہ دُنیا کے اندر بیگناہ آیا ہے۔ اور اسلام کے نزدیک یہ غلط ہے کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا ہے۔ بیشک ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا جو وہ اس دنیا کے اندر کرتا ہے وہ ذمہ وار ہے +

اب اخیر میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ مسلمان لوگ ہی تھے جنہوں نے کہ جہالت اور تاریکی کے دَور کے اندر تہذیب پھیلائی۔ اور تاریخ اس پر گواہ ہے مسلمانوں نے جو اصول اور قوانین عورتوں کیلئے قائم کئے۔ وہ سینکڑوں سال عیسائی ممالک میں رائج ہونے سے پہلے موجود تھے۔ ملاحظہ ہو مضمون "محمدؐ نے عورتوں کے لئے کیا کیا"۔ جو جج پیری کرے بائی ٹر نے جریدہ ایشیا میں نیویارک سے شائع ہوتا ہے۔ اسکی جنوری ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں طبع کرایا ہے +

انجیل عمل

ان لیس للانسان الا ما سعیٰ

از رشحات قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اگر ایک ہی جملہ میں انجیل عمل کا لب لباب کہا جا سکتا ہے۔ تو وہ مقدس جملہ قرآن کے مذکورہ بالا الفاظ ہیں۔ گو ان الفاظ میں انذار کا رنگ ہے۔ لیکن یہ انذار ہی جو تبشیر کی علامت [illegible] تو یہ ہے کہ کوشش کے سوا انسان کو کچھ نہ ملیگا۔ لیکن اس ارشاد کے ساتھ ہی [illegible] مطالبات کی [illegible] کر دی

گئی جس کے پورا ہونے پر ہم اجر جزیل پائیں گے ہمیں خوشخبری دی گئی ہے۔ کہ صرف تمہاری کوشش ہی ضائع نہ ہوگی۔ بلکہ کوشش پر جو ملیگا۔ اس کا کوئی حساب نہیں ہے +

ان آیات نے جہاں ہمیں اُن بے اندازہ خیر و برکت سے اطلاع دی ہے جو بارگاہ خداوندی نے ہمارے لئے خاص کر دی ہے۔ وہاں اُن کے بالمقابل وہ بے بضاعت سرمایہ بھی ہمیں بتلا دیا جو اس فلاح موعودہ کے حصول کیلئے انسان نے ہم پہنچانا ہے۔ اور وہ الفاظ بالا کی مختصر سی سعی اور کوشش ہے۔ یہ کس قدر فضل خداوندی ہے۔ کہ وہ بہید و حساب جنت اُن جن کی قیمت کے لئے کروڑوں اشرفیاں بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ اور جو انسان کے ہر قسم کے سامان آسائش کے لئے از بس ضروری ہیں۔ وہ چاروں طرف کھلے پڑے ہیں۔ اور انسانی کوشش پر اس کے قبضہ اور ملکیت میں آجاتے ہیں +

جیسے ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ کہ ہمیں کسی سرمایہ کی ضرورت نہیں جس سے ہماری کوشش کسی ٹھکانے لگے فضل خداوندی نے جو بات ہمارے ذمہ ڈالی ہے وہ صرف ایک کوشش ہے کس قدر قرآن کریم نے نازل ہو کر نسل انسانی پر فضل کیا۔ اسکی ہر آسائش اور اسکی ہر خواہش کا پورا ہونا ایک ایسی چیز پر وابستہ ہونا بیان کر دیا۔ جو اسکے ہر فرد میں موجود ہے۔ جس کے لئے وہ نہ کسی کا رہین منت۔ نہ کسی کا محتاج امداد ہے۔ اسکے ہاتھ پاؤں۔ اور ان کا صحیح استعمال ہی اس کا سرمایہ ہے۔ اور جس مواد پر اس کے ہاتھ پاؤں کی کوشش نے مرتب ہونا ہے وہ کسی انسان نے نہیں پیدا کر رکھا۔ نہ جس کا حصول کسی منت خوشامد محنت یا قیمت کو چاہتا ہو۔ وہ فیض رحمانیت نے بلا بدل پہلے ہی سے ہر انسان کے لئے پیدا کر رکھا ہے پھر ایک کام کرنے والے کیلئے کس قدر اطمینان بخش یہ وعدہ خداوندی ہے۔ کہ ہم کسی کے عمل کو ذرہ دانہ رائی کے برابر بھی ضائع نہیں کرتے۔ بلکہ فیض رحیمیت سے کئی گنا زیادہ نتائج حسنہ مرتب کر دیتے ہیں کسی کو اپنی محنت کے ثمرات حاصل کرنے میں نہ کسی سفارش کی ضرورت ہے۔ نہ فدیہ و رشوت کی حاجت ہے۔ نہ ہمارے ہاں منت و خوشامد کی پروا۔ نہ یہاں کسی کے واسطہ و وسیلہ کی احتیاج۔ تمہاری محنت کے نتائج یقینی ہیں صرف تمہارے ہاتھ ہلانے کی دیر ہے +

جو کچھ میں نے اوپر لکھا ہے۔ نہ صرف الفاظ رحمٰن و رحیم کے ہی مفہوم میں یہ سب کچھ پایا جاتا ہے بلکہ میرا ہر فقرہ قرآنی آیات کا ترجمہ ہے۔ اب اگر کسی کو قرآنی صداقتوں پر ایمان ہے تو اسکے لئے

یہ کس قدر عظیم الشان خوشخبری ہے۔ اس سے بڑھ کر انسان کے لئے اور کیا موجب تکلیف ہوسکتا ہے کہ اس کو ما یحتاج کے لئے کسی اور کی طرف دیکھنا پڑے۔ ایسا ہی اس سے زیادہ اس کے لئے اور کیا گھبراہٹ ہو سکتی ہے۔ کہ اسے اپنے ثمرہ محنت کے متعلق کسی قسم کا ڈیدا ہو۔ مگر ان سب باتوں سے خدائے قرآن نے انسان کو آزاد کر دیا۔ حتٰے کہ اپنی ذات کو بھی ان باتوں میں الگ کر دیا۔ سرمایہ کے طور پر جو انسان کو دیتا تھا۔ وہ بلا طلب ہر ایک کو دیدیا۔ اور اسے یقین دلا دیا۔ کہ یہ عطیہ اس سے واپس نہیں لیا جائیگا عمل کے نتائج اسل کر کے اپنی حیثیت کچھ بھی خل نہ دینے دیا ان حقائق پر غور کرو۔ اور دیکھو کہ ایک مردہ بھی ان سے زندہ ہو سکتا ہے خودداری و خود اعتمادی جو بہترین اخلاق فاضلہ میں سے ہیں۔ بلکہ ہم یہ بھی کہ سکتے ہیں کہ جو عظیم الشان انسان ادنٰے سے ادنٰے طبقہ سے نکلکر اپنی زندگی میں ہی اعلٰے سے اعلٰے مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ ان کا اصلی جوہر یہی خودداری اور خود اعتمادی تھی۔ بڑے سے بڑا لشکر فتحمندی کا منہ نہیں دیکھ سکتا بے انداز دولت کسی مہم کو کامیاب نہیں بنا سکتی۔ الغرض ہر قسم کے اسباب ضروریہ جن کے ہوتے نتیجے نصرت و فتحمندی ایک امر حاصل شدہ سمجھنا چاہئے۔ یہ سب کی سب چیزیں بیکار رہ جاتی ہیں۔ اگر کسی مہم کے اصلی کارندے میں خودداری اور خود اعتمادی نہ ہو۔ انسانی فطرت میں یقینی طور پر اگر یہ دو جوہر پیدا ہو سکتے ہیں۔ تو پھر ان چند باتوں پر ایمان رکھنے سے جو ہم نے بیان کی ہیں۔ بعض وقت مجھے حیرت آتی ہے۔ کہ اگر اسلام ہمیں یہ زندگی بخش مژدوات نہ سناتا۔ تو پھر دنیا میں انسان کو کسی مذہب کی ضرورت کیا تھی۔ الہام اگر بعض ایسے حقائق کے انکشاف کے لئے آتا ہے۔ کہ جس سے انسان کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ اور اس کی زندگی قابل زیست ہو جائے۔ تو پھر وہ یہی حقائق ہیں۔ کہ جن کا پتہ اگر کہیں کما حقہٗ ملا۔ تو قرآن کے پہلے صفحہ پر جہاں ان امور کو نہایت ہی دھندلے طریق پر کتب سابقہ نے بیان کیا۔ وہاں اسے مبرہن کرنے میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جیسے مختصر جملہ نے آفتاب کا کام دیا۔ میں بعض وقت خیال کرتا ہوں۔ کہ کتب الٰہیہ صفات الٰہیہ کے سمجھانے کے لئے آتی ہیں۔ تو انسان اپنے حالات کو ان تقاضات کے مطابق بنائے۔ اور یہ وہ لطیف فلسفہ ہے جو قرآن نے ہی آکر دنیا کو سمجھایا۔ چنانچہ قرآن نے صفات الٰہیہ کے مطابق حال ہونے کا نام حسنات اور ان کے خلاف چلنے کا نام سیئات رکھا۔ اگر یہ امر واقعہ ہے۔ تو میرے نزدیک کتب سابقہ اپنی موجودہ شکل میں ان مطالبات کو پورا نہیں کرتیں۔ اب مجھے مسلمان بھائیوں سے کچھ عرض کرنا ہے۔ اگر اور قومیں ان صداقتوں کی طرف توجہ نہ کریں تو

کچھ مضائقہ نہیں تمہارا تو قرآن پر ایمان ہے۔ تم قرآن مجید بہا صد قسمتوں کو اسلام کی فضیلت میں پیش کیا کرتے ہو تو پھر عملاً تمہارا قرآن پر ایمان کیوں نہیں ۔ اگر ہم خدا کو رحمان اور رحیم سمجھتے ہیں ۔ تو پھر تشریحات مندرجہ اوراق ہذا کی رو سے ہمارا ایمان بھی ہونا چاہئے کہ ہماری ہر ضرورت کے وقعیہ کے اسباب ہر جگہ ہمارے اردگرد بلا قیمت بطور عطیہ ربی ہر جگہ موجود ہیں ۔ ہماری کوششیں انھیں جمع کر سکتی ہیں ۔ اور ہمارا عمل انھیں مطلوبہ شکل دے سکتا ہے۔ کیا ان امور کے ہوتے ہوئے۔ کوئی مومن دنیا میں قلت اور سکینی دیکھ سکتا ہے۔ جو آج ہمارے حصہ میں آچکی ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ بعض وقت یہ عطیہ جات ربی ہماری غفلت سے دوسروں کے قبضہ میں چلے جاتے ہیں ۔ جو پورے طور پر ہمیں ان ربانی خزائن سے متمتع ہونے نہیں دیتے ۔ بدقسمتی سے آجکل کی بعض گورنمنٹیں بھی اس طرح کرتی ہیں ۔ اپنی قیام و طاقت کا راز وہ ایک قوم کی طاقت بڑھانے میں اور دوسروں کی تضعیف میں سمجھتی ہیں ۔ اس لئے وہ بعض جگہ محکوم حصہ رعایا کو خزائن قدرت کے استعمال کرنے کا موقعہ نہیں دیتیں ۔ یہ غلط پالیسی ہے ۔ اور کوئی ملمع سازی ان بیہودہ حکمت عملیوں کو چھپا نہیں سکتی ۔ اس سے ایک نہ ایک دن نقصان ہی نقصان ہوگا ۔ جو اسباب ترقی و آسائش جس ملک میں خود رحمان نے پیدا کر رکھے ہیں ۔ اس سے اس ملک کے باشندوں کو کوئی گورنمنٹ کیوں روکے ۔ اس میں حاکم محکوم دونوں کا نقصان ہے ۔ لیکن مادیت پرست انسان ان ربانی حقائق کو نہیں سمجھ سکتا ۔ وہ کسی نہ کسی طریق سے ایک ملک پر قابض ہو جاتا ہے ۔ پھر اسی ملک کے باشندوں کو اس ملک کے فطری خزائن سے متمتع نہیں ہونے دیتا ۔ اور اس طرح اس سلطنت خداوندی میں خلل ڈال دیتا ہے ۔ جس کا انتظام خدا کی صفات رحمن و رحیم کر رہی ہیں +

یہی آسمانی بادشاہت کی زمین پر آنے کی دعا جناب مسیح مانگ رہا تھا ۔ اس کا چارٹر قرآن تھا جس میں اس بادشاہت کے اصول مندرج ہیں ۔ وہ دنیا میں بعثت اسلام پر کچھ عرصہ کیلئے قائم بھی ہوئے لیکن انسان ابھی اس ربانی سلطنت کے اصول سمجھنے کے قابل نہ تھا ۔ ۲۲ یا ۳۰ سال کے عرصہ کے بعد ہی ان اصولوں سے انحراف شروع ہو گیا ۔ امیر معاویہ نے عیسائی ہمسایہ سلاطین کے طرز عمل سے متاثر ہو کر اس بادشاہت کے ایک زبردست اصول یعنی انتخاب خلیفہ کو توڑا ۔ بات یہ ہے ۔ کہ اس ربانی سلطنت کے اصول تو آنحضرت صلعم نے سکھلا دیئے ۔ ان سے اپنی قوم کو چلا کر وہ سلطنت بھی قائم کر دی ۔ اور زمانہ نے بھی دیکھ لیا ۔ کہ محمدی تعلیمات مسیح کے مواعظ کی طرح خواب سے بیداری نہیں ۔ بلکہ حقائق اور

قابلِ عمل چند ہی ہیں مگر جیسے میں نے اوپر بیان کیا ہے ابھی انسان ان اصولوں کے سمجھنے اور ان کی قدر دانی کے قابل نہ ہوا تھا۔ اس لئے مسلمان اُن پر کچھ عرصہ کے بعد پورے طور پر چل نہ سکے۔ ہاں پیر تک تھوڑا بہت ہمیشہ مسلم سلطنتوں میں رہا۔ وہ طرزِ حکومت جو قرآن نے پیش کی۔ اور جس کے زمین پر قائم ہونے کی مسیح نے دعا کی۔ وہ جمہوری سلطنت کی بہترین شکل ہے جس کی کما حقہٗ کیفیات کا بیان کرنا۔ ایک الگ مستقل کتاب چاہتا ہے۔ یہاں میں اسی قدر لکھنا چاہتا ہوں کہ وہ سلطنت اپنے اندر اُس خدا کی حکومت کا رنگ رکھتی ہے۔ جو دُنیا میں رب العالمین کی حکومت ہے جس میں رنگ و قوم ملک و زبان کی تمیز نہیں ہوتی جس میں مملکت محروسہ کے خزائن طبعیہ ہر ایک انسان کے واسطے کھلے ہوتے ہیں جس میں ان خزائن کے استعمال کی اہلیت ہوتی ہے وہاں یہ نہیں ہوتا کہ رعایا کا ایک حصہ ان خزائن کے استعمال کرنے میں ہر قسم کی آسانیاں حاصل کرے۔" بیشک وہ زمین جسے رب العالمین خدا نے پیدا کیا ہے۔ وہ اسکی ہر ایک مخلوق کیلئے کھلی ہونی چاہیئے۔ اور وہ خزائن جو رحمان نے پیدا کئے۔ اُن پر اسکی مخلوق میں سے ہر ایک ایسا ہاتھ پہنچنا چاہیئے۔ جو ان سے فائدہ اٹھانے کیلئے مستعد ہو جائے۔

بہرحال مطلب میرا صرف اسی قدر ہے کہ خزائن رحمانی ہمارے ارد گرد موجود ہیں۔ اگر بالغرض موجودہ حالات اُن کے استعمال میں کچھ رکاوٹیں ڈالیں تو مضائقہ نہیں وہ خزائن اس قدر لاانتہا ہیں کہ قوتِ عمل اُنھیں آج ہی ہماری فلاح کا موجب بنا دیگی۔ مسلمانوں کے پاس اگر دولت نہیں تو نہ سہی۔ اگر سرمایہ نہیں تو نہ سہی۔ اگر اسباب و سامان ضروریہ نہیں تو نہ سہی۔ اگر ان میں صرف قوتِ عمل موجود ہے اگر وہ ہاتھ پاؤں۔ آنکھ۔ کان۔ دل و دماغ کو استعمال کرنے کی فکر میں ہو جائیں اور وہ ہمت باندھیں تو کل دنیا ان کا وطن ہے ٭

ارض اللہ واسعۃً

کا پیغام انھیں دیا ہے۔ سیروا فی الارض انھیں کتاب حمید کہہ رہی ہے پھر انھیں کیا فکر ہے۔ میری مُراد اس سے وہ نادان حرکت نہیں جس کا نام مسلمانوں نے پچھلے دنوں غلط طور پر ہجرت رکھا۔ ہجرت ایک مقدس اور پاک جذبہ ہے۔ کاش ہم اسکی حقیقت سے آشنا ہوتے۔ کاش وہ کیفیت ہمارے دل و دماغ میں پیدا ہو جاتی۔ وہ تو فتح و نصرت کی کنجی ہے۔ اسکی اہمیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ ہمارا سنہ کا ہی نہیں بلکہ ہماری فتح و نصرت کا آغاز اس سے ہوا ہے۔ تم اپنے ملک میں ہی رہو۔ اور جہاں چاہو جاؤ مگر قوتِ عمل کو ساتھ لے کر

یہ ہے خداداد سرمایہ جس کے سامنے روپیہ، پیسہ، شلنگ، پاؤنڈ ٹھیکریاں کھاتی ہیں۔ جس جگہ
تم رہو۔ جہاں تم رہو۔ تمہارا ماحول ہی تمہارا خزانہ ہے۔ اگر تم میں قوت جاذبہ یعنی قوت عمل موجود ہے۔ درختوں کو دیکھو
مختلف قسم کے درخت مختلف غذائیں اپنی نشوونما کے لئے چاہتے ہیں۔ تم بیشک مختلف اقسام و اجناس
کے درختوں کو ایک ہی چاردیواری میں جمع کر لو۔ اگر ان میں قوت عمل موجود ہے۔ تو وہ اپنی اپنی مختلف
غذاؤں میں سے حاصل کر لینگے۔ اور اپنے وقت پر پھل دیئے جائینگے۔ ہاں جس وقت ان میں سے کسی میں
قوت جاذبہ کم ہو جائیگی وہی ماحول جو اسکے نشوونما کا موجب تھا۔ اس کے لئے بیکار ہو جائیگا۔
تم اپنے جسم کو ہی دیکھ لو۔ اگر اسکے مختلف اعضا میں قوت عمل موجود ہے۔ تو تم کہیں رہو۔ کوئی غذا
کھاؤ۔ وہ تمہارے لئے صحت بخش اور طاقت افزا ہو جائیگی۔ مگر جب تم کسی غلط کاری سے یا طبعاً
کہولت سے قوائے ہضمیہ کا عمل کھو بیٹھے ہو۔ تو پھر بہتر سے بہتر آب و ہوا کا مقام اور مقوی سے مقوی غذا
تمہیں نفع رساں نہ ہوگی۔ تبدیلی مقام و غذا بھی اسی کو مفید ہوتی ہے۔ جس کے قوائے میں
قوت عمل موجود ہوتی ہے۔ بیشک بعض مقام دلدلوں یا کسی اور مضر صحت شے کے پیدا ہو جانے پر رہائش کے قابل
نہیں رہتے۔ ان کا چھوڑنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ اب تمہیں مسئلہ ہجرت سمجھ آئیگا۔ ہجرت کے معنے مقام کی تبدیلی
نہیں۔ ہجرت کی روح بھی درخت یا کسی جسم کی قوت مدبّرہ کا وہ پہلو ہے۔ جس کے ذریعے وہ جسم کو
مضر چیزوں سے اضطراراً بچاتی ہے۔ یہ قوت یعنی قوت دفع شر۔ ہر ایک نمو پانے والی چیز میں فطرتاً موجود ہے
تمہیں بحیثیت انسان تخلق بھی کرنا ہے۔ تربیت اخلاق میں روح ہجرت وہ کام دیگی۔ جو کسی قسم کے نمو میں
قوت دفع شر کا کام دیتی ہے۔ تبدیلی مقام کرنے سے پہلے روح ہجرت پیدا کرو۔ القیام فی ما
اقام اللہ کو مت بھولو۔ اگر تمہارا مقام دلدلوں اور دیگر زہریلے مواد سے بھر گیا ہے تو تبدیلی مقام ضروری
ہے۔ لیکن یہ تبدیلی مقام بھی اسی کو مفید پڑیگی جسمیں روح ہجرت موجود ہو۔ سردست میں نہیں کر سکتا کہ زیادہ تفصیل
کے ساتھ مسئلہ ہجرت پر کچھ اور لکھوں۔ مجھے یہاں صرف اسی قدر کہنا ہے کہ روح ہجرت قوت عمل کا ایک ضروری
پہلو ہے۔ اور وہ ہم میں موجود نہیں۔ ایک تخم ہے کہ خواہ تم ہندوستان میں یا لیجا کر افغانستان میں لگا دو۔ یا کسی
اور ملک میں وہ تخم ہر جگہ ہی پھل دیگا۔ اس میں عیب اور کمزوریاں نہیں لگ جائینگے۔ میرے نزدیک عملاً اور اخلاقاً
ہندوستان میں نہ ابھی وہ دلدل پیدا ہوئے ہیں۔ نہ ہم میں ابھی وہ روح ہجرت ہے جس سے ہم اخلاق
عمل کے نمو میں ترقی آئے۔ جس تخم میں قوت ایصال خیر اور قوت دفع شر موجود ہے۔ وہ ہر جگہ

اپنے گھر سے باہر قدم رکھتا تھا۔ تو ٹخنوں تک کیچڑ میں غرق ہو جاتا تھا۔ اندلس کے دوسرے شہر مثلاً غرناطہ بھی قرطبہ کے ہم پلہ تھے۔ اور ہسپانیہ کی یہی کیفیت تھی علم طب کی طرف دسویں صدی سے چودھویں صدی تک مسلمانوں کی بہت توجہ رہی۔ اور پھر اس نے ابتدا علم کیمیا کی طرف ان کی توجہ مبذول ہوئی تیرھویں صدی کے شروع کے قریب میں خلیفہ مامون نے ایک دفعہ بیان کیا کہ وہ لوگ برگزیدہ ہیں۔ اور اس کے نہایت مفید بندے ہیں جو کہ اپنے ذہنی قویٰ کی ترقی اور تربیت میں اپنے آپ کو لگائے رکھتے ہیں۔ ارسطو کی کتابوں کا جس شخص نے ترجمہ کیا۔ اسکی شہرت گیارھویں صدی میں تمام یورپ میں پھیل گئی علم ہیئت کے اندر جو مسلمانوں نے قیمتی اضافہ کئے آج تک بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں عیسائیت کی طرف سے جو اس علم کی مخالفت کی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ علم محض ادنے درجہ کے معالجوں تک محدود ہو گیا۔ اس کی تائید اس امر سے بھی ہو سکتی ہے کہ جن لوگوں نے اس علم کے اندر عجیب و غریب انکشافات کئے۔ وہ ہمیشہ ہدف تیر ملامت بنتے رہے اور ان کو کبھی کا فر اور کبھی ملحد اور بے دین کہا گیا۔ فاتر العقل اشخاص کے متعلق عیسائی لوگوں کا یہ خیال تھا۔ کہ ایسے شخص میں شیطان قابو پا لیتا ہے۔ یا یہ کہ شیطان ان کا رفیق ہوتا ہے۔ اس لئے ان بیچارے فاتر العقل اشخاص کے لئے کوئی جائے امان نہ تھی۔ بلکہ ان کو ہر طرح کی ایذا دی جاتی تھی۔ گو تیرھویں پندرھویں اور سولھویں صدی میں متفرق جگہ ایسے لوگوں کیلئے خیراتی شفاخانے قائم کئے گئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کلیسیا کے اندر جو تحریک اس غریب طبقہ کیلئے کی گئی اس کا سہرا مسلمانوں کے سر پر ہے۔ چنانچہ مورخ کا قول ہے کہ مسلمانوں نے جو کچھ فاتر العقل لوگوں کے لئے سہولتیں بہم پہنچائیں اس کی نظیر عیسائی ممالک میں کہیں نظر نہیں آتی۔ ان کا بیان ہے کہ قسطنطنیہ کے اندر جو ایسے لوگوں کے لئے شفاخانے بنائے گئے تھے وہ سب لیوک کے ہسپتال واقع لندن سے بہت اعلیٰ تھے۔ اور سپین اور اٹلی میں جو کچھ ہوا وہ سب اس مثال کا تتبع تھا۔

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان و انگلستان بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء

تفصیل آمد	نمبر شمار	رقم آمد ہندوستان و انگلستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر شمار	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ہندوستان	۱	۹	۱۵	۴۵۸	خرچ مسلم و اسلامک ریویو ہندوستان	۵	-	۰	۱۳۸۰
آمد اسلامک ریویو	۲	۳	۵	۲۱۹۷					
آمد مشن انگلستان	۳	-	۰	۲۴۵	خرچ مشن و اسلامک ریویو انگلستان	۶	۶	۶	۲۶۷۹
و اسلامک ریویو	۴	-	-	۷۵۰					
میزان	-	-	۵	۳۶۵۱	میزان	-	۶	۶	۴۰۵۹

دستخط۔ فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن ہندوستان بابت ماہ جنوری ۱۹۲۹ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب سید محمود صاحب میسور سٹیٹ	۰	۰	۱	جناب سٹیشن ماسٹر صاحب گجادھر گنج	-	۸	۳
؍ محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ	۰	۱۰	۵	؍ نواب بہادر سید نواب علی صاحب کلکتہ	۹	[illegible]	۱۰۰
؍ اے۔ کے غزنوی صاحب کلکتہ	۰	۰	۵۰	؍ محبوب خان صاحب ہبلی	-	۰	۲
؍ حضور نواب صاحب منگرول	۰	۰	۹۹	واپسی پیشگی منجملہ رقم ۸۰۰ بمد	۰	۸	۳۳۰
؍ منہاج الدین صاحب رحیم یار خان	۰	۰	۱۰	؍ ؍ ۱۸۰	۹	۱	۳
چندہ ماہوار عملۂ ہندوستان	۳	۶	۵	؍ ؍ منجملہ رقم ۴۰۰	۹	۵	۲۵
؍	۳	۲	۵	معرفت مسلم بک سوسائٹی نومبر ۱۹۲۸ء	۹	۵	۴
جناب عبدالوہاب صاحب پٹواری	۰	۸	۲	؍ ؍ دسمبر ۱۹۲۸ء	۹	۱۱	[illegible]
واپسی پیشگی منجملہ رقم ۸۰۰	۳	۱	۶۶	جناب عملہ ووکنگ مشن اکتوبر ۱۹۲۸ء	۳	۱۴	۵
جنابہ محترمہ رضاء اللہ خان صاحبہ عمادیہ	۰	۰	۲۱	؍ ؍ دسمبر ۱۹۲۸ء	۹	۳	۷
جناب سید عبداللطیف صاحب کلکتہ	-	-	۵	جناب رجب علی خان صاحب بہاولپور	-	-	۱۰
؍ ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	-	-	۱۰	؍ عبدالواحد خان صاحب اجمیر	-	۰	۱۲
؍ صبیح الدین رہتک	-	۰	۱	؍ عبدالمجیب صاحب بالاگھاٹ	-	۰	۱
؍ شیخ احمد صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۱	؍ ایم اے رحمان صاحب	۰	۰	۵
؍ طاہر علی صاحب گورکھپور	۰	-	۲	؍ مسٹر عبدالرشید خان صاحب کیمپ پونا	-	۰	۵
؍ فضل الدین صاحب اوجین	-	۰	۵	نامعلوم الاسم	۰	۸	۵
؍ مرزا غلام محمود صاحب میسور	-	۰	۳	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب۔ لاہور	۰	۰	۵
؍ قاضی منہاج الدین صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۲	جناب سید محمد محسن خان صاحب کوآتھ ضلع آرہ	-	۰	۵
؍ محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ	-	۱۰	۵				
؍ محمد امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	۰	۰	۱	عبدالغنی صاحب راجنگر	۰	[illegible]	[illegible]
؍ امام الدین صاحب مسولی پٹم	۰	۰	۷	میزان	۹	۵	۷۸۸

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ جنوری ۱۹۲۹ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
حضور نواب حاجی حمید اللہ خان صاحب والئے ریاست [illegible] دام اقبالہ	-	۸	[illegible]
جناب ڈاکٹر ایم۔ اے صوفی صاحب کلکتہ	-	۰	۴۰۰
معرفت مسلم بک سوسائٹی ماہ نومبر ۱۹۲۸ء	-	۵	۳
جناب یوسف خان صاحب عدن ماہ دسمبر	-	-	۱۰
؍ محمد ارشاد علی صاحب عدن کیمپ	-	-	۵
؍ رجب علی خان صاحب بہاولپور	-	-	۱۰۰
واپسی پیشگی منجملہ ۸۰۰	۶	۱	۶۶
؍ ؍	-	۸	۳۳۰
؍	۹	۱	۳
واپسی پیشگی منجملہ رقم ۴۰۰	۶	۵	۲۵
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	-	۷	[illegible]
میزان	۳	۵	[illegible]

نقشہ ۳ تفصیل آمد مشن در انگلستان بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء

روپیہ	آنہ	پائی	
۲۴۵	۰	۰	بقایا آمدنی اخیر دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء از لندن ووکنگ
۲۴۵	۰	۰	میزان

نقشہ ۴ تفصیل آمد اسلامک ریویو در انگلستان بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء

روپیہ	آنہ	پائی	
۴۵۰	۰	۰	بقایا آمدنی اخیر دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء از لندن ووکنگ
۴۵۰	۰	۰	میزان

نقشہ ۵ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء

روپیہ	آنہ	پائی	
۱۴۶	۷	۰	نمبر ۱۳ بل تنخواہ عملہ مشن لاہور بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء
۱۴۶	۷	۰	نمبر ۱۴ ایضاً نومبر سنہ ۱۹۲۸ء
۲۶۵	۱۵	۶	نمبر ۱۵ بل سائر اخراجات اسلامک ریویو۔ کٹائی ریپر اسلامک ریویو۔ چھپائی اپیل اسلامک ریویو معہ ... چھپائی فارم و کارڈ اسلامک ریویو ... بنڈل چک ... مہترانی ماہ اکتوبر ... ٹانگہ ... پیپر ... سٹیشنری ... جمعداری برائے ووکنگ ... چاقو قیمت نصف مشن ... کرایہ ٹانگہ ... قیمت چک دروازہ نصف ... کرایہ ٹانگہ ... مہترانی ماہ نومبر ... کرایہ دفتر اکتوبر و نومبر نصف ... ٹکٹ اسلامک ریویو ...
۶۱	۴	۰	نمبر ۱۶ بل سائر مشن۔ تار کشمیر ... تار بہاولپور ... کرایہ ٹانگہ ... چھپائی فارم مشن ... خط بیرنگ ... مہترانی ماہ اکتوبر ... سٹیشنری ... جمعداری برائے دفتر ... چاقو نصف قیمت ... کارڈ و پیپر ... ٹائپ کرانی چٹھیاں ... کرایہ ٹانگہ ... قیمت چک نصف ... کرایہ ٹانگہ آمد و رفت بنک ... موم بتی ... مہترانی نومبر ... کرایہ دفتر اکتوبر نومبر سنہ ۱۹۲۸ء ... ٹکٹ مشن ...
۵۰	۱۱	۰	نمبر ۱۷ بل سفر خرچ۔ ٹکٹ لاہور سے دہلی انٹر معہ ... ٹکٹ دہلی سے میرٹھ انٹر ... ٹکٹ میرٹھ سے علیگڑھ انٹر ... ٹکٹ انٹر علیگڑھ سے لکھنؤ معہ ... ٹکٹ لکھنؤ سے لاہور ... خوراک ... کرایہ ٹانگہ ... متفرق قلی وغیرہ ... خرچ خوراک ...
۵۲۵	۴	۰	نمبر ۱۸ بل ... اسلامک ریویو ہندوستان ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء
۱۸۴	۰	۰	نمبر ۱۹ ایضاً مشن ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء
۱۳۸۰	۰	[illegible]	کل میزان

نقشہ ۶ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو انگلستان ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء

روپیہ	آنہ	پائی	
۸۹	۷	۳	نمبر ۶ بل سائر انگلستان ماہ اگست سنہ ۱۹۲۸ء
۹۳	۸	-	نمبر ۷ " " " اپریل سنہ ۱۹۲۸ء
۴۵۹	۰	-	نمبر ۸ " " " اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء
۴۷۴	۱۱	۰	نمبر ۱۱ بل چھپائی رسالہ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء
۳۹	۱۵	۰	نمبر ۱۲ بل تنخواہ سابقہ ملازم ووکنگ تین ماہ اکتوبر لغایت دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء
۹۶۱	۰	-	نمبر ۱۳ بل عملہ انگلستان ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۸ء
۹۶۱	۱۳	۳	نمبر ۱۴ " " دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء
۲۶۷۹	۶	۶	میزان

سلسلۂ تعلیم قرآن یعنی قرآن کریم کے حصہ اخلاقیات کی تفسیر

نمبر (۱)

جہد للبقاء

فیوضات سورۂ فاتحہ

موجودہ قومی پستی کو دیکھ کر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی صحت یابی کے شکریہ میں ارادہ کیا ہے کہ وہ آئندہ ایک ایسا سلسلہ تصنیف بنام تعلیم قرآن شروع کریں جس سے برادران ملت میں قومی زندگی و قومی قیام کے آثار پیدا ہو جائیں۔ موجودہ قومی پستی کا موجب قوم میں سے ان اخلاق کا مفقود ہو جانا اور ہمارا نشو و نما زندگی میں ہمارا ان اصولوں کو بھول جانا ہے۔ جنھیں قرآن کریم نے حیات و استحکام قوم کیلئے تعلیم کیا۔ چنانچہ اس موضوع پر خواجہ صاحب کی پہلی تصنیف یہی کتاب جہد للبقاء ہے اس کی اشاعت کے متعلق آپ نے تجویز کیا ہے۔ کہ اس کتاب کی ہزار در ہزار کاپیاں کالجوں کے مسلم طلباء میں مفت تقسیم ہوں۔ تاکہ ہماری آئندہ نسل اپنی زندگی کو قرآنی تعلیم کے مطابق چلا سکے۔ جو ہم ہی سے سب خود تعلیمات قرآنیہ کے جاننے سے سخت محتاج ہیں مفت تقسیم کرنے کے لئے اس کتاب کے پانچ نسخے ایک روپیہ میں ملتے ہیں۔ جو در اصل اس کی لاگتی قیمت ہے۔ ویسے ایک نسخے کی قیمت ساڑھے چار آنے (۴؍۶) ہے اس کتاب کی مفت اشاعت ایک بہترین صدقہ ہے۔ ہمارے بھائی اس کتاب کو خود پڑھیں اور اوروں کو بھی پڑھائیں۔ فی زمانہ اسلام کی بہترین خدمت یہی ہے کہ قرآنی علوم مسلم غیر مسلم قوموں میں اشاعت پائیں۔ اشاعت اسلام کا یہی ایک صحیح راستہ ہے۔ جس پر ہمارا گذشتہ بیس سالہ تجربہ ہے +

استحیاء و استقلال قوم

چنانچہ اسکے بعد خواجہ صاحب کے زیر تجویز دوسری تصنیف ہے جس میں کسی قدر تفصیل سے تمام مصحف مقدس کے وہ اصول لکھے جائیں گے جو کتاب مجید نے قومی حیات و استقلال کے لئے سورۂ بقرہ و سورۂ آل عمران میں تعلیم کئے۔ یہ ہمارا سلسلۂ تصنیف تعلیم قرآن کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جس میں اگر خدا نے توفیق دی۔ تو حصول بالا کے لحاظ سے کتاب مقدس کی ایک تفسیر آجائیگی۔ برادران ملت سے استدعا ہے۔ کہ وہ اس سلسلۂ تصنیف کو کامیاب بنانے میں مدد فرمائیں اور اس کی اشاعت میں خاص طور پر حصہ لیں۔ ان کتابوں کی قیمت میں بہت ہی رعایت ہوگی۔ چنانچہ آئندہ تجویز کردہ تصنیف کی قیمت ڈیڑھ روپیہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ پیشگی فرمائش پر خریدار کے ساتھ خاص رعایت کی جائیگی +

مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور

اورینٹل ہوس ریل بازار متصل گول بازار لائل پور

ہمارے ہاں تازہ گرم مال موجود ہے مثلاً کشمیرہ۔ سرج۔ فلالین۔ کوٹنگ۔ سوٹنگ۔ وِنش کلاتھ۔ مرینہ سادہ و پھولدار۔ سنپروف۔ پلش۔ بلیزر کلاتھ۔ وائیلا۔ کمبل۔ کھیسے۔ اونی چادر۔ مرینہ چادر۔ پلش کمبل۔ زنانہ مفلر۔ جراب۔ کوٹ سوئٹر و پل اوور مردانہ کوٹ سوئٹر پل اوور جمپر۔ سوئٹر۔ واسکٹ۔ ٹوپی۔ جراب۔ بنیان۔ مفلر۔ دستانے بچگانہ جراب۔ ٹوپی۔ جرسی۔ کوٹ سوئٹر و پل اور مفلر وغیرہ وغیرہ۔

نیز ہمارے ہاں بندوقوں۔ ریوالوروں و پستولوں کے کارتوس بالکل نئے و تازہ آئے ہیں۔ اور ہمارے پاس بندوقیں ریوالور اور پستول۔ بارود۔ چھرہ۔ ٹوپی۔ کارتوس ہر قسم۔ بندوق کور۔ بندوق کیس وغیرہ سامان۔ اسلحہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔

ہمارے ہاں ترکی ٹوپی۔ افغان کیپ۔ صفدر کیپ وغیرہ وسوتی بنیان۔ جراب رومال۔ تولیہ۔ میز پوش۔ پلنگ پوش۔ لنگی۔ کلاہ۔ دری وغیرہ وغیرہ ارزاں قیمت پر دستیاب ہوتی ہے +

نیز کرسیوں کی کیمبوس ہینڈ بیگ۔ چمڑہ۔ سوٹ کیس۔ اٹیچی کیس۔ بستر بند۔ ہولڈ آل وغیرہ وغیرہ ضروریات کا سامان بھی ملتا ہے +

ہمارے ہاں سب کاریشمی کپڑا۔ مخمل۔ پلش۔ بوسکی و جاپان۔ سلک۔ چائنا سلک۔ مشہدی لنگی۔ صافہ۔ پٹکا۔ ریشمی دوپٹہ۔ مفلر وغیرہ وغیرہ مال نہایت ارزاں قیمت پر فروخت ہوتا ہے +

نیز ہمارے ہاں سوتی کپڑا ہر قسم و ہر میل کا بکفایت ملتا ہے۔ مثلاً زین۔ ٹول۔ لٹھہ۔ کھدر۔ ململ۔ دہلی کلاتھ۔ جفر۔ گمٹی۔ بوسکی۔ چادر دھوتی۔ چھینٹ وسوتی وغیرہ وغیرہ +

المشتہر

کارکنان اورینٹل ہوس ریل بازار متصل گول بازار لائلپور

اکسیرِ رحمانی

(آکسیجن۔ فولاد۔ ہائیڈروجن۔ گندھک کا بہترین مرکب جس کے استعمال سے خون صالح پیدا ہوتا ہے)

یہ مجرب اکسیر ہندوستان۔ انگلستان۔ جنوبی افریقہ میں شہرت پا چکی ہے۔ اور ایک ہفتہ میں تقویت معدہ بھوک کی افزائش تبدیلی رنگت۔ وزن کا بڑھنا۔ جسم میں چستی پیدا کر دیتی ہے۔ امراض ذیل میں اس کا تجربہ ہو چکا ہے:۔
سوء ہضم (ڈسپپسیا) وجع المفاصل (پٹھوں کی درد) کمزوری دل اور دماغ بے خوابی امراض بدن ضعف اعصاب +

نقول چند سندات

(۱) میں نے چار ماہ تک آپ کی اکسیر کو مسلسل استعمال کیا۔ اور جسم کو مضبوط کرنے میں یہ بہت ہی مؤثر ثابت ہوئی +
مرزا عباس علی بیگ سابق ممبر انڈیا کونسل (انگلستان)

(۲) اکسیر رحمانی کے استعمال سے میرا وزن بیس دن میں ایک پونڈ بڑھ گیا۔ میرے اور متعلقین نے بھی استعمال کیا۔ انھیں بھی ویسا ہی فائدہ ہوا +
ایس عبد الخالق خاں ولیعہد ریاست منگرول

(۳) میں اپنی ہم منصبوں یا اپنی بچیوں کو تجویز کیا اور مجھے اس کی صحت و تقویت بخش فائدہ ہوا۔ جو ڈاکٹروں کی ادویات سے ہوتا جو مجھے پونڈوں میں خریدنی پڑتی +
مسز جی (گوکھل) ہیڈ لاج۔ سینٹ انکلیسنڈ

(۴) اگر ہشتاد سالہ شخص اس دوائی کے استعمال سے چنگا ہو جائے۔ تو اسے کرامت نہ کہا جائے تو اور کیا +
عالیجناب فرخی صاحب استاد حضور نواب صاحب بہادر ریاست امب

(۵) مجھے ماہی مشقتوں نے عرصہ سے بُرا حال کر رکھا تھا اور میں بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ ان ماہی مشقتوں نے میرے معدے جگر اور دل پر بڑا اثر کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان تمام شکایات سے اکسیر رحمانی کے ذریعہ نجات بخشی +
خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

(۶) میں نے اکسیر رحمانی کو استعمال کیا تو ہضم بڑھ جانے اور اشتہاء صادق کے پیدا کرنے میں اسے بے نظیر پایا۔ چند روز استعمال کر کے اس دوا کا اثر میں نے دیکھا ہے۔ میرے عام کہنہ بعض امراض معدہ کے تعلق سے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ خون صالح پیدا کرتی ہے۔ میرا یقین ہے کہ عالم میں حیوانی یا جسمانی قوت کی تقویت کے لئے اس دوا سے بہتر نافع دوا اور کوئی نہ ہوگی +
ملک شیر محمد۔ مہتمم خزانہ ریاست جموں

(۷) مجھے اور میری بیوی کو دوائی کے استعمال سے ہماری گمشدہ صحت میں خارق عادت فائدہ ہوا۔ جسم اور جسمانی قوت میں نمایاں طاقت محسوس ہوئی۔ قبل ازیں میری بیوی ... آپ کی دوائی ایک نوع کرامت ہے۔ میرے ایک دوست کو مفاصل میں درد تھا اور گھٹنوں میں تھا انہیں بھی نمایاں فائدہ ہوا +
محمد عبد اللہ وکیل ہائیکورٹ سرینگر۔ کشمیر

(۸) مجھے ایک ہی ہفتہ میں قوی فائدہ محسوس ہوا۔ اور اب میں ہر چیز بخوبی ہضم کر سکتا ہوں جسے میں پہلے کمزوری کی وجہ سے بالکل استعمال نہ کر سکتا تھا +
اے۔ حکیم ۱۳۲ ڈی۔ ینگ روڈ ڈھاکہ

(۹) ایک شیشی جو آپ نے ارسال فرمائی تھی۔ مجھے اس سے بہت ہی فائدہ ہوا ہے۔ میرے ناخون جو بالکل سفید تھے۔ ان میں سرخی پیدا ہو گئی ہے۔ اور رنگ چہرہ میں بھی فرق آ گیا ہے۔ اس واسطے تین شیشی اکسیر اسی ارسال فرمائیں +
مہر الدین ڈاکخانہ کھوڑ یانوالہ ضلع لائل پور

(۱۰) اکسیر کے صرف ایک ماہ کے استعمال سے ہی میری تمام شریانوں کی کمزوری رفع ہوئی۔ یہ تمام دماغی اور دیگر اعضائے رئیسہ کی کمزوریوں کے لئے تریاق ہے +
پروفیسر قادر حسین نظام یونیورسٹی حیدرآباد دکن

قیمت فی شیشی جو ایک ماہ کیلئے کافی ہے۔ ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ۱)

ملنے کا پتہ دفتر اکسیر رحمانی برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

بابت ماہ اگست ۱۹۲۹ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئک هم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ

قیمت صہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ - درخواست ہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۲۹ء

رفیق عام پریس ریلوے روڈ لاہور میں باہتمام بابو منظور الٰہی پرنٹر چھپ کر مرزا عبدالغنی سکرٹری نے شائع کیا

ووکنگ مسلم مشن ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے سترھواں سال ہے فضل ربی اور مسلمانانِ عالم کی مسلسل توجہ سے آج تک انگلستان جیسی گراں سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مالی مشکلات نہیں ہوئیں۔ اس محولہ بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ پس انداز رقم بطور میعادی سرمایہ جمع کیا جائے جو آڑے وقت کام آئے۔ اور اس فکسڈ ڈیپازٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو۔ اگر مسلم بھائی اپنی اور اپنے دوست احباب خویش واقارب کے تمام صدقات۔ خیرات۔ نذر جینٹ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن کی ہمیشہ کے لئے مالی تقویت کا موجب ہوسکتا ہے +

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوتا ہے۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اس میں تعلیم الاسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے مسلم مصنفین کے علاوہ نومسلم احباب کے بھی اس میں مضامین درج ہوتے ہیں مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نومسلمین کے فوٹو شائع ہوتے ہیں جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ ہندوستان میں ہے

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے صدق بالقابہ (نومسلم) جناب سر عباس علی بیگ سابق ممبر انڈیا کونسل حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اس کی طباعت اور اس کی وسیع پیمانہ پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے۔ اور جہاں جہاں لیکچروں یا تقریروں کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ ان گوشوں تک اسلام کو دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کرچکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی سنسنی خیز مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کرلیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنا اور اس کی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے +

آجکل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے۔ اس کے علاوہ مشہور آفاق کتاب

"آسمانی بادشاہت" اور اس کا چارٹر

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی میں ترتیب دی جارہی ہے۔ اور اس کا پتہ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہے

تمام خط وکتابت و ترسیل زر بنام سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) **ہونی چاہئے**

جلد ۱۵ — بابت ماہ اگست ۱۹۲۹ء مطابق ربیع الاول ۱۳۴۸ھ — نمبر ۸

شذرات

تشریح تصویر: اس ماہ کے رسالہ کو عید الاضحیٰ کے مجمع کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے جس میں جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی قائمقام امام مسجد ووکنگ خطبہ عید فرما رہے ہیں۔ اس سعید تقریب کی مفصل روئداد و کوائف تو اشاعت گذشتہ میں نذر ناظرین کئے جا چکے ہیں +

تصویر کے بالائی حصہ میں مجمع کا وہ حصہ ہے۔ جو جناب امام صاحب کے بائیں طرف ہے۔ اور کہ جس میں (۱) عالیجناب رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ (الفاروق) (۲) ہز ایکسلنسی جناب حافظ شیخ وہاب صاحب بالقابہ نائب حکومت حجاز و نجد (۳) جناب ولیعہد صاحب ریاست مالیر کوٹلہ (۴) جناب لفٹیننٹ کرنل نواب سر ملک عمر حیات خان ٹوانہ (۵) جناب سیٹھ غلام حسین قاسم عارف ملک التجار کلکتہ۔ اور میڈم زینب اسکٹ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تصویر کے زیرین حصہ میں وہ احباب ہیں۔ جو جناب امام صاحب کے دائیں جانب تھے +

اس شاندار تقریب میں اس سال چار صد کے لگ بھگ اصحاب نے شرکت کی ہے۔ یہ اجتماعی نظارہ نہایت ہی باصرہ نواز اور جاذب نظر ہے۔ اور نیز اسکی بنا پر اسلام کی حیرت انگیز قوتِ اختلاط باہمی کا ثبوت ملتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ عید کے موقعہ پر اہل مغرب کے سامنے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام کی اخوت کس قدر شاندار اور عالمگیر ہے۔ اور اس اخوت کو پیش کر کے اسلام دیگر اقوام کو دعوت دیتا ہے۔ بلکہ ان کے سامنے ایک اسوۂ حسنہ پیش کرتا ہے +

مسلمان اور حفظان دندان زمانۂ وسطیٰ کے مسلمان اور عیسائیوں کے متوازی تاریخ کا مطالعہ تقابل کی بہت سی نظیریں پیش کرسکتا ہے۔ اور اسی ضمن میں ان دونوں مذاہب کے مقلدین کی تمدنی حالتوں کے روشن اور دلچسپ نظارے بھی سامنے آجاتے ہیں۔ اور ان حالات کے بعض پہلو براہ راست ان مذاہب کی تعلیمات پر منتہی ہوتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں مغربی تہذیب کے زیر اثر جو ترقی مختلف علوم میں ہوئی ہے اس کی بناپر صورت حال بہ نوع دیگر ہوگئی ہے۔ اور موجودہ مسلمانوں کی نگاہیں اس ترقی کی وجہ سے اس قدر خیرہ ہوئی ہیں۔ کہ اگر ایک طرف وہ اپنے اسلاف کے شاندار کارناموں کو بھلا بیٹھے تو دوسری طرف مرعوب ہوجانے کی وجہ سے اپنے جائز حقوق اغیار حوالہ کردینے میں شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہوگا۔ جو مندرجہ ذیل اقتباس از فارٹ نائٹلی ریویو مورخہ جون ۱۹۲۹ء صفحات ۸۰۹ تا ۸۱۰ پڑھے اور متعجب نہ ہو۔

زمانۂ وسطیٰ میں جو معیار تہذیب مشرق اور مغرب میں متعین تھا۔ اس کے اختلاف کی مثال اس سے بہتر نہیں مل سکتی۔ کہ جس زمانہ میں یہ منافرت انگیز مصلح انگلستان میں ترویج پا رہا تھا۔ اس زمانہ میں عرب کا ایک مشہور طبیب نہ صرف بذریعہ ادویہ دانتوں کی صفائی پر زور دے رہا تھا۔ بلکہ محض سادہ پانی غرغرہ کرنا بھی مفید (دہن) بتا رہا تھا۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کی ان خدمات کا صحیح طور پر اعتراف نہیں کرتا جو انھوں نے زمانۂ وسطیٰ میں علوم و فنون کی نشر و اشاعت کے لئے کی تھیں۔ اگرچہ اُن کے طریق معالجہ نے یونانیوں کے غلط اصولوں کی رفتہ رفتہ بالکل ہی اصلاح کردی۔ لیکن بعض امور مثلاً کرم خوردہ دانتوں میں سونا بھرنا یہ مفید کام خلیفۂ ہارون رشید کے خاص طبیب کو ۸۰۳ء ہی میں معلوم تھا۔ اور ابوالقیس جو فن جراحی میں عدیم النظیر گزرا ہے۔ فی الواقع اپنے زمانہ سے برسوں آگے تھا۔ اور اُس نے مشہور مرض دندان یعنی "پائیوریا" کے معالجہ میں بہت سے اصلاحی امور دریافت کئے۔ یہ مرض اس زمانہ میں بھی ویسا ہی عالمگیر تھا جیسا کہ اب ہے۔ اس سے پہلے حکیم ابوبکر رازی نامی شخص نے افیون کی ترکیب سے بعض امراض دندان کا علاج دریافت کیا۔ اور کھوکھلی داڑھوں میں زہر کا مرکب بھرنے کا طریقہ بھی معلوم کیا۔ افسوس کہ اس کو یہ بات از خود دریافت کرنی پڑی حالانکہ اس سے پہلے اہل چین ان باتوں کو معلوم کرچکے تھے"۔

اس اقتباس سے یہ بات بھی ذہن نشین ہو جائیگی۔ کہ جو قومیں اپنے شاندار تاریخی زمانۂ ماضی کو فراموش کردیتی ہیں۔ اور اس حقیقت کو نہیں معلوم کرتیں۔ کہ موجودہ زمانہ ماضی سے بنتا ہے۔ اور آئندہ زمانہ موجودہ زمانہ سے بنیگا یقیناً وہ قومیں صفحہ ہستی سے مٹ جائینگی۔ یہ نصیحت ناقص ہوگی اگر ہم رسول کریم صلعم کی وہ حدیث اس جگہ

درج کریں جس میں وہ تعلیم مضمر ہے جو مسلمانوں میں حفظان دنداں کا باعث ہوئی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-
"اگر میری اُمت پر اس کا مسلسل استعمال ناگوار نہ ہوتا تو میں یہ حکم دیتا کہ ہر نماز سے پہلے مسواک کی جائے" +

اب اک لمحہ کے لئے مسیحی تمدن کی تصویر بھی دیکھ لیجئے۔ اسی رسالہ میں یہ سطور مندرج ہیں :-
"جان گیڈسڈن جو آکسفورڈ کا اک نامی ڈاکٹر تھا۔ درد دنداں کا علاج ان الفاظ کو تجویز کرتا ہے
باپ بیٹے اور روح قدس کے نام آمین۔ رکس منس بکس ان کرسٹو فا ئیلیو' عموماً مریض کے
دانتوں پر یہ الفاظ روشنائی سے لکھ دیئے جاتے تھے۔ اور لکھا ہے کہ درد کافور ہو جاتا تھا۔ معتبر ذرائع سے معلوم
ہوا ہے کہ اس قسم کے بہت سے تعویذ اب بھی محفوظ ہیں۔ اور فرانس جرمنی اور انگلستان کے بعض حصوں میں
اب بھی کام میں لائے جاتے ہیں۔ ان تعویذوں کی اسناد میں اُن لوگوں کا حال بھی لکھا ہے۔ جن کو اُن تعویذوں
سے فائدہ پہنچا آخر میں دانتوں کے محافظ ولی سینٹ اپالینا کا تذکرہ بھی موجود ہے بیسویں صدی میں
جبکہ روز افزوں آبادی کی ضروریات جسمانی کو پورا کرنے کے لئے متعدد سند یافتہ اطبا موجود ہیں یقیناً کہا جا سکتا
ہے۔ کہ کوئی شخص ان بے سود امور کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایک طبی رسالہ میں کسی پریشان مستفسرہ
کے جواب میں لکھا گیا تھا کہ بجائے تعویذ گنڈے کے لازم ہے کہ اپنے بچے کے دانتوں کی صفائی کیلئے
کیمیاوی مصلح دنداں کا استعمال کریں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اس زمانہ میں بھی دانتوں کے مریضوں کو یہ نسخہ تجویز
فرما دیتے ہیں کہ ۳۶ عدد مینڈک پکڑ لو ان کے دل نکال کر تیل میں حل کر لو اور ایک بوند روز کان میں ڈالو۔ تو درد
جاتا رہیگا بعض اس سے بڑھ کر مضحکہ انگیز علاج بتاتے ہیں یعنی کسی مُردہ سانپ کی کینچلی تیل میں ڈال کر جوش دے لو
اور پھر اُسے درد والے دانت میں لگاؤ بہر حال یہ دونوں نسخے جان گیڈسڈن صاحب کے مجرب نسخہ سے بہتر ہیں +

اسلام کے نقش قدم پر کہ ہم لوگ ایسے زمانہ میں رہتے ہیں جبکہ ہوائی جہازوں اور لاسلکی کی بدولت
بعد مکانی دن بدن کم ہوتا جاتا ہے۔ اور اس وجہ سے اتحاد باہمی کی نظائر کا پیدا کرنا اور اختلاف کو پس پشت
ڈالنا خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اقتباس جو کہ ٹورونٹو ورلڈ میں مورخہ ۷ اسی ۱۹۲۹ء کو لیا گیا ہے
نہایت خوشی کے ساتھ پڑھے جانے کے لائق ہے :- خدا کا تصور در اصل ارواح پرستی اور تعدد الہ کے عقائد کی
ترقی یافتہ شکل ہے جو توحید میں ظاہر ہوا۔ اگرچہ یہ تصور اپنی حقیقت کے لحاظ سے مختص بالارض ہے یعنی
خدا کو اس زمین ہی پر موجود مانا گیا ہے اور کہیں نہیں۔ چونکہ انسانوں کا تخیل کائنات محدود تھا۔ اس لئے ان کا

تخیل مذہبی بھی محدود ٹھیرا۔ چنانچہ بائیبل میں تخلیق عالم کا جو فسانہ مرقوم ہے۔ وہ اس نظریہ پر شاہد ہے +

کاپرنیکس اور گیلیلیو کی تحقیقات کی بناء پر جو نزع مذہب اور سائنس میں واقع ہوا وہ اب ایک تاریخی حقیقت ہے۔ اور ہمارا تخیل ارضی اس قدر وسیع ہو گیا ہے۔ کہ علماء کا تخیل الہٰ اسمیں غائب ہو گیا ہے۔ اور جن تخیلات سے علوم جدیدہ ہمیں روشناس کر رہے ہیں افسوس ہے کہ مذہبی تخیل ان سے بہت پیچھے ہے جس زمانہ میں یہ لوگ یہ سمجھتے تھے۔ کہ کرۂ ارض کائنات کا مرکز ہے۔ اور سورج ستارے وغیرہ اس کے فوائد کی خاطر بنائے گئے ہیں۔ تو خدا کو انسانی صفات سے متصف کرنے کا خیال بالکل مناسب تھا۔ لیکن اب تو وہی کائنات اس قدر وسیع ہو گئی ہے۔ کہ اسکی وسعت کا اندازہ کرنے کے لئے لاکھوں کروڑوں برسوں کا حساب لگانا پڑتا ہے۔ اور زمین ایک چھوٹا سا سیارہ ثابت ہوئی ہے جو آفتاب کے گرد گردش لگا رہی ہے مختصر یہ کہ قدیم خیالات اب کسی کو تسلی نہیں دے سکتے +

اس عبارت سے معلوم ہوگا کہ "رب العالمین" کا تصور خاص طور سے اس روشنی اور ترقی کے زمانہ کا نتیجہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اسلام نے یہ تصور ساڑھے تیرہ سو سال پہلے انسانوں کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ ہر مسلمان جانتا ہے۔ کہ سورۂ فاتحہ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے "الحمد للہ رب العالمین" یعنی سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو تمام کائنات کا پالنے والا ہے۔ اور خود آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار سے بھی کچھ زیادہ عالم پیدا کئے ہیں"۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ تحریک سپریچولزم (روحانیت) کی قدر پہچانیں کیونکہ اسکی بناء پر پادریوں کا زور یورپ میں کم ہو رہا ہے۔ اور وہاں کے باشندوں کا زاویۂ نظر وسیع ہوتا جاتا ہے ہمیں یقین ہے کہ اس تحریک کی بدولت وہ خلیج جو عرصہ دراز سے اسلام اور مسیحیت کے مابین حائل ہے۔ زود یا بدیر غائب ہو جائیگی +

ایک دلچسپ اور مضحکہ خیز طریق کار ہمارا خیال ہے۔ کہ بہت کم لوگ ان تمام رسوم اور طریقوں سے واقف ہونگے جو کلیسیا نے انگلستان میں بشپ کے تقرر کے سلسلہ میں عمل میں لائے جاتے ہیں۔ "بشپ" کی حقیقت سمجھنے کیلئے نظریہ "خدمت مذہبی" کو سمجھ لینا چاہئے۔ وہ اختیارات مذہبی جو یسوع نے شاگردوں کو تفویض کئے تھے "حکومت کلیسیائی" یعنی ( )

کے ورثہ میں آ گئے۔ اور شاگردوں نے سر پر ہاتھ پھیر کر یہ قوت اپنے وارثوں کو پہنچادی۔ ان وارثوں کو بشپ کہتے ہیں پس بشپ یعنی اُسقف جو رُوح قدس کی مدد سے منتخب ہوتا ہے رُوحانی طور پر الٰہی طاقتوں کا وارث ہو جاتا ہے۔ جن کی بدولت وہ بعض فرائض مذہبی مثلاً لوگوں کو پادری کا عہدہ دینا کے ادا کرنے کا مستحق ہو جاتا ہے یہ بات کہ اُسقف یا پادری بعض الٰہی طاقتوں کا مالک ہو جاتا ہے۔ ایک مضحکہ خیز دعویٰ ہے۔ جس کا ابطال ان تاریخی واقعات کی بناء پر بکلی ہو جاتا ہے۔ جو ان پادریوں کی اخلاقی کمزوریوں کے متعلق سلف سے محفوظ چلے آ رہے ہیں لیکن اس مضحکہ خیزی کا اختتام اسی جگہ پر نہیں ہوتا ہوتا۔ بلکہ وہ اس وقت اپنے انتہائی نقطہ پر پہنچتی ہے جب کسی پادری کو اُسقف کے عہدہ عطا کئے جانے کے متعلق وزیر اعظم، بادشاہ سے سفارش کرتا ہے بشپ کے تقرر کا طریق یہ ہے:- وزیر اعظم سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اپنی منظوری دے کر اُس نام کو بشپ کے حلقۂ حکومت کے کلیسیائی عہدیداروں کے پاس بھیجدیتا ہے۔ وہ لوگ دعا کرتے ہیں۔ کہ رُوح قدس اُن کو بہترین امیدوار کو منتخب کرنے کی توفیق دے پس یہی انتہائی مضحکہ خیز بات ہے۔ کہ ہمیشہ رُوح قدس کی تائید اُسی امیدوار کے ساتھ ہوتی ہے جس کی سفارش بادشاہ کرتا ہے۔ اور واضح ہو کہ بادشاہ کی سفارش، ذاتی رجحان کی بناء پر ہوتی ہے۔ نہ کہ رُوح قدس کی تحریک سے اور سفارش ہوتی ہے۔ وزیر اعظم کی طرف سے جو بعض اوقات کلیسئے انگلستان کا رکن بھی نہیں ہوتا۔ اور نہ اسکے لئے عیسائی ہونا کوئی لازمی شرط ہے! العجب کیا مذہبی امور میں اس سے بڑھ کر کوئی مضحکہ خیزی متصور ہوسکتی ہے؟ کوئی تعجب نہیں اگر اندریں حالات کلیسیائی اقتدار روز مرہ روبہ تنزل ہے۔ بیشک کبھی ایسا زمانہ بھی تھا۔ جب بادشاہ بغیر کلیسیائی عہدیداروں کے مشورہ کے کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ اور اس نقص کو دُور کرنے کے لئے بادشاہوں نے اُسقف کا تقرر اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ اور رسوم کا حصہ پادریوں کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ تاکہ عوام الناس کے دلوں میں بدگمانی پیدا نہ ہو سکے۔ اس سلسلہ میں یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کہ ملک کی طرف سے مجلس کلیسیا میں چند تجاویز پیش کی جانیوالی ہیں جن کی بناء پر یہ مضحکہ خیزی ختم ہو جائیگی۔ چھ سال کے غور و فکر کے بعد ایک مجلس بنائی گئی ہے جس میں اُسقف اعظم، لارڈ سیسل اور لارڈ وولمر بھی شامل ہیں۔ ان لوگوں نے مندرجہ ذیل تجاویز مجلس کے سامنے پیش کرنے کا تہیہ کیا ہے (۱) عہدہ داران کلیسیا کو بادشاہ کی سفارش رد کرنے کا اختیار ہونا چاہیئے (۲) اُسقف اعظم کنٹربری اور یارک دونوں کو اختیار ہونا چاہیئے۔ کہ وہ کسی منتخب

امیدوار کو دینی خدمت کے لئے مقدس اور مخصوص کرنے سے انکار کردیں۔ اور اس پر اُن سے کسی قسم کا مواخذہ نہ ہونا چاہیئے (۴) اور وزیر اعظم کو کسی امیدوار کا نام پیش کرنے سے پہلے ایک خاص مشاورت کی منظوری حاصل کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد کسی کا نام بادشاہ کے سامنے پیش ہو۔

ہم بصمیم قلب اِن سفارشات یا تجاویز کی تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی وجہ سے پادریوں کو زیادہ ایمانی زندگی بسر کرنے کا موقعہ ملیگا۔ اور اُن افسانوں کی طویل فہرست میں سے جو کلیسیائی دُنیا میں رائج ہیں، ایک فسانہ بھی کم ہو جائیگا +

اسلام نہ صرف اِن مضحکہ انگیز باتوں سے پاک ہے۔ بلکہ اسمیں مذہبی خدام یعنی پادریوں کا بھی کوئی نظام نہیں ہے۔ اسلام میں تو ہر مسلمان مذہبی خادم یعنی صداقت کا علمبردار ہے سر ٹامس آرنلڈ نے اپنی کتاب "دعوتِ اسلام" کے صفحہ ۸۰ پر اس حقیقت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے "اسلام میں پادریوں کا منصب مطلق نہیں پایا جاتا۔ اسی لئے مسلمانوں کا تبلیغی جوش عیسائی مبلغین کی تگ و دو سے بالکل مختلف ہے مسلمانوں میں نہ مشنری سوسائٹیاں ہیں۔ نہ تربیت یافتہ مبلغین ہیں۔ ہاں صوفیوں کی مختلف جماعتیں ضرور ہیں۔ جو قدیم مسیحی خانقاہی سلاسل سے مشابہ ہیں لیکن یہاں بھی وہ فرق موجود ہے۔ یعنی ان حلقوں میں کوئی ایسی بات نہیں جو اُن کو عامۃ المسلمین کر جدا کر دے۔ اور نہ مبلغین کو کار تبلیغ کیلئے مخصوص کرنے کی رسم ادا کی جاتی ہے اور نہ تبلیغ کیلئے کسی باضابطہ سند حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ ہر مسلمان ہر وقت اسلام کا مبلغ ہے اور یہ امتیازی جوہر مسیحیت اور اسلام کو نمایاں طور پر ایک دوسرے سے جدا کر دیتا ہے" +

برٹش مسلم سوسائٹی لندن کی تبلیغی تگ و دو

مسلم مشن ووکنگ کے مبلغین کی امداد سے برٹش مسلم سوسائٹی لندن کے زیر اہتمام ہر اتوار کو لندن مسلم نماز گاہ ۱۱۱ کمبرلینڈ ہل روڈ لندن میں لیکچروں کا سلسلہ جاری رہتا ہے یہ لیکچر شام کو پونے چار بجے ہوتے ہیں۔ ماہ جون کے لیکچروں کے عنوانات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

۱۶ جون ۱۹۲۹ء کو جناب عبد الخالق خان صاحب بی۔ اے ایم آر۔ اے ایس یوبہرہ مشنری نے "درویشانِ اسلام" پر لیکچر دیا +

۲۳ جون ۱۹۲۹ء جناب او۔ علی۔ ڈبلیو سنے تو مذہب اسلام پر اظہار خیالات فرمایا۔

۳۰ جون ۱۹۲۹ء جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی قائمقام امام مسجد ووکنگ نے "اسلام اور دولت" پر لیکچر دیا۔

اسکے علاوہ مسلم نماز گاہ لندن میں جناب مولوی عبد المجید صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ بالالتزام نماز جمعہ ٹھیک ۱½ بجے ادا فرماتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مبلغین اسلام کو بیش از بیش تبلیغ اسلام کی ہمت و طاقت دے +

خواجہ عبد الغنی

لندن میں
ہز ایکسیلنسی حافظ شیخ وہاب صاحب بالقابہ نمایندہ حکومت نجد و حجاز
کے
اعزاز میں ایک شاندار ایٹ ہوم

جون کے اخیر برٹش مسلم سوسائٹی لندن نے عالیجناب دی رایٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی زیر سرپرستی ۱۱۱ کمپڈن ہل روڈ۔ لندن میں ہز ایکسیلنسی حافظ شیخ وہاب صاحب بالقابہ نمایندہ حکومت نجد و حجاز کے اعزاز میں ایک شاندار ایٹ ہوم دیا +

جناب حافظ صاحب موصوف نومسلم انگریز بھائیوں کی کثیر جماعت کو دیکھ کر بہت ہی محظوظ ہوئے جس اسلامی تحریک (مسلم مشن ووکنگ) کا غلغلہ وہ اخبارات کے ذریعہ مدت مدید سے سُن رہے تھے اس تقریب پر اُس تحریک کے نتائج کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ جسے دیکھ کر آپ از حد مسرور ہوئے +

اس موقعہ پر انھوں نے اپنے دلی جذبات کا اظہار۔ عربی زبان میں فرمایا۔ جسے ترجمان نے انگریزی زبان میں سامعین تک پہنچایا۔ شیخ صاحب موصوف نے حاضرین مجلس تک اپنا سلام پہنچایا۔ اور دوران تقریر میں فرمایا کہ یورپ میں اسلام سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں تھیں۔ جو آہستہ آہستہ رفع ہو رہی ہیں۔ اخیر پر آپ نے نومسلمین و مومنین کے ایسے عظیم الشان مجمع میں شمولیت پر فخر و شادمانی کا اظہار فرمایا +

خادم

خواجہ عبد الغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

مضمون "وجہ نزاع ایں است اسلام ہی لائق قبول ہے" کی پہلی قسط جون نمبر میں پیش کی جا چکی ہے۔ اس سلسلہ کی دوسری کڑی اس رسالہ کے صفحات کو مزین کر رہی ہے اس مضمون کے انگریزی حصہ کو پڑھ کر ہم سے بہت سے احباب نے استدعا کی ہے کہ جب تم مضمون اس سلسلہ کو ختم کر دے تو اسے پمفلٹ کی شکل میں طبع کرا کر کثرت سے مفت تقسیم کیا جاوے۔

ہمارے ان احباب کی رائے میں یہ مضمون مختصر سے مختصر لیکن جامع الفاظ میں کُل مذاہب و ملل پر ایک فیصلہ کن بحث کرتا ہے۔ اور اگر کسی میں تھوڑا سا بھی انصاف ہو۔ تو اسے پڑھ کر وہ انھیں نتائج پر آ جاویگا۔ جن پر فاضل مضمون نگار آیا ہے +

اس مضمون کی کثیر و مفت اشاعت کی خواہش ہمیں کئی جوانب سے آئی ہے۔ اسلئے اس کار خیر کیلئے ہمیں جناب کرام

کو خصوصیت سے متوجہ کرنا ہوگا۔ لہٰذا ہماری استدعا ہے۔ کہ قارئین کرام اس مضمون کو بنگاہ اسعیاب پڑھیں اور جس دوست کے نزدیک یہ مضمون اغراض بالا کو پوری طرح پورا کرتا نظر آوے۔ وہ بالضرور اسکی مفت اشاعت میں حصہ لے۔ راقم مضمون سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا ہے۔ کہ ابھی اس مضمون کی چند اور اقساط باقی ہیں۔ اس سے ہم اندازہ لگاتے ہیں۔ کہ انگریزی میں اسکی طباعت وغیرہ کی لاگت کوئی پانچ چھ آنے فی کاپی پڑیگی۔ اور ایسے ہی اردو کی طباعت کے لئے بھی قیاس کیا جاسکتا ہے +

ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے دوست متعدد کاپیوں کیلئے آرڈر بک کرائیں۔ اور یہ کاپیاں ہم سے منگوا کر غیر مسلم دوستوں میں خود بخود تقسیم کریں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ انگریزی مضمون تو بلاد عربیہ۔ امریکہ وغیرہ میں غیر مسلم طبقہ میں کثرت سے تقسیم ہو۔ اور اس طرح ہندوستان کے غیر مسلم طبقہ میں بھی وسیع پیمانہ پر اسکی اردو میں مفت اشاعت ہو +

جو احباب اس پمفلٹ کی مفت تقسیم کے کار خیر میں حصہ لینا چاہیں۔ انکے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ ابھی سے اپنے ارادہ سے ہمیں اطلاع دیں۔ تاکہ اس مضمون کی کتابی شکل کے چھپنے پر ہم تعداد اشاعت کا صحیح اندازہ لگا سکیں +

خواجہ عبد الغنی

جملہ مذاہب میں صرف اسلام ہی لائق قبول ہے

(ایک ایسے مسلمان کے قلم سے جو پیشتر عیسائی تھا)

(بہ تسلسل صفحہ ۲۷۳ جلد ۱۵ نمبر ۶ اشاعت اسلام جون نمبر ۱۹۲۹ء)

مضمون زیب عنوان کی تیسری قسط ہے۔ مصنف مضمون نے اس دوسری قسط کی ایک کاپی ہمیں بھی بھیج دی ہے جس کا ترجمہ ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ غالباً یہ مضمون ستمبر کے اسلامک ریویو میں چھپ جاویگا۔ ہم چاہتے ہیں کہ مضمون پڑھتے وقت قارئین کرام امور ذیل کو ذہن میں رکھیں +

یوں تو رات دن مذہبی مباحث و مجادلات صفحات میں شائع ہوتے رہتے ہیں لیکن مضمون بالا اپنی نوعیت میں بالکل اچھوتا اور نرالا ہے۔ گو اس میں نہایت ہی اختصار سے کام لیا گیا ہے لیکن ہر ایک ضروری بات کو مبرہن اور واضح کر دیا گیا ہے۔ طریق استدلال نہ صرف مسکت اور کامل اطمینان بخش ہی ہے بلکہ مذہبی دنیا میں یہ ایک جدید طرز استنباط ہے جس کا کوئی جواب نہیں +

فاضل مضمون نگار نے زندگی کے عملی خلاقی۔ اقتصادی پہلو کو سامنے رکھکر یہ دکھلانا چاہا ہے۔ کہ عقائد مذہب کے اختیار کرنے میں ہمیں کسی مذہب کے ان خوش کن وعدوں کا خیال دل کرنا چاہیئے۔ جو اگلی زندگی میں جا کر پورے ہونگے۔ آیندہ کی باتیں کسی مذہب کی صداقت کی کوئی دلیل نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ کوئی بھی مذہب ایسے وعدہ و عید سے خالی نہیں۔ کیونکہ کوئی بھی

شخص آئندہ کے متعلق اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آئندہ کے معاملات کل کے کل مجہول الکیفیت ہیں پھر ان کی بناء پر کوئی کس طرح ایک مذہب کی تصدیق کرے۔ اور دوسرے کی تکذیب۔ قابل مصنف مضمون نے اس موجودہ زندگی اور اسکی خوشحالی کو ہی کسی مذہب کی صداقت کا معیار ٹھیرایا ہے۔ اور اس معیار پر ہر ایک مذہب کے اصولی عقیدہ کو پرکھا ہے۔ ان کی نگاہ میں کفارہ۔ تناسخ۔ اور ایسا ہی اپنے غلط مفہوم میں مسئلہ تقدیر۔ نسل انسانی کی عملی تباہی کا موجب ہوتے ہیں +

قسط حاضرہ کا سب سے دلچسپ و لطیف حصہ وہ ہے جس میں انتخاب معبود پر بحث کی گئی ہے۔ انھوں نے دکھلایا ہے۔ کہ بعض حالات میں عناصر پرستی۔ انسان پرستی سے اخلاقاً اور اقتصاداً زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے۔ اور مشرکوں کے بعض اخلاقی اعمال بعض جگہ زیادہ مستحسن نظر آتے ہیں لیکن چونکہ اسلام نے اور اسکی تائید میں سائنس نے شرک کو تباہ کر کے اسکی قدیمی تعمیر اخلاق کو کمزور کر دیا ہے۔ اسلئے تعمیر سوسائٹی اور اسکی بہتری اسی امر میں ہے کہ مشرکانہ خیالات کو دنیا سے مٹا دیا جاوے۔ کیونکہ اب ان میں وہ جادو نہیں رہا۔ جو پہلے تھا +

معاملہ انسان پرستی میں انھوں نے شری مہاراج رامچندر جی اور شری کرشن جی مہاراج کے حسنہ حسنہ حالات پیش کر کے دکھایا ہے۔ کہ اگر ہمارا مذہبی نصب العین یہی ہو۔ کہ ہم اپنی نوع میں کسی ایسے انسان کو بطور معبود تلاش کریں۔ جو الوہیت کا مجسمہ ہو۔ تو کیوں جناب مسیح کو رام چندر جی اور کرشن پر ترجیح دی جاوے۔ حالانکہ یہ تینوں بزرگ مشرقی ہیں۔ اور مشرقی اقوام سے تعلق رکھتے ہیں علاوہ ازیں ان ہندو دیوتاؤں کے حالات جناب مسیح کے مقابل انھیں الوہیت کا زیادہ مستحق ٹھیراتے ہیں۔ معزز صاحب مضمون نے ایک صداقت کو نہایت ہی جرأت سے ظاہر کیا ہے۔ حالانکہ وہ قرآنی صداقت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ انسان کو۔ خود خدا پرستی کی ہی ضرورت ہے۔ اگر اس کے اس فعل سے اس کے اخلاقی عملی حالات بہتر نہ ہو سکیں بالمقابل معبود حقیقی تو وہ ہونا چاہئیے۔ جو کسی انسانی تمجید و تحمید کا محتاج نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم کی تعلیم سے پایا جاتا ہے۔ ان حالات میں خدا کی پرستش ایک بے مصرف فعل ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک ایک نیک چلن مشرک ایک بدچلن موحد سے خدا کی نگاہ میں ہزار درجہ بہتر ہے۔ اور راقم مضمون کا یہ بیان صداقت سے خالی نہیں ہے۔ یہ حصہ مضمون نہایت ہی دلچسپ ہے خصوصاً اس کا وہ موقعہ جہاں انھوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ انسان کی ترقی و تہذیب کے لئے اگر کسی بات کی ضرورت ہے۔ تو اس کا وہ زبردست احساس و ایمان ہے۔ جو اسکے دل میں قوانین فطرت کے متعلق ہونا چاہئیے + یہ قوانین فطرت تو وہی ہیں۔ جو قرآنی اصطلاح میں سنن الٰہیہ یا حدود اللہ کہلاتے ہیں۔ اگر کوئی مذہب قوانین مذکورہ بالا کے متعلق یہ احساس و ایمان پیدا نہیں کر سکتا۔ تو وہ مذہب قابل پذیرائی نہیں۔ اس امر کو بطور اصول متعارفہ سامنے رکھکر

اُنھوں نے دکھلایا ہے۔ کہ اسلام اسی غرض کیلئے دنیا میں آیا ہے۔ چنانچہ اسلام کے لفظی معنے طاعت کے ہیں اور مسلم وہ ہے جو قوانین الٰہیہ پر چلے۔ خواہ ان قوانین کا انکشاف الہام الٰہی نے کیا ہو۔ یا علمی تحقیق نے انھیں قائم کیا ہو اسلام نے جو اساسی عقاید مذہب تجویز کئے وہ بھی اسی نگاہ سے کہ اور یہ اساسی اصول ہیں۔ جو انسانی سوسائٹی کے ہر شعبہ میں نہایت مضبوطی سے کام کرتے نظر آتے ہیں۔ بلکہ ان اصولوں کا انحراف سوسائٹی کو تباہ کر دیتا ہے۔ یہ وہ اصول ہیں جسکی عزت نسل انسانی نے پیدائش انسانی سوسائٹی کے وقت سے ہی کی ہے۔ کیونکہ انکے سوا سوسائٹی چل ہی نہیں سکتی +

فی الجملہ یہ وہ اصول ہیں۔ جن کے آگے ایک دہریہ بھی عملاً تسلیم خم کرتا ہے۔ اور یہ وہ اصول ہیں۔ جو اسلام نے حقیقت ایمان میں جمع کر دیئے +

بڑی خوبی اس سلسلۂ مضامین میں یہ ہے کہ فاضل مصنف نے کہیں بھی تکلف و تحکم سے کام نہیں لیا۔ دلائل سب کے سب سادہ طبعی معقول اور مضبوط ہیں لیکن عام فہم عبارت میں ہیں۔ اور پھر یہ کہ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے +

خواجہ عبد الغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

جملہ مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی لائق قبول ہے

اسلام کے عقائد خصوصی

مذہبی زاویۂ خیال سے ایمان کی تعریف یہ ہے کہ مومن کو کسی شئے کا علم ہو۔ اور اس شئے کی سچائی اور صداقت کا اس قدر زبردست یقین ہو۔ کہ ہمارے جملہ افعال اس کی روشنی میں ظہور پذیر ہوں قرآنی اصطلاح میں ایمان محض عقیدہ کو نہیں کہتے جو نہ فعل کی صورت میں مُبدل ہو سکے اور نہ افعال کے لئے محرک۔ لہٰذا کسی ایسی بات پر اعتقاد جو محض کورانہ تقلید کی بنا پر تسلیم کر لی گئی ہو۔ اسلامی عقاید کے ذیل میں نہیں آتا۔ الحق تقلیدی عقاید کی ایک مسلم کی نظر میں کوئی وقعت نہیں ہو سکتی +

مذکورہ بالا تعریف کی رُو سے ایمان ہماری زندگی میں اک زبردست اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ ہمارے تمام افعال دراصل ان تخیلات کی خارجی تصاویر ہیں۔ جو ہمارے کسی خاص عقیدہ پر مبنی ہیں۔ ہماری روزمرہ زندگی کا ہر شعبہ اور اسکی جزئیات خواہ وہ کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہوں۔ دراصل ہمارے عقائد باطنی کی خارجی تصویریں ہیں۔ اور جب کبھی ہمارے عقاید میں کوئی تغیر رُونما ہوتا ہے۔ تو فوراً ہی ہمارے اعمال پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ ہمارے ہونٹوں کی خفیف سی حرکت بھی ہمارے عقاید باطنی کی ہی ممنون احسان ہوتی ہے۔ مثلاً ہم کوئی لفظ منہ سے نہیں نکال سکتے۔ جب تک

ہمیں یہ یقین ہو کہ یہ الفاظ سُنے جائینگے۔ اور ہم انھیں بآسانی ادا بھی کر سکتے ہیں۔ اور یہ کہ ہمارے سامعین انھیں سُن سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں وغیر ذالک۔ اسی طرح جو کچھ بھی ہم کہتے ہیں یا کرتے ہیں ہر ایک امر میں یہی اعتقاد محرک ہوتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہو گیا کہ ہم کو کسی مذہب کے انتخاب میں انتہائی احتیاط برتنی چاہیئے۔ اور علاوہ اسکے ہر معمولی اعتقاد میں بھی غور و فکر کی ضرورت ہے۔ اور مذاہب کے معاملہ میں اس لئے اور بھی کہ نتائج اور اثر کے لحاظ سے اور کوئی اعتقاد اس قدر اہم نہیں ہے +

ہر مذہب میں چند خصوصی ایسے عقیدے ہیں جو اسکی رُوح رواں یا بنیاد کہلاتے ہیں۔ اور اس مذہب کے پیرؤوں کو اُن پر آنکھ بند کر کے ایمان لانا پڑتا ہے۔ ان عقاید سے ہمیں زندگی میں کوئی فائدہ حاصل ہو یا نہ ہو اور وہ قابل قبول ہوں یا نہ ہوں لیکن اُن کے متعلق یہ دعوےٰ ضرور کیا جاتا ہے کہ ان پر عقیدہ رکھنے سے نجات حاصل ہو جائیگی اور حیات بعد الموت بہت خوشگوار آئندہ زندگی کے تقریباً تمام مذاہب ایک ہی سی بات کہتے ہیں۔ مختلف مذاہب میں مختلف عقاید کی تلقین کی جاتی ہے لیکن جملہ مذاہب اسکے متعلق ایک ہی نتیجہ یا خاصیت منسوب کرتے ہیں یعنی نجات پا لینی۔ اگر ایک مذہب میں زید یا بکر کی الوہیت پر ایمان لانے سے نجات ہو سکتی ہے۔ تو عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ دوسرے مذہب میں وہی زید یا بکر پر ایمان لانے سے دوزخ نصیب ہوتی ہے۔ علاوہ بریں کسی مذہب میں اپنے دعاوی پر دلائل مُہیا نہیں ہوتے۔ اور نہ کوئی شخص آج تک ملک عدم سے واپس آیا ہے۔ کہ طالبان حق اُس سے جملہ حالات دریافت کر کے اپنے لئے کوئی راہ نکال سکیں۔ اگر فرانس کا اسپرچولسٹ کسی خاص مشاہدہ کی بناء پر تناسخ کو صحیح مانتا ہے۔ تو انگلینڈ کا اسپرچولسٹ اسی مشاہدہ کی بناء پر اس کا انکار کرتا ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ جب تک کسی مذہب کے عقاید عقل سلیم کی کسوٹی پر صحیح نہ اُتریں ان کو قبول نہ کرنا چاہیئے۔ علاوہ بریں اُن کو ہماری زندگی میں بھی فائدہ رساں ہونا ضروری ہے +

بغیر دیکھے بھالے کسی سوراخ میں انگلی ڈال دینا عقل کی بات نہیں۔ اس سے بھی زیادہ حماقت کی بات یہ ہے کہ کسی ایسی بات پر ایمان لایا جائے جس سے موجودہ زندگی میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ اور اس پر عمل کرنے سے رہا سہا کیریکٹر بھی بگڑ جائے۔ مثال کے طور پر مسئلہ "کفارہ" کو لے لیجئے۔ اس کے علاوہ "تقدیر" اور "تناسخ" بھی اسی قبیل سے ہیں۔ کوئی شخص بلحاظ زندگی موجودہ ان کا کوئی فائدہ نہیں بتا سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ عقاید بعضوں کے نزدیک قابل قبول ہوں لیکن ان پر عقیدہ لازمی طور پر ایسی باتوں کے متعلق ہوتا ہے جنھیں دیکھا نہ بھالا۔ اور اس عقیدہ کا نتیجہ ہماری حیات پر مطلق خوشگوار نہیں ہوتا اور نہ اعمال حسنہ کیلئے تحریک ہوتی ہے۔ اگر ان عقائد پر لفظاً ایمان لائے۔ تو کسی عمل کے لئے تحریک ہو ہی نہیں سکتی۔ اکثر صورتوں میں سزا کا خوف ایسی چیز ہے جو انسان کو بدی کرنے سے روکتا ہے یعنے رائے عامہ کا وزن اور تعزیرات ملکی کا خدشہ بڑی حد تک لوگوں کو ارتکاب جرائم سے باز رکھتا ہے۔ اور جب کبھی یہ دو باتیں اپنا اثر کھو بیٹھتی ہیں

تو لوگوں کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں۔ مثلاً زناکاری، قماربازی، اور شراب نوشی مسیحی ممالک میں مستقل لعنت کا سامان چلی آتی ہے ان ممالک کے باشندوں کی رائے عامہ اسقدر قوی نہیں۔ کہ ان عیوب کو روک سکے۔ اور تعزیرات ملکی ہی ان جرائم کے ارتکاب جرم کو بڑی حد تک روکتا ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ اس قسم کا خوف کفارہ پر ایمان رکھنے والوں کے دلوں میں نہیں پیدا ہو سکتا۔ اگر خدا کے علم میں لوگوں کے گناہوں کے معاف کرنے کی اسکے سوائے کوئی صورت نہ تھی کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے بیٹوں کو اس دنیا میں بھیجے واضح ہو کہ یسوع ان مزعومہ بیٹوں کے سلسلہ کا خاتم ہے۔ تا کہ وہ اپنے خون سے گناہوں کا کفارہ ادا کریں، تو کسی کو اعمال حسنہ بجالانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو محض نیکی کی خاطر نیکی کرتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ شریعت کی پابندی محض اس لئے کرتے ہیں کہ گناہ معاف ہوں اور اجر عظیم یعنی بہشت نصیب ہو لیکن اگر یہ بات "محض کفارہ" پر ایمان لانے سے حاصل ہو جائے تو کون شخص شریعت کی پابندیوں کو گوارا کریگا؟ کفارہ پر ایمان لانے سے اعمال حسنہ بجالانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ مشہور مسیحی مصلح مارٹن لوتھر کا یہی خیال ہے۔ اگرچہ کلیسیائے روم اعمال حسنہ پر بھی زور دیتا ہے لیکن منطقی طور پر لوتھر کا خیال صحیح تر ہے۔ کیونکہ کفارہ کی تعلیم بھی یہی ہے۔ اسی طرح تقدیر اور تناسخ پر ایمان لانے سے بھی قوت عمل کمزور ہو جاتی ہے۔ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ موجودہ زندگی میں جو کچھ رنج و راحت نصیب ہو رہی ہے۔ وہ گذشتہ زندگی کے لحاظ سے مقرر ہو چکی ہے۔ اور کسی انسانی طاقت سے اسمیں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی تو کوئی شخص تکلیف کو دور کرنے اور راحت کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کریگا۔ اور صحیح بھی ہے۔ اگر کسی شخص کی موجودہ مصیبت پچھلے اعمال بد کی پاداش میں لاحق حال ہوئی ہے۔ تو وہ خوب جانتا ہے کہ یہ مصیبت کسی طرح اس کے ٹالے ٹل نہیں سکتی۔ مثلاً ایک شخص "بخار" میں مبتلا ہے۔ اس "نظریہ کرم" کے قواعد کے موجب کسی پچھلے گناہ کی سزا بھگتنے تک اب کوئی دوا ایسی ہے جس سے اسکی مصیبت کٹ سکتی ہے؟ نہ کسی حکیم ڈاکٹر سے مشورہ کی ضرورت ہے۔ اور نہ فن طبابت یا جراحی کی۔ اور اسی طرح نہ کسی اور علم و فن کی ترقی ہو سکتی ہے میں یہ تو نہیں کہتا کہ ان عقاید پر ایمان رکھنے والے علم و فن کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ وہ بھی مثل منکرین کے جملہ علوم و فنون میں دلچسپی لیتے ہیں۔ اور اسکی ترقی میں کوشاں رہتے ہیں لیکن اس کے معنی یہ ضرور ہوئے کہ وہ لوگ اپنے ایمان کے خلاف عملدرآمد کرتے ہیں یعنی ان کے اعمال و افعال ان کے عقاید و ایمانیات کی تکذیب کرتے ہیں +

اس سلسلہ میں ایمان باللہ کے متعلق چند باتیں پیش کرتا ہوں۔ قدیم الایام سے خدا پر اعتقاد رکھنا مذہب کا عالمگیر بنیادی اصول چلا آرہا ہے۔ انسان نے اپنے جذبۂ پرستش کے اظہار کی خاطر ہمیشہ کسی نہ کسی معبود کے آستانہ پر ناصیہ فرسائی کرنا۔ اپنے نفس پر لازمی قرار دیا ہے +

بدھ مذہب بیشک ایک استثنائی صورت ہے کیونکہ اس مذہب کی کتب مقدسہ میں خدا کا ذکر کسی جگہ نہیں کیا گیا لیکن انسانوں کا جذبۂ پرستش یہاں بھی غالب آکر رہا۔ جو پرستش دیگر مذاہب میں خدا کیلئے مخصوص ہے بدھ مذہب میں وہ سب کی سب بدھ کی ذات سے وابستہ ہوگئی ہے۔ چنانچہ جملہ بودھوں کے ممالک میں بدھ کے مجسمے پائے جاتے ہیں۔ اُن کے معابد میں بھی بُت ہوتے ہیں جن میں بدھ مت کے لوگ بتوں کی پوجا کرتے ہیں ٹھیک جس طرح خدا کے ماننے والے خدا کی۔ اور بدھ کی حمد و ثنا انھیں الفاظ میں کی جاتی ہے۔ جن میں دوسرے مذاہب کے لوگ خدا کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ فی الجملہ اپنے سے بالاتر کسی ہستی کی عبادت کا جذبہ تمام انسانوں میں موجود ہے پتھر سے لے کر کسی عورت کے بیٹے تک انسان نے مختلف مظاہر فطرت کو اپنا معبود گردانا ہے۔ اور جملہ اقسام کی عبادات میں اخلاقی نظام کی پابندی بھی کی ہے۔ بُت پرستوں کے دلوں میں بھی بعض اوقات وہی بلند جذبات پائے جاتے ہیں جو خدا کے پوجنے والوں میں۔ اور جو دعائیں بعض بُت پرست اُن بتوں سے کرتے ہیں جنھیں خود انھوں نے تراشا ہے۔ وہ بعض دفعہ ان عابدوں سے بھی زیادہ دلکش اور مؤثر ہوتی ہیں جو خدا کے ماننے والے خدا سے کرتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

شکریہ احباب

جن احباب نے حضرت خواجہ صاحب کی بستر علالت سے اپیل پر مسلم مشن ووکنگ کی امداد کے لئے ترسیل زر فرمائی ہے۔ ان سب احباب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ اُمید ہے کہ باقی احباب بھی اس کار خیر میں حصہ لے کر داخل حسنات ہونگے +

حضرت خواجہ صاحب کی صحت

حضرت خواجہ صاحب رو بصحت ہیں لیکن نقاہت ابھی باقی ہے۔ احباب کرام ان کی صحت عاجل و کامل کیلئے دعا فرمائیں +

رسالہ اشاعت اسلام لاہور کا حلقہ اشاعت دن بدن تنگ ہو رہا ہے۔ جس سے احتمال ہے۔ کہ رسالہ کی آمد رسالہ نہ اخراجات کی متکفل نہ ہو سکیگی اس لئے ناظرین کرام کم از کم ایک جدید خریدار مہیا فرما کر رسالہ کی مالی تقویت کا موجب بنیں +

خادم۔ منیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ لاہور

۵۔ موزون تو یہی تھا کہ یہ دلچسپ مضمون ایک اشاعت میں شائع کر دیا جاتا۔ لیکن عدم گنجائش کی وجہ سے اسے آئندہ نمبر میں بقیہ چھاپ دیا جائیگا + خواجہ عبد الغنی

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان و انگلستان بابت ماہ جون ۱۹۲۹ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم آمد ہندوستان و انگلستان					رقم خرچ ہندوستان و انگلستان		
آمد مشن ہندوستان	نقشہ ۱	۳	۳	۳۱۷	خرچ مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان	نقشہ ۵	۹	۵	۹۷۱
آمد اسلامک ریویو	نقشہ ۲	۹	۴	۱۰۶۸					
آمد مشن از انگلستان	نقشہ ۳	-	۶	۱۰۴۲					
آمد اسلامک ریویو	نقشہ ۴	-	-	۱۰۳۲	خرچ مشن و ریویو در انگلستان	نقشہ ۶	-	۱۴	۳۱۳۰
ریز و فنڈ ہندوستان		-	-	۱۶					
واپسی پیشگی مشن و ریویو ہندوستان		-	۴	۹۷					
میزان	-	-	۲	۳۵۷۳	میزان	-	۹	۳	۴۱۰۲

دستخط — فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن — عزیز منزل — لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن ہندوستان بابت ماہ جون ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۵ جون ۲۹ء	۱۹۳	جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب سہارنپور	-	-	۵	۱۷ جون ۲۹ء	۲۱۵	جناب صبیح الدین صاحب رہتک	-	-	۱
"	۱۹۵	" چوہدری نورالزمان صاحب بھرمارا	-	-	۹	۲۰ "	۲۲۰	جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	-	-	۱۰
"	۱۹۶	" سعادت علیحضرت سید فضل الرحمان صاحب کانپور	-	۱۴	۴	۲۰ "	۲۲۱	" قاضی محمد شوکت حسین صاحب مراد آباد	-	-	۴
۶ جون ۲۹ء	۱۶۹	رسید چندہ ماہوار ملازمین دفتر لاہور	۶	۳	۱۱	۲۱ "	۲۲۲	" محمد ارشاد علی صاحب عمران	-	-	۵
"	۱۹۷	جناب محمد جان صاحب چنیوٹ	-	-	۲۵	" "	۲۲۳	جنابہ ظاہرہ بی بی صاحبہ بانس گاؤں	-	-	۲
۷ جون	۱۹۸	" ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	-	-	۱۰	۲۴ "	۲۲۴	" سید امجد علی صاحب رہتک	-	-	۱۰
۸ "	۱۹۹	" منہاج الدین صاحب بہاولپور	-	-	۱۰	" "	۲۲۵	" احمد حسین صاحب بیر بالاگھاٹ	-	-	۱
۱۱ "	۲۰۲	" خان صاحب رحیب علیخان صاحب بہاولپور	-	-	۱۰	" "	۲۲۶	" محبوب خان صاحب دھارووار	-	-	۱
" "	۲۰۳	حضور نواب صاحب منگرول	-	-	۹۹	۲۵ "	۲۲۷	" امیر حسن صاحب کاکوری لکھنو	-	-	۱
" "	۲۰۴	جناب عبدالحق صاحب گجرات	-	-	۵	۲۶ "	۲۲۸	جناب عبدالرحیم صاحب کمسی	-	-	۶
۱۲ "	۲۰۵	" مرزا عیث اللہ بیگ صاحب لکھنواں گجرات	-	-	۱	" "	۲۳۰	" عبدالمجید صاحب ناگپور	-	-	۱۲
۱۵ "	۲۰۶	" شیر علی خان صاحب سید پور	-	۱۲	۵	" "	۲۳۱	" سید محمد عبد اللہ صاحب بنگال	-	۱۱	۱
"	۲۰۷	" عبدالحلیم صاحب کالی ہاتھی	-	-	۴						
۱۷ "	۲۰۸	فرزند حکیم خلیل الدین احمد صاحب مرحوم بابت زکوٰۃ	-	-	۱۶	۲۷ "	۲۳۲	" فضل الدین صاحب وضیت	-	-	۵
" "	۲۰۹	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لاہور	-	-	۵	" "	۲۳۳	" سید محمود صاحب ہبلی	-	-	۲
" "	۲۱۱	قیمت کتب انگریزی مئی	-	-	۱۷	۲۸ "	۲۳۴	" محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ	-	۱۰	۵
" "	۲۱۲	" " اردو "	۹	۵	۱						
" "	۲۱۳	جناب ڈاکٹر شیخ الٰہی بخش صاحب سرائے گنج	-	-	۵	" "	۲۳۶	" قاضی منہاج الدین صاحب بالاگھاٹ	-	-	۲
" "	۲۱۴	" ریاض الحق صاحب لکسر	-	۸	۳			کل میزان	۳	۳	۳۱۷

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ جون ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۷ جون	۱۹۸	جناب ڈاکٹر ایم۔ اے۔ حق صاحب کلکتہ	-	-	۱۰	۲۸ جون	۲۴۴	جناب کرنل علی لطف صاحب لائلپور	-	-	۱۰۰
۸ "	۱۹۹	عالیجناب حضور نواب صاحب بہادر بھوپال	-	۸	۴۹						
	۲۰۲	جناب خان صاحب رحیب علیخان صاحب بہاولپور	-	-	۱۰			قیمت رسالہ اسلامک ریویو	-	۴	۸۸۹
" "	۲۱۲	قیمت اردو کتب	۹	۵	۱						
۱۵ "	۲۱۰	" انگریزی کتب	-	-	۱۷			میزان	۹	۴	۱۰۶۸

نقشہ ۳ آمد مشن در انگلستان بابت ماہ جون ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۱۹ جون ۱۹۲۹ء	۲۱۶	کرایہ لنڈن ہوس در انگلستان ماہ فروری ۱۹۲۹ء	۰	۰	۱۰۲
"	۲۱۷	" ماہ مارچ ۱۹۲۹ء	۰	۰	۱۰۲
"	"	برموقع عیدالفطر " "	۰	۱۵	۱۴۷
"	"	دیگر امداد مشن " "	۰	۰	۴۰
"	۲۱۸	کرایہ لنڈن ہوس در انگلستان اپریل ۱۹۲۹ء	۰	۰	۱۰۲
"	"	متفرق امداد " "	۰	۸	۱۶
"	۲۱۹	کرایہ لنڈن ہوس " " مئی ۱۹۲۹ء	۰	۰	۱۰۲
"	"	متفرق امداد " "	۰	۲	۱۹
"	"	برموقع عیدالاضحیٰ " "	۰	۱۰	۲۴۶
"	۲۲۸	آمد فروخت کتب بشیر لائبریری آمدہ در ووکنگ	۰	۳	۱۶۴
		میزان	۰	۶	۱۰۴۲

نقشہ ۴ آمد اسلامک ریویو بابت ماہ جون ۱۹۲۹ء در انگلستان

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۱۹ جون ۱۹۲۹ء	۲۱۶	فروخت آمد اسلامک ریویو در انگلستان فروری ۱۹۲۹ء	۰	۲	۲۸۹
"	۲۱۷	آمد اسلامک ریویو در انگلستان مارچ ۱۹۲۹ء	۰	۱۰	۲۳۴
"	۲۱۸	" اپریل ۱۹۲۹ء	۰	۱۲	۲۳۲
"	۲۱۹	" مئی ۱۹۲۹ء	۰	۵	۱۱۱
"	۲۲۸	آمد کتب بشیر لائبریری در انگلستان	۰	۳	۱۶۴
		میزان	۰	۰	۱۰۳۲

نقشہ ۵ خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان ماہ جون ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
یکم جون ۱۹۲۹ء	۶۹	بل تنخواہ عملہ ہندوستان	۰	۱۱	۶۷۱
۲۴/۶/۲۹	۷۵	بل سائر ہندوستان۔ تار ۴؍۔ کرایہ ٹانگہ بینک برائے چک سائر ار تار ۱۵؍۔ رجسٹر حساب سفیر ۷؍۔ لفافہ ڈیک ہزار عہ۔ سٹیشنری عہ۔ سٹیشنری ۱۱؍۔ چھٹیاں ٹائپ کرائی ۱۲؍ کاغذ فلسکیپ عہ۔ خط بیرنگ آمدہ ووکنگ بذریعہ ہوائی ڈاک ۴؍۔ سٹیشنری ۔ کرایہ ٹانگہ برائے پروف اپیل ۲؍۔ ٹائپ کرائی چھٹیاں ۔ انعام ملازمین برموقعہ عید ۔ تار وزیرآباد عہ۔ سوتلی ۸؍۔ لیوی ۲؍۔ مرمت تالا ۔ تار ووکنگ لائلپور ۔ بٹہ چک آمدہ از لائلپور ۸؍۔ ترجمانی اپریل و مئی ۱۹۲۹ء کرایہ دفتر اپریل مئی ۱۹۲۹ء بجلی مئی ملو خط بیرنگ ۱۲ عدد ۔ جلد بندھوائی رجسٹری ۔ پل ... ٹکٹ مشن ... ٹکٹ ریویو ۱۹ روپیہ ۴	۹	۱۰	۲۹۹
		میزان	۹	۵	۹۷۱

نقشہ ۶ تفصیل خرچ مشن و اسلامک ریویو در انگلستان بابت ماہ جون ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
یکم جون ۱۹۲۹ء	۷۰	تنخواہ سابقہ ملازم ووکنگ	۰	۶	۱۳
"	۷۱	بل سائر در انگلستان	۰	۱۰	۹۵۸
"	۷۲	بل عملہ انگلستان		[illegible]	۵۴۳
"	۷۳	بل سائر چھپائی		[illegible]	۵۰۱
"	۷۴	بل عملہ انگلستان بابت ماہ مئی ۱۹۲۹ء			۵۸۵
۲۴/۶/۲۹	۷۶	بل سائر انگلستان	۰	۴	۵۲۹
		میزان	۰	۱۴	۳۱۳۰

مظالم نبوی کی فرضی داستان

ایک انگریز مصنف کے بے بنیاد الزامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

از قلم حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ایل ایل۔بی۔ مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی و اردو

کعب کے طریق قتل کی ذمہ داری آنحضرت صلعم پر نہیں

قابل غور صرف ایک ہی بات ہے۔ کہ کعب پر بعض مسلمانوں نے یکلخت حملہ کر کے ایسی حالت میں اسے کیوں قتل کیا جبکہ اسے علم بھی نہ تھا۔ کہ اس پر حملہ ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے اس بات کو صاف طور پر سمجھ لینا چاہیئے کہ جس طریق سے اسے قتل کیا گیا۔ اس کی ذمہ داری آنحضرت صلعم پر ہرگز عائد نہیں ہوتی۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کعب کو واجب القتل ہی سمجھتے تھے لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں دیا جا سکتا کہ آپ نے اس طریق کے متعلق کوئی ہدایات دی ہوں۔ جو اس کو سزا دینے میں اختیار کیا گیا۔ اس کے برخلاف ایک روایت تو یہ ہے۔ کہ جب محمد بن مسلمہ نے آنحضرت صلعم سے یہ دریافت کیا کہ کیا میں اسے قتل کر دوں تو آپ نے اسے کوئی جواب ہی نہ دیا۔ اور خاموش رہے۔ اور دوسری روایت یہ ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو جلدی نہ کرو۔ یہاں تک کہ سعد بن معاذ سے اس کے متعلق مشورہ کر لو (زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۲)

بہرحال آنحضرت صلعم کو ان تفصیلات کا کوئی علم نہ تھا۔ جو اس قتل میں مدنظر رکھی گئیں۔ اور یہ بھی مشکوک بات ہے۔ کہ یہ تفصیلات کہاں تک صحیح ہیں۔ میور کو بھی ان میں بہت سے شکوک ہیں لیکن اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے۔ کہ وہ تمام تفصیلات صحیح ہیں۔ تو بھی آنحضرت صلعم کو ان سے قطعاً کوئی تعلق نہیں +

سزا کا ایک ہی ممکن طریق

پھر آنحضرت صلعم کی ذمہ داری کے سوال کو علیحدہ رکھتے ہوئے یہ بھی قابل غور ہے۔ کہ کوئی اور طریق ایسا نہ تھا جس کو پیش آمدہ حالات میں اختیار کیا جا سکتا معترضین نے یہ فرض کر لیا ہے کہ جن حالات میں آج بیسویں صدی میں وہ خود زندگیاں بسر کر رہے ہیں بعینہ وہی حالات اس وقت مسلمانوں پر مدینہ میں وارد تھے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمانوں کو اس وقت ایک دشمن سے سابقہ تھا۔ اور انہوں نے صرف وہی طریق اس کے

بالمقابل اختیار کیا جو اس وقت کے پیش آمدہ حالات میں ممکن طور پر وہ اختیار کر سکتے تھے +

اختیار کردہ طریق دغابازی نہیں

اوپر میں بتا چکا ہوں کہ کعب نے شروع میں یہودیوں سے ملکر مسلمانوں کے ساتھ عہد نامہ کیا لیکن بعد میں ان کا دشمن ہو گیا۔ اور آخر کار مسلمانوں اور ان کے پیغمبر صلعم کو ہلاک کرنے کیلئے دوسرے دشمنوں کے ساتھ اس نے ملکر مشورہ کیا۔ ایک باامن شہری کی حیثیت کو چھوڑ کر وہ کھلا محارب بن گیا۔ اور آنحضرت صلعم کو دغابازی سے مار دینے کی بھی کوشش کی۔ ایسی حالت میں وہ یقیناً سزائے موت کا مستحق تھا۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ کیا مسلمانوں کا اسے غفلت کی حالت میں مارنا کوئی دغابازی یا ظلم پر مبنی ہے؟ اس بارہ میں دوسرا طریق جو وہ اختیار کر سکتے تھے۔ وہ یہی تھا کہ کسی باضابطہ عدالت سے اپنے حق میں فیصلہ لیتے اور کسی مسلمہ حاکم کے ذریعہ سے اسے سزا دلاتے لیکن مدینہ میں اس وقت کوئی بھی باضابطہ اور مسلمہ حاکم نہ تھا۔ اگر کوئی تھا تو وہ خود آنحضرت صلعم ہی تھے۔ کیونکہ اس معاہدہ کی رو سے جو آپ کے مدینہ آنے پر مختلف اقوام کے مابین ہوا آپ کو تمام نزاعات میں آخری عدالت اپیل قرار دیا گیا تھا۔ اس لئے یہ ناممکن تھا کہ اس معاملہ کو باضابطہ طور پر عدالت میں لایا جاتا۔ دوسری طرف مسلمان اگر انہیں اپنی جانوں کا ذرا بھی خیال تھا تو ان کا انتظار میں خاموش بیٹھے رہنا ناممکن امر تھا۔ کعب بہت کچھ شرارت پیدا کر سکتا۔ اور سزا سے بروقت بچا رہ سکتا تھا +

آنحضرت صلعم کا فرض

اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلعم ایک معلم روحانی تھے لیکن اس کے ساتھ ہی آپ جرنیل کا منصب بھی رکھتے تھے۔ اور آپ کا فرض تھا کہ ایک دوربین جرنیل کی طرح کام کریں۔ اور ایک ایسے دشمن کے ارادوں سے مسلمانوں کو بچائیں جو مدینہ میں رہتے ہوئے اگر اس کی فوری مدافعت نہ کی جاتی تو بہت کچھ شرارت پیدا کر سکتا تھا۔ کعب نے مسلمانوں کے ان دشمنوں کے ساتھ جو ان کے بالمقابل برسرپیکار تھے شمولیت اختیار کی۔ اس لئے تمام انسانی اور خدائی قوانین کی رو سے اس کے ساتھ ایک محارب دشمن کے سوا کوئی سلوک نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی خیال کو مدنظر رکھ کر آنحضرت صلعم نے ایک چھوٹی سی جمعیت اس کے بالمقابل ارسال کی جس کو سیرت کی کتابوں نے "سریہ" یعنی فوج کا ایک دستہ قرار دیا ہے اور اس لفظ سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ جمعیت کعب سے باقاعدہ جنگ کرنے کیلئے بھیجی گئی تھی

مہذب حکومتوں کا طریق عمل

لیکن یہ امر سپاہ کا کام تھا۔ کہ وہ ایسا بہترین طریق اختیار کرے۔ جس سے وہ دشمن کو کاری ضرب لگا سکے۔

محمد بن مسلمہ نے جو سپہ سالار تھا۔ اس طریق کو اختیار کیا جو عربوں میں جائز سمجھا جاتا تھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آج بھی مہذب اقوام کیطرف سے ایسے طریق اختیار کئے جاتے ہیں جو دشمن کے بالمقابل مؤثر تدابیر کے نام سے موسوم ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی مہذب حکومت کو اگر آج ڈاکوؤں کی سرکوبی کرنی پڑے تو اُسے بھی ایسا ہی طریق اختیار کرنا پڑیگا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر ایک مجرم کے ساتھ باامن شہریوں کو بھی وہ بم کا نشانہ بنانے سے دریغ نہ کریگی +

کھلے حملہ میں زیادہ خونریزی کا احتمال تھا

امیر سپاہ اگر کھلے طور پر کعب پر حملہ آور ہوتا۔ تو بہت زیادہ خونریزی ہوتی۔ اور غالباً کعب کے ساتھ بنو نضیر کے تمام قبیلہ کو بھی نقصان اٹھانا پڑتا۔ کعب نے آنحضرت صلعم کے ساتھ معاہدہ کرکے اسے توڑا آپ کے خلاف اس نے بغاوت کی مسلمانوں کے بالمقابل جنگ کے مشورہ میں وہ شامل ہوا تاکہ انھیں نیست و نابود کر دیا جائے۔ اور خفیہ طور پر آنحضرت صلعم کی جان لینے کی تدابیر اس نے کیں۔ ان میں سے ہر ایک جرم کیلئے وہ سزاے موت کا مستوجب قرار دیا جا چکا تھا۔ اس فیصلہ کو عمل میں لانے کیلئے ایک چھوٹی سی جمعیت بھیجی گئی۔ اور ایسے طریق سے اس پر سزائے موت وارد کی گئی کہ اگر اسمیں یہ نقص پایا جاتا ہے کہ اسے خفیہ رکھا گیا تو اسکے ساتھ ہی یہ خوبی بھی اسمیں موجود ہے کہ اصل مجرم کے ساتھ بیگناہ لوگوں کو تکلیف نہ اٹھانی پڑی۔ جو کھلا حملہ ہونے کی صورت میں یقیناً اٹھانی پڑتی لیکن آنحضرت صلعم پر اس طریق سزا کی ذمہ واری کسی طرح بھی عائد نہیں ہوتی۔

کعب کے معاملہ پر مفصل روشنی ڈالنے کے بعد ابو الحقیق (ابو رافع) کے واقعہ قتل پر کسی تفصیلی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ فی الحقیقت میور نے اس کے جرم کو خود ہی اپنی زبان سے تسلیم کرلیا ہے۔ چنانچہ ابو الحقیق ایک یہودی سردار کا قتل کے زیر عنوان اس نے لکھا ہے۔

> بنو نضیر کی ایک جماعت جلاوطنی کے بعد خیبر میں اپنے بھائیوں کے پاس جا کر آباد ہو گئی۔ ان کے سردار ابو الحقیق کے متعلق جو جنگ احزاب میں جبکہ مدینہ کا محاصرہ کرلیا گیا تھا مسلمانوں کے خلاف دشمن افواج میں نمایاں حصہ لے چکا تھا۔ اب یہ معلوم ہوا کہ وہ بدو قبائل کی غارتگریوں میں ان کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔ اسلئے خیبر کے یہودیوں کے خلاف ایک مہم حضرت علیؓ کے زیر کمان بھیجی گئی ... ان حملوں کو یقینی طور پر ختم کرنے

کیلئے محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے خود اس یہودی سردار کے وجود کو مٹانے کا ارادہ کرلیا۔ جسے ان حملوں کا بانی سمجھا جاتا تھا +

ابو الحقیق کا قتل آنحضرتؐ کے ان خطرات کو دور کرنے کا موجب نہ ہُوا۔ جو خیبر کے یہودیوں سے لاحق تھے۔ کیونکہ اُسیر اس کی جگہ منتخب کیا گیا۔ اس نے غطفان سے تعلقات قائم رکھے۔ اور اس کے متعلق رپورٹ بھی پہنچی۔ کہ وہ مدینہ کے خلاف از سرِ نو تیاریوں میں مصروف ہے۔

بنو نضیر یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ جو پہلے مدینہ میں رہتا تھا اور جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیمان اتحاد کئے ہوئے تھا۔ اس کے متعلق جب یہ معلوم ہُوا۔ کہ قریش سے اس کی خط و کتابت ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک عرب قبیلہ نے جس کے ساتھ اس کا پیمان اتحاد تھا۔ چند مسلمانوں کو دغا بازی سے قتل کردیا۔ تو انھیں از سرِ نو عہد نامہ کرنے کے لئے کہا۔ کہ جس کا انہوں نے انکار کردیا۔ اور اس لئے آخرکار انھیں مدینہ سے خارج البلد کردیا گیا۔ وہ خیبر میں جو یہودیوں کا ایک قلعہ تھا جاکر آباد ہو گئے۔ اور مسلمانوں کے لئے بہت سے مصائب و مشکلات کا موجب بن گئے۔ کیونکہ مدینہ کے گرد و نواح کے قبائل کو مسلمانوں سے قتل و نہب کے لئے انھوں نے اکسانا شروع کردیا۔ ان کا سردار ابو الحقیق جنگ احزاب میں بھی جس میں مشرکین عرب اور یہودی قبائل اسلام کو مٹانے کیلئے اکٹھے ہوگئے تھے لیڈر کی حیثیت سے مسلمانوں کے خلاف کام کرچکا تھا۔ اس طرح ابو الحقیق اور یہودی مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں آچکے تھے۔ اور قریش سے شکست کھا کر واپس چلے جانے کے بعد بھی وہ مدینہ کے گرد و نواح کے عرب قبائل کو مسلمانوں کے قتل و نہب کے لئے اکساتا رہا۔ اس لئے آنحضرت صلعم خیبر کے یہودیوں کے خلاف مہم بھیجنے میں بالکل حق بجانب تھے۔ لیکن اس مہم سے پہلے جو سنہ ھ میں بھیجی گئی۔ آپ نے سنہ ھ میں ایک چھوٹی سی جمعیت اکیلے ابو الحقیق کا فیصلہ کرنے کیلئے بھیجی۔ سنے الحقیقت اس جمعیت کے بھیجنے میں یہی خیال مد نظر تھا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو خونریزی نہ ہونے پائے۔ اور اگر مفسدین کے سردار کا کام تمام ہو جائیگا تو شرارت ختم ہو جائیگی۔ لیکن ابو الحقیق کی موت بھی مسلمانوں کے لئے امن کا موجب نہ ہوئی۔ اور آخرکار خیبر پر حملہ کرنے کے لئے اسے

فتح کرنا پڑا۔ اس جمعیت نے جو ابو الحقیق کے خلاف بھیجی گئی وہی طریق اختیار کرنا مناسب سمجھا جو کعب کے خلاف اختیار کرکے کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس وجہ سے بھی آنحضرت صلعم پر کوئی حرف عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ طریق قتل کی ذمہ دار وہ جمعیت ہے نہ کہ آنحضرت صلعم۔

بنو قریظہ کا ذکر قرآن میں

بنو قریظہ کے معاملہ پر قرآن کریم نے جنگ احزاب کا ذکر کرتے ہوئے حسب ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی ہے

وانزل الذین ظاهروهم من اهل الکتب من صیاصیهم وقذف فی قلوبهم الرعب۔ فریقا تقتلون وتاسرون فریقا۔ واورثکم ارضهم ودیارهم واموالهم وارضا لم تطوءها وکان الله علی کل شیء قدیرا۔

اور انھیں جنھوں نے اہل کتاب میں سے ان کی مدد کی تھی۔ ان کے قلعوں سے نکال دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ایک فریق کو تم قتل کرتے تھے اور ایک فریق کو قید کرتے تھے اور تمہیں اُن کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنایا۔ اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم ابھی نہیں چلے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (الاحزاب ۲۶-۲۷)

قبائل یہود کی عہد شکنی اور جلاوطنی

ابتدا میں تین یہودی قبائل مدینہ میں رہتے تھے۔ بنو قینقاع۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ ان تینوں قبائل نے جیسا کہ قبل ازیں بتایا جاچکا ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے پر مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا۔ جس کے رُو سے دونوں فریق اس بات کے پابند تھے کہ کسی غیر جارحانہ جنگ کے پیش آنے یا مدینہ پر حملہ ہونے کی صورت میں ایکدوسرے کی امداد کریں گے لیکن تینوں یہودی قبائل میں سے ایک بھی اس عہد نامہ پر قائم نہ رہا۔ غیر جانبدار بھی وہ نہ رہے۔ بنو قینقاع نے سب سے پہلے اس عہد نامہ کو توڑا۔ چنانچہ ابن ہشام لکھتا ہے۔ کہ بنو قینقاع سب سے پہلا یہودی قبیلہ تھا۔ جس نے اس معاہدہ کو توڑا۔ جو ان کے اور پیغمبر صلعم کے مابین ہوا تھا۔ اور بدر اور اُحد کی جنگوں کے درمیانی زمانہ میں انھوں نے آنحضرت صلعم کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ ان کا محاصرہ کیا گیا۔ [illegible] آنحضرت صلعم کا فیصلہ انھیں ماننا پڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں مدینہ سے خارج البلد کر دیا گیا۔ یہ سنہ ۲ھ کا واقعہ ہے۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ باقی دونوں یہودی

قبائل نے بھی دشمنان اسلام کے ساتھ خفیہ طور پر اتحاد کر لیا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں تجدید معاہدہ کیلئے کہا۔ بنو قریظہ نے اس کو مان لیا۔ لیکن بنو نضیر نے انکار کر دیا۔ ان کا محاصرہ کیا گیا۔ اور آخر کار انھیں خارج البلد ہونا پڑا۔ اور وہ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔

مسلمانوں کے لئے آزمائش کا وقت

سنہ ۵ھ میں مدینہ کی چھوٹی سی مسلمان جماعت کے لئے سخت آزمائش کا سال تھا۔ قریش اور یہودیوں کی کوشش سے بہت سے عرب قبائل مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے۔ اور ایک عظیم الشان فوج نے جس کی تعداد دس اور پچیس ہزار کے درمیان تھی۔ مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے جن کی تعداد دو یا تین ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ ایک خندق کھود کر اپنی حفاظت کا سامان کیا۔ مسلمان قوم کی زندگی میں یہ ایک نازک ترین زمانہ تھا۔ قرآن کریم نے اس وقت کی حالت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے

اذ جاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا۔ جب وہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر آ گئے۔ اور جب آنکھوں میں اندھیرا آ گیا۔ اور دل (دہشت سے گویا) گلوں تک پہنچ گئے۔ اور تم اللہ پر مختلف قسم کے ظن کرنے لگے۔ (الاحزاب ۱۰۔)

بنو قریظہ کی شرمناک دغابازی

اس موقعہ پر بنو قریظہ نے پہلے درجہ کی شرمناک دغابازی سے کام لیا۔ میں اس کے لئے صرف میور کے الفاظ نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔

"اس اثنا میں ابوسفیان یہودیوں کے ایک ہی باقیماندہ قبیلہ بنو قریظہ کو محمد (صلعم) کی اطاعت سے منحرف کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ حیی کو جو ایک جلاوطن شدہ یہودی اور قریش کا حلیف تھا۔ اس نے ان کے قلعہ کی طرف بھیجا۔ پہلے اسے وہاں داخل نہ ہونے دیا گیا۔ لیکن اس نے بار بار کی التجاؤں میں محمد (صلعم) کی عام یہودیوں کے ساتھ چھپی ہوئی دشمنی کا ذکر کر کے اور احزاب کے عظیم الشان لشکر کو ایک بے پایاں سمندر قرار دیکر ان کے سردار کعب کو آخر کار رام کر لیا۔ فیصلہ اسبات پر ہوا کہ بنو قریظہ قریش کی مدد کریں۔ اور ایسی صورت میں کہ احزاب کا لشکر مدینہ پر کوئی کاری ضرب لگائے بغیر واپس چلا جائے۔ حیی کو ان کے قلعہ میں واپس آنا ہو گا۔ اس باغیانہ اقدام کی خبریں محمد (صلعم) کو جب پہنچیں تو

انھوں نے سعد نامی دو اشخاص کو جو اوس اور خزرج کے سردار تھے اصلیت معلوم کرنے کیلئے بھیجا۔ انھوں نے قریظہ کو نہایت خفگی کی حالت میں پایا۔ اور ان سے کہا گیا۔ کہ کون ہے محمد صلعم ؟ اور کون ہے خدا کا نبی کہ ہم اس کی اطاعت کریں۔ کوئی عہد و پیمان ہمارا نہیں جس کی وجہ سے ہم اس کے شامل سکیں"۔ بہت تیز اور تلخ الفاظ اور دھمکیاں سُننے کے بعد ہر دو قاصد واپس آ گئے۔ اور انھوں نے محمد صلعم کو اطلاع دی کہ جس قدر احتمال تھا یہود کا مزاج اس سے بہت زیادہ بگڑا ہوا ہے +

سعد کا فیصلہ

بنو قریظہ کی دغابازی ایک بدترین جرم ہے۔ جس کی مثال تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ اندازہ کیجئے کہ اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جاتے تو مسلمانوں کا کیا حال ہوتا۔ اس لئے جب محاصرہ کرنے والی افواج بھاگ گئیں۔ اور قریظہ اپنے قلعہ میں واپس آ گئے۔ تو آنحضرت صلعم نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ پچیس دن کے بعد انھوں نے یہ درخواست کی کہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کریں وہ ہمیں منظور ہے کیونکہ سعد قبیلہ اوس کا سردار تھا۔ جو آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے سے پیشتر ان کے حلفا میں سے تھے۔ آنحضرت صلعم نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اور سعد نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ جو لوگ ان میں جنگ کرنے کے قابل ہیں ان کو تہ تیغ کر دیا جائے۔ اور باقیوں کو غلام بنا لیا جائے +

فیصلہ یہودی شریعت کے مطابق تھا

مسیحی نقاد اس فیصلہ کے نفاذ کو ظلم قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ خود یہود کو اس کے خلاف کوئی شکایت نہ تھی۔ اور وہ کس طرح اس کو ظلم قرار دے سکتے تھے جبکہ اس کا دارومدار ان کی اپنی شریعت پر تھا۔ جسمیں اس شہر کے متعلق جو جنگ کے لئے کھڑا ہوا اور پھر اس کا محاصرہ کر لیا جائے صاف اور کھلے الفاظ میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ:۔

"اگر وہ شہر تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تیرے خلاف جنگ کرے تو تجھے چاہیئے کہ اس کا محاصرہ کرے۔"

"اور جب خداوند تیرے خدا نے اسے تیرے قبضہ میں دیدیا تو تجھے چاہیئے کہ اس کے ہر مرد کو تلوار کے گھاٹ اُتارے"۔

"لیکن عورتیں اور بچے اور مویشی اور وہ تمام چیزیں جو اس شہر میں ہیں بلکہ اسکی تمام لوٹ کی چیزیں بھی تیری ملکیت ہونگی (استثناء ۲۰۔ ۱۲۔ ۱۴)

ہمیں معلوم نہیں کہ کن وجوہ کی بناء پر سعد نے ایسا فیصلہ دیا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ یہودیوں کا حلیف ہونے

کی وجہ سے اس نے ان سے دریافت کیا ہو۔ کہ ایسے حالات اگر انھیں پیش آئیں تو وہ کیا طریق اختیار کرینگے۔ اور ان کے قانون شرع کا علم حاصل کرنے کے بعد اس نے اس کے مطابق فیصلہ دیا ہو۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے ساتھ گہرے تعلقات ہونے کی وجہ سے وہ ان کے قانون شریعت سے پہلے واقف ہو +

سعد کا فیصلہ کسی طرح ناجائز نہیں

دغابازی کا جو شرمناک جرم ان سے سرزد ہوا۔ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے اس قدر صاف بات ہے کہ اگر انھیں مسلمانوں پر فتح حاصل ہو جاتی تو وہ بعینہ ویسا ہی سلوک ان سے کرتے۔

یہودی اس کو ظلم نہیں سمجھتے۔ اور نہ عیسائیوں کو ایسا سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ بھی تورات کے مندرجہ بالا حکم کو ایک الہامی قانون سمجھتے ہیں۔ آج اس قدر مدت گزر جانے کے بعد یہ سزا سخت معلوم ہوتی ہے۔ خواہ عہد حاضرہ کی ایک ہی مہذب جنگ میں اس سے دس گنا زیادہ خون کیوں نہ بہ جائے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قومی ہستی کی ضروریات اسی قسم کی سزا کی متقاضی ہوتی ہیں۔ بنو قریظہ کی طرف سے یہ دوسری دفعہ دغابازی کا ارتکاب ہوا تھا۔ اور ایسے موقعہ پر انھوں نے یہ حرکت کی۔ جب مسلمانوں کی قومی ہستی ایسے خطرہ میں تھی۔ کہ گویا مٹ جاتی۔ فیصلہ اس شخص نے دیا جس کو خود یہود نے اپنی طرف سے ثالث منتخب کیا تھا فیصلہ ان کی اپنی شریعت کے مطابق دیا گیا۔ اور اس شریعت کو وہ خدائی شریعت سمجھتے تھے۔ پس ان حالات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کیونکر حرف آسکتا ہے +

اسلام مغرب میں

قبول اسلام کی صلاحیت مغربیوں میں پیدا ہو رہی ہے

(جناب مولانا عبد اللہ صاحب کے قلم سے)

ٹراٹسکی پر اسلام کا اثر

اسلام رفتہ رفتہ اہل مغرب کے دلوں میں گھر بنا رہا ہے۔ اور ذہین اور سعید روحیں خود بخود دین فطرت کے سامنے گردنیں جھکا رہی ہیں۔ آپ نے ٹراٹسکی کے قبول اسلام کی داستان سن لی۔ یہ وہ شخص ہے جس کا شمار روس جدید کی اعلیٰ ترین شخصیتوں میں تھا۔ اصول سوویٹ کے مجدد اعظم کامریڈ لینن کے بعد ٹراٹسکی کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے۔ اور اس کا یہ اعتراف ہے کہ میں نے یہودی مذہب کو پرکھا بلکہ اس کو ناقص پایا۔ پھر میں عیسائیت کی طرف دوڑا۔ مگر اس سے بھی مجھے بہت جلد نفرت ہو گئی۔ بالآخر مجھے اسلام میں امید کی جھلک نظر آئی۔ ٹراٹسکی خود لکھتا ہے:-

"اب جبکہ میں معمر ہوتا جاتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ مجھے بھی ایمان اور ایک آسمانی مذہب کی ضرورت ہے... میں نے اسلام کے اصول کی تحقیق کی۔ اور اس کے قوانین اور ہدایت پر نظر غائر ڈالی۔ میں نے اس کو واقعی خصائص حسنہ سے مملو پایا۔ اسلام اجازت دیتا ہے کہ ہم اس کے اصول و آئین پر بحث کریں۔ اور اس لئے اب میں اسلام قبول کرتا ہوں"*

ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ ٹراٹسکی پر اسلام کی تعلیم نے گہرا اثر کیا ہے۔ اور اس نے خدا کے اس برگزیدہ مذہب کو اس لئے نہیں قبول کیا (جیسا کہ مولانا حسرت موہانی کے اخبار "مستقل" نے لکھا ہے) کہ اسلام کمیونزم سے بہت قریب ہے۔ بلکہ اسمیں بالکل نامعلوم فرق موجود ہے۔ بلکہ ٹراٹسکی کے قبول اسلام کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک مدلل اور معقول مذہب ہے۔ جو ہر شخص کو اپنی تعلیمات پر گفتگو کی اجازت دیتا ہے۔ اور خصائص حسنہ سے مملو ہے۔

سر ہیوبرٹ رنکن کے خیالات

روس کی اس نامور شخصیت کے قبول اسلام کی خبر کے ساتھ ہی انگلستان کے ایک عالی نسب اور بلند مرتبت انگریز کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی خبر آئی ہے۔ ان کا نام سر ہیوبرٹ رنکن ہے۔ اور آپ بیرونٹ کے وارث ہیں

*جو سر موصوف مشن ووکنگ کی اسلامی تحریک ماتحت قبول اسلام کر چکے ہیں۔ آپکا فوٹو مئی ۱۹۲۹ء کے رسالہ میں شائع ہو چکا ہے۔ خیر اندیش عبد الغنی

سر موصوف نے جن حالات میں اسلام کے آگے گردن اطاعت خم کی ہے۔ اس کی کیفیت ان کی اپنی زبان سے سُننی چاہیے۔ لکھتے ہیں

"گزشتہ چند برسوں میں بتدریج کلیسیائے انگلستان سے کنارہ کشی کر رہا تھا۔ اور نہایت ٹھنڈے دل سے سنجیدگی کے ساتھ مسیحی معتقدات پر غور کرتا رہا۔ میں بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ کلیسیائی اعتقادات کسی صورت میں بھی قائن بخش نہیں ثابت ہوسکتے۔ اور چونکہ مسیح محض ایک انسان تھے۔ اس لئے میرا تثلیث پر ایمان لانا ناممکن ہے" +

سر ہیوبرٹ نے اس کے ساتھ اسلام کا مطالعہ جاری رکھا۔ اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اسلام دنیا کا بہترین مذہب ہے۔ اور سوچنے سمجھنے والے دماغوں کی پیاس مذہب کے سوا کوئی نہیں بجھا سکتا۔ اس بناء پر آپ نے اپنا سر دین فطرت کے آگے جھکا دیا۔ اور اب آپ کی یہ کیفیت ہے کہ آپ نے اپنی زکوٰۃ کا بہترین مصرف یورپ میں تبلیغ اسلام قرار دیا ہے۔ اور نہایت سرگرمی سے تعلیم اسلام کی نشرو اشاعت میں مصروف ہو گئے ہیں +

ایک کیتھولک پادری

ایک اور مسیحی پادری نے جو بڑی مدت تک یوتی اسٹ شلڈین فرقہ کے کیتھولک پادری کا کام کرتے رہے ہیں۔ اور جن کا نام ریورنڈ ڈیوڈ بنجمن کلدانی بی۔ ڈی ہے۔ کامل غور و خوض کے بعد قبول اسلام کا اعلان کیا ہے۔ ان کے خاص الفاظ یہ ہیں :-

میرا قبول اسلام سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص ہدایت اور فضل کا نتیجہ ہے۔ اور کوئی اسباب اپنے اندر نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور ہدایت کے بغیر ہر ایک قسم کا علم و فضل اور جستجو اور صداقت کے معلوم کرنے کی تمام دوسری کوششیں ممکن ہے۔ کہ انسان کو گمراہی کی طرف لے جائیں +

یہ قبول اسلام کا ریورنڈ ڈیوڈ بنجمن کی ذہنیت پر براہ راست اثر ہے لیکن حقیقت کو انھوں نے اپنے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔

"جس لمحہ میں اللہ تعالیٰ کی کامل توحید پر ایمان لایا۔ اسی وقت اس کا پاک رسول محمد صلعم اپنے اخلاق اور سیرت کے لئے ایک اسوہ حسنہ بن گیا"

ع۔ ۱۵ پونڈ تو زادہ مسلم مشنری ووکنگ میں جمع کرائے ہیں۔ خواجہ عبدالغنی

اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ حضور سرور عالم توحید کامل کا ایک مسلم النبوت مجسمہ تھے۔ اور توحید الٰہی کے اعتقاد سے حسن اخلاق اور سیرت کی تخلیق ہوتی ہے۔ آنحضرت (صلعم) کی ذات پاک میں وہ بدرجۂ اتم موجود تھے۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ ریورنڈ موصوف نے نہ صرف قرآن کریم کا با معان نظر مطالعہ کیا بلکہ پیغمبر اسلام (صلعم) کے مقدس حالات زندگی کی علمی اور تاریخی چھان بین کی ہے۔ اور بالآخر وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے +

ہالینڈ کی ایک خاتون

تحقیق حق اور قبول حق کا جذبہ مردوں ہی میں نہیں۔ بلکہ مغرب کی عورتوں میں بھی پھیل چکا ہے اور وہ بھی مذاہب کے اضافی مطالعہ کے بعد اسلام کی برتری اور فوقیت کو تسلیم کرنے لگی ہیں۔ انہی میں ایک مس مبڈ امیسرڈیم (ہالینڈ) کی رہنے والی ہیں۔ جنہوں نے گہرے مطالعہ کے بعد اسلام کو اپنا آویزۂ گوش بنالیا ہے۔ مس مُبڈ نے جن کا موجودہ نام ہدایت مُبڈ" ہے ایک مبسوط مضمون اپنے قبول اسلام پر لکھا ہے۔ جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ دس سال قبل اسلام کو جس نظر سے اہل مغرب دیکھتے تھے۔ اس سے بالکل مختلف نظر سے اب دیکھ رہے ہیں۔ پہلے اس سے انھیں نفرت تھی۔ اب وہ دلی رغبت کے ساتھ اس سے واقفیت حاصل کر رہے ہیں۔ پہلے وہ اسلام کے ہر قول اور تاریخ اسلام کے ہر واقعہ کو پادریوں کی متعصب عینک سے دیکھتے تھے۔ اب وہ ان کا براہ راست مطالعہ کر رہے ہیں۔ ان میں یہ ذوقِ تحقیق اور شوقِ جستجو جنگ عظیم نے پیدا کر دیا ہے۔ جسمیں عیسائیت پورے طور پر بے نقاب ہو کر ان کے سامنے آگئی۔ اور اس کے تمام نقائص ایک ایک کر کے نمایاں ہو گئے تھے۔ اس حالت میں ان کے دل میں خود بخود کسی کامل مذہب کی تلاش کا ولولہ پیدا ہوا۔ جب انھوں نے دنیا کے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ اسلام میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں۔ جو کسی فطری اور مکمل مذہب میں ہونی چاہئیں۔ اور یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ اب پہلے کی نسبت بہت زیادہ لوگ دین فطرت کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔ اور جن کو خدا نے بصیرت دی ہے۔ وہ اس کے قبول کرنے میں تامل نہیں کرتے +

تبلیغ اسلام کی ضرورت

اس سے ظاہر ہے کہ اگر اسلام کو صحیح طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا جاتے۔ اور بڑی کثرت سے اسلامی لٹریچر کو

دُنیا میں پھیلا جائے تو مغرب اس کے فکر کو قبول کرنے کیلئے تیار بیٹھا ہے لیکن ہماری تو یہ کیفیت ہے۔ کہ ہم ہندوستان کے اندر بھی تبلیغ اسلام کا کوئی ایسا نظام اب تک قائم نہیں کر سکے۔ جو پورے جوش اور کامل استقلال کے ساتھ اسلام کی نشر و اشاعت کر سکے۔ تاہم اس میں کلام نہیں کہ عہد حاضر میں قبول اسلام کی صلاحیت بنی نوع انسان کے سواد اعظم کے دل میں پیدا ہو چکی ہے۔ اور اگر ہم یورپ کے چیدہ چیدہ دماغوں کو رام کر لیں تو عامۃ الناس کا دین فطرت کے آگے سر تسلیم خم کر دینا کچھ بعید از قیاس بات نہیں ہے حق یہ ہے۔ کہ ہم نے موجودہ وقت کی ہنگامہ آرائیوں میں فریضہ تبلیغ اسلام کو بالکل پس پشت ڈال دیا ہے۔ حالانکہ اس فرض کی ادائیگی میں دین و دنیا دونوں کی بہتری موجود ہے +

ترقّی کے سبب سے اسلامی شرائع میں تجدید کی ضرورت

آج زمانہ بالکل بدل چکا ہے۔ تو کیا اسلام اور مسلمان جیسے تھے ویسے ہی رہینگے؟ یہ وہ سوال ہے۔ جو موجودہ مسلمان نوجوانوں کے دماغوں کو پریشان کر رہا ہے۔ عیسائی مناظرین عموماً اسلام پر یہ اعتراض وارد کرتے ہیں۔ کہ یہ اک جامد مذہب ہے جسمیں ترقی اور اصلاح کی مطلق گنجائش نہیں مسلمانوں کا قدامت پسند طبقہ جو تعداد میں بھی بہت ہے۔ اسی بات پر فخر کیا کرتا ہے۔ کہ دُنیا بھر کے قوانین اور قاعدے بدلتے ہیں لیکن اسلامی قوانین غیر متبدل ہیں۔ برعکس اس کے ترکوں کا یہ عالم ہے۔ کہ تجدید و اصلاح کے جوش میں اُنھوں نے ان تمام امور کو ہباءً منثورا کر دیا ہے۔ جو اُن کے خیال میں مقاصد ملی کی راہ میں مزاحم ہو رہے تھے۔ اگر ایک اسلامی مملکت میں مرتد عن الاسلام کو سنگسار کیا جاتا ہے۔ تو دوسرے میں از سر تا پا یورپین قوانین کا نفاذ عمل میں آتا ہے۔ اگر ایک اسلامی ملک میں خلافت کیلئے تگ و دو کی جاتی ہے۔ تو دوسرے میں سرے سے خلافت ہی کو اُڑا دیا جاتا ہے۔ پس ان حالات میں ہمارے سامنے یہ سوال درپیش ہے۔ کہ اسلام میں کسی طرح کی اصلاح ممکن ہے یا نہیں +

سینٹ پال نے عیسائیت کو اسکی ابتدائی صدی ہی میں تبدیل کر دیا تھا۔ اور یہودی رنگ کی جگہ یونانی طرز کو رواج دیدیا تھا۔ ہم مسلمان اسلام کے آخری اور کامل مذہب ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم سینٹ پال کی سی تو کوئی اصلاح نہیں کر سکتے ہاں یہ کر سکتے ہیں۔ کہ قرون اولٰے

کے مسلمانوں کی ہی زندگی اپنے اندر پیدا کرلیں۔ خود آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہے۔ کہ کُل بدعۃٍ ضلالۃٌ وکُل ضلالۃٍ فی النار یعنی ہر بدعت (دین میں نئی بات کو رواج دینا) گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی دوزخ میں گرا دیگی۔ بادی النظر میں تو اصلاح کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔ اور اس لحاظ سے ہمارے وہابی دوست ہی سچے معنوں میں اسلام کے پیرو کہلا سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اسلام میں اہلسنت کے مختلف راسخ العقاید فرقوں کی تاریخ مذہبی پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا۔ کہ حنفیت شافعیت مالکیت اور حنبلیت یہ چاروں مورد تبدیل رہی ہیں۔ شریعت میں حسب ضرورت تبدیلی ہوتی رہی ہے اور نہ صرف دُنیاوی بلکہ دینی امور میں بھی نئے قوانین کا اجرا ہوتا رہا ہے۔ ان فرقوں کی ابتدا سے پہلے بھی خلفائے راشدین کے زمانہ میں شرائع دینی محل تبدیل رہی ہیں۔ جب حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے درخواست کی کہ قرآن کو ایک مجلد میں جمع کرلیا جائے تو انھوں نے پہلے تو اس فعل کو بدعت قرار دیا۔ لیکن جب حضرت عمرؓ نے ایسا کرنے کی حکمت اُن پر ظاہر کی تو وہ مان گئے۔ اور اس کے علاوہ قرآن مجید میں اعراب بھی لگائے گئے۔ آیات کی نشانیاں اور مختلف اوقات بھی درج کی گئیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خود ہمارے مذہب کے سرچشمہ یعنی قرآن مجید پر اس نوع کی بدعت وارد ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ نماز تراویح کی بیس رکعت اور جمعہ کی نماز والی اذان بھی ان امور میں سے ہیں۔ جو خلفاءؓ نے داخل شرع کئے اور اب تمام دُنیا اُن پر اسی طرح عمل پیرا ہے۔ جیسے کہ دیگر سنن پر۔ قرآن مجید میں بھی وارد ہوا ہے "سبیل المومنین" یعنی مومن مسلمانوں کا طریق کار۔ احادیث میں بھی ایک حدیث اس مضمون کی ملتی ہے۔ فرمایا۔ آنحضرت صلعم نے جب میں تم سے دین کی کوئی بات کہوں تو اُسے قبول کرلو اور جب میں اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ نیز یہ کہ جو شخص کوئی سنت حسنہ قائم کرتا ہے۔ اس کو اتنا ہی ثواب ملیگا جتنا اس پر چلنے والے کو۔ نیز یہ کہ ہر صدی کے آغاز میں اللہ تعالیٰ ایک مجدد کو مبعوث فرمائیگا جو اسلام کی تجدید کریگا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں ہم کو بہت سے مجددین اور مجتہدین کے نام ملتے ہیں۔ ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ مذہب اسلام میں تجدید و اصلاح کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ شرط یہ ہے۔ کہ تجدید و اصلاح جو کچھ بھی ہو حقیقت اسلام سے مطابقت رکھتی ہو۔ اور حقیقت اسلام کا واحد منبع قرآن مجید ہے۔ بعدہٗ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مقدس زندگی جو در اصل کلام اللہ ہی کے احکامات کی عملی تفسیر ہے دگر ہیچ۔ اس جگہ یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ

اسلام میں اصلاحی کام کی صورت کیا ہوگی؟ موجودہ فقہ اسلامی کی تدوین فقہائے اسلامی کی رہون منت ہے،
اسمیں شک نہیں وہ لوگ بڑے عالم تھے۔ اور قرآن و حدیث کے پورے طور پر متبع تھے۔ اور ہر معاملہ میں امت کے
اجماعی فتاوے کو اپنے پیش نظر رکھتے تھے القصہ وہ لوگ تفقہ فی الدین کے پورے طور پر اہل تھے
لیکن انھوں نے قیاس سے بہت کام لیا۔ اور یہی وہ بات ہے جس کی وجہ سے وہ آیندہ زمانہ کے لئے صحیح
اور کارآمد دستور العمل بنانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اگرچہ ان کی نیت اچھی تھی۔ صاف ظاہر ہے کہ
آیندہ کا علم سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں ہے۔ اور مجددین بھی دوسرے فقہا اور قانون سازوں کی طرح غلطی
کر سکتے ہیں۔ اگرچہ عام طور پر ان کے فتاوے اغلاط سے محفوظ ہوتے ہیں۔ انھوں نے بعض امور کو غیر قابل
تبدیل فرض کر کے بہت سے مسائل ان سے مستنبط کرلئے بعض صورتوں میں انھوں نے ان باتوں کو جو
وقتی طور پر مفید تھیں ہمیشہ کیلئے مفید سمجھ لیا۔ اور ان کو اصول زندگی قرار دیدیا مجتہدین کا یکے بعد
دیگرے پیدا ہونا ہی اس امر کی دلیل ہے۔ کہ اسلام کی ابتدائی تین صدیوں میں بہت سے مجتہدین کیلئے
گنجائش تھی جو باوجود اختلافات باہمدگر ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے۔ اور تمام اسلامی دنیا ان کی عزت
کرتی تھی۔ تو آیندہ بھی مجتہدین ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ عام طور پر مسلم ہے کہ باب اجتہاد بند نہیں ہوا ہے لیکن عملاً
ایکہزار سال سے کوئی مجتہد اسلام میں ایسا پیدا نہیں ہوا۔ جو چار مشہور ائمہ کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکے
پس اس معاملہ میں مسلمان ہزار سال تک پیچھے رہ گئے۔ اب اصولی باتوں کو چھوڑ کر واقعات کی طرف نظر ڈالئے
مثال کے طور پر مسئلہ سود کو لے لیجئے۔ قرآن شریف میں تین موقعوں پر سود کی ممانعت کی گئی ہے (۲: ۲۷۶ و ۳: ۱۳۰ و ۳۰: ۳۹)
اور ہر جگہ اس کا ذکر صدقہ اور زکوٰۃ کے مقابلہ میں کیا گیا ہے۔ حرمت سود کی وجہ یہ تھی کہ سود لینا دوسرے پر ظلم روا رکھنا ہے
اور یہ بھی خیال تھا کہ مسلمانوں پر اسلامی قوانین ہی نافذ رہینگے۔ اور کوئی غیر مسلم ان سے سود نہ لیگا۔ لیکن ان صورتوں
میں کوئی صورت بھی ہندوستان میں موجود نہیں ہے۔ برٹش گورنمنٹ سے سود لینا یقیناً ظلم کی بات نہیں۔ اور اگرچہ ایک
مومن سود نہ لے لیکن دینے کیلئے مجبور ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان مفلس ہوتے جاتے ہیں۔ اور ہمسایہ قومیں مالدار۔ سود
کی ممانعت کرتے ہوئے قرآن شریف کہتا ہے۔ نہ تم دوسروں پر ظلم کرو۔ اور نہ دوسروں کو اپنے اوپر ظلم کرنے دو (۲: ۲۷۹)
لیکن ہم دوسروں پر ظلم تو نہیں کرتے۔ ہاں دوسرے ہم پر ظلم ضرور کر سکتے ہیں۔ اسی لئے بعض فقہا کا یہ خیال ہے کہ حرمت
سود عمومی نہیں ہے اور غیر مسلم ممالک میں سود لینا جائز ہے۔

اس تحریر سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم میں سے ہر شخص مصلح اور مجتہد بن بیٹھے۔ بلکہ یہ کہ ہم اسبات کو

محسوس کریں کہ آج اسلام میں تجدید و اصلاح کی اشد ضرورت ہے اور جب کبھی اور جہاں کہیں اصلاحی کام شروع کیا جائے
تو صحیح طریقہ پر۔ اور صحیح طریقہ اجماع اُمت کو مدنظر رکھنا ہے۔ جس کی تعریف فقہ حنفی میں یُوں لکھی ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مذہب پر چلنے والے مجتہدین کا کسی شرعی امر میں متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے
آجکل کے زمانہ میں جبکہ لیگوں اور کانفرنسوں کا زور ہے یہ امر کچھ مشکل نہیں کہ ایک عظیم الشان اسلامی
کانفرنس منعقد کی جائے۔ تاکہ جملہ امور متنازعہ کا فیصلہ ہو سکے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جس امر کو
عامۃ المسلمین پسند کرلیں خدا بھی پسند کریگا۔ شرط یہ ہے کہ وہ پسندیدگی روح اسلام کے منافی نہ ہو +
زیادہ افسوس اس بات کا ہے۔ کہ جہاں کہیں کتب فقہ میں اصلاح و تجدید کی گنجائش بھی موجود ہے
وہاں بھی مسلمان ضروری اصلاح روا نہیں رکھتے۔ مثلاً مسئلہ انتخاب خلیفہ جنہیں مسلمانوں کو اپنا حاکم
خود منتخب کرنا چاہئیے نہ کہ نسلاً بعد نسل لوگوں کا حاکم بنجاتا جو سراسر اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔
غیر عربی بولنے والے اسلامی ممالک میں دوسری غلطی یہ ہے کہ خطبہ قبل نماز جمعہ عربی زبان میں پڑھا جاتا ہے
حالانکہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سب کی رائے ہے کہ خطبہ فارسی زبان میں بھی جائز
ہے۔ آخر میں یہ گذارش ہے کہ اگر مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کو مجددار طبقہ میں عزت کی نگاہوں
سے دیکھا جائے۔ اور مسلمانوں کا تعلیمیافتہ طبقہ اسلام کا حلقہ بگوش رہے۔ تو انہیں بعض امور میں
اصلاح کرنی ناگزیر ہے۔ بغیر اس کے بلاد مغرب میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ لیکن یاد رہے۔ کہ اصلاح سے
میرا مطلب تجدید ملت ہے نہ کہ ترویج بدعت ۱۲ +

فقط اسلام ہی موجودہ مذہبی خیالات کی دُنیا میں ہماری رہنمائی کر سکتا ہے

نوٹ:۔ ذیل میں اس مضمون کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ جو الحاج لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے
علامہ عبداللہ یُوسف علی سی بی۔ ای۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل ایم آئی سی ایس (ریٹائرڈ) کے زیر صدارت
۱۰ فروری ۱۹۲۹ء کو اتوار کے دن پانچ بجے مسلم عبادتگاہ ۱۱۱ کیمپڈن ہل روڈ لندن برٹش مسلم سوسائٹی کے
ممبران کے سامنے دیا تھا (اڈیٹر ریویو)

حال ہی میں یہ بات ہمارے مشاہدہ میں آئی ہے کہ مشرق میں مغربی خیالات اور اصلاحی تجدیدی تحریکات
کی آبیاری کے سبب سے افغانستان میں زبردست خانہ جنگی برپا ہو گئی۔ اور اس لئے شاید بعض احباب میرے

لفظ "تجدید" کے استعمال کو حیرت سے دیکھیں لیکن اصلاحی تجاویز کا خیر مقدم کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان بالکل جامد ہوکر رہ جائے جس کی بدولت اسکی پوزیشن بالکل غیر محفوظ اور نازک اوقات میں بیحد تیرہ و تار ہوجاتی ہے چنانچہ اس امر کی مثالیں "عقلمند اور بیوقوف کنواریوں" اور اس شتر مرغ کے قصہ میں ملتی ہیں جس نے شکاریوں کو دیکھ کر اپنا سر ریت میں چھپالیا تھا۔ دنیا میں واقعات کا مقابلہ علی الاعلان کرنا پڑے گا۔ نہیں کہ حالات کچھ ہوں اور ہم انھیں کچھ فرض کرلیں +

اسلام کی تجدید کے یہ معنی ہرگز نہیں ہوسکتے کہ اسے مغرب کے سانچہ میں ڈھال دیا جائے لیکن اسمیں بھی شک نہیں کہ جب تک اسلام کے فروعی امور میں تبدیلیاں نہ کی جائینگی اس وقت یہ مُبارک تحفہ اہالی یورپ کے لئے مفید نہیں ہوسکتا۔ اور جب تک نئے ماحول سے مطابقت نہ ہوگی اسکی اشاعت معلوم یعنی مختلف حالات میں صورت کار بھی مختلف ہونی ضرور ہے۔ مخالفت ضرور ہوگی لیکن جو لوگ ہمارے پاکیزہ مذہب کی اشاعت چاہتے ہیں۔ تاکہ خلق خدا کا بھلا ہو۔ انھیں ہر تکلیف برداشت کرنے کیلئے تیار رہنا چاہیئے تاکہ اپنا مقصد حاصل کرسکیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے جسقدر آندھیاں زور سے چلتی ہیں بلوط کی جڑیں اسیقدر گہری زمین میں پہنچتی ہیں۔ اسیطرح جسقدر مصائب آتے ہیں اسی قدر میرا ایمان خدا پر مضبوط ہوتا ہے" ایک مومن اگر یہ عتقاد رکھتا ہے۔ کہ جو کچھ وہ کررہا ہے خدا کی مرضی کے مطابق کررہا ہے۔ تو پھر وہ اپنے افعال کی خاطر آگ میں کودپڑنے کیلئے بھی طیار ہوگا۔ ممکن ہے کہ اس کا کوئی فعل تفنگ بہ تاریکی کا مصداق ہو۔ لیکن اگر اسے اپنے فعل کی صداقت پر اطمینان ہے تو پھر اُسے کوئی خوف نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا زبردست ہاتھ ہر وقت اسکی مدد کیلئے طیار ہے وہ آگ میں بھی گریگا تو سلامت رہیگا۔ اس بات کی حقیقت وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جن کو اکثر مشکلات میں سے صحیح سلامت نکل آنے کا موقعہ ملا ہے +

کچھ عرصہ ہوا میں نے اپنی ایک چھوٹی سی کتاب موسومہ "آیندہ" کے متعلق خیالات میں نے یہ لکھا تھا "چالیس برس کے مسلسل غور و فکر کے بعد بھی میرے دل میں یہ خیال نمایاں طور پر موجود تھا کہ مذہب انسانی خیالات کا نتیجہ ہے نہ کہ کوئی خدائی فعل لیکن مشرقی ممالک کی سیاحت سے اسلام کی عظمت کی حقیقت بھی مجھ پر منکشف ہوگئی تھی۔ کیونکہ اگر کوئی قوم سچے دل سے عبادت کرتی ہے تو وہ مسلمان ہیں جو اتوار کے علاوہ بھی خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اور جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ مسلمان اپنے

خدا پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور ہر لحظہ اُنکی معیت کو محسوس کرتے ہیں تو میرے دل میں زبردست ہمدردی پیدا ہوگئی ہے۔ مجھے مسلمانوں کے ساتھ عبادت میں اک رُوحانی لطف محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ خلوص دل سے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اور جب اسی مذہب کا کوئی پیرو نماز کے وقت گھوڑے کی پُشت سے چھوٹی سی جانماز اُتار کر زمین پر بچھاتا ہے تو اس کے فعل میں کوئی تصنّع یا نمائش نہیں ہوتی۔ اور صبح سے لیکر شام تک کئی مرتبہ وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ اور جب وہ خدا کے حضور سجدہ کرتا ہے۔ تو ایسا محسوس کرتا ہے۔ گویا وہ اُس کی حضوری میں ہے اُسے اپنی عبادت میں کبھی کسی پادری یا پروہت کی ضرورت نہیں پڑی۔ اور نہ فضل ربانی کے حصول میں کسی غیر کی امداد کی +

جنرل گارڈن نے مسلمانوں کے متعلق کہا تھا کہ ان لوگوں میں فریسی لوگوں کا قائمقام کوئی طبقہ نہیں ہے۔ خواہ وہ کچھ بھی خیال کیوں نہ قائم کریں۔ لیکن اس کے متعلق کبھی اظہار فخر نہیں کرتے اور نہ فریسیوں کی طرح دوسروں پر فتوے لگاتے ہیں۔ کہ فلاں شخص دوزخی ہے اور فلاں جنتی اور نہ اُن سے وہ ناشائستہ حرکات سرزد ہوتی ہیں۔ جو طبقہ فریسی سے مخصوص ہیں"۔ میں بھی اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر جنرل موصوف کے خیالات کی تائید کر سکتا ہوں۔ میں نے اپنے حلقہ قضیت میں کبھی کسی مسلمان کو یہ کہتے نہیں سُنا۔ کہ فلاں طبقہ کے لوگ تو قطعاً جہنمی ہونگے۔ لیکن کلیسیا کے ارکان نے بارہا مجھ کو کہا۔ کہ اگر آپ کلیسیائی عقاید پر اعتقاد جازم نہ رکھینگے تو یقیناً دوزخ میں ڈالے جائینگے۔

مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ عرب افغانستان شمالی افریقہ وغیرہ میں بکثرت ایسے مسلمان آباد ہیں جو انگلستان کے فرقہ پیوریٹن سے مشابہ ہیں۔ اور یہ لوگ مذہب میں اس درجہ محتاط ہیں۔ کہ قہوہ اور تمباکو بھی استعمال نہیں کرتے یعنی جہانتک منزلی ممالک کا سوال ہے۔ یہ لوگ اس وجہ سختی روا رکھتے ہیں کہ یورپ کے لوگ اُن کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتے +

تجدید بہر کیف ترمات اور سائنس کے اتصال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ زمانہ اپنی مقررہ رفتار کو زیادہ تیز نہیں چل سکتا۔ لیکن سائنس دن رات ترقی کر رہا ہے۔ اور اسکی رفتار ترقی مشرقی لوگوں کی تمام طلب زندگی کے بالکل ناموافق ہے۔ اختراعات اور ایجادات ایسی سُرعت کے ساتھ ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔ کہ خواہ مخواہ اُن کے روکنے کو دل چاہتا ہے۔ اگرچہ علوم اور ترقیات کی بہت افزائی ہم سمجھ کر

آدمی کا فرض ہونا چاہئے۔ لیکن نئی باتوں کو خواہ وہ قوانین میں ہوں یا رسوم میں یا مذہب میں بہت تامل کے بعد قبول کرنا چاہئے۔ اور یہ اصول ہمارے نبی کریم صلعم کی تعلیم کے موافق ہے +

اہلِ جاپان اُس حیرت انگیز ترقی کی زندہ مثال ہیں جو دُنیا کی عمدہ باتوں کی نقل کرنے کی خواہش کے ظہور میں آتی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ چند سال ہوئے شاہ جاپان نے اسکاوٹ لڑکوں کو دُنیا کے مختلف ممالک میں محض اس لئے بھیجا تھا کہ دُنیا میں بہترین مذہب کو معلوم کریں اور یہ کہ بہترین مذہب کس ملک میں رائج ہے۔ ان لڑکوں نے واپس آکر باضابطہ رپورٹ دی۔ اور جاپانی اراکین کی مجلس نے بہت غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اُن کا موجودہ مذہب دیگر مذاہب مروجہ سے کمتر نہیں لہٰذا کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی طریقہ اسلحہ کے متعلق بھی عمل میں آیا لیکن مختلف نتائج کے ساتھ۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ ایک زمانہ میں "جاپان" تیر و کمان کا ملک تھا لیکن اہل جاپان کی مستقل مزاجی اور صلاحیت طبع کی بدولت آج اس ملک کا شمار بلحاظ فوج دنیا کے بہترین ممالک میں ہوتا ہے۔ دو تین سال ہوئے ایک ڈنر کے موقعہ پر مجھ سے درخواست کی گئی تھی۔ کہ شاہ افغانستان کا جام صحت تجویز کروں۔ اس موقعہ پر مجھے یہ تشویش ہوئی۔ کہ کیا کہوں لیکن نصف منٹ کے غور کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ مناسب ہوگا۔ اگر شاہ افغانستان کو شاہ جاپان کی مشابہت دوں دلچسپ موازنہ کیلئے مجھے کافی مواد مل گیا۔ اور ایک بات تو نمایاں طور پر دونوں بادشاہوں میں مشترک تھی یعنی ترقی ملک کا خیال۔ اکثر مشرقی اقوام بیحد قدامت پسند واقع ہوئی ہیں۔ اور پرانی لکیر کی فقیر بنی بیٹھی ہیں۔ مغرب کی ترقی اُن کی نظر میں جادۂ اعتدال سے خارج معلوم ہوتی ہے جمود کی حالت بہر نوع ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ اور فطرت انسانی کو خلا سے بھی زیادہ ناپسند کرتی ہے لیکن بلا امر زیادہ تیز رفتار ترقی پر موقوف ہے۔ اور مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ غیر معتدل افعال سے بچنے کیلئے ہمیں بہت خبرداری سے قدم اُٹھانا چاہئے۔ اور نہ غیر محتاط طریقہ سے نصیحت کرنا چاہیئے۔ جس کے عادی بعض اہل مذہب شدت کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ اور جو مختلف الخیال لوگوں کو نہایت بُری معلوم ہوتی ہے۔ اب میں چند ریمارک پیش کرونگا۔ اور مساجد میں عبادت کے متعلق چند تجاویز بھی بیان کرونگا +

موسیقی کی جاذبیت

اِس حقیقت سے انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ لوگ عموماً اس چیز میں دلچسپی لیتے ہیں جو ان کے حواس ظاہری کی

مسرت کا سامان بہم پہنچاتی ہے۔ اور مسیحی کلیسیا کی قدیم ترین شاخ کی کامیابی کا راز بھی اسی امر میں مضمر ہے۔ کہ گرجوں میں عمدہ تصاویر اور نفیس مجسمے اور دلنواز نغمے اعلیٰ خوشبویات حسین لڑکے عمدہ پوشاک پہنے ہوئے ہر چہار طرف لئے پھرتے تھے۔ اور مذہبی گیت گایا کرتے تھے مغرب میں شاید ہی کوئی شخص ایسا ہوگا۔ جو ان دلچسپیوں سے متأثر نہ ہو۔ اور کوئی تعجب نہیں اگر کیتھولک گرجے نسبتاً زیادہ معمور نظر آتے ہیں کیونکہ ان میں سامان دلچسپی زیادہ ہوتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے۔ کہ بالمقابل اسلام میں صورت حال کیا ہے؟ مسلمان کی ساری ضروریات صرف ایک جانماز سے پوری ہو جاتی ہیں۔ جس پر وہ کھڑا ہوتا ہے۔ رکوع اور سجود کرتا ہے۔ اس کی ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں جذب ہو جاتی ہے یا سورۂ فاتحہ کی خوبیاں اسے محو کر دیتی ہیں۔ اگر یہ اسلامی نہ مل سکے تو نماز کے لئے جانماز کی بھی ضرورت نہیں۔ اور اس کے نہ ہونے سے مسلمان کی نماز اور توجہ میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ وہ جملہ انسانی امدادی بالاتر ہے۔ اور سوائے خدا کے کسی شے سے متأثر نہیں ہو سکتا +

بحیثیت ایک یورپین ہونے کے جسے عموماً موسیقی اور فنون لطیفہ بہت مرغوب ہیں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ موسیقی سے میری عبادت میں ضرور خلل پڑتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ عبادت کرنے کیلئے اس کی ضرورت نہیں۔ کہ کوئی خارجی شئے ہماری معاونت کرے۔ اور یہی بات میں ہر جگہ محسوس کرتا ہوں جہاں ایسی بھی موسیقی بطور تفریح سننے کو ملتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص عمدگی کے ساتھ گا رہا ہو تو مجھ سے گفتگو نہیں ہو سکتی۔ اور اگر میں کسی کے ساتھ سرگرم سخن ہو جاؤں تو پھر موسیقی کا لطف نہیں اٹھا سکتا۔ اگر میں کسی اہم مسئلہ پر گفتگو کرنے لگوں اور کوئی شخص نغمہ سرائی شروع کر دے تو پھر میں سلسلۂ کلام جاری نہیں رکھ سکتا +

عبادت کے موقعوں پر دنیاوی خیالات سے ہمارے ذہن کو بالکل خالی ہونا چاہئے اور میری نظر میں بیشک پہاڑوں کی برفانی چوٹیاں عبادت کے لئے بہترین مقام کہی جا سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں مسجد میں جب کہ مسلمانوں کا دوش بدوش کھڑا ہونا بھی دل میں خالق اکبر کی عظمت پیدا کرتا ہے۔ اور تمام مسلمان جو مساجد میں آتے ہیں۔ وہ نہ تو نغموں کے لئے آتے ہیں نہ تصاویر کے لئے بلکہ صرف واحد لاشریک خدا کی عبادت کے لئے چنانچہ سورۂ فاتحہ میں لکھا ہے کہ اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں [illegible]

مدد چاہتے ہیں۔ ہماری رہنمائی سچے رستہ پر کر۔"

ان آیات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلم سوائے خدا کے اور کسی کو سروکار نہیں رکھتا۔ کلمہ اللہ اکبر میں سب کچھ آجاتا ہے۔ اور جب ہم خدا کی صفات بیان کرتے ہیں جو در اصل عبادت کا مغز ہے۔ تو اسی میں ہماری توجہ کا راز پوشیدہ ہے۔ جو بات مجھے مساجد کی نماز با جماعت میں نہایت ہی عمدہ معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ ہماری دعاؤں میں خاص خاص مہربانیوں یا رعایات کا رونا مذکور نہیں ہے۔ بلکہ ہر مسلم اس احساس میں محو ہو جاتا ہے۔ کہ خدا اس کے ساتھ ہے۔ اور اسکی دعاؤں کو سنتا ہے۔ اور اسی لئے میرا خیال ہے کہ بہت سے لوگ در باطن مسیحی عقاید سے تسلی نہیں پا سکتے۔ اور اگر وہ اسلام جیسے سیدھے سادے مذہب میں شامل ہو جائیں تو انھیں بیحد مسرت ہوگی۔ ضروری رسوم میں کسی قسم کی تبدیلی کی رائے اظاہر کرنا میری نظر میں اچھی بات نہیں۔ ہاں معمولی اور فروعی باتوں میں تبدیلی کر لینا ایسا ہے جسے نہ مسلمان پسند کرینگے نہ مسیحی۔ موسیقی اور اس کے خوشگوار اثر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کئی دفعہ مجھے یہ خیال آیا کہ اگر چند مسیحی مذہبی نظموں کو مساجد میں نہیں بلکہ لیکچروں میں داخل کر دیا جائے۔ خاص کر ان نظموں کو جن میں مسیحی عقاید کا ذکر نہ ہو تو مغرب میں اسلام کو بہت سے لوگ مل سکتے ہیں۔ جو حلقہ بگوش ہونے کے لئے طیار ہیں۔ اگرچہ اس مسئلہ کے متعلق میں نے اپنے عالم دوستوں سے استصواب رائے نہیں کیا ہے لیکن اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ عموماً مسلمان لوگ اس امر کا اعتراف کرینگے کہ اگر اس معاملہ میں میں اپنی ذاتی رائے کا اظہار کر رہا ہوں تو محض اس لئے کہ جب اسلام کی خوبیوں کا اعتراف مغرب میں پورے طور پر ہونے لگے تو اسلام میں اتحاد اور یکرنگی کی شان قائم ہو سکے۔ کوئی شک نہیں۔ کہ اہالی مغرب اور مشرق دونوں مجھ پر اعتراض بھی کرینگے اور نکتہ چینی بھی خصوصاً جبکہ میں ایسی نازک بات پیش کر رہا ہوں خواہ وہ انتخابات ان نظموں ہی کے کیوں نہوں جن میں صرف خدا کا ذکر کیا گیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر کوئی عقیدہ قرآنی تعلیم کے خلاف نہ ہو تو اسے نظم کر لیا جائے اور بیرون مساجد لیکچروں سے پہلے خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا غیر مناسب نہیں ہوگا۔ مثلاً نظم ۲۶ پر کسی مسلمان کو کیا اعتراض ہوگا۔ جسمیں لکھا ہے کہ "اے خدا تو نے زمین اور آسمان پیدا کئے" یعنی یہ اس نظم کا پہلا مصرع ہے۔ یا اس نظم پر جس کا نمبر ۴۷ ہے "اے آسمانی ازلی باپ جو ہماری نجات کے لئے پوری طاقت کا مالک ہے" یا نظم ۲۵ پر جس کا پہلا مصرع یہ ہے "اے خدا جس نے ازمنہ سابقہ میں ہماری امداد کی" یا نظم ۱۲۵ کے پہلے دو مصرعے "آؤ ہم سب خدا کا شکر ادا کریں"۔ ان کے علاوہ اور بہت سی نظمیں ہیں

جن میں موسیقی تو دلنواز ہے لیکن الفاظ ہمارے زاویہ نگاہ سے مناسب نہیں پس ان کی جگہ قرآن مجید سے مناسب آیات درج کی جا سکتی ہیں +

بہت سے لوگ ایسی تجاویز پر اعتراض کرینگے لیکن اس امر کا احساس کہ خدا نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ خواہ وہ مشرقی ہوں یا مغربی اور وہ سب کی دعاؤں کو سنتا ہے یقیناً ان کی تسلی کر سکتا ہے کہ اسلام کی عالمگیر اخوت ان تنگ نظر خود غرضانہ خیالات سے بہت بالا ہے۔ بلکہ اس کا اقتضاء تو یہ ہے۔ کہ تمام دنیا کی بہبودی مدنظر رہے۔ چند روز ہوئے میں نے عدم رواداری کی ایک عجیب مثال مشاہدہ کی میں اپنے ایک پرانے عیسائی دوست کے جنازہ کی نماز میں شریک ہؤا اور بعد ازاں میں لوگوں سے نماز مذکورہ کی سادگی کی تعریف کر رہا تھا۔ اس اثناء میں ایک معمر عیسائی خاتون نے یوں گوہرفشانی کی کہ آپ تو مسلمان ہو گئے ہیں۔ لب گرجے میں آپ کا کیا کام؟ بلکہ اسکی رائے تو یہ تھی کہ مجھے گرجے میں اندر آنے کی اجازت ہی کیوں دی گئی؟ کیونکہ اس کی رائے میں میری موجودگی کی وجہ سے وہ مقدس عمارت ناپاک ہو گئی ہو گی۔ محض اس وجہ سے کہ میرے معتقدات اس عورت کے معتقدات سے مختلف تھے۔ مجھے اس امر کا کافی احساس ہے کہ میرے اعلان اسلام پر اس قسم کے لوگوں کے یہاں صف ماتم بچھ گئی ہو گی لیکن اس قسم کے اعتراضات بعید از قیاس نہیں ہیں۔ اور نہ میں انکی کچھ پرواہ کرتا ہوں لیکن اگر مجھے برا معلوم ہوتا ہی تو یہ کہ کوئی ذی ہوش انسان محض مذہبی اختلافات کی بناء پر مجھے خدا کے گھر میں آنے سے روکے۔ سچ پوچھیں اسبات کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ اور علی الاعلان کہتا ہوں کہ حلیم اور نیک نیت مسیح جس کی تعلیم پر ہر مسلمان عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے کبھی بھی کسی آدمی کو خانہ خدا میں آنے سے نہ روکتا۔ یہ لوگ کس قدر تنگدل اور کوتاہ نظر ہیں جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ سوائے ان کے اور کسی کی طرف خدا کی توجہ مبذول ہو ہی نہیں سکتی۔ ایسے لوگوں سے صرف یہی کہونگا کہ "بردباری سیکھو رواداری دکھاؤ" اپنی نجات کا اس قدر یقین نہ رکھو کہ اپنے سوائے کل دنیا کو دوزخی سمجھو۔ اگر ایسا کروگے تو یقیناً دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ گے۔ اور دوسرے بھی تمہاری عزت کرینگے +

"ایمان لاؤ ورنہ دوزخی ہو گے" یہ عقیدہ اب نہ کسی کو پسند آسکتا ہے اور نہ دوسرے لوگ اس قول کے حامی کی عزت کر سکتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں جبکہ ہم لوگ یہ کہنا پسند کرتے ہیں۔ کہ نیکی کرو کیونکہ خدا تم سے یہی چاہتا ہی۔ کوئی شخص یہ سننا پسند نہیں کر سکتا کہ نیکی کرو ورنہ دوزخ میں ڈالے جاؤ گے۔ یہی تنگنظری کی دوسری مثال یہ ہے۔ کہ ایک بوڑھے مسلمان کو محض اس لئے اسکے پوتے کے اصطباغ کے موقع پر گرجہ میں آنے

ہو گیا کہ وہ عیسائی نہیں تھا۔ اور اس لئے وہ نیک مرد اپنی اولاد کی شادی میں بھی شرکت کر سکا +

یہ تمام باتیں کس قدر ذلیل اور خفیف ہیں۔ اور ہمارے نبی کریم صلعم کے طرز عمل سے کس قدر مخالف۔ جب آپ نے یہ سنا کہ جو عیسائی لوگ آپ سے ملنے آئے ہیں انھیں اپنی عبادت کے لئے کوئی موزوں مقام نہیں ملتا تو آپ نے فوراً ارشاد فرمایا۔ کہ تم لوگ ہماری مسجد میں آ کر بڑے شوق سے عبادت کر سکتے ہو۔ چنانچہ اُن لوگوں نے حسب الارشاد نبوی مسجد ہی میں اپنی عبادت ادا کی۔ اور نہ مسلمانوں کو اس سے کوئی تکلیف ہوئی نہ عیسائیوں کو بلکہ میرا یہ خیال ہے کہ دونوں جماعتوں میں محبت اور اخوت کے جذبات پیدا ہوئے ہونگے +

بعض ناظرین یہ خیال کرینگے کہ میں ان امور کو بہت اہمیت دے رہا ہوں لیکن وجہ اسکی یہ ہے کہ میں اپنے دوستوں کو اس امر کے لئے طیار کرنا چاہتا ہوں کہ جب بعض کوتاہ نظر اور متعصب لوگ انھیں ستانا شروع کریں تو وہ تعجب نہ کریں۔ ان لوگوں کی تعداد اسلام سے زیادہ مسیحیت میں ہے +

فرض کیجئے کہ انگلستان کے مسلمان مقدس موسیقی کو رواج دینا چاہتے ہیں۔ ہمیں کوئی بات اسلامی نقطہ نگاہ سے بُری نہیں ہے لیکن بہت ممکن ہے کہ متعصب طبقہ کے لوگ اس میں اعتراض کے پہلو نکالیں۔ یہ ضرور ہے۔ کہ چرچ آف انگلینڈ کے بہت سے ارکان ایسے ہونگے جو ہمارے بہت خوش ہونگے کہ انکے مقدس گیت قدرے تبدیلی کے ساتھ اسلامی جذبات کا آئینہ بن جائینگے +

اور میرا خیال ہے کہ مقدس موسیقی اسلامی نظریہ تحمید کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ سورۂ فاتحہ تو شروع ہی ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ اے خدا سب تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں پس ہم اپنے لکچروں اور دوسری تقریروں کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے شروع کر سکتے ہیں اور اس کے بعد تقریر وغیرہ ہو سکتی ہے آخر میں پھر حمد و ثنا پر اپنی تقریر کو ختم کر دیں۔ اس قسم کی عبادت کو ہر وہ شخص پسند کریگا۔ جو مغربی قسم کی عبادات کا عادی ہو چکا ہے۔ نیز اس سے مشرقی لوگوں کے جذبات کا احترام بھی ہو سکتا ہے۔ بیشک مشرقی اور مغربی دونوں طبقوں کے متعصب لوگ اس معاملہ میں ہماری مخالفت کرینگے۔ عیسائی بھی اور مسلمان بھی بلکہ مسیحی گیت کی نقل یعنی نغمات کی طرز اخذ کرنے پر بھی مخالفت ہوگی۔ اس زمانہ میں جبکہ کل بنی نوع آدم آپس میں منسلک ہو گئے ہیں۔ ہمیں ہر بات کو جدید خیالات کی روشنی میں سوچنا چاہئے۔ اختراعات جدیدہ کی بدولت دس دس ہزار میل دور کے لوگ آپس میں قریب ہو گئے ہیں۔ ایک دوسرے سے بات کر سکتے ہیں۔ ملاقات کر سکتے ہیں۔ بلکہ یوں کہئے کہ بعد مکانی قریب قریب مفقود ہو چکا ہے

ممکن ہے۔ کہ امروز فردا میں سائنس کی بدولت نیچر کی اور بہت سی مخفی طاقتیں بر روئے کار آ جائیں ۔ اور تمام دُنیا کے لوگ مختلف ممالک میں ایک دوسرے سے اپنی زبان میں گفت گو کر لیا کریں۔ اور یقیناً یہ بات ہمارے لئے زیادہ تعجب خیز نہ ہوگی +

انسان ایک حالت میں نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ ترقی کرنا اسکی فطرت میں داخل ہے لیکن یہ کہنا ذرا مشکل ہے کہ دنیا نے الجملہ ترقی کر رہی ہے یا تنزل۔ جوں جوں زمانہ گزریگا تجدید ہوتی جائیگی۔ اور جو بات آج جدید معلوم ہوتی ہے۔ وہ چند سال کے بعد داستان ماضی بن جائیگی ۔ علم کیمیا میں جو تحقیقات ہوئی ہے۔ اسکی رُو سے انسانوں کے لئے بہت سی مفید باتیں معلوم ہو گئی ہیں ۔ اور ایسے ذرائع بھی دریافت ہوئے ہیں۔ جن کی بنا پر لاکھوں آدمی آناً فاناً ہستی سے نیست ہو سکتے ہیں یا دہ ہائے آتشگیر اور بمب کے گولوں کو دیکھ کر معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں مدعیان تہذیب ایکدوسرے کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہیں گیارھویں صدی میں جو ایک عیسائی سلطنت نے مسلمانوں کے خلاف حروب صلیبی کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ یقیناً اُس زمانہ میں اس کے معصروں نے اس حرکت کو ایک ترقی یافتہ قدم سمجھا ہوگا +

بعض لوگ کہتے ہونگے کہ تعلیم کی بدولت بنی نوع انسان میں بہت کچھ ترقی ہو سکتی ہے لیکن جب ہم گردو پیش کے واقعات کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جرائم کی نوعیت اور کثرت ایسی ہے۔ کہ مذکورۂ بالا نظریہ صحیح نہیں معلوم ہوتا ۔ پار سال اس ملک میں صرف قتل کی بارہ ہزار وارداتیں ہوئیں جس کی آبادی بارہ کروڑ سے کم تھی ۔ یہ اعداد و شمار اگر تخمینی ہوں تو بھی حیران کن ہیں۔ اگر تعلیم اور مذہب دونوں ہمیں مہذب نہیں بنا سکتے تو پھر اب کس کا آسرا تکیں ؟ تعلیم سے اکثر اوقات ہم لوگ غیر مطمئن اور مغرور ہو جاتے ہیں ۔ اور مذہب عموماً ہمارے اندر حسد اور تنگدلی پیدا کر دیتا ہے ۔ میرا خیال ہے کہ یوں تو ہر مذہب نے ہمسائیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی ہے لیکن شاید کوئی مذہب ایسا نہیں جسے ایک خاص طبقہ نے نقصان نہ پہنچایا ہو جو اپنے آپ کو معاملات مذہبی کا واحد اجارہ دار سمجھتا ہے! اور جہلا اور توہم پرست طبقہ کی سیادت پر فخر کیا کرتا ہے ۔ یقیناً اسلام جملہ غیر معقول امور سے پاک ہے۔ اور اپنی سادگی کی وجہ سے طبقہ علماء و مشائخ کی ریشہ دوانیوں کا شکار نہیں ہو سکتا بعض اوقات لوگ

مجھ سے اسلام کے اصول و فروع کے متعلق دریافت کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ چند روز ہوئے میرے ایک دوست مسٹر ورد (امام مسجد ساوتھ فیلڈس) نے چند باتوں کے متعلق میرے خیالات معلوم کرنے چاہے۔ اور ابتداءً استفسار میں انھوں نے میرے ایک مضمون کیا ہمارے اندرونی معاملات استوار ہیں؟ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ مفصلہ ذیل سوالات انھوں نے ارسال فرمائے ہیں:۔

(۱) مندرجہ ذیل فقرہ سے اسلام کی کونسی ظاہری رسم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

"قرآن یا دیگر ذرائع سے ہمیں اس بات کا پتہ نہیں لگ سکا کہ اسلام میں بہت سی ظاہری رسومات کہاں سے داخل ہو گئیں۔ نبی کریم صلعم نے تو ان کو داخل کیا نہیں اور نہ انھیں اصول دین قرار دیا"

(۲) ان اختلافات اور تعدد رسومات وعقائد سے آپ کی کیا مراد ہے جن کو آپ اسلام سے خارج کرنا چاہتے ہیں؟

(۳) کیا نجات کے لئے نماز پنجگانہ جیسا کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے ضروری یا نہیں؟

چونکہ ان سوالات میں کوئی بات خفیہ یا پرائیویٹ نہیں ہے۔ اسلئے میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر ورد برا نہ مانیں گے۔ اگر میں ان اوراق میں ان سوالات کا جواب دیدوں تاکہ مجھے علاوہ اور لوگ بھی میرے خیالات سے آگاہ ہو جائیں +

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ جہانتک مجھے علم ہے اصول دین صرف یہ ہیں (۱) اطاعت خدا (۲) اعمال حسنہ۔ خدا سے وہی شخص صلح قائم کرسکتا ہے جو پورے طور سے اس بات کی فرمانبرداری کرے جو نیکی کا سرچشمہ ہے اور "صلح" میں "ایثار" کا رنگ بھی مخفی طور پر موجود ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ خود غرض آدمی سے صلح کر ہی نہیں سکتا۔ بنی نوع آدم سے ہمدردی کرتا اور دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا جسکے تم متمنی ہو اسی جذبہ کا نام قربانی یا حسن سلوک ہے۔ اور یہی بات اسلام کی روح رواں ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ بیشک تم میں سے جو کوئی ایمان لاتا ہے۔ اور نیک کام کرتا ہے اس کو خدا کی طرف سے اجر ملیگا۔ اور نہ اسے ڈر ہوگا نہ وہ رنجیدہ ہوگا (قرآن مجید ۲: ۱۱۲) پس ثابت ہوگا کہ اسلام کی رو سے نجات صرف انہی دو باتوں پر منحصر ہے۔ یہ خیال نہ کیجئے کہ میں رسوم وارکان شریعت کی تحقیر کر رہا ہوں میرا مطلب صرف یہ ہے کہ دل اور روح کے رجحان کے مقابلہ میں تمام رسوم ظاہری ہیچ ہیں

ممکن ہو ایک مسلمان مسجد میں کبھی نہ جائے لیکن خدا کی نظر میں نہایت نیک ہو۔ اور اگر وہ اپنے دل میں خدا کی محبت نہیں رکھتا تو پھر ساری نمازیں اور حج سب بیکار ہیں۔ اسلام کو بحیثیت مذہب ایک فوقیت یہ حاصل ہے۔ کہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی وجہ سے ناپاک خیالات دل میں آہی نہیں سکتے اسبات کا تصور ناممکن ہے۔ کہ ایک نیک دل مسلمان دن میں پانچ دفعہ خدا کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھے۔ اور پھر شام کو وہ خیالات دل میں آنے دے جن کے متعلق اس کا ضمیر یہ کہتا ہے کہ وہ برے ہیں۔ میں اس وقت کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ جبکہ پہلی مرتبہ سورۂ فاتحہ کی حقیقت میری سمجھ میں آئی غیر معمولی قوت سے اس دعا نے میرے دل پر اثر پیدا کیا۔ کیونکہ اس میں خدا کی تحمید پر بڑا زور دیا گیا ہے اور نہایت سادہ طریق پر صراط مستقیم کی طلب کی گئی ہے۔ مجھ پر کسی اور دعا کا اس قدر اثر نہیں ہؤا۔ اور میں اکثر اوقات صبح کو جب بستر سے اٹھتا ہوں تو از خود یہ دعا میری زبان پر جاری ہوتی ہے جس طرح خواب میں۔ اسلام کی قوت کا راز ایک حد تک اسکی دعاؤں کی سادگی میں مضمر ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسلام دراصل دل کا مذہب ہے۔ نہ کہ جسم کا۔ میرا خیال ہے۔ کہ ان چند سطور میں میرا دلی مطلب ادا ہوگیا ہوگا۔ یعنی اصول اسلام مقدم ہیں اور رسوم ظاہری مؤخر۔ اور یہ ناممکن ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے اسکے خلاف کیا ہو۔ اب رہا سوال نمبر ۲ اس کے متعلق میں یہ کہونگا کہ آئے دن جو نئے فرقے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بہت دشواریاں پیدا ہوتی رہتی ہیں مثلاً قادیانی فرقہ کو لے لیجئے۔ یہ لوگ ایک نیک مرد جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پیرو ہیں۔ جنھیں یہ لوگ "مسیح موعود" کہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی اور آدمی انھیں "مسیح موعود" نہ کہے تو یہ لوگ اس سے برسر پرخاش ہو جاتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ یہ لوگ یورپ میں تبلیغ اسلام کے رستے میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ راسخ العقیدہ مسلمانوں سے بالکل الگ تھلگ رہتے ہیں۔ اور بلحاظ عقاید ان میں اور دیگر مسلمانوں میں بعد المشرقین ہے۔ آپ غور کریں ایک قادیانی اپنے امام کے حکم سے اسبات کا پابند ہے۔ کہ اپنی بیٹی کسی مسلمان کو نہ دے۔ کیونکہ وہ مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا۔ نہ کسی مسلمان کے پیچھے نماز پڑھے اور نہ کسی مسلمان کا جنازہ پڑھے۔ حد ہوگئی۔ منافرت اور مخالفت کی!!! اور ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کو مسیح نہیں مانتا تو وہ اسلام سے خارج ہے۔ اور مرزا صاحب کا انکار ویسا ہی کفر ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کا

میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان مٹھی بھر آدمیوں کی یہ جرأت اور زیادتی سراسر لائق سرزنش ہے۔ اگر لوگ
مجھ سے قادیانی صاحب کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ تو میں یہ کہدیتا ہوں کہ ہاں یہ لوگ مسلمان تو ہیں لیکن
صراط مستقیم سے کسی قدر منحرف ہو چکے ہیں +

حقیقت یہی ہے کہ ہر نیا فرقہ اسلام کے مقاصد کو نقصان پہنچانیوالا ہوتا ہے۔ کیونکہ مختلف
فرقوں کی موجودگی میں ہم لوگ نہ اسلام کی وحدت کو ثابت کر سکتے ہیں۔ اور نہ مخالفین پر اتمام حجت
ہو سکتا ہے۔ اور زیادہ افسوس ان کا ہے کہ بعض فرقے تو مطلق رواداری نہیں جانتے۔ وہ بعض قوانین
بنا دیتے ہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں۔ کہ کل اسلامی دنیا ان قوانین کے آگے سر تسلیم خم کردے۔ مجھے حال
ہی میں یہ معلوم کرنے کا موقعہ ملا کہ بعض اسلامی فرقے آپس میں بیحد منافرت رکھتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ
سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ تمام اسلامی دنیا میں وحدت اسلامی مفقود ہو چکی ہے۔ کس قدر افسوس کا
مقام ہے کہ بعض نیک دل عیسائی مسیحیت کی فرقہ وارانہ جنگ سے تنگ آکر آغوش اسلام میں پناہ لیتے
ہیں تو یہاں بھی وہی صورت حال نظر آتی ہے جو ان کے سابقہ مذہب میں۔۔۔ نو مسلم مسٹر ورد کے سوال کے
جواب میں فرقہ بندی کی برائی بھی پورے طور سے آشکارا ہو گئی۔ اور انھیں یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ
خود ان کے فرقہ نے اسلام کو کس قدر نقصان پہنچایا ہے +

تیسرے سوال کے جواب میں یہ کہونگا کہ نماز پنجگانہ ہماری نجات کے لیئے لازمی چیز نہیں ہے
یہ ضرور ہے۔ کہ تمام مسلمانوں کو پنجگانہ نماز کا حکم ہے۔ اور نبی کریم صلعم نے اس بارہ میں بہت تاکید فرمائی
ہے لیکن یہ کہنا کہ نجات نماز پر منحصر ہے ایسا ہی ہے۔ جیسا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ نجات عقیدہ تثلیث
پر ایمان لانے پر منحصر ہے۔ عموماً نیک مسلمان پابندی کے ساتھ پانچوں وقت نماز پڑھتے ہیں بلکہ اس سے
بھی زیادہ۔ کیونکہ جس بات کی تقلید ہمیں ضروری ہے۔ وہ یہ کہ نبی کریم صلعم کا سا دل پیدا کریں۔ کیونکہ آپ کا
دل دن رات خدا کی تعریف میں مشغول رہتا تھا۔ میری اس تحریر سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ میں نماز
روزہ اور دیگر شعائر اسلام کی منقصت کر رہا ہوں۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ میرا مطلب صرف یہ ہے
کہ یہ امور بھی اسی طرح نجات کیلئے ضروری نہیں جس طرح تثلیث تجسم کفارہ پر ایمان لانا عیسائیوں کی نجات
کیلئے ضروری نہیں ہے۔ مسلمان اور عیسائیوں دونوں کے لئے جس بات کی ضرورت ہے وہ
خدا تعالیٰ پر کامل اعتقاد۔ اس کی فرمانبرداری اور اس کی مخلوق کے ساتھ شفقت اور احسان۔ یہ وہ بات ہے

جو ہماری نجات کے لئے ضروری ہے۔ نہ کہ وہ جو لوگ خیال کئے بیٹھے ہیں۔ موسیٰ، عیسےٰ اور محمد صلوات اللہ علیہم کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوگئی کہ خدا ہم سے کیا چاہتا ہے؟ دنیا کی تاریخ کی موجودہ منزل میں انسانوں کے وضع کردہ قوانین اور عقاید یا مشرکانہ خیالات کسی عاقل کی نظر میں وقعت نہیں رکھ سکتے۔

"مدتوں سے لوگ تجربہ کر چکے ہیں کہ کسی غلطی کی اصلاح دوسری غلطی سے نہیں ہو سکتی" +

اے خدا! تیری رحمت آفتاب کی طرح روشن ہے پھر کیا تو اپنے بچوں سے انتقام لیگا؟ کیا قتل و غارت تیرے غصہ کو دور کر سکتے ہیں؟ کیا ظالمانہ ہوسے ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو سکتا ہے؟ لوگوں کے بنائے ہوئے عقاید ابھی تک عوام پر حکومت کر رہے ہیں۔ ہم لوگ دعا کرتے ہیں۔ کہ تبدیلی آئے۔ جبکہ شام کی تاریکی صبح کی روشنی سے ملاقی ہو" +

ساٹھ سال پہلے، جب میں بچہ تھا بہت سے لوگ ایسے موجود تھے جو "ناراض خدا" پر ایمان رکھتے تھے اور خوشبویات اور بخور جلانے سے اسکی ناراضی دور کیجاتی تھی یا اس مقصد کیلئے بیگناہوں کا خون بہایا جاتا تھا لیکن موجودہ زمانہ میں سائنس کی بدولت یہ تمام باطل عقائد روئی کے گالوں کی طرح اُڑتے جا رہے ہیں۔ اور میرا یہ خیال ہے کہ اب تو ہزار دو ہزار میں ایک آدمی بھی مشکل سے ملیگا جو ان باتوں پر ایمان رکھتا ہوگا۔ کہ خدا ان مہملیات سے خوش ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ میں کہ چکا ہوں۔ یہ بات قیاس میں ہی نہیں آسکتی کہ ہمارا خدا جو سراپا رحمت ہے کسی قسم کی قربانی کا محتاج ہو سکتا ہے۔ وہ ازلی باپ جو ہماری نجات پر قادر ہے ہمارا خالق ہے۔ اور اس نے ہماری زندگانی ارضی کے لئے ایک ایسی اعلےٰ تجویز مہیا کردی ہے جس کی باریکیاں سمجھنے سے ہماری عقلیں قاصر ہیں اور نہ اس کا احاطہ کر سکتی ہیں اور میں کبھی یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا کہ جب تک میں اُسے خوش کرنے کیلئے قربانی نہ کروں۔ وہ اپنا چہرہ مجھ کو نہ دکھائیگا +

جدید مسجد نظامیہ لندن

جیسا کہ اکثر سامعین کو معلوم ہے۔ کہ لندن میں مسجد تعمیر کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے اور ۱۹۲۷ء کے آخر میں ہندوستان اسی غرض سے گیا تھا۔ کہ مسجد کے لئے چندہ جمع کروں۔ تاکہ لندن کے وسط میں ایک عالیشان خانۂ خدا تعمیر کیا جائے پہلے یہ خیال تھا۔ کہ زمین مفت ملجائیگی لیکن بعد میں معلوم ہوا۔ کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ اسلئے میں اس فکر میں ہوں کہ ایک ایکڑ زمین ملجائے لیکن آجکل زمین کی قیمت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ یہ مسجد میرے دوست نظام حیدرآباد کے نام نامی سے منسوب ہوگی جن کے پاس میں قریب دو ماہ مقیم رہا اور انھوں نے ساٹھ ہزار پونڈ

کا شاہانہ عطیہ بھی دیا ہے +

ووکنگ میں ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد ہے لیکن وہ لندن سے بہت دور ہے اور اس لئے خاص خاص مرقعوں ہی پر وہاں اجتماع ہو سکتا ہے۔ ساوتھ فیلڈز میں ایک مسجد ہے لیکن وہ بھی لندن سے دور ہے۔ علاوہ ازیں وہ ایک خاص فرقہ یعنی قادیانیوں سے منسوب ہے۔ اور ان لوگوں کے عقاید جمہور اہلسنت والجماعت سے اس قدر بعید ہیں کہ مصالحت کی کوئی صورت نہیں ہے +

مجوزہ نظامیہ مسجد کے متعلق میری یہ رائے ہے کہ اسکی ساخت مشرقی طرز کی ہونی چاہئے یعنی وسط میں رکوع و سجود کیلئے کافی جگہ ہو۔ اور صحن کے آخر میں کرسیوں کی قطاریں جو ان یورپین لوگوں کے لئے کارآمد ہونگی جنہیں مشرقی طرز نشست سے مناسبت نہیں ہے۔ اور ابھی اسلامی نماز کے عادی نہیں ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو سب سے بڑی دقت گھٹنے موڑنے میں پیش آتی ہے۔ مشرقی لوگ تو بچپن ہی سے دوزانو بیٹھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اور یورپین لوگ اس طرح بیٹھنے میں بڑی دقت محسوس کرتے ہیں لیکن اس وجہ سے اسلام کا دروازہ ان لوگوں پر بند نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ بریں ضعیف اور بچے دونوں کو سجدہ میں بھی دقت محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ سجود و قعود سے نسبتاً آسان ہے پس ہم امید کرتے ہیں کہ معمولی سمجھ بوجھ اور تجدید اسلام کی رُوح سے واقف ہونے کے بعد یہ تمام دشواریاں بآسانی دُور ہو سکتی ہیں۔ اور لوگ بھی سمجھ لینگے کہ جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے۔ وہ "رُوح اسلام" ہے دگر ہیچ۔ یا پھر اس کے بعد نیت حسنہ جس کی بناء پر افعال سرزد ہوتے ہیں یا موسیٰ، عیسیٰ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی تعلیمات جو وحی الٰہی کے ماتحت لوگوں کو ملی تھی، یا یہ علم کہ فرض منصبی کے ادا کرنے سے ہم خدا کی مرضی پوری کر رہے ہیں۔ یہ تمام باتیں اسلام کے پیروؤں کے لئے نہایت لازمی ہیں +

اس جگہ ایک بات پر زور دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ مسجد نظامیہ فرقہ بندی سے بالکل بالاتر ہوگی۔ جملہ مذاہب کے لوگوں کے لئے اس کے دروازے کھلے رہینگے اور نہ امام کو نہ کسی لکچرار کو اس امر کی اجازت ہوگی کہ وہ اپنے خطبات میں کسی فرقہ کی طرفداری کرے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ از اول تا آخر صرف قرآن شریف ہی کی پیروی کرینگے حضرت اقدس حضور نظام عالیمقام کی بھی یہی رائے ہے۔ اور علاوہ میرے باقی دوسرے ٹرسٹیوں کی بھی یہی آرزو ہے۔ عبادت اور موسیقی کے مسئلوں پر اس قدر اظہار خیالات کے بعد اب میں روزہ اور شراب نہ پینے کے متعلق کچھ باتیں پیش کرنی چاہتا ہوں +

پرہیزگاری

اس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ کہ متمدن دنیا کے تمام جرائم کا باعث کسی نہ کسی رنگ میں منشی عرقیات کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں ہر شخص اس مذہب کو خوش آمدید کہیگا جو شراب خوری سے باز رکھتا ہے۔ اور پرہیزگاری کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر آپ انگلستان اور دوسرے ممالک کے شراب کے اخراجات کے بل ملاحظہ کریں تو حیران ہو کر رہ جائیں گے۔ پولیس کے محکموں سے دریافت کرنے پر معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ لاکھوں روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔ لیکن جرائم کا انسداد نہیں ہوا۔ بلکہ اور بہت سے عیوب ظہور پذیر ہو گئے۔ ہم لوگ بغیر شراب پیئے بھی زندہ رہ سکتے ہیں۔ ہماری صحت بھی بہتر ہو سکتی ہے۔ اور ضروریات زندگی کیلئے روپیہ بھی کافی بچ جائیگا۔ اور سب سے بڑی برکت یہ ہوگی کہ جرائم سے محفوظ رہینگے۔ راسخ العقیدہ مسلمان شراب اور دیگر منشیات سے بکلی پرہیز کرتے ہیں۔ اور اس طرح وہ ایک عمدہ مثال قائم کر سکتے ہیں۔ جس کو ہر ملک کی پرہیزگار جماعت نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھیگی معتدل شراب خوری اکثر مغربی ممالک میں رائج ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ مغربی لوگوں کی کثیر جماعت اس مذہب کو پسندیدہ نظروں سے دیکھیگی جو اعتدال اور تقوے کی تعلیم دیتا ہے خواہ وہ اس پر پورے طور سے عملدرآمد نہ کر سکیں۔ شروع میں ہم کو نومسلموں پر شدید پابندیاں عاید کرنی مناسب نہیں ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ہم خود ان اعتراضات کا نشانہ بن جائینگے۔ جو ہم عیسائیوں پر کیا کرتے ہیں۔ کہ عیسائی مذہب میں بعض باتوں اور رسومات پر ایمان لانا نجات کے لئے ضروری ہے۔ مثلاً لندن کے ایک مشغول انسان کے لئے یہ بات قطعی طور پر ناممکن ہے کہ وہ پانچوں وقت پابندی کے ساتھ نمازیں پڑھ سکے۔ رکوع و سجود اور دیگر رسمی عبادات کے لئے اُسے وقت نہیں مل سکتا لیکن یہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ دل میں پورے طور پر آنحضرت صلعم کا پیرو ہو۔ ممکن ہے۔ وہ خاموشی کے ساتھ کمرہ میں اللہ تعالےٰ سے یہ دعا کرے۔ کہ روح القدس کی توفیق ہر کام میں اس کے شامل حال ہو۔ اور اس کی یہ دعا رب العزت کی درگاہ میں قبول ہو جاتے۔ اگرچہ اُسے اپنی پیشانی زمین پر رکھنے کا موقع نہ ملے +

اس دنیا میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو عمدہ اور پسندیدہ ہیں لیکن ضروری نہیں۔ مثلاً کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا بہت اچھی بات ہے۔ لیکن ہر وقت ممکن ہے اور نہ ضروری

سنوری چیز تو خوراک ہے۔ یا وہ جذبہ شکر گزاری جو کھانے والے کی طرف سے ظاہر ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اسلام کی زبردست صداقتیں ان لوگوں کے دلوں میں ضرور اثر کریگی۔ جو سچے مذہب کے لئے بیتاب ہو رہے ہیں۔ زندہ خدا کے متلاشی ہیں اور جن کے دلوں کو بت پرستانہ اور مشرکانہ عقاید سے تسلی نہیں ہوتی +

ممکن ہے بعض لوگ میرے خیالات سے پورے طور پر متفق نہوں۔ لیکن شراب خوری کے متعلق ایک دلیل اکثر پیش کی جاتی ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ انسان بالطبع کمزور ہے۔ اور اس لئے وہ بعض اوقات نہ صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے بلکہ جماعت کو بھی۔ پس اس عادت کے دور کرنے سے اکثر اوقات نفع کی جگہ نقصان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ اسلامی تعلیم اس عادت کو رفتہ رفتہ کم کر دیگی۔ اور لوگ اسلام کی تعلیم سے متاثر ہو کر خود ہی شراب چھوڑ دینگے کسی ممانعت اور قانونی پابندی کی ضرورت ہی نہ ہوگی جیسا کہ امریکہ میں پائی جاتی ہے۔ لیکن لوگ چھپ چھپا کر پیتے ہی ہیں۔ اور حکومت کو دھوکے دیتے رہتے ہیں ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم تمام باتوں میں یکرنگی اور اتحاد پیدا کریں۔ تا کہ اصولوں کے متعلق اختلاف آراء نہ ہو سکے۔ جغرافیائی اور طبعی حالات اس جذبہ مساوات میں مخل نہیں ہو سکتے جو آجکل تعلیمیافتہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں پیدا ہو رہا ہے۔ ایک عیسائی کو جو مسلمان ہوتا ہے اللہ اور مخلوق کے فرائض کی ادائیگی میں کوئی تبدیلی محسوس نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اُسے یہ سمجھنا چاہئے کہ ایک بارِ عظیم اس کے شانوں سے دُور ہو گیا ہے یعنی مُہمل عقاید اور مشرکانہ رسُوم کا بار۔ یا یہ جس طرح میں نے اپنے متعلق ایک مرتبہ کہا تھا۔ کہ تاریک سُرنگ میں سے نکل کر دن کی روشنی میں آگیا +

بُدھ اور مسیح

از قلم خواجہ کمال الدین صاحب

میرے خیال میں موجودہ تحقیقات کے بموجب شاید ہی کوئی بات عیسائیت میں ایسی ہو جو مسیحیت سے پہلے مذاہب پر مبنی نہ ہو۔ میری تصنیف "ینابیع المسیحیت" جس میں نے کلیسیا کی ہر بات کا ماخذ بُت پرستی کو ثابت کر دکھایا ہے۔ اور یسوع کو متھرا اور دیگر دیوتاؤں کی عکسی تصویر ثابت کیا ہے۔ تا ایندم لاجواب رہی ہے تاہم کہا جاتا ہے۔ کہ یسوع کی تعلیم مندرجہ اناجیل اربعہ میں اصلیت کا رنگ بھی کہیں کہیں پایا جاتا ہے۔ اگرچہ انجیلوں کا یسوع پولوس کے یسوع سے بالکل مخالف واقع ہوا ہے اوّل الذکر کی تصویر یقیناً مشرکانہ رنگ و روغن سے طیار کی گئی ہے لیکن کہا جاتا ہے۔ کہ یہ تصویر کسی اصل کی نقل نہیں ہے۔ اگرچہ موجودہ اناجیل اصلی نہیں ہیں۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ وہ اصل

روایات پر مبنی ہیں۔ جو یسوع کے زمانہ سے چلی آرہی تھیں۔ لیکن یہ عوئے بھی قابل اعتماد نہیں ہیں ممکن ہے کہ یسوع کو ایک سچا نبی تسلیم کر لیں جو یہودیا کے مختلف اضلاع میں گشت کر کے لوگوں کو ہدایت دیا کرتا تھا لیکن سبات سے وہ مسیحی مذہب کا خداوند نہیں بن سکتا۔ یہ مرتبہ جو اس کو دیا گیا ہے ان واقعات کی بناء پر جو انجیل میں مذکور ہیں مثلاً معجزانہ پیدائش، چالیس دن کا روزہ، آزمائش، مواعیظ حسنہ معجزات، اور صعود الی السماء۔

بد قسمتی کی بات ہے، کہ یہ ساری باتیں بدھ کی زندگی میں بھی پائی جاتی ہیں۔ جو یسوع سے کئی سو سال پہلے پیدا ہوا تھا۔ اور یقیناً ایک تاریخی انسان گزرا ہے۔ اور کروڑوں آدمی اس کے پیرو ہیں۔ اور وہ ایک شاہی خاندان میں پیدا ہوا تھا۔ شاہی ماحول سے اس کے دل کو تسلی نہ ہوئی اس لئے اس نے اپنا گھر بار چھوڑ دیا، اور سلطنت بھی محض اس لئے کہ سچا علم حاصل کرے، بعد ازاں اس نے ایک مذہب کی بنیاد ڈالی۔ جس کی اخلاقی تعلیمات حسن تخیل کے لحاظ سے مسیحیت کے مزعومہ بانی یسوع کی تعلیمات سے بدرجہا ارفع ہیں۔ اور اس کی پیدائش بھی معجزانہ طریق پر ہوئی تھی۔ اگرچہ اس کی والدہ کی شادی ہو چکی تھی۔ اور خاوند بھی موجود تھا۔ لیکن جس طرح مریم کے پاس فرشتہ آیا۔ اسی طرح بدھ کی ماں کے پاس ایک سفید ہاتھی خواب میں آیا۔ اور اس کے رحم میں داخل ہو گیا۔ دوسرے ہی دن اس کو حمل ٹھیر گیا۔ اس کے بعد پیدائش کا ذکر آتا ہے۔ اور اس معاملہ میں بدھی تخیل مسیحی تخیل سے ارفع ہے۔ بدھ اپنی ماں کے پیٹ سے عام آدمیوں کی طرح برآمد نہیں ہوا۔ بلکہ دائیں پسلی سے۔ پیدائش کے وقت فرشتوں نے گیت گائے۔ اور آسمان پر بہت سے نشانات جن کا ذکر دوسرے دیوتاؤں اور یسوع کی پیدائش کے ضمن میں آتا ہے ظاہر ہوئے۔ بدھ نے بھی روزہ رکھا لیکن اسکی مدت یسوع کے روزہ سے طویل تر تھی۔ اس کے بعد آزمائش آتی ہے۔ شیطان بدھ کے پاس آتا ہے اور دنیا کی حکومت اس کو دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ بلکہ اپنی دختروں کو بھی بدھ کے ساتھ بیاہ دینے پر طیار ہے۔ اگرچہ یہ لڑکیاں نہایت حسین تھیں۔ مگر بدھ نے ان سب باتوں سے انکار کیا۔ آزمائش ختم ہونے کے بعد بدھ کو عرفان حاصل ہوا۔ اور لوگوں کو ہدایت کرنی شروع کی۔ اس کا پہلا وعظ بنارس کی ایک پہاڑی پر ہوا۔ دوران وعظ میں اکثر اوقات تمثیلات استعمال کی ہیں جن میں سے زیادہ تر وہی ہیں جو انجیلوں میں یسوع سے منسوب ہیں۔ معجزات میں سے

جن کی تعداد یسوع کے معجزات سے کہیں زیادہ ہے قابل ذکر بدھ کا دریائے گنگا پر سے پیدل چلنا ہے [illegible] معجزہ باختلاف اسم و مکان یسوع سے منسوب ہے۔ یسوع کا سانپ کو مغلوب کرنا محض ایک مستنبط عقیدہ ہے۔ لیکن بدھ نے سچ مچ سانپ سے جنگ کی۔ اور یہ سانپ شیطان ہی تھا۔ جس نے شکل تبدیل کر لی تھی۔ بدھ بھی مع جسم عنصری آسمان پر گیا اور کچھ عرصہ تک وہاں رہا۔ بعد ازاں واپس آگیا۔ لیکن یسوع کے متعلق یہ محض ایک خیال ہی خیال ہے +

آیندہ کسی وقت میں یہ بھی ثابت کرونگا۔ کہ وہ تمام تعلیمات جو یسوع سے منسوب ہیں دراصل بدھ کے مقدس ہونٹوں سے نکلی ہیں۔ لیکن جو واقعات اوپر بیان کئے گئے ہیں اتنا تو ان سب سے ضرور ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ تمام باتیں جو انجیلوں میں یسوع کے متعلق بیان کی گئی ہیں۔ دراصل بدھ کی زندگی کے واقعات ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ سلوکس کی وفات کے بعد بیکٹریا جو وسط ایشیا میں واقع ہے۔ اور سلطنت یونان کا ایشیائی دار الخلافہ تھا بدھ مذہب کا مرکز ہو گیا تھا۔ اور یہیں سے بدھ مذہب مغرب میں شائع ہوا۔ اگر عیسائی مذہب کی ابتدا کسی مشرکانہ ملک میں ہوئی تو وہ بھی بدھ مذہب کے اثر سے خالی نہ ہوگا میری کتاب "ینابیع المسیحیت" کے بعض نقاد کا یہ خیال ہے۔ کہ مذہب متور کے جملہ افراد انسانی تخیل کا نتیجہ ہیں۔ لیکن بدھ یسوع سے زیادہ تاریخی انسان ہے۔ بعض بہترین حکماء کا یہ خیال ہے۔ کہ یسوع محض ایک فرضی نام ہے لیکن بدھ کی شخصیت پر کبھی کسی نے شک نہیں کیا ہے +

اب اگر ہم یسوع کی سوانح حیات میں سے وہ تمام امور نفی کر دیں جو بدھ یا بت پرستوں کے مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ تو پھر یسوع کے پاس کچھ نہیں رہتا۔ مختصر یہ کہ پولوسی الوہیت کا یسوع دراصل مشرکوں کا دیوتا ہے۔ جو یہودی مسیح کے لباس میں پیش کیا گیا ہے اور جو تصویر انجیلوں میں کھینچی گئی ہے۔ وہ دراصل بدھ کی تصویر ہے۔ جو ایک یہودی نبی کے لباس میں پیش کی گئی ہے +

مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور کے نام سے ناظرین کرام آگاہ ہونگے سوسائٹی مذکور کا مقصد واحد ایسی کتب کی طباعت و اشاعت ہے جن سے اسلام کی حمایت و حفاظت و اشاعت ہو اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کا پورا پورا جواب ہو اور غیر مسلم دین اسلام کی خوبیوں اور محاسن سے آگاہ ہوں حضرت نبی کریم صلعم کے حالات زندگی سے مسلم و غیر مسلم بہرہ ور ہوں - ان مقاصد عالیہ کو سامنے رکھکر سوسائٹی مذکور گذشتہ پندرہ سال سے کام کر رہی ہے - اگر اسلامی لٹریچر سے دلچسپی رکھنے والے مسلم احباب سوسائٹی کے مقاصد عالیہ کو ملحوظ نظر رکھکر سوسائٹی کی جدید مطبوعات کی مستقل خریداری قبول فرمائیں - اور ہر ماہ جو کتاب سوسائٹی شائع کرے - اس کی ایک کاپی کے لئے اپنا نام مستقل طور پر رجسٹر کرائیں - تاکہ اُن کی خدمت اقدس میں شائع شدہ کتاب پوچھے بغیر ہی ہر ماہ وی - پی کردی جایا کرے مستقل خریداری قبول کرنے سے آپ کمزور سوسائٹی کو اس قابل کرینگے - کہ وہ ہر ماہ اسلامی کتب کی طباعت و اشاعت کو جاری رکھ سکے - آجکل ذیل کی کتب سوسائٹی مذکور نے جدید چھپوائی ہیں مفصل فہرست کتب فرمائش آنے پر بھیجی جائیگی +

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتب	قیمت	نام کتب	قیمت
توحید فی الاسلام	عہ/	مطالعہ اسلام	۹/	اُمّ الالسنہ	۱۲/	پادریوں صاحبان کیلئے حل طلب معمے	۱/
راز حیات یا تکمیل عمل	صہ	مکالمات ملیہ	۱۳/	براہین نیرّہ	۱۲/	اسلامی نماز اور اس پر مغربی اعتراضات	۱/
سلک مروارید	ہے	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۱۲/	اسلام اور علوم جدیدہ	۱۴/	اسلام اور اس کا فلسفہ	۳/
خطبات عربیہ	۱۴/	لمعات انوار محمدیہ	۱۴/	یسوع کی الوہیت	۱۴/	صلح کے نصرت اہل بیت تعلیم الٰہی	۳/
مقصد مذہب	۳/	مذہب محبت	۵/	روحانیت فی الاسلام	۱۲/	دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ	۷/
ضرورت الہام	۱۲/	قدامت عالم کا مذہب	۵/	ہستی باری تعالےٰ	۶/	تفسیر سورۂ فاتحہ	۳/
ینابیع المسیحیت	عہ	اُسوۂ حسنہ	۶/	پیام اسلام	۸/	سیرۃ نبوی	۳/
						تصادم مسلمانان و مغربی دنیا	۱۰/

فرمائش بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ

قیمت ﷲ سالانہ ممالک غیر کے لئے

انتباہ - درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور پنجاب۔

سنہ ۱۹۲۹ء

رفیق عام پریس ریلوے روڈ لاہور سے چھپ کر ... مسٹر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام ... شائع کیا

ووکنگ مسلم مشن ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے سترھواں سال ہے ۔ فضل ربی اور مسلمانان عالم کی مسلسل توجہ سے آج تک انگلستان
جیسی گراں سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مالی مشکلات نہیں ہوئیں ۔ اس محولہ بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے کہ
کچھ نہ کچھ مستقل رقم بطور میعادی سرمایہ جمع کیا جائے جو آڑے وقت کام آئے ۔ اور اس فنڈ کے ڈیپازٹ یا سالانہ
منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو ۔ اگر مسلم بھائی آپ اور اپنے دوست و احباب خوشی کے اقارب
کے تمام صدقات و خیرات ۔ نذر یا ڈیپازٹ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن کی ہمیشہ
کے لئے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے +

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے
شائع ہوتا ہے ۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں جس میں تعلیم الاسلام کو
نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے ۔ مسلم مصنفین کے علاوہ نو مسلم احباب کے بھی بیش بہا مضامین درج ہوتے
ہیں ۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے ۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نو مسلمین کے
فوٹو شائع ہوتے ہیں ۔ جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں ۔ سالانہ چندہ ہر ہندوستان میں ہے +

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے ۔ جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے فاروق بالقابہ نو مسلم و جناب عباس علی بیگ صاحب
سابق ممبر انڈیا کونسل ۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں ۔ اس ٹرسٹ کی غرض نہایت
انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا ۔ اس کی طباعت اور پھر اس کی وسیع پیمانہ پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے
اور جہاں جہاں لیکچروں یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی ۔ ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے ۔ اس وقت یہ ٹرسٹ
نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہو رہی ہیں ۔ اس ٹرسٹ کی تسلی خیز
مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے ۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنا اور
اس کی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے +

آجکل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے ۔ اس کے علاوہ شہرۂ آفاق کتب
"آسمانی بادشاہت" اور اس کا چارٹر
مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے ۔ اور اس کا برانچ آفس
عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہے +

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب ہونی چاہئے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۱۵ | بابت ماہ اپریل ۱۹۲۹ء مطابق ذیقعد ۱۳۴۷ھ | نمبر ۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء

شذرات

مسٹر عمر علی آر۔ ٹی ڈاپسن اس پرچہ میں ایک اور انگریز نومسلم کی تصویر شائع کی جاتی ہے جن کا نام گرامی مسٹر عمر علی آر۔ ٹی ڈاپسن ہے۔ اپنے قبول اسلام کے اعلان کے نیچے جو الفاظ انھوں نے لکھے ہیں۔ وہ ناظرین کرام کی خاص توجہ کے قابل ہیں لکھتے ہیں کہ :۔

اسلام کا تصور اس قدر وسیع النظری اپنے اندر رکھتا ہے جس قدر کہ خود نسل انسانی کے اندر وسعت پائی جاتی ہے۔ ..... اس میں کفارہ گناہ سے نجات اور نجات ہندہ کے پریشان کن خیالات جو مذہب عیسویت کے بنیادی اصول ہیں نہیں پائے جاتے ..... یہ توقع کرنا کہ ہم اس بات کو تسلیم کر لیں۔ کہ ان خرافات پر جو قرون مظلمہ کی جاہلیت اور توہمات کی یادگار ہیں ایمان لانا ہماری نجات کے لئے ضروری ہے ہمارے دماغوں کو پستی کی طرف لیجاتا ہے میں نے اسلام کی کتابیں پڑھ لی ہیں اور اپنے دوستوں میں پھیلا رہا ہوں تاکہ وہ بھی اس صداقت کی شعاؤں سے منور ہو جائیں جس کو اب تک اُن پر چھپایا گیا ہے“ عمر علی آر۔ ٹی ڈاپسن

یہ ایک نومسلم کا جوش ایمانی ہے مسلمان ہوتے ہی پہلا جذبہ جو اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ اسلام کی صداقت کو دوسروں میں پھیلانا ہے۔ کیا وہ لوگ جو آباعن جد مسلمان ہونے کے مدعی ہیں بیان کریں گے کہ انھوں نے کہاں تک اس جذبہ سے حصہ لیا ہے ؟

مسیحیت کے لئے خطرہ ۔ ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء کے کیتھولک ٹائمز میں ڈاکٹر جیلیبٹی اسلام کا

تبلیغ مسیحیت کے نام کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جسمیں اس بات پر بحث کی گئی ہے۔ کہ اسلام کا برطانیہ کے اندر داخل ہونا کیا معنے رکھتا ہے۔ مضمون نگار نے شروع ہی میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ کہ

جہاں ہم اس بات کے عادی ہیں۔ کہ اگر کبھی کوئی شخص جو کلیسیائے انگلستان کے جنگلوں میں بھٹک چکا ہو وہاں سے نکلکر ہماری جماعت میں آشامل ہو تو اس کا خیر مقدم کرنے میں نمایاں جوش وجذبہ کا اظہار کریں اور اس کے ساتھ ہی جہاں مقدس کلیسیا کے زیر حکومت مسیحی برطانیہ کو دیکھنے کیلئے ہماری آنکھیں ترس رہی ہیں۔ کیا وہیں اس بات کا بھی ہمیں احساس ہے۔ کہ ہم اس وقت ایک ایسے خطرہ سے دوچار ہیں جو اگرچہ اس وقت بہت ہی حقیر دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اگر جارحانہ طریق پر نہیں تو کم از کم مدافعانہ طریق سے اسکی مخالفت نہ کی گئی تو ممکن ہے کہ وہ بہت ہی ہولناک شکل کو اختیار کر لے۔ اور وہ لوگ جن کو دیکھنے کیلئے آنکھیں دی گئی ہیں اس بات میں شبہ نہیں کر سکتے۔ کہ یہ خطرہ اب ہمارے دروازہ کے اندر داخل ہو چکا ہے"۔

مضمون کا آخری فقرہ اگرچہ ایسے مخصوص انداز میں لکھا گیا ہے۔ جو صرف انہی لوگوں کا خاصہ ہو سکتا ہے۔ جو اپنی پوزیشن کے لحاظ سے ناامیدی کے درجہ تک پہنچ چکے ہوں۔ تاہم اس میں کسی قدر اثر پایا جاتا ہے لکھا جاتا ہے :-

اب جبکہ یہ ناخواندہ مہمان ہمارے دروازہ کے اندر پہنچ چکا ہے۔ کہ ہم یہاں اسے ٹھیرنے کی اجازت دیں گے یا اسے رخصت کرینگے ؟

فطری گناہ اور اسلام ۔ یہ بیانات ہمارے لئے کوئی نئی اور تعجب انگیز چیز نہیں۔ کیونکہ ہم جلد یا بدیر اسی کے متوقع تھے ہم اس بات کو جانتے تھے۔ کہ ہمارے خیالات چونکہ رومن کیتھولک کلیسیا کے خلاف واقع ہوئے ہیں۔ کلیسیائیت کے ساکن سمندر میں جلد یا بدیر ضرور حرکت پیدا کرینگے۔ جو ممکن ہے کسی وقت ایک طوفانی لہر کی شکل اختیار کرے۔ اس حقیقت نفس الامری کا انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ ہمارے خیالات ان معتقدات کے عظیم الشان قصر کو مسمار کرنے کا موجب ہونگے جس کی بنیاد پادریوں نے فطری گناہ کے عقیدہ پر رکھی ہے۔ کیونکہ اسلام کا یہ اعتقاد ہے۔ اور وہ اس بات کی تعلیم دیتا ہے۔ کہ ہم میں سے ہر شخص بے گناہ پیدا ہوا ہے اور عقلاً یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسا اعتقاد آخر کار مسیحیت کی بنیادوں کو کمزور کر دینے کا موجب ہوگا۔

نسل انسانی کی اس سے بڑھ کر توہین نہیں ہو سکتی کہ یہ کہا جائے کہ ہر نوزائیدہ بچہ گناہگار ہے۔ اسلام نے فطرت انسانی کی پاکیزگی کا اعلان کر کے اسے نہایت بلند مرتبہ پر جگہ دی ہے لیکن کلیسیا نے اس کے نسلاً گناہگار ہونے کا اعلان کر کے جس میں سے [illegible] ہے ایسے مقعد اسفل السافلین میں گرا دیا ہے۔ فطرت انسانی کا یہ گرا ہوا نقطہ نگاہ تو مسیحی [illegible]

کی عمارت میں گویا کونے کا پتھر ہے ہمیں یقین ہے کہ مہذب دنیا بہت جلد ترک کر دیگی۔ اور نیو پیپر ٹیک (انتخاب کتاب نماز) میں جتنی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ اسی خیال کی حامی ہیں +

پادریت اور اسلام ۔ پادریت اُن مختلف صورتوں میں سے ایک ہے جو خاص فوائد کے حصول کیلئے تجویز کی گئی ہیں اور کوئی ایسا نظام جو خاص فوائد اور دھڑے بندی کو توڑنے یا اسے نقصان پہنچانے کیلئے بنایا جائے۔ پادریت کو ہرگز گوارا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسکی بنیاد مسیحیت کے نظام دینی پر ہے یعنے وہ عقائد جو جناب مسیح کی تعلیم سے بالکل باہر ہیں بڑے بڑے محقق مسیحی فضلا کی تحقیقات سے یہ عام طور پر ظاہر ہے۔ اور ان بیرونی چیزوں کا ایک کھلا نمونہ کلیسیائے روم کی سات رسوم مذہبی میں نظر آتا ہے۔ جن سب کو ایسے طریق سے مرتب کیا گیا ہے کہ پادری کا وجود مسیحی سوسائٹی میں ایک غیر منفک چیز بن گیا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے پادری کوئی چیز نہیں۔ پادریت کا منصب ایسا ہے جو عام طور پر ذلت اور پستی کی طرف لے جانے کا موجب ہوتا ہے مثلاً گناہوں کے اقرار کی رسم اس شخص کو جو کسی پادری کے سامنے اقرار کرے۔ نہ صرف اپنی نظروں میں ایک حقیر ذلیل انسان بنا دیتی ہے۔ بلکہ پادری کی نظروں میں بھی جو اس جیسا انسان ہے۔ اور جسکے سامنے وہ اقرار کرتا ہے۔ وہ حقیر اور ذلیل ہو جاتا ہے۔ ایک مسلمان کبھی اپنی زندگی میں اس ذلت کو وہم میں بھی نہیں لا سکتا۔ جو پادری کے سامنے اقرار گناہ کی روحانی اذیت اٹھانی پڑتی ہے۔ تاہم مسیحیت میں یہ سب کچھ موجود ہے! اور ناواقف عوام الناس کے گلے میں پادریت کے طوق کو مضبوط کرنے کا شیطانی طریق اپنا کام برابر کرتا چلا جا رہا ہے۔ ایک مسلمان کے نزدیک روحانی امور میں اس کے اور خدا کے درمیان کوئی شخص واسطہ نہیں بن سکتا۔ اسکی یہی خواہش ہوتی ہے۔ کہ وہ ایک آزاد انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرے! اور آزاد انسان ہونے کی حیثیت میں وفات پائے +

پس اگر کلیسیائے روم میں ہمیں مشکوک نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ تو کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہمارے نزدیک یہی ہمارا سب سے بڑا جرم ہے۔ کہ ہم مذہبی آزادی پر مصر ہیں! اور اسی جرم کی یاداش میں ہمیں "ناخواندہ مہمان" کے الفاظ میں یاد کیا گیا ورنہ ہم جناب مسیح کو جن کی نمایندگی کا کلیسیائے روم کو دعوے ہے خدا تعالےٰ کا سچا پیغمبر سمجھتے ہیں! اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ہم ان میں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلعم میں کوئی تفریق جائز نہیں رکھتے +

اعداد و شمار کا مقابلہ ۔ اس مضمون میں سے ایک اور اقتباس ہم نقل کرتے ہیں جس میں مسلمانوں اور عیسائیوں کی آبادی کا ذکر

کرتے ہوئے چند اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔ جو امید ہے کہ دلچسپی سے پڑھے جائیں گے مضمون نویس رقمطراز ہے: —
ہمیں واقعات کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ڈنکن مشن میوزیم نے جو اعداد و شمار مہیا کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی کل تعداد آج ۲۴ کروڑ ہے ستر کروڑ ہی لاکھ ایشیا میں، تین کروڑ تیس لاکھ افریقہ میں ۲ کروڑ آسٹریلیا میں اور نوے لاکھ یورپ میں۔ مسیحیت جس کے متبعین کی تعداد ۶۸ کروڑ ۳۰ لاکھ ہے۔ یعنے نسل انسانی کا ۲/۵ بلاشبہ اسلام سے آگے ہے لیکن امر واقعہ جس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا یہ ہے۔ کہ ۱۹۲۵ء تک گذشتہ ۱۵ سال کی مدت میں مسلمانوں کی تعداد میں ۴ کروڑ ۳۰ لاکھ یا ۱۶ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ بالمقابل مسیحیت کو جو فائدہ پہنچا ہے وہ نسبتاً کم ہے کیتھولک مذہب میں ایک کروڑ ۲۰ لاکھ نفوس یا ۴ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔

اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ دنیا کی آبادی میں اس مدت کے اندر ۶ کروڑ ۲۰ لاکھ نفوس یا ۶ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ تو اسلام کا بڑھا ہوا فیصدی تناسب ترقی نہایت ہولناک صورت حالات کو پیش کرتا ہے۔ .....

یہ امر قابل نوٹ ہے کہ برطانیہ عظمیٰ دنیا بھر میں سب سے بڑی اسلامی طاقت ہے۔ کل مسلم آبادی کے نصف سے تھوڑا ہی کم برطانوی حکومت کے زیر سایہ آباد ہے۔ برطانیہ عظمیٰ میں اسلام بہت ترقی کر رہا ہے لندن میں دو مسجدیں ہیں۔ اور تیسری پیرس کی شاندار اسلامی مسجد کی طرز پر جلد بنانے کا وعدہ کیا گیا ہے جس کے لئے نظام حیدر آباد نے ایک گرانقدر رقم بطور عطیہ دی ہے۔

لندن کی یہ تمام مساجد عید الفطر کے موقع پر چھوٹے چھوٹے مکے دکھائی دیتے ہیں۔ جہاں تمام حصص عالم سے متبعین اسلام مثلاً ہندوستانی، افغان، ایرانی، کرد، ترک، شامی، عرب، مصری، جاوی اور برطانوی مسلمانوں کا ایک خاصہ عبادت الٰہی کیلئے جمع ہوتے ہیں۔" ایک برطانوی نواب (لارڈ ہیڈلے) جو خانہ کعبہ کے حج کی وجہ سے الحاج کا خطاب رکھتا ہے۔ برطانیہ کے اندر اسلامی پروپیگنڈا کا کام کر رہا ہے۔ ایک اور نواب (لارڈ سٹینلے آف ایڈرلے) اسلام کا نہایت پرجوش فدائی تھا"۔

نو مرید مسلمان اعلیٰ، متوسط اور ادنےٰ تمام طبقات میں یکساں طور پر پائے جاتے ہیں بہت سی انگریز خواتین نے مسیحیت سے روگردانی اختیار کر کے مسلمان مردوں سے تعلقات زوجیت قائم کر لئے ہیں۔ اور ان کے بچے اسلامی زندگی میں پرورش پا رہے ہیں۔ اس ملک میں اسلامی ترقی کا جائزہ لیتے ہوئے میں ان بہت سے آنے جانے والے مسلمانوں کو شمار میں نہیں لاتا جو عارضی طور پر یہاں آتے ہیں۔ جیسے وہ جہازی لوگ جو برطانوی بندرگاہوں میں علی العموم پائے جاتے ہیں۔

اعتقاد تمام لوگوں کی عقل و فکر میں آسکتا ہے۔ اس کی تعلیمات بہت سادہ اور صاف ہیں۔ اور ایک عالمگیر برادری اس میں پائی جاتی ہے۔ جس میں تمام مسلمان خواہ اُن کی ذات و نسل، رنگ یا دوسرے حالات کیسے ہی متفاوت کیوں نہ ہوں مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیا موجودہ زمانہ کی مسیحیت کے متعلق بھی ایسا دعوےٰ کیا جا سکتا ہے +

لونڈیوں سے تعلقات ازدواج اسلام میں ان ناپاک الزامات پر جو اُوپر کے نوٹ میں نقل کئے گئے ہیں۔ روشنی ڈالنا غیر مناسب نہ ہوگا۔ ان الزامات پر ہم کئی مرتبہ تنقید اور اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں کہ اب اس کے اعادہ کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے یہاں صرف لونڈیوں سے تعلقات کے الزام پر ہی لکھنا چاہتے ہیں +

اس مسئلہ کے متعلق مولانا محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی سے بڑھ کر اور کوئی مستند حوالہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اپنے انگریزی ترجمہ کے حاشیہ میں آپ لکھتے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں کوئی ایسی آیت مجھے نظر نہیں آتی نہ ہی آنحضرت صلعم کی زندگی میں کوئی ایسی مثال دکھائی دیتی ہے۔ جو لونڈیوں سے بغیر نکاح کے تعلقات ازدواج کو جائز قرار دے۔ اسلام نے نکاح ہی کو ازدواجی تعلقات کی عام حالت قرار دیا ہے۔ اور یہ حکم دیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو جو لوگ مجرد ہوں ان کے نکاح کر دیئے جائیں۔ لونڈی اور غلاموں کو بھی جو اسیران جنگ میں سے ہیں۔ اس نے نکاح میں لانے کا حکم دیا ہے۔ یعنی سپاہی عورتوں یا لونڈیوں سے تعلقات ازدواج رکھنا ذیل کی آیت میں منع کیا گیا ہے۔ وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وامائکم۔ جو تم میں سے مجرد ہیں۔ ان کے نکاح کر دو۔ اور لونڈیوں اور غلاموں میں سے جو صلاحیت رکھتے ہیں ان کے بھی۔ (النور ۲۴: ۳۲) اسلام بحیثیت مذہب کے بدکاری اور بغیر نکاح کے تعلقات ازدواج قائم کرنا دونوں کے مخالف ہے +

اگر کسی نے قرآن کریم کی تعلیمات سے کہیں کہیں روگردانی کی ہے تو یہ ناواجب ہے۔ کہ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کو اس کا ذمہ وار قرار دیا جائے۔ قرآن کریم کی آیات اس بارہ میں بالکل صاف ہیں +

اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو اجر جزیل عطا فرمائے جنہوں نے ہماری اپیل متعلق فطرانہ عید و زکوٰۃ پر لبیک کہا۔ اور کچھ نہ کچھ رقم ووکنگ کے کار خیر کے لئے مرحمت فرمائی +

یہ امر موجب افسوس ہے کہ مشن کی مالی حالت ابھی تک اطمینان بخش نہیں۔ اسلئے جن احباب کے ذمہ بقایا رقم چندہ ہے۔ ازراہ کرم ترسیل زر فرماکر داخل حسنات ہوں +

مشن ووکنگ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ اس آڑے وقت پر مشن کی مالی آبیاری فرماکر عنداللہ ماجور ہوں +

تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

خادم۔ خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

مشن ووکنگ کی مالی مشکلات اور اس کا حل

آج مشن کو قائم ہوئے سوا سال ہو چکے۔ خدا کے فضل نے اس دن سے آج تک مشن کو مالی مشکلات میں نہیں ڈالا کچھ تو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی تصنیفات آئے دن مشن کو مالا مال کرتی رہیں۔ دوسری طرف حضرت خواجہ صاحب تیسرے سال مسجد ووکنگ کیلئے خود ان بھائیو ں کے دروازوں پر جاکر تحریک کرتے تھے۔ اور اس امر میں مسلم قوم کا جس قدر بھی ہم شکریہ ادا کریں تھوڑا ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب موصوف کی اپیل کبھی بھی رائیگان نہیں ہوئی +

حضرت خواجہ صاحب موصوف گذشتہ دو سال سے بیماری کے باعث صاحب فراش رہے ہیں اور اب بھی گو امراض سے انہیں نجات ہو چکی ہے لیکن بقدر انسان میں طاقت نہیں۔ کہ وہ بہت جلد دورہ شروع کر سکیں +

حضرت خواجہ صاحب کے دوران بیماری میں مشن تو گو کامیابی سے چلتا رہا لیکن کسی نے اس کے مالی استحکام کے لئے وہ کام نہیں کیا جو خود حضرت خواجہ صاحب چل پھر کر کیا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آجکل شدید مالی پریشانیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ ان مالی مشکلات کا حل یہ ہے۔ کہ ان سطور کے پڑھنے والے مسلم احباب اس کار خیر کی مستقل طور پر ماہوار امداد اپنے ذمہ لے لیں۔ خواہ یہ ماہوار امداد ۸؍ یا ۴؍ ماہوار ہی کیوں نہ ہو۔ اس ہماری گذارش پر اگر پانصد مسلم احباب لبیک کہیں۔ تو مشن کی بہت سی مالی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ اگر تین صد مسلم احباب پانچ روپے ماہوار فی کس اپنے ذمہ لے لیں تو ڈیڑھ ہزار روپیہ کی مستقل معقول ماہواری امداد مشن کو پہنچ سکتی ہے۔

خادم۔ خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور

نوٹ: ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری مسلم مشن۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

تبلیغ و اشاعت اسلام در مُلکِ انگلستان

ترجمہ انگریزی ٹریکٹ مصنفہ جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء رئیس گدیہ ضلع اناؤ

انگلستان میں تبلیغ اسلام کا خیال سب سے پہلے ایک ایرانی کے دماغ میں پیدا ہوُا تھا۔ اور اس مقصد کے لئے وہ ایک رسالہ بھی شائع کیا کرتا تھا۔ لیکن اس کے ہاتھ پر کسی انگریز کے اسلام قبول کرنے کا علم ہم تک نہیں پہنچا۔ انگریزوں کے مشہور "برٹش میوزیم" میں شاہ "اوفا" کے زمانہ کا ایک سکہ محفوظ ہے۔ جس پر ایک عربی مقولہ عربی حروف میں کندہ ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یا تو وہ بادشاہ پوشیدہ طور پر اسلام کی حقانیت کا قائل ہو چکا تھا۔ اور اس طرح خدا کی وحدانیت کا کلمہ اُس کو مرغوب تھا۔ جس کو اس نے اپنی رعایا کی عربی سے ناواقفیت کی بناء پر اُس سکہ پر کندہ کرا لیا تھا۔ یا محض مسلمانوں کے سکوں کی تقلید میں ایسا کیا ہو گا۔ اس زمانہ میں دُنیا کا رجحان آجکل کے رجحان سے بالکل مخالف تھا۔ اب تو مشرقی لوگ ہر بات میں مغربی اقوام کی تقلید کرنے کو باعث فخر خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ محکوم ہونے کی وجہ سے ان کی ذہنیت غلامانہ ہو چکی ہے۔ اور یورپ کی ظاہری تہذیب سے ان کی نگاہیں خیرہ ہو چکی ہیں۔ لیکن اس زمانہ میں یورپ جہالت کی تاریکی میں غرق تھا۔ اور مسلمان فاتحین کے قدموں پر سر جھکاتا تھا۔ اور ہر بات میں مسلمانوں کی تقلید کرتا تھا۔ پس قرین قیاس یہی ہے۔ کہ اس انگریز بادشاہ نے مسلمانوں کے سکوں کی تقلید میں اپنے سکہ پر کوئی عربی عبارت کندہ کرائی ہو گی اور اُسے یہ خبر بھی نہ ہو گی۔ کہ وہ عبارت اس کے عقیدۂ تثلیث کا پُورے طور پر ابطال کرتی ہے۔

انگلستان میں پہلا شخص جو علانیہ اسلام لایا۔ وہ مسٹر کوئیلم ساکن لیورپول تھا۔ اُسی زمانہ میں ایک دولتمند انگریزی نواب بھی مشرف بہ اسلام ہوُا تھا۔ لیکن ان دونوں کا اسلام لانا اگرچہ خالصتہً لوجہ اللہ تھا۔ اور نہایت مخلصانہ جذبات پر مبنی۔ لیکن ہمیں مظاہرہ کی عادت نہ تھی۔ مسٹر کوئیلم ایک سربرآوردہ وکیل ہونے کی وجہ سے شہر کے عمائدین میں شمار ہوتے تھے۔ نہایت قابل لکچرار اور علم دوست انسان تھے۔ جب میں اُن سے ملا ہوں تو اگرچہ اس وقت وہ بحیثیت نومسلم کوئی نمایاں حیثیت نہ رکھتے تھے تاہم میں اُن کی وضع قطع اور خوبصورت اسلامی ڈاڑھی سے بہت متاثر ہوا۔ نیز ان کا طرزِ عمل بھی اسلامی شان کا

ایک عمدہ ثبوت تھا جب مسٹر کوئیلیم اسلام لائے تو اسلامی ممالک کے لوگوں نے اُن کے ساتھ زبانی اور عملی
دونوں طرح ہمدردی ظاہر کی۔ اُن کی کوشش سے چند اور انگریز اسلام لائے۔ اور انھوں نے ایک رسالہ
بھی تبلیغ اسلام کی خاطر جاری کر دیا۔ اور لیورپول میں مسجد بنانے کے لئے چندہ بھی جمع کرنا شروع کیا مگر افسوس
ہے کہ وہاں کے مسلمانوں کا جوش محض عارضی ثابت ہوا مسٹر کوئیلیم کو بعض حالات کے ماتحت لیورپول چھوڑنا
پڑا۔ اور چودہ سال کے بعد یعنی ۱۹۱۸ء میں جب مولوی صدرالدین صاحب اس غرض سے لیورپول گئے
کہ وہاں مسٹر کوئیلیم کے کارناموں کا باقیماندہ اثر معلوم کریں۔ تو انھیں صرف ایک عورت ملی جو تا آندم مسلمان تھی مسٹر کوئیلیم
کا خاندان بھی اسلام کا کوئی دل خوش کن نظارہ نہ پیش کر سکا۔ اور نہ کسی مسجد کا پتہ چلا۔ دراصل کوئی مسجد تو وہاں تعمیر ہی
نہ ہوئی تھی مسٹر کوئیلیم اور اُنکے رفقاء کا ایک مکان میں مجتمع ہو کر نماز وغیرہ پڑھ لیا کرتے تھے اور عموماً اسی مکان کو مسجد کے نام سے
یاد کیا جاتا تھا۔ ایک نہایت اعلےٰ تحریک کا نہایت ہی افسوسناک انجام ہوا۔ اور چونکہ میں مسٹر کوئیلیم کی بیحد عزت کرتا ہوں کیونکہ
انھوں نے ظلمت کدۂ انگلستان میں محمد اور احمد کے نام کی اشاعت کے لئے بیحد کوشش کی تھی اسلئے میں عمداً ان جزئیات میں
جانا اور ان تفصیلات کا ذکر کرنا پسند نہیں کرتا جن کی بناء پر اس عمدہ تحریک کا ایسا افسوسناک حشر ہوا لیکن جو لوگ اسلام
کے شیدائی ہیں۔ ان کی خدمت میں یہ حقیقت پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دہراتی رہتی
ہے۔ آج بھی ایک رہائشی مکان کو جو لیورپول کے مکان مذکورہ سے بھی چھوٹا ہے۔ ایک مسجد کا نام یا لقب دیا
جا رہا ہے۔ یہ مکان لندن کے ایک غیر معروف گوشہ یعنی پیکہام ایس۔ ای میں واقع ہے۔ اور "مسجد" کے
واسطے نام سے چندہ جمع کیا جا رہا ہے۔ ایک معمولی سا رسالہ بھی گاہے گاہے شائع کر دیا جاتا ہے۔ حد ہے
کہ ایک "شیخ الاسلام" بھی کہیں نہ کہیں سے پیدا ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس زمانہ میں شیخ الاسلام تو ایک طرف تو
خود خلیفۃ المسلمین ہی کا وجود نہیں ہے۔ جو کسی شخص کو یہ لقب عطا کر سکتا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ مومن
ایک سوراخ سے اپنے آپ کو دوسری مرتبہ نہیں ڈسواتا۔ یعنی کوئی شخص دوسری بار اُسے دھوکہ نہیں دے سکتا۔
بیشک مسلمانوں کو دوگنی بلکہ چوگنی قوت سے اپنے زندہ جاوید مذہب کی اشاعت انگلستان کیا معنی دنیا جہان میں کرنی
چاہیئے۔ لیکن جو غلطی لیورپول والے معاملہ میں ان سے سرزد ہوئی اس کا اعادہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ نو مسلموں کی امداد
ضرور کریں۔ لیکن تنظیم کا کام اپنے ہاتھ میں رکھیں۔ اور اپنی تمام دولت سرمایہ توجہ دماغ اور عملی خدمات کا مرکز صرف
ایک مشن کو قرار دیں۔ تاکہ مرکزی رنگ ان کی کوششوں سے زائل نہ ہو جائے۔ سردست انگلستان کیلئے صرف ایک
مشن کافی ہے۔ دوسرے کی گنجائش نہیں۔ بلکہ اگر اس ابتدائی زمانہ میں ایک سے زیادہ مشن کے مرکز قائم کئے جائیں۔ تو

بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔ اس جملہ معترضہ کے بعد میں پھر اسی بحث کی طرف آتا ہوں یعنی انگلستان میں تبلیغ اسلام کی تاریخ۔ خوش قسمتی سے لیور پول والی تحریک کے خاتمہ کے تھوڑے ہی دنوں بعد ڈاکٹر عبداللہ المامون سہروردی آئی سی ایس کے امتحان کی خاطر انگلستان آئے۔ اور چونکہ وہ اپنے پہلو میں ایک دردمند دل رکھتے تھے غیر معمولی لیاقت وسیع علم جوش جوانی اور خلوص ان سب باتوں کی بدولت انھوں نے نہایت سرگرمی کے ساتھ انگلستان میں تبلیغ اسلام کی تحریک شروع کردی۔ گزشتہ صورت حالات کا اچھی طرح مطالعہ کرنے کے بعد انھوں نے اپنے لئے ایک صحیح شاہراہ عمل تجویز کی۔ یہ حقیقت ان کے پیش نظر تھی۔ کہ اسلامی بادشاہتوں نے اسلام کے ضروری اور بحیثیت مطلق اہم ترین ہتیار کو پس پشت ڈال دیا تھا یعنی مسلمانوں میں اخوت کی شان مفقود ہوگئی تھی انھیں اس امر کا بھی اچھی طرح احساس تھا کہ مسلمانوں کی ترقی اور وسعت کی روح بالکل مردہ ہوچکی تھی پس انھوں نے تلافی مافات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام "پین اسلامک سوسائٹی" رکھا۔ اور لندن چونکہ موجودہ دنیا میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے انھوں نے اپنی انجمن کا صدر مقام قرار دیا۔ یورپ میں اس سوسائٹی نے کافی اہمیت حاصل کی غالباً اس وجہ سے کہ اسلامی ممالک کی نسبت یورپ کے لوگ اسلام کی پوشیدہ طاقتوں اور ترقی کے امکانات سے کہیں زیادہ واقف ہیں +

میں جس زمانہ میں ہندوستان میں تھا۔ اسی وقت سے مجھے انگلستان جاکر ڈاکٹر صاحب موصوف کی مدد کرنے کی آرزو تھی۔ پس جب میں سنہ ۱۹۰۷ء میں انگلستان پہنچا۔ تو فوراً پین اسلامک سوسائٹی کا ممبر ہوگیا۔ یہ سوسائٹی عیسائیوں کی اصطلاح میں تبلیغی جماعت نہیں تھی۔ ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ عیسائی پادریوں نے جو کچھ اسلام کے خلاف زہر افشانی کی ہے۔ اور جس طرح اُسے بدنام کیا ہے۔ اس کا تدارک واقعی طور پر ادا کیا جائے۔ دنیا کے سب سے بڑے محسن اور عظیم الشان انسان کا کیریکٹر نہایت خراب اور نفرت انگیز پیرایہ میں ان پادریوں نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ پس ہماری تمام تر کوشش یہی تھی۔ کہ آنحضرت کی سچی اور اصلی تصویر یورپ کے سامنے پیش کی جائے +

ڈاکٹر سہروردی کی تالیف موسومہ احادیث نبوی اور سیرت لیکچر موسومہ معجزات محمدی کی جو آنحضرت صلعم کے یوم میلاد کی تقریب میں دیا گیا تھا بڑی قدر ہوئی۔ ہم نے دونوں عیدیں بھی منائیں۔ اور ایک مرتبہ مینہ برستے میں ہائیڈ پارک میں نماز ادا کی۔ عموماً ہم لوگ ووکنگ کی مسجد کو جو بیگم صاحبہ بھوپال نے ڈاکٹر لیٹنر کی معرفت بنوائی تھی اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اور اس کی بدولت وہ مسجد ڈاکٹر موصوف کی ذاتی ملکیت قرار دئے جانے سے محفوظ رہی۔ ورنہ اس کا بھی یہی حشر ہوتا جو اس ذاتی الاقامہ کا ہوا جسے ہندوستانی رؤسا اور والیان ریاست نے ہندوستانی طلبار کے قیام کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ عالیشان عمارت ڈاکٹر موصوف کی ذاتی جائداد کی صورت میں منتقل ہوکر

فروخت ہو گئی۔ ہمارا یہ بھی ارادہ تھا کہ لندن میں جو ایک مرکزی حیثیت کا شہر ہے ایک عالیشان مسجد تعمیر کی جائے تاکہ مغرب میں اسلام کی اشاعت کی بنیاد استوار ہو جائے۔

ہماری جدوجہد کا صرف یہی نتیجہ نہیں نکلا کہ اسلام کے خلاف جو غلط خیالات لوگوں میں رائج تھے وہ دور ہو گئے بلکہ چند ایک نفوس بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ ان نومسلموں میں ایک نوجوان بھی تھا جو مالی مشکلات میں مبتلا تھا۔ اور اس زمانہ میں اُسے نہ کوئی مرتبہ حاصل تھا نہ وقعت دنیوی۔ نہ وہ عالی خاندان تھا نہ دولتمند۔ ہاں وہ ایمانی دولت سے بہرہ ور تھا۔ اور اسی لئے ہمارے دلوں میں اس کی بڑی عظمت تھی۔ وہ اپنے ایمان پر قائم رہا۔ اور بعد چندے خواجہ کمال الدین صاحب نے اُسے ووکنگ مشن میں بحیثیت ایک کلرک بھی ملازم رکھ لیا تھا۔ لیکن بعض وجوہات کی بنا پر مولوی صدرالدین صاحب نے اُسے مشن کی خدمات سے علیحدہ کر دیا۔ اس زمانہ میں وہ محض خالد شیلڈرک کہلاتا تھا لیکن اب وہ ڈاکٹر بھی ہے۔ شیخ الاسلام بھی موسیو کاونٹ ڈی لی فورس بھی ہے اور امام مسجد پیکہم بھی اور خدا جانے کیا کیا ہے؟ اس شخص کو میری دوستانہ نصیحت یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ خدمت اسلام کئے جائے۔ اور اس کا صلہ رب العزت کی درگاہ سے طلب کرے۔ بہرکیف اب ہندوستان کے مسلمان انگلستان کے مشن کا انتظام سوائے ایک تجربہ کار ہندوستانی کے اور کسی نوآموز کے ہاتھوں میں نہیں سونپ سکتے۔ کیونکہ اب انھیں کافی تلخ تجارب ہو چکے ہیں +

ڈاکٹر سہروردی کے انگلستان سے واپس آنے کے بعد اسلامی تحریک اور تبلیغ نے بالکل نئی شکل اختیار کی۔ چنانچہ خواجہ کمال الدین صاحب نے ۱۹۱۳ء میں یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مرید نہیں لیکن اتنا ضرور کہوں گا۔ کہ انھوں نے ہندی مسلمانوں کے اندر تبلیغ اسلام کی روح ضرور پھونک دی۔ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل لاہور اُن چند لوگوں میں سے ہیں جو مرزا صاحب کی بدولت ازسرنو مسلمان بن گئے اور ان میں خدمت اسلام کا جذبہ اس قدر پیدا ہوا کہ انھوں نے اپنی چلتی ہوئی وکالت کو خیرباد کہہ کر اسلام کی اشاعت کے لئے آپ کو وقف کر دیا۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کیلئے وہ انگلستان آ گئے۔ اور اس ملک میں باقاعدہ تبلیغی کام شروع کرنے کا سہرا انھیں کے سر ہے۔

خواجہ صاحب ایک بےنظیر خطیب اور لیکچرار ہیں۔ اور مختلف مذاہب کے علما سے بہت کامیابی کے ساتھ عُہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ انگلستان آنے سے پیشتر اُنھوں نے بحیثیت ایک لیکچرار کے کافی شہرت حاصل کر لی تھی۔ ہندوستان کے تعلیمیافتہ مسلمان اُن کے دلآویز خطبات اور تحریروں سے بیحد گرویدہ ہو چکے تھے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ

انگلستان میں بھی اُنھوں نے بہت جلد اپنی قابلیت کا سکہ جما دیا۔ اور اس لئے اب انگلستان میں تبلیغ اسلام کے متعلق کسی دوسرے شخص کا نام تجویز کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جبکہ خود ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں سے کوئی صاحب خواجہ صاحب سے بہتر اس کام کو انجام نہیں دے سکتے۔ خواجہ صاحب نہ صرف ایک اعلیٰ درجہ کے مُقرر ہیں۔ بلکہ وہ ایک مُسلّم الثبوت مصنّف بھی ہیں۔ جو لٹریچر اسلام کے متعلق اُنھوں نے طیار کیا ہے۔ وہ بذات خود ایک دولت ہے۔ یہا ہے جس سال وہ انگلستان گئے۔ اسی سال انھوں نے ووکنگ مسجد کو اپنے مشن کا مرکز بنا لیا۔ اور وہیں سے اپنا شُہرہ آفاق رسالہ اسلامک ریویو نکالا جو اب عالمگیر شہرت رکھتا ہے۔ اور اس رسالہ کی بدولت بہت سے پُرانے شکوک اور غلط خیالات جو انگریزوں کے دماغوں میں اسلام کی طرف سے قائم تھے ہمیشہ کے لئے دُور ہو گئے۔ اُن کے مشن کی کامیابی کا راز اُن کے خلوص اور فرقہ بندی سے آزاد رہنے میں مضمر ہے۔ میں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ جو اسلام ووکنگ میں دُنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے وہ خالص اور حقیقی اسلام ہے ؎

اب تک بہت سے انگریز حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ اور ان میں سے مُمتاز ترین فرد آئرلینڈ کا نواب لارڈ ہیڈلے ہے جو نہ صرف نسلی لحاظ سے بلکہ ذاتی طور پر بھی نہایت ہی شریف انسان ہے۔ اور یہ مُبارک شخص خواجہ صاحب کی محنت کے بہترین اثمار میں سے ایک ہے۔ نواب موصوف کو جو عشق اسلام سے ہے وہ اُن کے وسیع اور صحیح مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ یہی عشق صادق اُن کو موسم گرما میں کشاں کشاں حج کرانے مکہ معظمہ لے گیا۔ اور اسلام کی خدمت اب لارڈ موصوف کا واحد شغل زندگی ہے۔ آپ برٹش مسلم سوسائٹی کے صدر ہیں۔ اُنھوں نے اسلام کی اشاعت کی خاطر دور دراز کے سفر بھی کئے ہیں۔ اور عیسائیت کے متعلق اُنھیں گرانقدر معلومات حاصل ہیں جن کا استعمال وہ نہایت عمدہ طور پر عیسائی پادریوں کے خلاف کرتے ہیں۔ اور اس وجہ سے نواب موصوف تبلیغ اسلام کی رُوح رواں کہے جا سکتے ہیں ؎

مسٹر امیر علی صاحب مرحوم کی گراں بہا تصانیف سے بھی اسلامی تبلیغ کو بہت فائدہ پہنچا۔ اور موجودہ زمانہ میں مرحوم اُن تمام اسلامی تحریکات کا مرکز تھے جو انگلستان میں رُونما ہوئیں۔ ووکنگ مشن کی کامیابی کے ضمن میں مولوی صدرالدین صاحب کی خدمات کا تذکرہ نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا انگریزی ترجمۃ القرآن مولوی صدرالدین ہی کی زیر نگرانی ولایت میں طبع ہوا۔ اور اس سلسلہ میں اُنھوں نے گرانقدر علمی خدمات انجام دیں۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ تبلیغ اسلام کا کام اب انگلستان میں پائیدار بنیاد پر

قائم ہو چکا ہے۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب نے کمال دوراندیشی سے مشن کا مالی انتظام انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سپرد کر دیا ہے۔ تاکہ کسی حاسد کو بدظنی پھیلانے کا موقع نہ ملے۔ یہ انجمن ایک باضابطہ رجسٹرڈ اور منظم جماعت ہے خواجہ صاحب کی حسن نیت پر کسی کو آج تک حرف گیری کی جرأت نہیں ہوئی ہے۔ علاوہ بریں مشن مذکور کا تمام حساب کتاب باقاعدہ ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام میں شائع ہوتا رہتا ہے لیکن یہی مناسب معلوم ہوا کہ مشن کا مالی انتظام معتمد اور مضبوط ہاتھوں میں دیدیا جائے۔ اور الحمد للہ کہ ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے خواجہ صاحب نے ایسا ہی کیا۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں لارڈ ہیڈلے کے زیر صدارت ایک "مسلم لٹریری ٹرسٹ" بھی قائم کیا گیا جس کی رجسٹری باقاعدہ طور پر انگلستان میں ہو چکی ہے۔ انگلستان میں مشن کی تمام مطبوعات کا انتظام اسی ٹرسٹ کے ہاتھوں میں ہے۔ اور جو لٹریچر اب تک شائع ہو چکا ہے۔ اس کی بدولت یورپ میں اسلام سے متعلق بہت سی غلط بیانیوں کا قلع قمع ہو گیا ہے عیسائیت نے جو تحقیر عورتوں کے حق میں روا رکھی اور اسلام نے جو بلند مرتبہ انہیں عطا کیا ہے۔ یہ دونوں رخ دکھائے گئے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے بنی نوع آدم کی جو خدمات انجام دی ہیں۔ اور قرآن پاک نے جو ہدایت دنیا کو دی ہے۔ یہ دونوں حقائق علانیہ طور پر پیش کر دیئے گئے ہیں۔ اور عیسائیت کے بت پرستانہ ماخذ اور اس کا انسانوں کے لئے بیکار اور ناقابل عمل ہونا عیاں کر دیا گیا ہے۔ اس لٹریچر نے یہ حقیقت آشکارا کر دی۔ کہ عیسائی مذہب اہل عقل کے نزدیک کسی طرح قابل قبول نہیں۔ اور جو شخص اب اسلام کے متعلق آزادانہ تحقیقات کرنا چاہے اسکے لئے ہر طرح کی سہولت بہم پہنچا دی گئی ہے +

وہ زمانہ اب قریب آ گیا ہے جب یورپ کو اس امر کا احساس ہو جائیگا۔ کہ اگر وہ اپنی موجودہ مادی اور ملحدانہ تہذیب کی روک تھام نہیں کرتا۔ اور اپنے اخلاق سے مبرا اور بے نام صفت تمدن کی اصلاح نہیں کرتا تو اسکی ہستی معرض خطر میں پڑ جائیگی۔ اور یہ اصلاح ناممکن ہے۔ جب تک یورپ اس عظیم الشان انسان کی تقلید نہ کرے جس کو یورپین مصنفین سہ گانہ درجات و مراتب سے یاد کرتے ہیں۔ یعنی وہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم ایک ہی وقت میں تین چیزوں کے بانی تھے۔ مذہب۔ قوم اور حکومت۔ جو لوگ یورپ کی کورانہ تقلید میں مصروف ہیں۔ ان کو یہ حقیقت پیش نظر رکھنی چاہیئے۔ کہ اگر یورپ اپنی تہذیب کو اسلامی اصولوں پر قایم نہ کرے گا۔ تو خود اس کا زوال یقینی ہے۔ اور خاص کر سیاسی تمدنی اور اخلاقی پہلوؤں کو تو اسلامی اصولوں پر ضرور مبنی کرنا پڑیگا۔ یورپ کے سینہ میں تپ دق کے کیڑے موجود ہیں۔ اور جو لوگ انکی قے چاٹ رہے ہیں انہیں اس متعدی مرض سے بچنا چاہیئے اخلاقی پستی، جماعتی جنگ، اقتصادی ہنگامے، جلب منفعت، تنازع برائے برتری، زبردست آزادی، ہوس ملک گیری

وغیرہ یہ تمام علامات اُس خوفناک بیماری کا پتہ دیتی ہیں۔ اور اس بیماری کا واحد علاج اسلامی اصولوں کا اختیار کرنا ہے حقیقت یہ ہے۔ کہ اسلام یورپ کے لوگوں کے واسطے مخصوص طور پر آیا تھا۔ کیونکہ اسمیں اُن تمام امور کی پیش بندی موجود ہے۔ اور جو ترقی کے لئے درکار ہیں۔ اور وہ ایسے نظام کا حامل ہے جو ایک طرف طاقت اور ترقی بخشتا ہے۔ تو دوسری طرف ترقی کو روکنے والی باتوں کی اصلاح کرتا ہے۔ وہاں کے لوگوں کے مذہبی خیالات میں جو ایک خلاء واقع ہوگیا ہے اسکی بناء پر اب یورپ میں تبلیغ اسلام کا نام نسبتاً آسان ہوگیا ہے یہ اتفاق کی بات ہے کہ مسیحیت مغربی لوگوں کا مذہب قرار پا گیا تھا لیکن اب یہ مذہب قطعاً مُردہ ہوچکا ہے۔ گرجے عموماً خالی پڑے رہتے ہیں۔ اگرچہ سیاسی مصالح کی بناء پر بعض ممالک عموماً اور انگلستان خصوصاً مسیحیت کو بطور مذہب اختیار کئے ہوئے ہیں لیکن عام لوگ اس مذہب سے سخت بیزار ہیں۔ رُوس کو دیکھئے وہاں پادریوں کی کامل طور پر لوگوں پر حکومت تھی اور عیسائیت بڑے طمطراق کے ساتھ جلوہ گر تھی لیکن رُوس نے نہ صرف اس مذہب کو خیرباد کہہ دیا۔ بلکہ اپنا مسیحیت کُش اثر دوسرے ممالک میں بھی پھیلا دیا ہے لیکن رُوسی عمائدین اور لیڈر بھی اسلام کو خوش آمدید کہنے لگیں۔ اگر ان کو اس پاکیزہ مذہب کی خوبیاں نمایاں طور پر دکھائی جائیں انھیں معلوم ہوگا۔ کہ اسلام کی بدولت وہ ان تمام باتوں اور مقاصد کو حاصل کرسکتے ہیں۔ جن کے حصول کے لئے اُنھیں طاقت خرچ کرنی پڑتی ہے۔

مجھے مغرب کا طویل اور وسیع تجربہ ہے خاص کر ملک انگلستان کا۔ اور جہاں تک ان ممالک میں اسلامی تحریکوں کا سوال ہے ان سب میں دوسرے ہندیوں کی نسبت زیادہ واقف ہوں۔ چنانچہ انگلستان میں ڈاکٹر سہروردی خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی صدرالدین کے دوش بدوش کام کرچکا ہوں۔ دوران جنگ میں اور اس کے چند سال بعد تک میرا قیام ووکنگ ہی میں رہا۔ اس تجربہ کی بناء پر بعض موانع کے باوجود میں تبلیغ اسلام در بلاد مغرب کے متعلق نا اُمید نہیں ہوں۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ جو تبلیغ کی تحریک خواجہ کمال الدین صاحب نے ایسے شاندار طریقہ کی جاری کی ہے وہ برحال قائم رہیگی۔ اور جس طرح اب تک فراخ دلی وسعت قلبی رواداری معقولیت ترقی اور فرقہ بندی سے آزادی کے طریق پر کام ہوتا آیا ہے۔ اسی طرح چلتا جائیگا۔ مالی انتظامی اور مذہبی امور کی باگ ابھی بہت سالوں تک ہندوستانیوں ہی کے ہاتھ میں رہنی چاہیئے لیکن نومسلموں کو بطور خود تبلیغ اسلام کرنے میں پوری سہولت بہم پہنچانی چاہیئے اور جو لوگ ابھی سے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنا رہے ہیں ان کی قلعی کھول دینا چاہیئے۔ تاکہ لوگ ان کے دام میں نہ پھنس جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ مخلص ہیں مثلاً لارڈ ہیڈلے وہ بھی اپنا ہاتھ ذمہ داری حاصل کرنے کیلئے

آگے نہیں بڑھ جائینگے۔ اور در اصل لالچ اور شہرت سے دور رہنا ہی ایک نو مسلم کے خلوص کی جانچ ہے۔ لارڈ ہیڈلے نے اسلام کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں لیکن وہ کبھی قت دار کے خواہشمند نہیں ہوئے۔ حتٰے کہ انھوں نے جو سفر اسلام کی خاطر کئے مثلاً حج بیت اللہ وہ بھی تنہا نہیں کیا۔ بلکہ خواجہ کمال الدین صاحب کو ساتھ لے کر اور اس طرح انکی صحبت سے فائدہ بھی اُٹھایا۔

نظام حیدر آباد کی اسلام دوستی اور عدیم النظیر فیاضی کی بدولت انشاء اللہ لندن میں ایک قابل دید اسلامی مرکز تعمیر ہو جائیگا۔ موصوف نے نہ صرف خود ایک بیش قرار رقم مسجد کی تعمیر کیلئے عطا کی۔ بلکہ ایک ٹرسٹ بھی قائم کیا۔ جس میں لارڈ ہیڈلے، ہز ہائنس آغا خاں۔ نواب نظامت جنگ۔ عباس علی بیگ اور خواجہ کمال الدین شامل ہیں اس ٹرسٹ کی رجسٹری بمبئی میں اپریل ۱۹۲۸ء کو ہوئی۔ اور اگست ۱۹۲۸ء میں لندن کے چیریٹی کمشنروں کے یہاں باضابطہ اس کی تصدیق و توثیق ہو گئی۔ امپیریل بنک آف انڈیا۔ لندن کلکتہ اور لائڈس بنک لندن میں بھی رجسٹری ہوئیں۔

ان سب باتوں کے علاوہ محض چیریٹی کمشنران لندن کا اس ٹرسٹ کی تصدیق کر لینا یہ معنی رکھتا ہی کہ اب اس کا روپیہ صحیح طور پر استعمال کیا جائیگا جس کی تعداد اس وقت آٹھ لاکھ سے زائد ہے۔ اس میں سے پانچ لاکھ روپیہ امپیریل بنک حیدر آباد میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ ایک سال کے لئے جمع ہے۔ اور اسی شکل میں تین لاکھ روپیہ لائڈس بنک کے پاس رکھا ہوا ہے۔ باقیماندہ چند ہزار۔ امپیریل بنک کی لاہوری شاخ میں جمع ہیں +

اگرچہ مسلم مشن ووکنگ کو ہز ہائنس آغا خاں کی جانب سے امداد مل چکی ہے لیکن ابھی ان کی امداد کی ضرورت ہے، مشن کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اور میں اپنے طویل ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہز ہائنس آغا خان سے بڑھ کر موجودہ زمانہ میں کسی مسلمان نے ایسے نازک موقعوں پر مدد نہ کی ہوگی۔ اور نہ کسی ہندوستانی کو اُن سے بڑھ کر وسیع تجربہ مغربی ممالک کا حاصل ہو سکتا ہے۔ اس تجربہ کے ساتھ اسلام سے انھیں گہری دلچسپی ہے۔ اور فرقہ بندی سے سخت نفرت ہے۔

آخر میں بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام کرنے والوں سے میری مخلصانہ درخواست ہے۔ کہ بجائے قول عمل پیش کریں۔ اور اسی کی بنا پر تبلیغ و اشاعت اسلام کریں۔ اور ہر قدم پر اُس عظیم الشان انسان کی پیروی کریں جس سے بڑھ کر نہ ہوا ہے نہ ہو گا۔ یورپ ہی نہیں کُل دُنیا کو آج جس بات کی ضرورت ہے۔ وہ آنحضرت صلعم کا اسوۂ حسنہ ہے۔ بطور خوشی کی بات ہے کہ آنحضرت کا اسوۂ حسنہ آج بھی طالبان حق کو اسی طرح زندگی بخش سکتا ہے۔ جیسا کہ تیرہ سو سال پہلے اسلئے مسلم مشن کو لازم ہے کہ نبی کریم صلعم کی زندگی کو پوری قوت کے ساتھ یورپ کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور میری بڑی آرزو ہے۔ کہ اُس ہادی اور محسن عالم کی مبسوط لائف کئی ضخیم جلدوں میں لکھوں جسے بجا طور پر دُنیا رحمۃ للعالمین کے لقب سے یاد کرتی ہے +

سچ یہ ہے۔ کہ جیسی ضرورت آج یورپ میں تبلیغ اسلام کی ہے۔ اس سے پیشتر کبھی ہوئی تھی۔ حد یہ ہے کہ ہندوستان کے ہندو بھی اپنا مشن قائم کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اور سکھوں نے تو انگلستان میں ایک گُردوارہ تعمیر بھی کر لیا ہے کس قدر حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ یورپ خود اپنی کمزوری غلطی اور مادی تہذیب کے خطرات آئندہ سے آگاہ ہوتا جاتا ہے۔ اور تمام بڑے بڑے مدبرین آئندہ جنگ کے احتمالات پر اپنی پریشانی کا اظہار کر چکے ہیں لیکن بعض اسلامی حکومتیں اپنے افراد کو اسی تہذیب کو رانہ تقلید پر مجبور کر رہی ہیں۔ حالانکہ انھیں اس امر کی طیاری کرنی چاہیئے کہ جب یورپ کی مادی طاقت کا زوال ہو تو وہ خود سروری اور سرداری کے مرتبہ پر قابض ہو جائیں قیست کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔ کہ ترکی کہ بہادر غازیان و بندہ مصطفےٰ کمال پاشا نے ملک کو خود ہی یورپ کے ہاتھوں مفتوح کرا رہا ہے یعنی وہ کام کر رہا ہے۔ جو یورپ سے صدیوں کی مسلسل کوشش کے باوجود نہ ہو سکا تھا۔ ترکوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ غیر مسلم ترکی خواہ کیسی ہی بہتر حالت میں کیوں نہ ہو۔ لیکن اس کی پوزیشن غیر ممالک کے مقابلہ میں دسویں درجہ کی طاقت سے زیادہ نہ ہو گی۔ لیکن اگر مسلم ترکی بہتر حالت میں ہو گی تو پھر اس کا شمار دنیا کی بڑی طاقتوں میں کیا جائیگا۔ اور مشرق کی بیداری کا سہرا اس کے سر ہو گا۔ اور اس طرح یورپ پر بھی اسکی عظمت کا نقش جم جائیگا۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا بھی اس وقت ایک ایسی قوم کے سردار مشہور ہو گئے جو تعداد کے لحاظ سے ایک کروڑ چالیس لاکھ نہیں بلکہ چالیس کروڑ ہے۔

کاش کوئی خدا کا بندہ اس وقت کھڑا ہو اور ترکوں بہادر شریعت ترکوں کو اس بات سے روکے کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی تہذیب کو نہ مٹائیں اور اپنی شاندار تاریخ کو جو اسلامی حروف میں لکھی گئی ہے مکدر نہ کریں۔ اصلاح کی جو روح ان میں سرایت کر گئی ہے۔ وہ قابل تحسین ہے لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں کہ یورپ کی کورانہ تقلید کی جائے۔ بیشک جو بات ترقی میں حارج ہو اسے قطعاً دور کر دو۔ ترقی کی روح تو گویا اسلام کا طغرائے امتیاز ہے اسلام اپنی پیدائش ہی سے ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کی ذلت اور تباہی کی ذمہ داری تمامتر جاہل ملاؤں اور خود غرض علما کے سر پر ہے +

خدا کا شکر ہے کہ خواجہ کمال الدین صاحب کے تبلیغی مشن نے خالص اسلام کی تعلیم دی ہے۔ اس اسلام کی جو تہذیب اور شائستگی کا منبع ہے۔ ترقی کی روح اور کامیابی کا راز ہے۔ جو اپنے پیروؤں کو صرف ہوا اور پانی ہی کو مسخر کرنے کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ چاند اور سورج بھی جو خیالی نہیں بلکہ حقیقی اور واقعی ہیں۔ جو اخلاقی خوبیاں اور مادی ترقیات کا حامل ہے مبارک ہیں وہ مسلمان جو وو کنگ مسلم مشن کی امداد کرتے ہیں۔ کہ یہ امر یورپ کے ذہن نشین کر دیا جائے۔ کہ اسکی نجات کا ذریعہ محض اسلام

اور وہ اسلام بھی کس کا؟ محمد الرسول اللہ صلعم کا اور آپ کے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی کا ۔ میں اس اسلام پر کامل یقین رکھتا ہوں اور یہ اسلام فی الحقیقت انسان کیلئے ازلی ابدی رحمت کا سرچشمہ ہے ۔

شکریۂ احباب

اور

اُن کی توجہ کے لئے چند ضروری امور

مَیں ان احباب کا تہ دل سے مشکور ہوں ۔ جو وقتاً فوقتاً میری صحت کے متعلق پوچھتے رہے ہیں ۔ مجھے امراض خبیثہ سے جن میں دو سال تک برابر مبتلا رہا ۔ بظاہر نجات ہو چکی ہے ۔ یہ بھی ایک کرشمہ ربی ہے ۔ کہ ذیابیطس اور سل جیسی امراض کے مشترک حملوں کے بعد میں بچ گیا ۔ شاید میرے نصیب میں اور ابھی خدمت اسلام باقی ہے جس کیلئے مجھے یہ زندگی از سر نو عطا ہوئی ۔ لیکن اس وقت تک بھی کمزوری نے پیچھا نہیں چھوڑا ۔ گذشتہ ماہ میں گھر سے تو ایک خاندانی حادثے کے متعلق لکھنؤ گیا ۔ لیکن وہاں چند ایک چند دوستوں کے بلانے پر الہ آباد گیا ۔ اور کلکتہ پہنچا اور وہاں سے اپنے قدیمی مہربان نواب احمد علی خان صاحب کی دعوت پر مشرقی بنگال کا ایک حصہ دیکھا ۔ اس سفر میں محض تجربہ کے طور پر میں پلیٹ فارم پر آیا ۔ دو تین تقریریں بھی کیں ۔ لیکن ان تقریروں کے بعد نہ صرف کھانسی کا ہی اعادہ ہوا ۔ بلکہ شکر بھی آ گئی ۔ آج اس پر بھی ڈھائی ہفتے گذر چکے ہیں ۔ اور باقاعدہ علاج پر اس نئی تکلیف کا خاتمہ بھی ہو چکا ہے ۔ اس سے کم از کم یہ تو معلوم ہو گیا ۔ کہ صحت تو انشاء اللہ ہو جائیگی ۔ لیکن مجھے ابھی چند ماہ تک آرام کرنا چاہئے ۔ اب میں نے مجبوراً ایسا ہی ارادہ کر لیا ہے ۔

لیکن جو امر میرے لئے تکلیف کا موجب ہے ۔ وہ اس مسلم مشن کی مالی حالت ہے ۔ میں اس وقت جبکہ مغربی ممالک میں اسلام کی طرف ایک خاص توجہ پیدا ہونے لگی ۔ اس وقت میں اس گذشتہ بیماری کے باعث مشن کی مالی حالت کو مستحکم نہیں پاتا ۔ ہمارے مشن نے اپنی مختصری گذشتہ سولہ سالہ زندگی میں دو عدیم المثال انقلاب دیکھے ایک طرف تو عیسائیت کا بت ٹوٹ گیا ۔ گرجے خالی ہو گئے ۔ اور عیسائی اعتقادات کا وہ حصہ جو بنیاد مذہب تھا منتقل ہو گیا ۔ دوسری طرف اسلام سے جو عیسائی مصنفین کی غلط بیانیوں سے نفرت و وحشت تھی وہ بہت حد تک گھٹ گئی ۔ لوگوں میں اسلام کے متعلق ایک دلچسپی کی مستقبہ انذروح پیدا ہو گئی ۔ دراصل کام کرنے کا

وقت اب آیا۔ آج تک تو ہمارا وقت غلط بیانی اور اعتراضات کے اندفاع میں گذرا۔ گویا ہماری راہ خس و خاشاک تھی۔ اس کے دور کرنے میں ہماری زبان و قلم مصروف رہے۔ اور میں تو اسے بھی فضل ہی سمجھتا ہوں کہ اس قلیل سے قلیل عرصے میں یہ ہماری کام بہت حد تک انجام پا گیا +

میری اس بیماری نے جو مشن کو مالی نقصان پہنچایا۔ اس سے مجھے یہ تو سمجھ آگئی۔ کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ جتنی بھی جلدی ہو سکے دو کام کر دیئے جائیں۔ ایک تو کافی ذخیرہ اسلامی ادبیات (مسلم لٹریچر) کا انگریزی زبان میں پیدا ہو جائے۔ دوسرا اس لٹریچر کی مستقل اشاعت کے لئے مستقل سامان ہو۔ مسلم مشن ووکنگ کی موجودہ آمدنی و بھی کسی تکلیف کے ساتھ اس کے اخراجات جاریہ کے متکفل ہوتی ہے۔ جیسے کہ ماہوار نقشہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ابھی تک خود محتاج اضافہ ہے اور اس قابل نہیں۔ کہ اس میں سے کچھ رقم بچا کر مسلم ادبیات کے لئے الگ کیا جائے۔ اس ادبیات کی ایک شاخ اسلامک ریویو ہے۔ اس کا مستقل قیام ایک طرح مشن کا قیام ہے۔ تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ ہے۔ مسلم اقتصادی حالت اس وقت اس کی متحمل نہیں۔ کہ مبلغین کی تعداد میں توسیع ہو۔ اگر ایسا ہو تو اس سے بہتر کیا ہے۔ لیکن قوم کی موجودہ مالی حالت کو دیکھ کر مجھے علاوہ مبلغین کا بڑھانا محالات سے نظر آتا ہے۔ بالمقابل یہ زمانہ قلم کا ہے۔ پریس سے جو کام بذریعہ ڈاک نکلتا ہے۔ اس کا عشر عشیر بھی زبان یا وعظ و لیکچر سے حاصل نہیں ہوتا۔ پھر جو قلم کو خدا تعالٰے نے پائدار تاثیر بخشی ہے۔ وہ زبان کو حاصل نہیں۔ اسلئے مجھے سہارت کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کہ میں ایک طرف تو اسلامک ریویو کے لئے مستقل سرمایہ کا تہیہ کروں جس سرمایہ کی مدد اس مجلہ اسلام کو ہمیشہ کیلئے زندہ رکھے میرے بعد یہ کسی ہاتھ میں رہے لیکن عدم سرمایہ کے باعث اس کی زندگی کا خاتمہ نہ ہو جائے دوسرا ایک پائدار لٹریچر پیدا کیا جائے +

مشن کے مالی انتظام سے میں نے قریب قریب آغاز مشن سے تعلق نہیں رکھا۔ سنہ ۱۹۱۹ء سے لیکر ایک سال کے سوا یہ انتظام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھ رہا ہے۔ مشن کی تبلیغی پالیسی جو ابتدا سے آج تک فرقی تنازعات سے الگ رہی ہے۔ وہ میرے ہاتھ میں ہی رہی ہے اور انشاء اللہ ایسی ہی رہیگی مشن کی کامیابی کا یہی ایک راز ہے۔ انجمن مذکورہ گو ایک خاص فرقہ سے تعلق رکھتی ہے لیکن اس کے ارباب حل و عقد ان معاملات میں بھی فرقی خصائص سے الگ رہتے ہیں علاوہ ازیں ان کے ہاتھ میں مشن کا صرف مالی انتظام ہے۔ مشن کی آمد انجمن کی آمد کا حصہ نہیں آتی۔ بلکہ یہ آمد انجمن کی تحویل کے ماتحت امپیریل بنک لاہور میں جمع ہوتی ہے۔ اخراجات کے لئے مشن کمیٹی کو سالانہ بجٹ کے ماتحت چلنا پڑتا ہے۔ الغرض اس معاملے میں صرف امانت و دیانت کا سوال ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ اس امر میں انجمن مذکور کسی شائبہ یا شبہ کے ماتحت ہے۔ علاوہ ازیں مشن کی آمد و خرچ ماہ بماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو جاتی ہے +

اب اسلامک ریویو اور مسلم ادبیات کا سوال ہے مسلم ادبیات کے متعلق تو ایک ٹرسٹ بن چکا ہے اور وہ رجسٹرڈ بھی ہو چکا ہے جس کا ذکر وقتاً فوقتاً ان صفحات میں آچکا ہے۔ ریویو میری ذاتی ملکیت ہے لیکن اس کا منافع بھی مشن کی امداد میں وضع ہوتا ہے۔ اس کے متعلق بھی میں اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں۔ کہ اس کی ملکیت بھی خاص شرائط کے ساتھ کسی رجسٹرڈ جماعت کے نام منتقل کر دی جائے۔ اس وقت بھی ریویو کا نظم و نسق اور اس کی آمد و خرچ بزمن انتظام انجمن مذکورہ کے ہاتھ ہے۔ لیکن ریویو کی موجودہ مالی صورت اس کے مستقل قیام کے لئے اطمینان بخش نہیں ریاست بھوپال یا ایک دو اور جگہ سے اس ریویو کو مستقل امداد ملتی ہے۔ باقی اس کی خریداری ہے جو طبعاً مد و جزر میں رہتی ہے اس لئے یہ ضروری ہے۔ کہ اس کا سرمایہ مستقل شکل اختیار کرے۔ الف مسلم لٹریری ٹرسٹ کے رجسٹرڈ ہونے پر جس کا سرمایہ بعد از وضع اخراجات سالگذشتہ اس وقت بتیس ہزار کچھ اوپر ہے۔ مجھے مشن اور ریویو کیلئے ریزرو فنڈ کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء کے اخیر میں ایک فنڈ موسوم بہ مسلم مشن ووکنگ ریزرو فنڈ کھولا گیا جو ۱۹۲۶ء تک پانچ ہزار سے اوپر تک جمع ہو گیا لیکن اس کے بعد میری بیماری کے باعث اس فنڈ میں کوئی معتدبہ ترقی نہ ہو سکی اور اس بیماری کے باعث آج تک ریویو کے لئے کسی ریزرو فنڈ کا انتظام نہ ہو سکا۔ جس کا فکر میں اب کرتا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ مجھے اس قدر مہلت دے کہ میں ان تینوں مستقل فنڈوں کو اچھی حالت تک پہنچا کر معتبر ہاتھوں میں ان فنڈوں کو چھوڑ جاؤں۔

ٹرسٹ مذکور کا اس سال کا بیلنس شیٹ بعد از منظوری ٹرسٹیاں چھاپ دیا جائیگا۔

اس سفر بنگال میں میں نے بعض ایسے دوستوں سے اس معاملے میں گفتگو کی جنہیں مغرب میں اشاعت اسلام کے سوال کے ساتھ گہری دلچسپی ہے انھوں نے نہ صرف ان تینوں کاموں کے لئے ایک پائدار سرمایہ کا ہونا ضروری سمجھا۔ بلکہ ان سرمایوں کے لئے امداد کا بھی پختہ وعدہ فرمایا۔ ان میں سے بعض اصحاب بالخصوص قابل شکریہ ہیں۔ جناب ڈاکٹر شفاعت احمد صاحب ایل۔ ایم۔ سی۔ سید عبد الرؤف صاحب سنیئر جج۔ ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب جج ہائیکورٹ الہ آباد۔ نواب محمد یوسف خان صاحب منسٹر کونسل یو۔ پی۔ شاہ مصطفیٰ احمد صاحب رئیس گیا آنریبل عبد الکریم صاحب غزنوی رئیس کلکتہ۔ نواب حیدر علی خان صاحب بنیا رئیس مشرقی بنگال مسٹر عبد الرشید صاحب مہتمم نواب صاحب۔ عنقریب میں اس امر پر ایک مفصل تحریر شائع کرنے والا ہوں۔

اس سفر میں کچھ مالی امداد بھی ہوئی جو حسب ذیل ہے۔ سید عبد الرؤف صاحب دو صد روپیہ۔ ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب دو صد۔ شاہ مصطفیٰ احمد صاحب یک صد تیس روپے اور احباب بنگال تین سو تینتالیس روپے۔

از نواب احمد علی خان صاحب بمبئی دو ہزار (۲۰۰۰) - ایک تقریر کے موقع پر جو سر غزنوی کی صدارت میں نواب صاحب موصوف کے اہتمام سے ہوئی - ایک ہزار ایک سو چھیالیس روپے دس آنے چھ پائی (۱۱۴۶-۱۰-۶) ہوئی - ایک انگشتری جس کی قیمت غالباً پانچ چھ روپے ہوگی - اس طرح یہ رقم تین ہزار آٹھ سو سترہ روپے - دس آنے - چھ پائی بنتی ہے نواب صاحب موصوف نے مبلغ پانصد روپیہ سالانہ کی مستقل امداد کا بھی وعدہ فرمایا - جو مشن اور ریویو کی امداد میں جاویگی - رقم تنگائل کے سوا باقی کُل کی کُل مستقل سرمایہ کیلئے ہے - ہاں آنریبل سر غزنوی نے اس بات کی بھی سفارش کی - کہ اسلامک ریویو یہاں کے یورپین اور فیشل جماعت میں تقسیم ہو - آپ کا یہ خیال نہایت ہی قیمتی خیال ہے - عام اس سے کہ یہ جماعت اسلام کیطرف مائل ہو - اس میں ہماری قوم کا فائدہ ہے کہ حکام وقت ہمارے مذہب سے واقف ہوں اور میرا تو یہ ذاتی تجربہ ہے - کہ جو غیر مسلم بھی اسلامی تعلیم سے واقف ہوگا - ہمارے متعلق اس کا نکتہ خیال بدل جائیگا - اور اس کے طرز عمل میں ایک مفید تبدیلی واقع ہوگی - لہٰذا رقم بالا میں سے چار سو چالیس روپے میں نے ریویو کی مد میں ڈال دئیے جس کے مقابل کاپیاں ریویو کی افیشل کلاس میں مفت تقسیم ہونگی - ان کی فہرست کا ایک حصہ ہمیں پہنچ چکا ہے - باقی فہرست بھی کلکتہ سے آنیوالی ہے - اس سفر میں بطور سفر خرچ تین صد - ۱۰ آنے خرچ ہوگئے - اور تیس روپے پہلے خزانہ مشن میں جمع ہو چکے ہیں - اس طرح آج تک رقم ۶ -- ۱۰ -- ۳۸۱۷ میں ۶ -- ۱۰ -- ۳۶۶ منہا کر کے باقی رقم ۳۴۵۱ کو بصورت ذیل تقسیم کر دیا

مشن ۰ -- ۰ -- ۳۰۱۱ روپیہ ریویو چار سو چالیس روپے لائیڈز بنک لاہور میں بشکل فکسڈ ڈپوزٹ بطور مستقل سرمایہ ریویو جمع ہوگئے چھبیس سو پچاس روپے -

ضلع مین پوری - ایک مخلص دوست جو وہاں کے مضافات میں قاضی کے عہدے پر ہیں اور ان کا نام مجھے بھول گیا مبلغ ۵ الگ امداد مشن میں دے گئے - جو رقم بالا سے الگ ہے +

خواجہ کمال الدین

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد نامہ عتیق کے اندر

از قلم پروفیسر عبدالاحد داؤد صاحب - بی - ڈی

داؤد اس کو میرا آقا کہ کر پکارتا ہے

جناب داؤد کی سوانح آپ کی پیشگوئیاں اور آپ کے کارنامے عہد نامہ عتیق کی دو کتابوں سموئیل اور سلاطین کے اندر پائے جاتے ہیں + آپ یسی کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے - اور یہوداہ کی قوم سے تعلق رکھتے تھے - ابھی آپ چھوٹی عمر کے گذر رہے ہی تھے کہ آپ نے ایک ریچھ کو جان سے مار ڈالا - اور ایک شیر کو پھاڑ کے دو ٹکڑے کر دیئے + آپ کی

Judah

بہادری کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ گولی ایتھ جو کہ ایک فلسطینی جرنیل تھا۔ اس کی پیشانی میں ایک چھوٹا سا پتھر ایسے زور سے مارا۔ کہ دوسری طرف نکل گیا۔ اور اس عمل سے آپ نے اسرائیل کی فوج کو کہا یہ کیا بہادری کا ایسا جوہر دکھانے کا بہترین انعام یہ تھا۔ کہ مائیکل کے ساتھ جو کہ بادشاہ سال کی بیٹی تھی۔ آپ کی شادی ہوگئی جناب داؤد مزامیر خوب بجاتے تھے اور بہت اعلیٰ لحن رکھتے تھے۔

سال کے فوت ہونے پر لوگوں نے داؤد کو عنانِ حکومت ہاتھ میں لینے کیلئے طلب کیا۔ اور تخت شاہی آپ کے پیش کیا جس کیلئے بہت عرصہ پیشتر سموئیل نبی نے ان کو نامزد کیا ہوا تھا۔ حبرون میں آپ تقریباً سات سال تک حکمرانی کرتے رہے آپ نے جبوسائی ٹرزوسے لے کر یروشلم اپنے قبضہ میں لیلیا۔ اور اس کو اپنی سلطنت کا دارالحکومت بنایا۔ اس کی دو پہاڑیاں موریا اور سائن تھیں۔ یہ دونوں لفظ ایک ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ اور ان کی اہمیت وہی ہے جو کہ مکہ کے اندر مروا اور صفا کی۔ جناب داؤد کی لڑائیاں آپ کی خاندانی زندگی کا لیف۔ یہ تمام واقعات آپ کے عہد زمانہ کے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض واقعات ایسے ہیں۔ جو ایک دوسرے کے مخالف اور متضاد ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ دو مختلف اور مخالف ذرائع حالات ہیں +

جناب داؤد کا وہ گناہ جو اوریا اور اسکی بیوی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا قرآن میں اشارہ تک نہیں۔ قرآن مجید کی یہ ایک خوبی ہے۔ کہ وہ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ تمام انبیاء معصوم تھے۔ قرآن مجید ان انبیاءؑ کے ذمہ کوئی عیب نہیں لگاتا۔ اور اس امر میں قرآن مجید اور بائبل میں ایک فرق بیّن ہے۔ مثلاً جناب داؤد کا وہ گناہ جس کا بائبل میں ذکر ہے۔ اسکی شریعت موسوی کی رو سے سزا موت ہے۔ اور یہ ایک ایسا گناہ ہے۔ کہ انبیاء جو خدا کے برگزیدہ ہوتے ہیں۔ ان کا معاملہ تو درکنار ہم کسی معمولی انسان کے ذمہ لگانا بھی نہایت قبیح سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک جناب داؤد کے متعلق جو بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ایک گناہ کے مرتکب ہوئے اور اس پر دو فرشتے ان کو اس گناہ کے متعلق تنبیہ کرنے کیلئے نازل ہوئے درست نہیں۔ اور مسلمانوں کے سمجھدار طبقہ نے ہمیشہ اس خیال کی تردید کی ہے۔ چنانچہ امام رازی کا قول ہے کہ اکثر علماء اور بہت سے ایسے لوگ جنھوں نے حقائق حق سے کام لیا ہے۔ ان کی یہی رائے ہے۔ کہ جناب داؤد کا قصہ درست نہیں۔ اور قرآن مجید کے اندر جو الفاظ استغفار غفران کے وارد ہوئے ہیں۔ ان سے ہرگز یہ امر ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت داؤد کسی قبیح گناہ کے مرتکب ہوئے تھے۔ کیونکہ استغفار کے معنے ہیں۔ حفاظت طلب کرنا اور جناب داؤد خدا سے حفاظت طلب کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ دیکھتے تھے۔ کہ ان کے دشمن ان کی مخالفت پر سخت تلے

بیٹھے تھے۔ اور شمن سے مراد محض اپنے معاملات کی اصلاح اور درستی مطلوب ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جناب داؤد جو کہ ایک بہت بڑے حاکم تھے۔ وہ اپنے دشمنوں پر پورا پورا تسلط اور ضبط قائم رکھنے میں کامیاب ہوتے تھے۔ عہدنامہ عتیق کے اندر یہ امر تشریح نہیں ہے۔ کہ جناب داؤد کو منصب نبوت کب عنایت ہوا۔ ہم یہ ضرور پڑھتے ہیں۔ کہ جناب داؤد کے دونوں گناہ کے ارتکاب کے بعد ناتن نبی کو خدا نے ان کی سزا دہی پر مامور فرمایا۔ بیشک ان کی زندگی کے پچھلے ایام تک ہم اُن کو دوسرے انبیاء کے ساتھ اختلاط رکھتے ہوئے پاتے ہیں۔ تو اب بائبل کے بیانات کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ کہ منصب نبوت آپ کو اس وقت ملا جبکہ آپ اپنے گناہ سے تائب ہو چکے تھے +

میں نے اپنے کسی سابقہ مضمون میں لکھا تھا۔ کہ یہ سلطنت دو ایسی خود مختار ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔ جو اکثر ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار رہتی تھیں۔ تو دس قبیلے جن سے اسرائیلی سلطنت بنی ہوئی تھی۔ وہ ہمیشہ داؤد کے خاندان سے عناد رکھتے تھے۔ اور وہ باستثناء تورات کے عہدنامہ عتیق کی کسی دوسری کتاب کو نہیں مانتے تھے۔ اس اسرائیلی سلطنت کے زوال اور ان دس قبیلوں کے اسیر یا میں چلے جانے کے بعد کا یہ اثر تو ہوا۔ کہ نبیوں نے داؤد کے گھرانے میں کسی ایسے شہزادہ کے آنے کی پیشگوئی شروع کی جو جلدی ہی تمام قوم کو برسر اقتدار کرنے اور دشمنوں کو زیر نگین کرنے میں کامیاب ہو گا۔ ان بعد آنے والے نبیوں کی تقریروں اور تحریروں کے اندر بہت سی ایسی متشابہ عبارات ہیں۔ جن میں مقدسین کلیسیہ کی تو بہت سی حرمت سرائی کی گئی ہے لیکن جناب مسیح کے متعلق مجمل اور کچھ نہیں بیان کیا گیا ان میں سے دو پیشگوئیاں میں بلا اختصار بیان کروں گا۔ پہلی پیشگوئی آسعیاہ باب ہفتم آیت ۱۴ میں درج ہے۔ جہاں وہ فرماتے ہیں۔ ایک عورت جو پہلے ہی بچہ سے حاملہ ہو گی بچہ جنیگی۔ اور تو اس کا نام عمانوائیل رکھیگا۔ "عبرانی لفظ عالماہ کے معنے کنواری کے نہیں۔ جیسا کہ عام طور پر عیسائی مفسرین کا خیال ہے۔ اور اس لئے وہ جناب مریم صدیقہ پر اس کو منطبق کرتے ہیں لیکن اس کے معنے ہیں۔ ایک قابل شادی عورت عبرانی لفظ "کنواری" کے لئے بلوتھا ہے۔ پھر بچہ کا نام عمانوئیل ہے جس کے معنے ہیں "خدا ہمارے ساتھ ہے" سینکڑوں عبرانی نام ایسے ہیں۔ جو کہ "آل" اور کسی دوسرے اسم سے مرکب ہیں۔ تو آسعیاہ نبا دشاہ آہاز اور کسی یہودی نے کبھی یہ خیال کیا کہ نوزائیدہ بچہ خود ہی خدا ہمارے ساتھ ہو گا۔ انھوں نے اس کے سوائے اور کبھی کچھ خیال نہیں کیا۔ کہ اس کا نام ایسا ہو گا۔ لیکن اصل عبارت کے سیاق وسباق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

۱۔ Isaiah ۲۔ Almah ۳۔ Betulha

کراہاز تھا جو کہ لڑکے کا یہ نام رکھیگا۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس بچے والی عورت کو جانتا ہے۔ ہاز وغیرہ میں تھا۔ اس کے دشمن یروشلم پر سخت زور ڈال رہے تھے۔ اور یسعیاہ اس پر ایک نشان دکھا رہا گیا تھا۔ اور وہ نشان تھا ایک حاملہ عورت جو دُنیا کے اندر سات سوسال بعد آئیگی۔ نہ کہ کنواری مریم کا +

اب یہ بچے کی پیشینگوئی جو اہاز کے عہد میں پیدا ہوگا بہت صاف اور سادہ ہے لیکن اس کے سمجھنے کے متعلق بھی انجیل متی کے مصنف نے غلطی کی ہے متی $\frac{1}{23}$ جیسز کا نام جبرئیل فرشتہ نے دیا تھا۔ متی $\frac{1}{21}$ اور آپ کو کبھی عمانوئیل نہیں پکارا گیا۔ علاوہ ازیں زکریا $\frac{9}{9}$ کی پیشگوئی سمجھنے میں پہلی انجیل کے مصنف نے غلطی کی ہے۔ زکریا نبی کہتا ہے۔ اے سائن کی دختر! بہت خوش ہو! اے یروشلم کی بیٹی خوشی کا نعرہ لگا۔ دیکھ! بادشاہ تیرے پاس آرہا ہے۔ وہ بہت نیکوکار ہے۔ اور نجات اس کے ساتھ ہے وہ غریب مزاج ہے۔ اور ایک دراز گوش پر جو کہ ایک الھڑ اور بچہ ہے۔ اور جو دراز گوشہ کا بیٹا ہے اس پر سوار ہے اس فقرہ کے اندر شاعر نے محض ایک دراز گوش کی کیفیت بیان کرنا چاہا ہے۔ کہ یہ ایک چھوٹی عمر کا دراز گوش ہے۔ اور جس پر بادشاہ سوار ہے۔ یہ کہ کر اسی الھڑ دراز گوش کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ دراز گوشہ کا بچہ ہے یعنی محض ایک ہی دراز گوش ہے جو کہ عمر میں ابھی چھوٹا اور الھڑ ہے۔ اب غور فرمائیے۔ کہ متی میں یہ فقرہ اس طرح سے شعر کے اندر بیان کیا گیا ہے۔ کہ

"سائن کی بیٹی سے کہہ دو۔ کہ دیکھو تیرا بادشاہ تیرے پاس آرہا ہے۔ وہ غریب مزاج کا ہے۔ اور ایک دراز گوشہ پر سوار ہے (اور نہ صرف دراز گوشہ پر) بلکہ ایک الھڑ بچہ دراز گوش پر جو کہ ایک دراز گوشہ کا بچہ ہے" +

آیا وہ شخص جس نے مندرجہ بالا شعر لکھے وہ عبارت کو مانتا تھا یا نہیں مانتا تھا۔ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یروشلم میں شان و احترام سے داخل ہوئے اس وقت وہ ایک ہی وقت کے اندر ایک دراز گوشہ پر اور اس کے الھڑ بچے پر سوار تھے۔ اور اس طرح سے وہ ایک عجاز نمائی کا موجب بن رہے تھے اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ یہاں سوال ہے۔ گو اس میں شک بھی نہیں۔ کہ اکثر متقدمین عیسویت ایسا ہی یقین رکھتے تھے اور نہ اُن کو یہ بات کبھی سوجھی کہ اس قسم کا نظارہ مناسب حال نہیں ہوسکتا۔ ہاں لوقا نے اس امر کے متعلق احتیاط سے کام لیا ہے۔ اور وہ اس غلطی میں مبتلا نہیں ہوا۔ جس میں متی مبتلا ہوا ہے۔ یہاں سوال ہو سکتا ہے کہ کیا یہ دونوں مصنف ایک ہی رُوح القدس سے الہام دیئے گئے تھے +

زکریا یہودیوں کی قید سے واپسی پر ایک بادشاہ کے آنے کی پیشگوئی کرتے ہیں۔ کہ وہ غریب مزاج اور حلیم الطبع ہی اور ایک سیدھا زگدھے پر سوار ہی۔ تاہم وہ نجات کے ساتھ آرہا ہے۔ اور وہ "خدا کے گھر" کو دوبارہ بنائیگا۔ وہ یہ پیشگوئی اس وقت کرتا ہے جبکہ یہودی اس مقدس گھر کو اور تباہ شدہ شہر کو دوبارہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے قرب وجوار میں رہنے والے لوگ ان کے خلاف ہیں۔ تعمیر کا کام روک دیا جاتا ہے حتٰے کہ دارا شاہ فارس اسکی تعمیر کا حکم نافذ کرتا ہے +

اگرچہ کوئی یہودی بادشاہ چھ سو سال قبل مسیح نہیں ہوا۔ تاہم ان کی خود مختار سلطنتیں غیر حکمرانوں کے ماتحت تھیں۔ جس نجات کا اس پیشگوئی مندرجہ بالا میں ذکر ہے۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ مادی اور فوری ہی۔ اور ایسی نہیں کہ ۵۰۰ سال بعد میں آئے جبکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ یروشلم میں ایک ہی وقت میں دو دراز گوشوں پر سوار ہو کر داخل ہونگے محض اس لئے کہ یہودیوں اور ان کے رومی حکمرانوں سے گرفتار ہو کر صلیب پر لٹکائے جائیں۔ جیسا کہ موجودہ انجیلوں سے ظاہر ہوتا ہے یہ ان ہمارے یہودیوں کے لئے جو کہ ایک تباہ اور برباد شدہ شہر کے اندر دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے کوئی تسکین اور اطمینان کا موجب نہیں ہو سکتا۔ بالآخر ہم لفظ بادشاہ سے ان کے اعلیٰ سرداروں یعنے زیروبیبل اور عزرا یا نحمیاہ میں سے کسی ایک کی مراد لے سکتے ہیں +

ان دونوں مثالوں کے بیان کرنے سے میری یہ مراد ہے کہ تا کہ ہمارے وہ مسلمان بھائی جو کہ یہودی کتب سے آگاہ نہیں ان کو معلوم ہو سکے کہ عیسائیوں نے نبیوں کی پیشگوئیاں سمجھنے میں کس طرح غلطی کا ارتکاب کیا ہے +

اب میں جناب داؤد کی پیشگوئی کا ذکر کرتا ہوں :-

"یاہ واہ نے میرے ایڈن سے کہا۔ میرے داہیں طرف بیٹھ جا۔ حتٰے کہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے پائدان بچھاؤں +

داؤد کا یہ شعر سام نمبر ۱۱۰ میں درج ہی۔ اور متی نے $\frac{22}{44}$ مرقس میں $\frac{12}{36}$ میں اور لوقا نے $\frac{20}{42}$ میں بیان کیا ہی۔ تمام کتابوں کے اندر دو نام جو پہلے مصرع میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان کا ترجمہ اس طرح سے کیا گیا ہے "خداوند نے خدا سے کہا"۔ اسمیں شک نہیں کہ اگر پہلا خداوند خدا سے بزرگ و برتر ہے۔ تو دوسرے خدا کے معنے بھی خدا سے وحدہ ہے۔ ایک عیسائی پادری کے لئے اس سے زیادہ موزوں اور اس سے زیادہ سہل کوئی دلیل

نہیں ہو سکتی۔ یعنے متکلم بھی خدا ہے اور مخاطب بھی تھا۔ اس لئے داؤد دو خداوں کو جانتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی معقول استدلال نہیں ہو سکتا۔ سوال یہ ہے۔ کہ ان دونوں خداؤں میں سے داؤد کا خداوند کون ہے؟ اگر جناب داؤد کو یہ لکھتے کہ "خداوند نے خداوند سے کہا" تو یہ کوئی موجب امر نہ تھا۔ کیونکہ اس طرح سے وہ یہ اقرار کرتے کہ وہ دو خداوندوں کا بغیر ان کے ہمسر کا فرقہ بیان کرنے کے غلام یا نوکر ہے۔ بلکہ یہ اقرار اس سے بھی زیادہ آگے جاتا۔ اس کے یہ معنے ہوتے کہ داؤد کا دوسرے خداوند نے پہلے خداوند کے پاس پناہ لیگا جس نے اس کو اپنی دائیں طرف بیٹھنے کا حکم دیا تھا۔ یہ استدلال ہمیں اس امر کے تسلیم کرنے پر رہنمائی کرتا ہے۔ کہ اپنے مذہب کو اچھی طرح سے سمجھنے کے لئے ہم کو اپنی بائیبل یا قرآن مجید خاص اس زبان میں پڑھنے چاہئیں۔ جن میں وہ اصل میں ہیں۔ اور ان کے تراجم پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے +

میں نے دانستہ اصل عبرانی الفاظ یا ہ واہ لکھے ہیں۔ تا کہ ان کے معانی کے اندر کوئی اشتباہ یا ابہام باقی نہ رہ جائے۔ ایسے متبرک نام جو مذہبی کتب کے اندر لکھے ہوئے ہیں۔ اُن کو ایسا کا ایسا ہی رہنے دینا چاہئے۔ اور ان کا ترجمہ نہیں کرنا چاہئے۔ بجز اس صورت کے کہ اس دوسری زبان میں جس میں ہم ترجمہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا صحیح صحیح مترادف مل سکے۔ لفظ (JHWH) جس کا تلفظ پہلے یہوواہ تھا۔ لیکن آجکل عموماً اس کا تلفظ یا ہ واہ ہے۔ یہ خدا کا اسم ذاتی ہے۔ اور یہودی اس کو اس قدر پاک اور متبرک مانتے ہیں کہ جبکہ وہ اپنی متبرک کتاب پڑھتے ہیں۔ وہ اُسکو نہیں بُلاتے بلکہ اسکو اڈونی پڑھتے ہیں۔ دوسرا نام ایلوہیم ہمیشہ لکھا جاتا ہے لیکن یا ہ واہ کبھی نہیں لکھا جاتا ہے۔ کیوں یہودی لوگ ایک ہی خدا کے دو ناموں میں یہ تمیز کرتے ہیں۔ یہ خود ایک سوال ہے جس کا تذکرہ ہم بیان کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ یا ہ واہ کے ساتھ بخلاف موہیم کے کبھی کوئی دوسرے الفاظ استعمال نہیں کئے جاتے اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ عبرانی میں خدا کا خاص نام ہے جب سے مراد اسرائیلیوں کے قومی خدا سے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ الوہم سب سے پرانا نام ہے۔ اور سچے خدا کے تصور کو ایک خاص اہمیت دینے کیلئے اس کے ساتھ یا ہ واہ لگایا جاتا ہے۔ عربی کے رب اللہ کے بالمقابل عبرانی یا ہ واہ الوہم کے الفاظ ہیں +

دوسرے لفظ اڈون کے معنے ہیں حاکم۔ آقا اور مالک۔ جیسا کہ عربی اور ترکی میں امیر سید اور آغا کے الفاظ ہیں۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے مصرع کے یہ معنے وہی ہونگے۔ کہ "خدا نے میرے مالک یا آقا سے یہ کہا" +

جناب داؤد ایک بادشاہ کی حیثیت میں بذات خود ہر ایک اسرائیلی کے حاکم اور سلطنت کے مالک تھے۔

تو پھر یہ سوال ہے۔ کہ وہ نوکر یا خادم کس کا تھا۔ داؤد ایک با اقتدار بادشاہ تھے ظاہر ہے۔ انسان کے خادم یا نوکر نہیں ہو سکتے تھے۔ اور نہ یہ امر قرین قیاس ہے۔ کہ وہ کسی فوت شدہ یا گذشتہ نبی کو مثلاً حضرت ابراہیم یا یعقوب علیہم السلام کو اپنا آقا یا مالک کر کر پکار سکتے ہیں کیونکہ ان بزرگان کو وہ لفظ "باپ" سے عام طور پر یاد کرتے تھے۔ اور یہی معقول بھی تھا۔ اور علی ہذا القیاس یہ امر بھی بالکل درست ہے۔ کہ وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو "میرا آقا" کے الفاظ سے پکار نہیں سکتے۔ کیونکہ اس کیلئے "بیٹا" کا لفظ موزوں ہو سکتا ہے۔ اب اہل عقل خود سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جناب داؤد خدا کے علاوہ جس کو اپنا آقا کہہ کے پکار سکتے ہیں وہ وہ شخص عظیم الشان ہو سکتا ہے۔ جو کہ تمام مخلوقات سے اشرف اور اعلےٰ ہو۔ اور نسل انسان کے اندر بہترین ہستی ہو۔ ایک انسان آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ خدا کی نظر میں ایک ایسا شخص ضرور ہو گا۔ جو کہ تمام نسل انسان کیلئے باعث فخر ہو۔ اور تمام انسانوں کا پسندیدہ ہو۔ اور یقیناً گذشتہ نبی اور پیغمبر اس مقدس ہستی کو خوب جانتے تھے۔ اور جس طرح داؤد نے اس کو میرا آقا کہہ کے پکارا وہ تمام اس کو اپنا آقا اور اپنا مخدوم سمجھتے تھے +

اسمیں شک نہیں کہ مفسرین عہد نامہ عتیق ان الفاظ کو مسیح پر چسپاں کرتے تھے۔ جو خود داؤد کی نسل سے ہو گا اور جب کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ان سے سوال کیا۔ جو متی ۲۲ میں درج ہے۔ تو اُن یہودیوں نے ایسا ہی جواب دیا تھا۔ جناب یسوع نے ایک دوسرا سوال کر کے کہ اگر وہ اس کا بیٹا تھا۔ تو پھر داؤد اس کو اپنا آقا کیونکر پکار سکتا تھا۔ یہودیوں کی بالکل تردید کر دی۔ جناب موصوف کے اس سوال نے حاضرین کو خاموش کرا دیا۔ اور اُن سے کوئی جواب نہ بن آیا۔ حاملان انجیل بحث کے اس ضروری مضمون کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بغیر کسی تشریح مزید اس مسئلہ کو چھوڑ دینا۔ نہ تو جناب یسوع کی شان کے لائق تھا۔ اور نہ ان کے وقائع نگاروں کے لئے کیونکہ قطع نظر اپنی الوہیت اور آپ کی شان نبوت کے جناب یسوع کیلئے بطور ایک معلم کے ضروری تھا کہ وہ خود اس مسئلہ کو حل قرار دیتے جس کو انھوں نے خود ہی اٹھایا تھا۔ بالخصوص جبکہ آپ دیکھتے تھے کہ آپ کے شاگرد اور آپ کی باتیں سننے والے لوگوں کو معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ وہ آقا کون شخص ہو سکتا ہے۔ یہ فرما کر کہ وہ آقا یا ایڈن جناب داؤد کا بیٹا نہیں ہو سکتا حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو اس خطاب کا مصداق قرار دینے سے انکار کر دیا ہے جناب مسیح کے یہ الفاظ اس امر پر فیصلہ کن ہیں +

میں گمان نہیں کر سکتا کہ ایک معلم اپنے شاگردوں کو اپنے ایک سوال کا جواب نہ دینے کے قابل پا کر خاموش رہے جب تک کہ وہ خود اس سوال کے متعلق واقفیت تامہ نہ رکھتا ہو۔ اور اس کے حل کرنے پر قادر نہ ہو لیکن صورت حالات نہیں ہے۔ جناب مسیح علیہ السلام ہرگز اس سوال کے حل سے ناواقف نہ تھے۔ وہ خدا کا ایک مقرب نبی تھا جس کے دل کے اندر

ایک طرف خدا کی محبت کی آگ شعلہ زن تھی۔ تو دوسری طرف مخلوق خدا سے ہمدردی سے آپ کا دل مملو تھا آپ نے اس مسئلہ کو بغیر حل کئے۔ اور اس سوال کو جواب دیئے بغیر نہیں چھوڑا کلیسیہ کی انجیلیں اس سوال کا جواب کہ داؤد کا آقا کون تھا؟ جو جناب مسیح نے دیا بیان نہیں کرتیں۔ ہاں برنباس کی انجیل بیان کرتی ہے۔ کلیسیاؤں نے اس انجیل کو مردود قرار دیا ہے کیونکہ اسکی زبان نازل شدہ کتابوں کے مطابق ہے۔ اور کیونکہ جناب مسیح کے مشن کی نوعیت کے متعلق اسمیں واضح واضح باتیں درج ہیں۔ اور اس لئے کہ جناب مسیح کے اصل الفاظ جو آپنے حضرت محمد صلعم کے متعلق فرمائے اسمیں لکھے ہوئے ہیں۔ اس انجیل کی ایک جلد آسانی سے مل سکتی ہے۔ اس کے اندر جناب مسیح کا جواب آپ کو ملیگا۔ آپنے فرمایا۔ کہ خدا اور ابراہیم کے درمیان جو عہد تھا۔ اسماعیل سے متعلق تھا۔ اور یہ کہ وہ "نہایت شاندار تعریف کیا گیا (محمد) اسماعیل کی اولاد میں سے ہوگا۔ اور اسحاق کی اولاد میں سے جو داؤد کی نسل سے ہے نہیں ہوگا۔ جناب یسوع نے اکثر اور بار بار حضرت محمد صلعم کا ذکر کیا ہے۔ آپنے حضور صلعم کی روح پاک کو آسمان پر دیکھا تھا۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور موقعہ پر اس بائبل کے متعلق کسی قدر بسط کے ساتھ لکھوں گا +

اسمیں کلام نہیں۔ کہ جناب دانیال نے برناشا سے اعظم یعنے محمد رسول اللہ صلعم کو مکاشفہ کے اندر جس آنکھ سے دیکھا۔ اسی نبیوں والی آنکھ سے جناب داؤد نے دیکھا۔ یہ وہی عظیم الشان اور محمود خلائق انسان ہے جس کو نبی ایوب نے اپنے مکاشفہ میں دیکھا۔ اور جس کی نسبت فرمایا۔ کہ وہ نبی نوع انسان کو طاغوتی طاقتوں سے رہائی دلانے کا موجب ہوگا۔ آؤ ذرا اس امر کی جستجو کریں۔ کہ کیا جناب سالت مآب کی ذات برکات ہی ہے جس کو جناب داؤد میرا آقا یا میرا ایڈن کہ کے پکارتے ہیں۔ یہ بات کہ جناب سرور کائنات ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں کئی وجوہات کی بناء پر ثابت کی جا سکتی ہے۔ جناب کو سید المرسلین کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ اور ایڈن اف پر اقلس" کے بھی یہی معنے ہیں۔ عہد نامۂ عتیق کے یہ الفاظ اس قدر واضح ہیں۔ کہ ان لوگوں کے فہم و فراست پر جو ان کو سمجھنے سے عاری ہیں۔ رہ رہ کے تعجب آتا ہے۔ اب ذیل میں کسی قدر تشریح کے ساتھ ان دلائل کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کی رُو سے پیشگوئی بالا کے مصداق محض حضرت ختم المرسلین افضل النبیین جناب محمد رسول اللہ صلعم ہی ٹھیر سکتے ہیں۔

الف۔ خدا اور اس کی مخلوق کے نزدیک سب سے بڑا ایڈن" وہ شخص نہیں ہو سکتا۔ جو کہ بہت بڑا فاتح ہو یا خلق خدا کے اندر سیفک الدما کا مصداق بن کر سب سے زیادہ خونریزی اور مردم کشی کا موجب ہو۔ نہ ہی ایسا شخص اس عظیم الشان خطاب کا مستحق ہو سکتا ہے۔ جو کہ تعلقات دُنیوی سے کنارہ کش ہو کر اپنی زندگی کسی غار کے اندر صرف کرتا ہے۔ اور محض اپنے تزکیہ نفس اور اپنی نجات کے حصول کیلئے تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتا ہے۔ بلکہ اس کا مستحق وہی اور محض وہی ہو سکتا ہے جو کہ

مخلوق خدا کی سب سے زیادہ خدمت اور سب سے زیادہ بھلائی کرتا ہے۔ اور خدائے واحد کے عطا کردہ علم کی روشنی کے نیچے اُن کو لاتا ہے۔ اور طاغوتی طاقتوں کا قلع قمع کرتا اور دُنیا کے اندر تمام شیطانی معبودوں اور تمام شیطانی کاموں کی بیخکنی کر دیتا ہے۔ ذاتِ پاک حضرت سرورِ کائنات ہی تھی جس نے بدی کے سر کو کچلا اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید بجا طور پر شیطان کو ابلیس یعنی کچلا ہوا کہہ کے پکارتا ہے آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے تھانہ کعبہ کے متبرک مقام کو اور تمام ملک عرب کو بُتوں سے پاک صاف کر دیا۔ اور عربوں کو جو جاہل اور بُت پرست تھے۔ نور ہدیٰ سے معمور کر دیا۔ اور اُن کو وہ اعلےٰ اور عمدہ تہذیب دیا کہ جس سے ان کی آنکھیں کُھل گئیں۔ اور اُن کو دنیا کے اندر ایک با اقتدار قوم بنا دیا۔ عرب خود اس طرف سے منور ہوئے۔ غرضیکہ خدمت خدا کے بارہ میں حضرت سرور کائنات کی کامیابی بینظیر ہے۔ اور اس کی مثال صفحہ ہستی پر نظر نہیں آتی۔ انبیاء اولیاء اور شہدا خدا کا لشکر ہیں شیطانی طاقتوں کے مقابلہ میں اور محمد رسُول اللہ علیہ وسلم ان سب کے مسلمہ طور پر سپہ سالار اعظم ہیں آپ ہی اور محض آپ ہی پر جو داؤد کے آقا اور ایڈن ہیں۔ اور نہ صرف داؤد کے ہی بلکہ جملہ مرسلین کے آپ آقا و مالک ہیں۔ کیونکہ آپ کے دستِ مُبارک سے ہی یہ عظیم الشان کارنامے منصہ شہود میں آئے کہ فلسطین اور اُن تمام ملکوں سے جہاں جناب ابراہیم علیہ السلام کا گذر ہوا بت پرستی کی لعنت سے پاک صاف کر دیا۔ اور ان کو غیر کی حکومت سے آزاد کر دیا۔

(۲) چونکہ جناب مسیح علیہ السلام اقرار کرتے ہیں۔ کہ وہ داؤد کے آقا نہیں ہیں۔ تو انبیاء کی صف کے اندر اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔ جو کہ جناب داؤد کا آقا کہلا سکے۔ اور جبکہ ہم اُس تغیر کا جو جناب سرور کائنات فرزند رشید حضرت اسمٰعیل کے وجود سے دُنیا کے اندر معرض ظہور میں آیا ہزاروں نبیوں کے کارناموں سے بحیثیت مجموعی مقابلہ کرتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ صرف محمد رسُول اللہ ہی ہیں۔ جو کہ ایڈن کے قابل فخر اور شاندار خطاب کے مستحق ہو سکتے ہیں +

(۳) جناب داؤد کو کیونکر علم ہوا کہ یاواہ نے ایڈن سے کہا ہے۔ کہ تو میرے دائیں طرف بیٹھ جب تک کہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے ایک پائدان بنا کر رکھ دوں۔ اور جناب داؤد نے خدا کی کلام کب سُنی؟ جناب مسیح خود اس کا جواب دیتے ہیں کہ داؤد نے رُوحانی رنگ میں یہ لکھا ہے۔ اس نے ایڈن محمد کو دیکھا۔ اسی طرح جس طرح کہ دانیال نے اس کو دیکھا تھا۔ اور سینٹ پال نے بھی دیکھا تھا۔ اور کئی اور نے دیکھا تھا۔ بے شک یہ راز کہ تو میرے دائیں طرف بیٹھ جا۔ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ لیکن ہم آسانی سے خیال کر سکتے ہیں۔ کہ یہ اعزاز جو جناب ذات رسالت پناہ کو حاصل ہوا۔ اور آپ خدا کے تخت سے دائیں طرف بیٹھے۔ اور اس طرح سے

آپ کو ایذان کا منصب نصیب ہوا۔ یہ حضورؐ کو شب معراج کو حاصل ہوا۔

(۴) صرف ایک بڑا اعتراض جو محمد رسول اللہ کے مقدس اور آلہی مشن کے خلاف بیان کیا جاتا ہے۔ تردید ہے۔ اصول تثلیث کی جو آپ نے کی لیکن عہد نامہ عتیق کے اندر اللہ کے سوائے کسی اور خدا کا نام نہیں۔ اگر داؤد کا آقا کسی تثلیثی خدا کے دائیں پہلو میں نہیں بیٹھا۔ بلکہ ایک ہی خدائے واحد و قہار کے پہلو میں۔ لہذا ان انبیاؤں میں سے جو کہ خدا پر ایمان رکھتے اور اسکی خدمت کرتے تھے۔ آپ اسقدر بڑی شان والے تھے۔ کسی نے اس قدر عظیم الشان خدمت خدا اور مخلوق خدا کی نہیں کی جسقدر کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد وبارك وسلم +

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

جناب اہی ای ہیتر رقمطراز ہیں۔ کہ عیسائیت نے اسلامی تعلیم کے بالکل برعکس تعلیم عورت کے متعلق دی ہے۔ اور یہ کہ خود جناب مسیح صنف نازک کی بہت عزت و احترام کرتے تھے عیسائی ممالک کی عورتوں نے کما حقہ اس کو نہیں سمجھا کہ جناب مسیح اور آپ کی تعلیم کا کس قدر احسان ان پر ہے۔ مسیح ہی درحقیقت متاہل زندگی کی اصلی مسرت کا بانی تھا اور یہی ایک امر مسلمانوں کے اندر تبلیغ کرنے کا ہمیں حق بجانب قرار دیتا ہے اسلامی ممالک کے اندر ہزاروں ایسے اشخاص تھے۔ جو درحقیقت اندر ہی اندر مسیحی معتقدات کے ماننے والے تھے اور انھیں اپنے معتقدات کو اس لئے پوشیدہ رکھنا پڑتا تھا کہ وہ تشدد سے خائف تھے باوجود اس کے کئی ایسے تھے جو ان تکالیف کا سامنا کرنے کیلئے ہمہ تن تیار تھے اور ان کے استقلال اور یقین اور قربانی کی روح کو دیکھ کر عیسائی بھی شرماتے تھے +

اب یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے۔ کہ عیسائی پادری لوگ موجودہ حالات کے اندر جو خوش کن نتائج پیدا ہو کرتے ہیں ان کا مستحق اجر اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔ اور جو امور برعکس اس کے دل شکنی کا موجب ہو رہے ہیں۔ انکی ذمہ داری سے اپنے آپ کو بری قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آجکل "تہذیب" اور "عیسائیت" کے الفاظ کو آپس میں ایسا خلط ملط کیا جاتا ہے کہ گویا وہ بالکل مترادف ہیں اور اسلامی ممالک مثلاً ٹرکی اور افغانستان اور ایران میں جو دور جدید جاری ہو رہا ہے پادریوں کے نزدیک وہ مغربی اور عیسائی اصول کا تتبع ہے +

ان باتوں کا جواب معصر لائٹ لاہور نے نہایت معقول رنگ میں دیا ہے۔ دیکھو لائٹ ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۸ء جس میں لکھا ہے:۔

اینٹیفیصی نے عہد نامۂ جدید میں سے سینٹ پال کا حوالہ دیکر ظاہر کرنا چاہا ہے۔ کہ عیسائیت میں عورت کی بہت قدر و منزلت ہے۔ اور لکھتا ہے۔ کہ کلیسیہ عورت کی بہت عزت کرتا ہے۔ اور مریم جو ہمارے خداوند کی متبرک والدہ ہے۔ وہ خدا کے لیوں میں سے سب سے بڑی سمجھی ہے۔ ہم جناب مریم کی بہت عزت کرتے ہیں کیونکہ وہ عزت کی مستحق ہے۔ اور قرآن مجید نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے لیکن ہر ایک شخص کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خداوند کی متبرک والدہ کن الفاظ سے خود خداوند سے مخاطب کی گئی تھی۔ چنانچہ یوحنا کی انجیل میں ہے۔ "اور یسوع نے اس سے (مریم سے) کہا "اے عورت مجھے تم سے کیا"؟ باب ۲ آیت ۳-۴۔ اور پھر اسی عہد نامۂ جدید میں ہی جناب سینٹ پال عورت مرد کے مساوات کے متعلق کیا کہتے ہیں "لیکن میں تم پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ہر ایک آدمی کا سردار مسیح ہے۔ اور عورت کا سردار آدمی ہے اور مسیح کا سردار خدا ہے .... کیونکہ مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد میں سے ہے۔ نہ مرد عورت کے لئے پیدا کیا گیا تھا بلکہ عورت مرد کے لئے بنائی گئی تھی"۔ بقول سینٹ کرسٹم عورت ایک ضروری برائی ہے"۔ ایک بلا ہے جس کی خواہش کی جاتی ہے۔ ایک مہلک نعیب چیز ہے۔ ایک بدی ہے۔ جو بظاہر خوشنما معلوم ہوتی ہے سینٹ کلیمنٹ آف الیگزینڈریا کہتا ہے "سب سے اعلےٰ یہ کہ یہ امر درست معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم عورتوں کی نظروں سے اوجھل ہیں سینٹ جیروم نے عورتوں کو اس طرح سے ملزم قرار دیا ہے "تم نے انسان کو جو خدا کی شکل تھا کس آسانی سے تباہ کر دیا تمہاری وجہ سے خدا کے بیٹے کو مرنا پڑا"۔ چھٹی صدی میں میکن کی مجلس کلیسیہ میں یہ بحث زیر غور رہا کہ آیا عورت انسان ہے یا نہیں۔ کاربیج کی کونسل نے ۹۱۰ء میں بعد از مسیح عورتوں کو بپتسمہ لینے بلکہ اُن کو پڑھنے سے منع کر دیا سوائے اس کے وہ اپنے خاوند کے ساتھ پڑھ سکتی ہے۔ جان ناکس نے ایک دفعہ بیان کیا کہ ...... "عورتوں کی فطرت میں ایسی برائیاں پوشیدہ ہیں۔ جو نا قابل برداشت ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ قدرت نے ہی اُن کو کمزور۔ نازک بے صبر۔ تحیف۔ بے وقوف بنایا ہے۔ اور تجربہ نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ غیر مستقل مزاج متلون ظالم اور ان میں عقل و دانائی کی روح مفقود ہے"۔ پھر لکھا ہے۔ کہ بتقاضائے فطرت۔ حسب قول سینٹ پال اور بڑے بڑے مقدسین کے فیصلہ جات کے مطابق خدا نے عورت کو حکم سلطنت اور مردوں پر حکومت کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کے بانی مارٹن لوتھر کی تعلیم عورتوں کے متعلق یہ تھی کہ ان کو محض بچے پالنے چاہئیں۔ گھر کا کام کاج کرنا چاہیئے اور اپنے خاوندوں کے تمام احکام کی پیروی کرنی چاہیئے سینٹ سائمن سٹائی لائٹیز کی والدہ کئی سال تک اپنے بیٹے کی تلاش میں سرگرداں

رہی۔ تین دن اور راتیں وہ اپنے بیٹے کے دروازے پر اس سے ملنے کی درخواست کرتی رہی لیکن اجازت نہ دی گئی اور جب وہ بھوک اور کمزوری کی جاں بلب ہو گئی۔ اور جب فوت ہو گئی۔ تو اس کا ولی بیٹا دروازے سے باہر نکلا اور اپنی ماں کی لاش پر چند لفظ دُعا کے کہے۔ کثرت الازدواجی کے متعلق سر ہملٹن صاحب کہتے ہیں۔ کہ :۔

"کثیر الازدواجی کو نہ تو لوتھر نے اور نہ میلن کتھن نے بطور مذہبی فریضہ کے کبھی ترک کیا۔ دونوں نے کئی ایک مواقع پر اس کے تعامل پر اپنی مہر تصدیق ثبت کی ہے کثیر الازدواجی کے متعلق جان ملٹن نے لکھا ہے۔ کہ کن وجوہات کی بناء پر ایک ایسے تعامل کو چھوڑا جا سکتا ہے۔ جو نہ تو قابل شرم ہے۔ اور نہ کسی کے لئے توہین کا موجب ہو سکتی ہے۔ اور جو کسی شخص کیلئے منع نہیں ہے۔ اور نہ انجیل کے حکم کے خلاف ہے۔ مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کثیر الازدواجی قانون خدا کی رُو سے جائز اور درست ہے۔ پندرھویں صدی میں سینٹ البانس کی خانقاہ میں راہب تارکین علائیہ عورتوں کے ساتھ ربط و ضبط رکھتے تھے کینٹربری کی سینٹ آگسٹائن کی خانقاہ میں ایک زاہد کے متعلق ہم یہ پڑھتے ہیں۔ کہ ایک گاؤں میں اس کے سترہ بچے ناجائز طریق پر پیدا شدہ رہتے تھے۔ ایک دوسرے زاہد کے متعلق ثابت ہوا تھا۔ کہ ستر سے کم اُس کی لونڈیاں نہیں تھیں + ایک اَور صاحب نے خود اقرار کیا تھا۔ کہ دو سو عورتوں کے ساتھ اس کے ناجائز تعلقات تھے۔ جو کہ اس کی نگرانی کے ماتحت رکھی گئی تھیں ہنری ہشتم کے زمانہ میں ایک قانون پارلیمنٹ کا پاس ہوا تھا جس کی رُو سے عورتوں کو عہد نامہ جدید کے پڑھنے سے روک دیا گیا تھا سپنسر نے اپنی کتاب Descriptive Sociology میں لکھا ہے۔ کہ عورتیں انگلستان میں پانچویں صدی سے ۱۱ ویں صدی تک خریدی جاتی تھیں۔ حالانکہ ۱۱ ویں صدی تک کلیسیائی عدالتوں کا قانون تھا کہ ایک خاوند اپنی بیوی ایک اتنے عرصہ تک دوسرے شخص کو دے سکتا ہے۔ جتنے عرصہ کے لئے لینے والے کی مرضی ہو۔ اور بدترین قسم کا وہ حق تھا۔ جو کہ ایک رُوحانی یا دُنیوی حاکم کو ایک غریب کی عورت پر اس کی شادی سے چوبیس گھنٹوں تک حاصل تھا۔ ۱۵۶۷ء میں سکاٹس پارلیمنٹ نے یہ حکم صادر کیا تھا کہ کسی عورت کو کوئی اختیار نہیں ملنا چاہئے"۔

اِن سطور کے پڑھ لینے کے بعد کیا کوئی شخص دیانتداری سے کہہ سکتا ہے۔ کہ عیسائیت نے صنف نازک کیلئے واقعی وہ کچھ کیا ہے جس کا اظہار مسٹر ہیبر نے اپنے مضمون میں جس کا اقتباس ہم اُوپر دے آئے ہیں کیا ہے۔ مسٹر ہیبر کی مندرجہ بالا تحریر پڑھ کر ہمیں یہ مصرع یاد آ گیا۔ کہ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

سورۂ فاتحہ کا پڑھنا نمازوں کے اندر کیوں ضروری ہے

جب غیر مسلم سیاح اسلامی ممالک میں یہ کہتے ہیں۔ کہ اسلامی نماز ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جس کے اندر روح نہیں کیونکہ اس کے لئے لازمی ہے کہ یہ عربی زبان میں ہی ادا کی جائے۔ تو افسوس ہمارے مسلمان دوست اس قسم کے اعتراضات کا کافی وشافی جواب دینے کی بجائے ان کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔ مثلاً مرحوم و مغفور سید امیر علی بالعاپر مسلمہ طور پر دین اسلام کے ایک بہت بڑے حامی اور جو کچھ انھوں نے تحفظ اسلام کے بارے میں کیا شاید اب تک کوئی مسلم نہیں کر سکا اور جنھوں نے اسلام کے متعلق بے انتہا غلط فہمیوں کو اور مسلمانوں کے خلاف جو غلط الزامات تراشے گئے تھے ان کا رد کیا۔ وہ اپنی مشہور و معروف کتاب سپرٹ اف اسلام کے صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ لندن ۱۹۲۲ء میں فرماتے ہیں۔ اسلام کی اصلاح اس وقت شروع ہوگی۔ جبکہ یہ یقین کر لیا جائے۔ کہ الٰہی الفاظ خواہ کسی زبان میں ترجمہ کر دیئے جائیں۔ ان کے اندر ہی خدائی الفاظ ہونے کی خصوصیت قائم رہیگی۔ اور لوگوں کی نمازیں یا عبادت خواہ کسی زبان میں کریں۔ خداوند تعالیٰ کے ہاں شرف قبولیت حاصل کرینگی +

جناب سید مرحوم و مغفور کے مندرجہ بالا الفاظ آج کل کے مسلمانوں کی ذہنیت کا نقشہ پیش کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ ان تغیر و تبدلات کا نتیجہ ہے۔ جو دنیائے اسلام میں واقع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے خیالات خواہ نہایت نیک نیتی سے ظاہر کئے گئے ہوں لاریب بہت ہی تنگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے اندر حس مفقود ہوتی ہے جس سے انسان محض وقتی حالات کا مطالعہ نہیں کرتے بلکہ اس کے ان کی نظر دور تک پہنچتی ہے +

یہ بات درست ہے۔ کہ نماز کو عربی میں ہی پڑھنا چاہئے۔ اور اس نماز کا نہایت ہی ضروری حصہ جسے جزو لاینفک کہنا چاہئے سورۃ فاتحہ ہے۔ اب اس سورۃ فاتحہ کو بعینہٖ نماز کے اندر پڑھنا فرض ہے کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ کوئی نماز بغیر سورۂ فاتحہ کے مکمل نہیں ہے +

اب جہاں تک سورۃ فاتحہ کا سوال ہے۔ نہ مسلم اور نہ غیر مسلم کو اس کے متعلق کوئی اعتراض ہے۔ کیونکہ اس سورۃ کی آیات انسان کی اس دلی تڑپ کی ترجمانی کرتے ہیں جسمیں وہ اپنے آپ کو صراط مستقیم یا سیدھے راستہ پر چلنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔ اور قرآن مجید کے بڑے بڑے نقاد جو مختلف زمانوں میں مختلف ممالک میں ہو گزرے ہیں۔ وہ سورہ فاتحہ کی جامعیت اس کے کمالات اور اسکی خوبیوں میں متحد اللسان ہیں۔ نیز یہ اقرار

ہے۔ کہ کوئی شخص طوطے کے طور پر آیات و الفاظ قرآنی کے رٹ لینے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ نماز پڑھنے والے کیلئے ضروری ہے۔ کہ حالت نماز میں وہ جو کچھ پڑھتا ہے اس کو سمجھ بھی سکے۔ اور جو کچھ اسکی زبان سے نکلتا ہے، دل سے اندر بھی وہ ہو۔ اب اس قسم کے معترضات کی وقعت کہ نماز عربی زبان کے علاوہ اور کسی زبان میں پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ خود بخود گھٹ جاتی ہے۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا کے نصف حصہ کے مسلمانوں سے زیادہ تعداد مسلمانوں کی مادری زبان عربی ہے۔ ہاں یہی اعتراض اگر دوسرے مردہ زبانوں مثلاً سنسکرت وغیرہ کے متعلق کیا جائے تو درست ہو گا۔ جو کہ مسلمہ طور پر مردہ سمجھی جاتی ہیں۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ انسان حالات و واقعات گرد و پیش سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ اور ان میں اس کا انہماک ایک مسلمہ بات ہے۔ لیکن اگر ایک نمازی زبان سے ناواقف بھی ہے تو بھی وہ کم از کم اس قدر تو ضرور سمجھتا ہے۔ اور اس کو یقین ہے کہ وہ خدا کے حضور میں کھڑا ہے۔ اور اسکی طبیعت پر خدا تعالیٰ کی جبروت و جلال کا ایک رعب بیٹھا ہوا ہے۔ اور اس کے تمام کاموں میں خدائے واحد کے حاضر و ناظر ہونے کا اسکو یقین ہوتا ہے۔ اور جبکہ وہ کسی اسلامی ملک میں جاتا ہے جہاں کہ عربی زبان بولی جاتی ہے۔ اور اس کو نماز با جماعت پڑھنے کا موقعہ ملتا ہے۔ جو اگرچہ اسکی مادری زبان تو کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ لیکن وہ اپنی نماز ایک نئے ملک کے اندر اپنے دوسرے ہم مذہب بھائیوں کے ساتھ ایک ہی زبان میں ادا کر سکتا ہے۔ ہم نے کئی مواقع پر مختلف اقسام کے جلوس اور نمائشیں دیکھی ہیں۔ اور فوجی تزک و احتشام کے بھی نظارے دیکھے ہیں۔ لیکن ایک مسلمان جبکہ وہ اپنے آپ کو ایک ایسے مجمع کے اندر جہاں دنیا کے متفرق گوشوں میں سے جمع ہوئے ہوئے ہیں نماز ادا کرنے جاتا ہے۔ تو اس کے دل کی کیفیت اور اثر کو کون بیان کر سکتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ اس مجمع میں کوئی ترک ہے۔ اور کوئی کرد۔ کوئی عرب۔ کوئی فارسی۔ کوئی افریقی اور کوئی چینی ایک آہنی دیوار کی طرح اکٹھے پہلو بہ پہلو دوش بدوش کھڑے ہیں۔ اور ایک امام کے پیچھے کھڑے ہیں جو کہ عربی میں نماز ادا کر رہا ہے۔ جو قرآن مجید کی زبان ہے۔ تو اس پر ایک وجد طاری ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ بحمدہ۔ اس قسم کا نظارہ محض ظاہری رعب و داب کا موجب نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان کی روحانی حالت پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ اور اسلامی اخوت اور اسلامی برادری کا رشتہ اس سے نہایت درجہ مضبوط اور مستحکم ہو جاتا ہے۔ اور یہ تب ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ تمام دنیا کے اندر اور تمام مسلمان قوموں کے اندر سورہ فاتحہ ہی پڑھی جائے۔ اور نماز کی یہ یکسانیت بلحاظ زبان کے قائم رکھی جائے۔

یہاں تک تو درست ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو کوئی ذاتی غرض در پیش ہو اور یا کسی بلا سے رہائی اس کا مقصود ہو یا گناہوں کی مغفرت چاہتا ہو تو وہ بطیب خاطر اپنی مادری زبان میں دعا مانگ سکتا ہے۔ اور جس قدر خشوع و خضوع دکھانا چاہیے اپنے الفاظ میں کر سکتا ہے۔ لیکن اگر مصائب سے رہائی یا کسی خاص خواہش کا پورا کرنا ہی ہماری

نمازوں کا مقصد وحید ہو تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وحی شدہ یا مقرر کردہ دعاؤں کے پڑھنے سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے۔ کہ دونوں یعنے ضرورت اور طبیعتوں کے اختلاف نے انسان کو بیجان اور ان گھڑے پتھروں کے سامنے جھکنے پر آمادہ کیا۔ اور اس طرح ان میں وہ خیالات کی بلندی اور رفعت تخیل قطعاً مفقود و معدوم ہو گیا +

علاوہ ازیں ایک دعا جو بذریعہ وحی نازل ہوئی ہو۔ خواہ وہ کتنی ہی جامع اور مفصل کیوں نہ ہو۔ ہر ایک شخص کی خواہشات کی ترجمانی نہیں کر سکتی۔ پورا پورا جوش اور حقیقی محبت اپنی مادری زبان میں اداکئے جا سکتے ہیں۔ اور یہی حصہ ہے۔ کہ اسلام ہمارے سامنے دعا کی ایک ہی صورت پیش کرتا ہے۔ اسلامی نکتہ نگاہ سے دعا مذہب کی بڑی علامت اور حقیقی اسلامی زندگی کو انسان کے اندر پیدا کرنیوالی چیز ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ چونکہ یہ دعا انسان کو اسلامی زندگی کو یاد دلاتی ہے۔ اسلئے دعا کا نام ذکر رکھا گیا ہے۔ سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کی جو ہدایت ہے اس کا یہی مطلب ہے۔ کہ ایک انسان ان گہرے اور اعلےٰ مطالب کو یاد کرتا رہے۔ جو اس سورۂ مبارکہ میں مذکور ہیں +

لیکن جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ کوئی انسان ذاتی خواہشات اور ذاتی مقاصد سے خالی نہیں ہوتا اور وہ خواہشات اور وہ مقاصد دلی انسان کی اپنی زبان میں ہی کماحقہٗ ظاہر کیا جا سکتے ہیں۔ اور ہم یقینی طور پر جانتے ہیں۔ کہ وہ ذاتی مقاصد ایک کامل اور مکمل زندگی کا بدل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے اسلام نے

سورۂ فاتحہ

کو تمام نمازوں کے اندر لازمی قرار دیکر اس مشکل کو حل کر دیا ہے۔ تاکہ اسلامی زندگی کے اعلےٰ مقاصد ہم تغافل نہ ہو جائیں۔ اور ساتھ ہی ہمیں اجازت دی ہے۔ کہ ہم سجدہ کی حالت میں اپنی اپنی زبان میں اپنے ذاتی مقاصد اور خواہشیں بیان کر کے خدا سے دعا کریں۔ زندگی کا مقصد اعلےٰ اسلامی نکتہ نگاہ سے جو ہے وہ اللہ رحمان رحیم اور رب میں مرکوز ہے۔ آنحضرت صلعم کی ایک حدیث کی رُو سے مسلمان کو نصیحت دی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو اخلاق الٰہیہ میں رنگین کرے۔ تخلقوا باخلاق اللہ +

ایک اور سبب یہی ہے۔ جس کی وجہ سے سورۂ فاتحہ کا اس کے اصل الفاظ میں ہی پڑھنا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ فاتحہ کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔ رحمٰن۔ رحیم۔ رب کا ترجمہ

عموماً بخشش کرنے والا۔ بہت مہربان اور پرورش کرنیوالا کے لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ الفاظ ترجمہ کے اصل الفاظ کے مفہوم کو ادا نہیں کرتے۔ الرحمٰن کے معنے ہیں ایسا مہربان اور بخشش کرنیوالا جس کا رحم اور بخشش انسان کی پیدائش سے پیشتر ہی معرض ظہور میں آتا ہے۔ یعنے ان چیزوں کو خدا نے پہلے ہی انسان کی ضروریات کے لئے مہیا کر رکھا ہے۔ اور حالانکہ انسان کی طرف سے ابھی کوئی عمل اس قسم کا ظہور میں نہیں آیا کہ جس کی طفیل سے وہ ان انعامات کا مستحق قرار دیا جا سکے۔ یہی صفت رحم کی الرحیم میں بیان کی گئی ہے اس صفت کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جبکہ انسان اپنے کسی عمل سے خدا تعالےٰ کے رحم کا مستحق اپنے آپ کو ٹھیرالے۔ لہذا رحمٰن کی صفت اللہ تعالےٰ کے بے انتہا قیمت اور فیاضی کو ظاہر کرتی ہے۔ اور رحیم کی صفت خدا کی بیرون از حد وحساب اور دائمی عنایات اور رحم کو ظاہر کرتی ہے۔ عربی لفظ رب محض پرورش کرنے۔ تربیت کرنے کے معنے کو ہی ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے معنوں میں تکمیل تک پہنچانے اور مکمل کرنے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ یعنے کسی چیز کا اسکی ابتدائی حالت سے لے کر ایسی تربیت کرنا کہ وہ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔ رب کے معنے ہیں کسی شے کا تربیت کرنا ایسے طریق سے کہ ایک حالت سے دوسری حالت تک وہ شئے ترقی کرتی جائے۔ حتیٰ کہ تکمیل کا جو آخری مرحلہ ہے۔ اس تک پہنچ جائے۔ لہذا رب ہی خالق کل ہے۔ جس نے اس کائنات کو محض ذرائع پرورش ہی عنایت نہیں فرمائے۔ بلکہ ہر ایک کے لئے پہلے ہی ایک حلقہ استعداد کا قائم کر دیا ہے۔ اور اس حلقہ کے اندر وہ ذرائع بہم پہنچائے ہیں۔ جن کی وجہ سے یہ اپنے تکمیل کے آخری منزل تک ترقی کرتا رہتا ہے۔ مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے۔ کہ مہربان۔ رحم والا۔ اور رب پرورش والا کے الفاظ اس مفہوم کے قریب تک بھی نہیں پہنچتے جو الفاظ رحمٰن۔ رحیم اور رب میں مرکوز ہیں۔
اور اخیر میں ہم کہتے ہیں۔ کہ اس دنیا کے اندر کس قدر عظیم الشان انقلاب واقع ہو جائیگا۔ جبکہ ہم میں سے ہر ایک خدا تعالیٰ کی صفات میں اپنے آپ کو رنگین کر دے گا۔ یعنے خدا کی صفات رحیمیت و رحمانیت اور ربوبیت سے ہر ایک انسان حصہ لیگا۔ و آخر دعوانا الحمد للہ رب العلمین +

ضروری عرضداشت ہم اپنے قارئین کرام سے متوقع ہیں کہ وہ اس رسالہ کے نشر و اشاعت کے لئے پوری کوشش فرمائینگے۔ تمام اردو رسالوں میں یہی ایک رسالہ ہے۔ جس کا مقصد وحید خدمت اسلام ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کی عزت کو اہل دنیا کے دلوں میں پیدا کرنا ہے۔ اگر ہر مہینہ میں اپنے معاونین کم از کم ایک خریدار دیدیں تو اس رسالہ کے ذریعہ اسلام کا بول بالا ہو۔ اور وہ عند اللہ ماجور ہوں گے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بسم اللہ شریف کی تفسیر

از قلم خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ اشاعت اسلام جلد ۱۵ نمبر ۳ صفحہ ۵۷ تا بابت ۶۷

الٰہیات کے بعد اس مقدس جملہ نے انسان کے اقتصادی اور عملی پہلو پر جو زبردست اثر کیا اسکی نظیر اسلام سے پہلے تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی۔ آنحضرت صلعم نے اس حقیقت کو دو لفظوں میں ظاہر کر دیا آپ نے فرمایا۔ کہ جو کام بسم اللہ شریف کے بغیر شروع ہوگا۔ اس میں کوئی برکت نہ ہوگی۔ اس مقدس ارشاد کے یہ معنی ہو نہیں سکتے۔ کہ آغاز کار پر جس نے بسم اللہ کہہ دیا۔ وہ بابرکت ہو گیا۔ اور جس نے نہ کہا وہ اس برکت سے محروم رہا مشاہدہ اس بات کے برخلاف ہے۔ آج بسم اللہ پڑھنے والے مفلوک الحال اور جنکے منہ تک عمر بھر یہ مقدس فقرہ نہیں آیا۔ وہ ہر طرح مرفع الحال نظر آتے ہیں۔ علاوہ ازیں ختمیت مآب کا اسوۂ پاک خود اس حدیث کی بہترین تفسیر ہے۔ اگر تو بسم اللہ شریف کا تکرار ہی ہر خیر و برکت کو جذب کر سکتا تھا۔ تو پھر آپ کو شبانہ روز محنت و مشقت کی کیا ضرورت تھی۔ دُنیا کی تمام بڑی شخصیتوں میں صرف ایک آپ کی ذات پاک ہے جس کا ایک لمحہ بھی سعی و کوشش سے خالی نہیں گیا۔ قوت عمل اور اس کے نتائج کا اگر کوئی مجسمہ نظر آتا ہے۔ تو صرف آپ ہی ذات پاک ہے۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس حدیث میں آپ کی منشاء تکرار لفظی سے بھی ہے

کسی کام کی کامیابی اور اس کے لئے تحریص عمل تین باتوں سے والبستہ ہے۔ اگر یہ تین باتیں نہ ہوں تو کوئی کسی کام کی طرف توجہ نہ کرے گا۔ اوّل مواد کی موجودگی یعنے ہم جو چیز کرنی چاہتے ہیں۔ اس کا مواد اور مصالحہ موجود ہو جو ہمارے ذریعہ عمل آئے۔ دوسرا کام کرنے والے میں استعداد و قوت عمل کا ہونا یعنے ہم میں اس کام کے انجام دینے کی اہلیت کا موجود ہونا۔ تیسرا نتائج عمل۔ یعنے ہماری محنت کا بارور ہونا جب تک ان تین باتوں پر کامل یقین نہ ہو۔ ہم میں عمل کے لئے کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ بسم اللہ شریف نے ہمیں ان تینوں باتوں کا یقین دلا دیا۔ یعنے انسان کوئی بھی کام کرنا چاہے فیض رحمانیت نے اسکے لئے مواد اور مصالحہ تیار کر رکھا ہے۔ ایسے ہی اسی فیض نے انسان میں ہر کام کرنے کی استعداد بھی رکھدی ہے بشرطیکہ وہ استعداد روبراہ ہو جائے۔ دوسری طرف فیض رحیمیت اس بات کی ضمانت ہے۔ کہ ہمارا کوئی بھی عمل ضائع نہ ہوگا۔ اس امر میں نہ صرف ایک کا بدلہ ایک ہوگا۔ بلکہ صحیح طریق پر اگر ایک قدم عمل

اُٹھایا جائے تو کامیابی خیر و برکت کے ساتھ دس گنا ہو کر ہماری طرف آتی ہے۔ مثلاً زمین آسمان کے خزانے جو غلے کے ایک دانے کے پیدا کرنے میں امداد دیتے ہیں۔ وہ فیض رحمانیت نے پہلے سے ہی پیدا کر دیئے ہیں۔ بالمقابل کشاورزی کی استعداد و قوت انسان میں موجود ہے۔ جونہی انسان نے زمین تیار کر کے ایک دانہ بطور تخم ڈالا فیض رحیمیت اُسے دس سے سو دانے تک بنا دیا۔ رحمانیت اور رحیمیت کا یہ رنگ ایک بین الفہم مشاہدہ ہے۔ ہمارے ہر شعبۂ زندگی میں یہی بات نظر آ رہی ہے۔ الغرض قوت عمل کو تحریک میں لانے کے لئے اور مٹی کو سونا بنانے کے لئے بسم اللہ شریف کے ذریعہ کیسا بابرکت انکشاف ہوا۔ قرآن کریم نے مختلف مواقع پر کھول کھول کر بتایا کہ انسان جو کچھ چاہے جتنے کو جو چیز بھی اسکی قوت متخیلہ تجویز کرے۔ اس کے حصول کے سامان نہ صرف پہلے ہی سے پیدا شدہ ہیں۔ بلکہ اس کے حصول کی استعداد بھی انسان میں موجود ہے۔ صرف اسکی قوت عمل میں حرکت آنے کی ضرورت ہے۔ اور مطلوبہ چیز اس کے قبضہ میں آ جائیگی۔ آج علمی ایجادات میں چند سالوں کے اندر دُنیا کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ وہ باتیں جو آج سے پہلے نہ صرف فسانہ ہی تھیں۔ بلکہ انسانی وہم و گمان سے بھی بالا تھیں۔ سب کی سب موجود ہو گئیں۔ فوٹو گرافی۔ تصاویر متحرکہ لاسلکی پیغام رسانی۔ ہواؤں میں سفر کرنا۔ آب دوز جہاز۔ ریڈیو براڈ کاسٹ ٹیلیفون یہ وہ باتیں ہیں جن کا ذکر احادیث متعلقہ حیات بعد الموت میں ہم تو پاتے ہیں۔ مگر کسی اعلےٰ سے اعلےٰ قوت متخیلہ کا مالک بھی آج سے پہلے ان امور کو تصور میں نہ لا سکتا تھا۔ اور آج یہ سب کی سب باتیں انسانی قبضہ میں آتی جاتی ہیں لیکن ان ایجادات کے پیدا کرنے میں کوئی مصالحہ یا مواد باہر سے نہیں آیا نہ پیدا ہوا۔ بلکہ یہ ساری کی ساری چیزیں پہلے ہی موجود تھیں۔ تل کی اوٹ میں ایک پہاڑ کا پہاڑ پنہاں تھا۔ دماغی کاوش اور قوت عمل نے موہوم اور غیر ممکن چیزوں کو حقیقت کر دیا۔ نہ معلوم اور کس قدر بے شمار خزانے ہمارے علم و قبضۂ قدرت میں آنے والے ہیں لیکن ان تمام نعمائے کا حصول ایک ایمان و یقین سے وابستہ تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک چیز کا مواد پیدا ہو چکا ہے۔ اور مواد سہل الحصول ہے۔ اس کے حصول کے لئے انسانی استعداد کافی ہے۔ اور انسان کی محنت بالیقین ثمر آور ہے *

الہام قرآن نے انسان پر کس قدر بیش از بیش احسان کیا۔ ایک بسم اللہ شریف نے ان حقائق کو ہمارے سامنے رکھ دیا کسی کام کے شروع کرنے میں اگر ہم بسم اللہ شریف کو عملی جامہ پہنا دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ

آنحضرت صلعم کے زمانے کے مطابق ہم ہر قسم کی خیر و برکت کے مالک ہو جائیں۔ ہر قسم کی پست ہمتی کم حوصلگی عدم جرات کسل نفسی القصور ہم سے دور ہو جاتی ہے۔ اگر بسم اللہ کا نام لے کر ہم کسی کام کو شروع کر دیں۔ تو ہم یقین کر لیں کہ مطلوبہ مواد موجود ہے۔ ہم میں استعداد عمل موجود ہے۔ اور ہماری محنت ضائع نہ جائیگی۔ تو پھر کامیابی ایک یقینی امر ہے۔ کوئی معترض کہہ سکتا ہے کہ اپنے ما فی الضمیر کو مبرہن کرنے کے لئے میں نے یہاں تکلف سے کام لیا۔ لیکن خود قرآن کریم نے لفظ رحمٰن کی تشریح یونہی فرمائی ہے۔ بار بار قرآن نے کہا۔ کہ زمین و آسمان میں جس قدر خزانے ہیں وہ سب کے سب ہمارے لئے ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہ دیا۔ تو وہ سب کے سب ہماری قوت عمل کے لئے مسخر ہو چکے ہیں۔ حتےٰ کہ جو چیز بھی[51] ہم مانگیں وہ دی جا چکی ہے۔ پھر کہا۔ خدا کی عطیات کی تو کوئی گنتی اور شمار ہی نہیں۔ ہاں ان کے حصول کے متعلق یہ ارشاد بھی کر دیا۔ کہ خدا تعالےٰ ان خزائن کو انسان پر مقررہ[52] انداز کے ماتحت نازل فرماتا ہے۔ جو ان خزائن سے مستفید ہونا چاہے۔ وہ ان اندازہائے معلومہ کو دریافت کرے۔ اُن قوانین الٰہیہ سے واقف ہو جائے جن کے ماتحت یہ خزائن انسان کے قبضہ میں آ جاتے ہیں۔ پھر خدا کے فضل کی بارش ایسے انسان پر برسنی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ ایک حقیقت عظمےٰ کا انکشاف تھا۔ جس کو تجربہ اور مشاہدہ نے ثابت کر دیا۔

آیات مندرجہ حاشیہ میں جن کی تشریح متن بالا میں ہو چکی دو باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں ایک تو وا تکم ما سالتموہ ما۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ جو چیز تم مانگو وہ ہم دے دینگے۔ بلکہ ارشاد کیا۔ کہ وہ پہلے سے دی جا چکی ہے۔ دوسرا اس کے حاصل کرنے کے لئے بقدر معلوم کا اشارہ فرما دیا یعنی تمہاری ضرورت کی چیزیں تو موجود ہیں۔ اور تمہارے لئے پہلے سے ہی پیدا کر رکھی ہیں لیکن وہ مقررہ اندازوں اور قوانین کے ماتحت نازل ہوتی ہیں۔ جو ان قوانین الٰہیہ پر احاطہ کر لے اور ان کے ذریعہ ان چیزوں کو پا لے مثلاً ہم چاہتے تھے۔ کہ گھر بیٹھے ہم دنیا جہان کی آوازیں سُن لیں۔ قرآن پاک نے یہ اشارہ کر کے ہمیں یہ بشارت دی کہ دُنیا بھر کے کسی علاقہ میں جو آواز کسی کے مُنہ سے نکلتی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہمارے کمرہ میں آ موجود ہوتی ہے ہاں اس کا سُنا جانا ایک قانون اور انداز کے ماتحت ہے۔ ہر بڈ بو براڈ کاسٹ کے موجد نے

---

[51] واتٰکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا (سورۂ ابراہیم رکوع ۵)

[52] وان من شیء الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم (سورۃ الحجر ر ۲)

ان اندازوں کو دریافت کر لیا۔ اور اُن کے ماتحت مشین بنا لی ہزار ہا میل کے بولے ہوئے الفاظ تو ہمارے گھر کی فضاء میں موجود تھے مشین نے اُن موجود لیکن خاموش آوازوں کو ظاہری لباس پہنا دیا +

یاد رکھو الہام یا وحی کے لفظی معنی اشارہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہم میں کُل استعدادیں رکھ کر یہ ہم پر چھوڑ دیا۔ کہ اُن استعدادوں کو ہم بالفعل کر لیں۔ ہاں اس کے لئے ہمیں اشارات دیدیئے۔ تاکہ ہم اپنی تحقیق کو اس طرف لگا دیں۔ فیض رحیمیت نے یہ پسند نہیں کیا۔ کہ بلا ہاتھ ہلائے ہمیں کچھ مل جائے۔ اس موقعہ پر ایک معترض کہہ سکتا ہے۔ کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ وہ آج سائنس کی روشنی میں کہہ رہا ہوں۔ جب علمی جد وجہد یہ باتیں ظہور میں لے آئی تو میری قلم سے اس طرح قرآن کی تفسیر ہونے لگی۔ یہ اعتراض اور بھی پختہ ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جنکے گھر میں قرآن ہے۔ وہ تو قدرت کے ان فیوض سے محروم ہیں۔ اور جو قرآن کو جانتے تک نہیں۔ وہ ان باتوں کو انسان کے قبضہ میں لا رہے ہیں۔ اس کا جواب آسان سی آسان ہے۔ اول تو یہ کُل انکشافات جدیدا ایک حقیقت پر مبنی ہے۔ یعنی اس کائنات میں ہر ایک چیز کے حصول کے اسباب کا پہلے سے موجود ہونا۔ دُنیا کی کسی چیز کا ایسا نہ ہونا جو کسی نہ کسی طریق پر انسان کے مصرف کی نہ ہو۔ ایسا ہی ہماری کوئی بھی ضرورت یا تقاضا ایسا نہیں کہ جس کی تسکین کے سامان اس کائنات میں موجود نہیں صرف کوشش شرط ہے۔ اور یہ چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں ؞

اب اس حقیقت کا کونسا پہلو ہے۔ جسے قرآن کریم نے کھول کر بیان نہ کر دیا ہو اس سے بڑھ کر خدمت انسان یا اس پر احسان اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ انسان پر ان امور کو آشکارا کر دیا۔ قرآن نے یہ کہہ کر کہ دُنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جو انسانی مصرف کے لئے نہ ہو۔ یا زمین و آسمان کی کُل چیزیں انسان کی خادم ہیں۔ کس قدر نسل انسانی کو خزائن کا مالک کر دیا۔ جس شخص نے تم کو یہ بتلا دیا کہ تمہارے گھر کے فلاں کونے میں ایک بیش بہا دفینہ ہے جو تُمہاری محنت کا محتاج ہے۔ اس نے وہ خزانہ ہی تم ہیں دیدیا۔ تو یہ عنایت قرآن کریم نے کی۔ ہاں یہ ہے کہ قرآن کے یہ اشارات و ہدایات آیا آج تک خزانہ بے کلید رہے۔ یا آج سے

پہلے کسی تجربہ میں بھی آئے۔ سو ظاہر ہے کہ قرآن کے نزول کے بعد ہی فوراً مسلمانوں نے علوم جدیدہ کی بنیاد رکھ دی۔ کائنات کے خزائن انھی کے قبضہ میں آگئے علوم جدید کی ہر ایک شاخ ان کی تحقیق میں آگئی۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے قرآن کے ان حقائق کو نظر بصیرت سے دیکھا۔ ان پر یہ ظاہر ہوگیا کہ اُن کی کُل ضروریات کے سامان موجود ہیں۔ زمین۔ پانی۔ ہوا۔ شجر۔ حجر۔ دریا سب ان کے غلام ہیں۔ اور وہ ایسے رنگ میں اُن کی خدمت کر سکتے ہیں۔ کہ جو اُن کے وہم وگمان سے بالاتر ہے۔ وہ قرآن کے ذریعہ ان حقائق سے آگاہ ہوئے پھر دُنیا کی تاریخ شاہد ہے۔ کہ علمی دُنیا میں وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ اور اُنھوں نے کیا کچھ دریافت کیا +

خلاصہ یہ ہے کہ یہ زمین وآسمان کے خزینے ایک کلید اور بدرقہ کو چاہتے ہیں۔ قرآن حمید سے پہلے کوئی ایسا بدرقہ موجود نہ تھا۔ قرآن نے ہی ان خزائن کی طرف رہنمونی کی۔ پھر ان خزائن کے پہلے پانیوالے وہی لوگ ہیں۔ جن کا معلم قرآن ہوا۔ دوسری طرف آج جو کچھ علمی دنیا میں ہو رہا ہے اُسکے اصول بھی وہی مسلمات ہیں۔ جن کو قرآن نے ہی تعلیم کیا۔ اور انھیں بطور اصول ہائے متعارفہ قرآن خوان کے آگے رکھ دیا۔ اور ان حقائق کے سمندر کو بسم اللہ شریف کے کوزہ میں بند کرکے تاکید کردی۔ کہ ہر کام کو بسم اللہ کی روشنی میں شروع کرو۔ اگر اقتصادی دُنیا کے لئے یہ مقدس جملہ ایک بشارت عظمےٰ ہے۔ تو یہی الفاظ اپنے اندر ایک انذار بھی رکھتے ہیں۔ بسم اللہ شریف اگر ایک طرف بشیر ہے۔ تو دوسری طرف نذیر بھی واقع ہوا ہے۔ رحمٰنیت نے بیشمار خزائن ہمارے سامنے لا رکھے ہیں لیکن ان خداداد خزانوں سے مستفید وہی ہوگا۔ جو ان خزانوں کے حاصل کرنے میں محنت ومشقت سے کام لیگا۔ رحیمیت کا دروازہ اُسی پر کھلتا ہے۔ جو بیکار نہیں بیٹھتا۔ خدائے رحیم کا اس شخص سے کوئی تعلق نہیں جو اس کے عطیات کو استعمال میں نہیں لاتا۔ اگر ایک محسن کی شکرگزاری اسی امر میں ہے۔ کہ احسان یافتہ اُس کے عطیات کو بہترین طریق پر استعمال کرے تو اپاہج اور بیکار انسان سے بڑھ کر کوئی اور خدا کا ناشکرگزار نہیں ہوسکتا۔ یہ صحیح ہے۔ کہ رحیمیت کا فیض ایک محنت کا عوضہ کئی گنا عطا فرماتا ہے لیکن جو ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتا۔ وہ تو اس فیض سے قطعی محروم رہجاتا ہے۔ یہ باتیں کوئی لفظی نظریہ ہی نہیں واقعات نے اسی طرح ظاہر کردیا ہے۔ آج مغربی قومیں ترقی الحالی میں سب سے بڑھ گئیں۔ دولت روپیہ پیسہ مشرق سے نکلکر مغرب کو جا رہا ہے مغرب کی اس خوشحالی کے اسباب کو سمجھ لینا کوئی مشکل امر نہیں۔ وہ رحمانیت کے عطا کردہ خزائن کو عمل میں لانے سے ہشیار ہے کہ قومیں سمجھنے میں انھوں نے جان توڑ کوششیں کیں۔ بیشمار ان کی محنت ہو رہی ہے۔ اور رحمانیت اور رحیمیت کے فیوض نے انھیں اپنا منظور نظر بنا لیا ہے۔ یعنی ان کا عروج

ابتدائی صدیوں کے مسلمانوں کے حصہ میں آیا۔ اور اس کے اسباب بھی یہی تھے +
اسلام سے پہلے دُنیا نے وقتاً فوقتاً مختلف قوموں کو صاحب مال و منال دیکھا۔ لیکن ان کی شان و شوکت کا موجب زیادہ تر جارحانہ قوت تھی۔ ان میں جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کا نقشہ نظر آتا ہے۔ اسلام آیا۔ اور اُس نے انسان پر یہ راز کھول دیا۔ کہ تمہاری دولت اور تمہاری زینت و عزت کے اسباب تمہارے ہی ماحول میں ہیں۔ کہیں دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ ہاں ایک محنت اور مشقت کی ضرورت ہے۔ جو چاہو گھر بیٹھے مل سکتا ہے۔ اس حقیقت کو سب سے اول قرآن کریم کی طفیل مسلمانوں نے سمجھا۔ اور اس پر عمل کیا۔ اور وہ ہر چیز کے مالک ہو گئے۔ لیکن بعد میں تعیشات نے ان میں غفلت بیکاری اور تن آسانی پیدا کر دی۔ زینت و شوکت نے اپنا مُنہ مسلمانوں سے پھیر لیا۔ ان کے بعد جو قوم ان کے نقشہ قدم پر چلی وہ مغرب کے لوگ ہیں بیشک دنیا کی تاریخ دیکھو تو تمول و دولت کے لحاظ سے تمہیں یہی دو قومیں نظر آئینگی جنہوں نے قرآن کے اس انکشاف سے فائدہ اُٹھایا۔ اول مسلمانوں نے اور اُسکے بعد مغربی اقوام نے رحمانیت اور رحیمیت کے رموز کو سمجھا۔ ان دو جماعتوں کے علاوہ جہاں بھی دولت نظر آئیگی۔ وہ جارحانہ قوت کا ہی سایہ نظر نہ آئیگا۔ اس قوت کا نام لوٹ مار رکھ لو۔ یا اُسے ملکی فتوحات کہو لیکن اس وقت کی دولت کو اس تمول سے کوئی نسبت نہیں۔ جو رحمانیت اور رحیمیت کے ماتحت انسان کے حصہ میں آتی ہے۔ جارحانہ قوت بھی خداداد قوت ہے۔ لیکن اس کا صحیح استعمال یہی ہے کہ ہم اپنے مکتوبات کو دوسروں کے دستبرد سے بچالیں اپنی کمائی کو دوسروں کے ہاتھ سے حفاظت میں رکھنا ایک ضروری امر ہے۔ اسی سے ہی دُنیا میں امن رہتا ہے اور دُنیا سے امن اُٹھ جائیگا۔ اگر انسانوں میں یہ قوت موجود نہ ہو۔ بالفاظ دیگر انسان کو یہ قوت مدافعت کے لئے دیگئی ہے۔ بد قسمتی سے انسانوں نے اس قوت کو دوسروں کے مال و املاک چھیننے میں خرچ کیا +
یہ کھادی کی تحریک ایک مجبوری کی تحریک ہے لیکن اس کی کامیابی میں مداومت نہیں۔ یہ وقتی علاج ہو تو ہو لیکن یہ تحریک نہ صرف پہلے زمانہ میں دیرپا ہی نہیں۔ بلکہ ترقی کی مانع بھی ہے۔ اور میرے نزدیک تو خدائے رحمٰن و رحیم کی منشاء کے بھی خلاف ہے۔ مثلاً جس روئی کی پہلی شکل کھادی ہے وہ خدا کا عطیہ ہے۔ فیض رحمانیت ہے۔ اس روئی نے انسان کی محنت تلے آکر طرح طرح کی شکلیں اختیار کر لیں۔ آخر ڈھاکہ کی ململ جس کی نظیر بہت کم دوسرے ممالک میں پیدا ہوئی۔ روئی کی ایک شکل ابلغ ہے۔ اب ہم نے محنت کرنی چھوڑ دی۔ خداداد قوتوں کو مار دیا۔ ہمارے ملک کی روئی تو کھادی

آگے نہ چلی) - دوسرے اسی روئی کو لین کا کھیں لے گئے جس کے عوض میں کھادی والوں کا روپیہ اُن کے گھر چلا گیا۔ قصور تو ہمارا ہے لیکن ہم نے اپنے نقائص کا علاج اس میں سمجھا ہے۔ کہ دوسروں نے جو فیض رحمانیت کے ماتحت کر دکھایا اُسے پس پشت کر دیا جاوے - یہ تو میں مانتا ہوں کہ کھادی کی تحریک کسی زاویہ نگاہ میں ایک وقتی علاج ہے لیکن یہ تو غافلوں کو تھپکیاں دے کر اور سلاتا ہے - رحمانیت اور رحیمیت کے دروازے تم سب کے لئے کھلے ہیں۔ مواد ہر جگہ موجود ہے - خاک کو سونا بنانے کی استعدادیں ہر جگہ موجود ہیں مٹی پر قناعت کرنے کی بجائے ہم کیوں اوروں کی طرح اُسے سونا بنانا نہ سیکھیں +

ان اوراق کے مخاطب خصوصاً میرے مسلم بھائی ہیں - وہ آج بھی اس جملہ مقدس کو یعنی بسم اللہ شریف کو جو آٹھوں پہر ان کی زبان پہ ہے - اپنے کاروبار میں ہادی راہ ٹھیرائیں - وہ اب بھی سمجھ لیں - کہ ان کے اردگرد دولت ہی دولت ہے - جو باتیں ان کی گذشتہ بہبودی کا موجب تھیں - وہ اب بھی اپنے ماحول میں موجود ہیں صرف ان کے ہاتھ ہلانے کی دیر ہے - واللہ یاد رکھیں کہ اس پُر حکمت فقرے میں جن صفات الٰہیہ کا ذکر ہے - وہ ان سے مستفید نہیں ہو سکتے - چنانچہ ہماری تنگدستی کا بڑا بھاری موجب یہ ہے کہ رحمن اور رحیم خدا نے ہم سے منہ موڑ لیا ہے ہم لاکھ ان اسماء کی تسبیح پڑھیں ہم قدم قدم پر بسم اللہ کریں لیکن ہمارے اعمال تو ان صفات الٰہیہ کے خلاف جا رہے ہیں - اگر اس بات کو ہم بھول گئے - یا یہ حقیقت ہم سے آج گم ہو چکی ہے - تو کچھ مضائقہ نہیں - نبیؐ پاک نے اسلئے فرمایا تھا - کہ حکمت ایک مومن کی گمشدہ چیز ہے - جب کبھی اور جہاں کہیں اُسے ملے وہ اسے واپس لے جس حکمت خداوندی کے ماتحت ہماری دولت و ثروت دوسروں کے گھر چلی گئی اُسے آج پھر سمجھ لیں +

بسم اللہ شریف کے اندر ایک زبردست اخلاقی سبق بھی ہے - اس موضوع پر تفصیلی بحث آئندہ کروں گا کیونکہ تمدنی اور اقتصادی اور ایسا ہی مجلسی اور معاشرتی آداب کا اخلاقی ضابطہ قرآن کریم نے جن اخلاق الٰہیہ سے وابستہ کر دیا - ان میں خدا کا ایک خلق مالک یوم الدین بھی ہے یعنی رحمانیت رحیمیت اور مالکیت تینوں مل کر اخلاق و آداب کا ایک بہترین کوڈ تجویز کر دیتے ہیں - جس پر تفصیلی بحث اپنے موقعہ پر ہوگی - یہاں مجھے اسی قدر لکھنا ہے کہ قرآن کریم نے خدا کی ایک سنت بھی بتلائی ہے - کہ جس صفت الٰہی سے کوئی متمتع ہونا چاہیے اس صفت کا مظہر وہ پہلے خود بنے - اگر تم چاہتے ہو کہ ستار العیوب تمہاری پردہ پوشی کرے - تو تم لوگوں کی عیب جوئی چھوڑ دو تم ان کی غلطیوں پر پردہ ڈالو - ایسا ہی اگر تم چاہتے ہو - کہ خدا تمہارے گناہ معاف کرے - تو تم لوگوں کے

قصور معاف کرو۔ اسی طرح بسم اللہ شریف اگر ہر وقت تمہارے ورد زبان رہتا ہے تو پھر جس رحمٰن خدا نے
تمہارے کسی عمل کے بغیر تم پر اس قدر فضل کیا تم بھی اپنے فضل کی چادر دوسروں پر ڈالو۔ سب سے پہلے تمہارے
اپنے گھر کے بچے تمہارے اپنے رشتہ دار اس رحمانی سلوک کے مستحق ہیں۔ ہر ایک گھر میں یا ہر ایک کنبہ میں بعض
ایسے ارکان بھی ہوتے ہیں۔ جو بہت سی ضروریات سے محروم ہوتے ہیں۔ یا ان میں سے بعض کو وہ حالات ہی
میسر نہیں ہوتے۔ کہ جن کے ماتحت خدا کے فضل کا دروازہ ان پر کھل جائے۔ اگر تم پر خدائے رحمٰن نے فضل
کیا ہے۔ اور وہ فضل قانون رحیمیت کے ماتحت آکر دس گنا یا سو گنا ہو گیا ہے۔ تو تم بھی اپنے محتاجوں کے ساتھ
وہی سلوک برتو۔ انھیں وہ تمام چیزیں دو جو اُن کے دست قبضہ میں تو نہیں لیکن جو محنت و عمل کے نتیجے اُن پر
فضل کا دروازہ کھول سکتی ہیں۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ اُن کے لئے تم یہ اسباب مہیا کردو۔ ہاں یہ بھی دیکھ لو۔ کہ وہ
لوگ ان اسباب کو صحیح طور پر استعمال میں لارہے ہیں یا نہیں ٭

دو باتوں نے تنگدستی اور عسرت کو پیدا کر رکھا۔ موجودہ نظام سوسائٹی نے بہت سے لوگوں کو یا تو
ان اسباب سے ہی محروم کر دیا۔ جو خالصتہً عطیہ رحمانیت تھے لیکن ہماری غفلت کے باعث ہمیں اُن تک
دسترس نہ رہی یا اگر وہ اسباب ہمیں حاصل بھی ہو گئے تو ہم نے انھیں صحیح طور پر استعمال نہ کیا۔ ان آسانیوں نے
ہمیں اپنے تھوڑے سے بہت اسباب راحت کو بڑھانے نہ دیا۔ آہستہ آہستہ وہ چیزیں بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گئیں۔
اور رحمانیت و رحیمیت کی ہر دو نعمتیں ہم پر مسدود ہو گئیں۔ انھیں باتوں کا نتیجہ ہماری موجودہ پستی ہے بہر دست
اس مصیبت سے نکلنے کا ایک ہی علاج ہے جن کے قابو میں کچھ اسباب راحت ہیں۔ وہ سستی اور غفلت کو چھوڑ کر میدان
عمل میں آئیں۔ اور ان اسباب موجودہ کو اپنی محنت اور مشقت کے ساتھ دہ چند بنالیں۔ دوسری طرف جو ہمارے بھائی ان اسباب
سے محروم ہیں ان کے ساتھ ہم رحمانیت کا معاملہ کریں۔ انھیں ان چیزوں میں سے کچھ دیں جو رحمٰن نے ہمیں بخشیں۔ ایک بچہ جو
کسی دولتمند گھر میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس کے اسباب آسائش تو اس کی محنت کا نتیجہ نہیں ہوتے۔ یہ تو محض بلا بدل
بخشش کرنیوالے خدا کا عطیہ ہے جس نے اپنی رحمانیت کی طفیل اُن لوگوں کو مال و دولت کے سایہ میں پیدا کیا۔
وہ سمجھ لیں کہ اگر وہ ان حالات میں پیدا ہوئے ہیں تو اسی لئے کہ وہ اپنی محنت و مشقت سے ان خدا داد عطیات کو
اور بڑھالیں۔ اور ان عطیات میں سے کچھ اپنے محروم بھائیوں کو بھی دیں۔ نہ اس لئے کہ ان کی اس خیرات سے وہ لوگ
بیکاری میں بڑھ جائیں۔ بلکہ وہ بھی ہاتھ پاؤں ہلا کر اپنی حالت کو بہتر کر سکیں۔ سب سے اہم ان خیرات و حسنات کے کاموں
میں ہم کبھی اس بات کو نہ بھولیں۔ کہ ہمارا خدا رحیم ہے جس کے فضل ہاتھ پاؤں ہلانے والوں کے شامل حال ہوتے ہیں۔

اور اُسے بیکاروں اور اپاہجوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی رحیم کی سُنت پر چل کر ہمیں بھی شفقت کے ساتھ زیادہ تر انھیں سے سلوک کرنا چاہیئے۔ جو ہمارے عطیات کے شکریہ میں اُن عطیات کو دس گُنا کر دکھائیں۔ ایک بھوکے کو روٹی دینا تو فرض انسانی ہے لیکن تم اس بھوکے سے تعلق نہ رکھو جس نے اپنی معاش کا ذریعہ گداگری کر رکھا ہے۔ تم بھوکے کو اس لئے روٹی دو۔ کہ وہ جسم میں طاقت پاکر کام کرنے اور آنیوالی رُوٹی آپ کمانے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی مسلمان اپنی خیرات میں اور قوموں سے کم نہیں لیکن تقسیم خیرات میں وہ کیوں اسی پاک جملہ کو سامنے نہیں رکھتے۔ وہ خیرات کا ہاتھ اُٹھاتے کے وقت بسم اللہ تو کہتے ہیں لیکن وہ کیوں رحمٰن رحیم خدا کو بھول جاتے ہیں۔ تم بیشک وہ چیزیں دوسروں کو دو جو ان کے دست قدرت سے باہر ہوں۔ جو وہ خود پیدا کر سکتے ہیں۔ ان پر تم کیوں اپنا دروازہ کھولتے ہو۔ نفے الجملہ تم دست خیرات کو نہ روکو۔ لیکن خیرات کرتے میں ان لوگوں کو ترجیح دو۔ جو تمہاری خیرات سے متمتع ہو کر کچھ عرصہ کے بعد وہ کسی کے دست نگر نہ رہیں۔ ہم بخشش اور عطیات میں خدا تعالےٰ سے تو بڑھ نہیں سکتے۔ جب خود اس کا دست خیر قوانین رحمانیت اور رحیمیت کا پابند ہے۔ تو ہم کیوں اسکی پیروی نہ کریں۔ ہم اپنے موجودہ طریق خیرات میں بیکاری غفلت اور اپاہج پن کو بڑھا رہے ہیں +

گوشوارۂ آمد و خرچ مُسلم مشن ووکنگ

اسلامک ریویو ہندوستان و انگلستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۹ء

تفصیل آمد	نمبر شمار	رقم آمد ہندوستان و انگلستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر شمار	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ہندوستان - -	۱	۳	۶	۲۵۵۸	خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان - -	۵	۱۰	۱	۴۲۸
آمد اسلامک ریویو - - -	۲	۳	۲	۳۰۲۳					
آمد مشن انگلستان - - -	۳	۰	۷	۱۱۴					
آمد اسلامک ریویو انگلستان	۴	۰	۱	۲۳۶	خرچ مشن و اسلامک ریویو انگلستان	۶	۸	۴	۳۲۰۷
رقم بیدامانت ریزرو فنڈ		۰	۰	۱۴۷					
میزان - -		۶	۰	۶۰۷۹	میزان - -	۰	۶	۵	۳۶۳۵

دستخط فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ براندرتھ روڈ۔ لاہور۔

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن ہندوستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۹ء

نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱	جناب شیخ احمد صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۱
۲	” علی محمد صاحب ڈوراؤں زکوٰۃ	۰	۰	۵۰
۹	” اویس انصر اللہ بنگلور	۰	۰	۵
۱۰	” ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
۱۱	” منہاج الدین صاحب رحیم یار خاں	۰	۰	۱۰
۱۲	” سید محمود صاحب میسور	۰	۰	۱
۱۳	” کرم الٰہی صاحب چنیوٹ	۰	۰	۱۰
۱۴	مصباح الدین صاحب رہتک	۰	۰	۱
۱۵	” نور غنی صاحب توتلی نواب اللہ خان گوجرانوالہ	۰	۱۰	۵
۱۶	” حضور نواب صاحب منگرول	۰	۰	۹۹
۱۷	” کے ایچ نیاز جوہری	۰	۰	۲
۱۸	” نواب علی صاحب چودھری کلکتہ	۰	۰	۱۰
۱۹	” فضل الدین صاحب اوجین	۰	۰	۵
۲۰	” سید مصطفیٰ صاحب گیا باقی رقم کیلئے دیکھو نقشہ نمبر ۲	۰	۰	۱۵
۲۱	” عبد الغنی صاحب راج نگر	۰	۰	۳
۲۳	سیٹھ طاہر دبی بی صاحب	۰	۰	۲
۲۴	جناب شیخ احمد صاحب بہار	۰	۰	۱
۲۶	حضور نواب صاحب بہادر رامپور (نصف کے لیے دیکھو نمبر ۲)	۰	۰	۶۰۰
۳۳	جناب نواب ڈبلیو بینی صاحب بنگال	۰	۰	۳۰
۳۴	جناب عبد المجید صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۱
۳۵	واپسی پیشگی منجملہ چار سو (نصف رقم نقشہ نمبر ۲)	۶	۱۰	۵۷
۳۶	زر فروخت معرفت مسلم بک سوسائٹی بابت اردو کتب بشیر ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء	۹	۵	۳
۳۷	” ” انگریزی کتب	۰	۱۲	۱۷
۳۸	جناب گل محمد صاحب داود	۰	۰	۵
۳۹	پیشگی منجملہ رقم چار صد نصف	۰	۰	۱۷
۴۰	جناب فضل رازق صاحب کاکاخیل	۰	۰	۱۰
۴۱	” امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	۰	۰	۱
۴۲	جناب فضل رازق صاحب کاکاخیل	۰	۰	۱۰
۴۳	محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۴
۴۵	جناب محمد افسر حسین صاحب تقدیاری سال بنگال	۰	۰	۹
۴۶	” حاجی محمد صاحب رنگون منشی زکوٰۃ سے چندہ	۰		۲۶
۴۷	” محمد دین صاحب ڈیرہ نواب	۰	۰	۶
۴۸	از ریاست بھوپال (نصف کے لیے دیکھو نقشہ ۲)	۰	۰	۱۵۰۰
	جناب سید انور علی صاحب بستہ بارہ	۰	۰	۱۰
۲۷	جناب رجب علی خان صاحب بہاولپور (ریزرو فنڈ مشن)	۰	۰	۵
۲۸	” محبوب علی صاحب گوالیار	۰	۰	۲۴۰
۲۹	” قاضی منہاج الدین صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۲
۳۰	” محبوب خان صاحب ہبلی دھارواڑ			۲
	میزان	۳	۶	۲۵۵۸

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت فروری سنہ ۱۹۲۹ء

نمبر رسید		پائی	آنہ	روپیہ
۱۰	جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
۲۰	سید مصطفیٰ صاحب گیا	۰	۰	۱۵
۲۵	حضور نواب حاجی حمید اللہ خاں صاحب والیٔ ریاست بھوپال	۰	۰	۴۹
۲۶	” ” صاحب بہادر ریاست رامپور (نصف کے لئے دیکھو نقشہ ۱)	۰	۰	۶۰۰
۲۷	جناب رجب علی خان صاحب بہاولپور	۰	۰	۵
۳۶	زر فروخت معرفت مسلم بک سوسائٹی اردو کتب بشیر لائبریری	۹	۵	۳
۳۷	” بابت انگریزی کتب	۰	۱۲	۱۷
۴۸	از ریاست بھوپال (نصف کے لئے دیکھو نقشہ ۱)	۰	۰	۱۵۰۰
۳۵	واپسی پیشگی منجملہ رقم چار صد	۰	۱۰	۵۷
۳۹	” اسلامک ریویو	۰	۰	۱۷
	قیمت رسالہ اشاعت اسلام	۰	۰	۴۳۵
۴۴	الیرا سید و۔ اکاؤنٹ	۰	۰	۱۲
	میزان	۳	۲	۳۰۲۲

نقشہ ۳ تفصیل آمد مشن از انگلستان بابت فروری سنہ ۱۹۲۹ء

	پائی	آنہ	روپیہ
امداد از انگلستان ۱/۲ ۲۱ ...	۰	۷	۱۱۳

نقشہ ۴ تفصیل آمد اسلامک ریویو در انگلستان ماہ فروری سنہ ۱۹۲۹ء

	پائی	آنہ	روپیہ
آمد از انگلستان ...	۰	۱	۲۴۶

نقشہ ۵ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان ماہ فروری سنہ ۱۹۲۹ء

روپے	آنے	پائی	تفصیل
۳۴	۰	۰	۳۹ - سفر خرچ سفیر مشن لاہور سے کانپور - کانپور سے واپسی لاہور
۲۴۵	۱۱		۴۰ - سائر اسلامک ریویو - کاغذ ریپر اسلامک ریویو دو ریم ... - چھپائی ریپر ... - کاغذ ریپر ... لفافہ ... جنوری لفافہ اسلامک ریویو ... - جلد رسالہ بابت سال ۱۹۲۸ء ... - چھپائی چیک بک ... - ٹکٹ ...
۱۱۹	۸	۳	۴۱ - بل مشن و ریویو - کوئلہ ... - تار ... - کرایہ تانگہ آمد و رفت بنک ... - ریڈ ٹائپ ... - مہر ... - نقل سکرٹری ... لفافہ ... مہترانی ماہ جنوری ... - کرایہ دفتر جنوری ... - پتہ تار رجسٹرڈ کرائی ... - کرایہ تانگہ ... - رسید ... نمبر رنگ رسید ... لفافہ جنوری ... - تار ... لیوی ... - ٹکٹ اسلامک ریویو ... ٹکٹ مشن ... چھپائی فارم مشن ...
۲۸	۱۴	۴	۴۲ - بل مشن و ریویو - کرایہ تانگہ آمد و رفت ڈاکخانہ وغیرہ ... - کرایہ تانگہ ... - گوند ... انگیٹھی ... - جمعداری ... - مہترانی ماہ دسمبر ... - کرایہ دفتر دسمبر ۱۹۲۸ء ... بلیٹ فارم ... - کوئلہ ... - کاغذ ... - لیوی ہانڈی ... - لفافہ ... سیاہی و کاغذ ٹائپ ... - کوئلہ ...
۴۲۸	۱	۶	میزان

نقشہ ۶ تفصیل خرچ اسلامک ریویو و مشن در انگلستان ماہ فروری سنہ ۱۹۲۹ء

روپے	آنے	پائی	تفصیل
۴۹۶	۱۱	۹	۲۲ بل چھپائی اسلامک ریویو نومبر سنہ ۱۹۲۸ء
۴۰۶	۰	۰	۲۳ " دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء
۲۲۲	۶	۵	۲۴ فہرست نامنظوری متعلق بل ...
۱۷۱	۱۲	-	۲۵ بل ... ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء
۱۶۳	۱۲	-	۲۶ " نومبر سنہ ۱۹۲۸ء
۴۴	۸	-	۲۷ " سائر اخراجات ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء
۴۱	۹	۰	۲۸ " "
۴۸۴	۲	۰	۲۹ " چھپائی ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء
۳۵۹	۱۰	۰	۳۰ " پروف ریڈنگ نومبر سٹیشنری مشن و ریویو
۲۶۸	۱۲	۰	۳۱ " کاغذ ریویو نومبر سنہ ۱۹۲۸ء
۱۶۷	۱۲	۷	۳۲ " سٹیشنری اسلامک ریویو سنہ ۱۹۲۸ء
۹۷	۰	۰	۳۳ " سفر خرچ ستمبر و سٹیشنری
۶۸	۸	۰	۳۴ " سٹیشنری نومبر سنہ ۱۹۲۸ء
۵۳	۵	۰	۳۵ " پروف ریڈنگ ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء
۳۸	۱۲	-	۳۶ " سفر خرچ نومبر سنہ ۱۹۲۸ء
۱۷	۴	۰	۳۷ " سٹیشنری نومبر سنہ ۱۹۲۸ء
-	۱۱	-	۳۸ " متفرق
۳۳۰۷	۴	۰	میزان

خُدا پر بھروسہ

تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے۔ اور نقصان بھی۔ اور بعض اوقات نفع اور نقصان ایسے اسباب کے ماتحت ہوتا ہے۔ جن پر انسان کا کچھ اختیار نہیں ہوتا۔ اسلئے تاجر کو پوری محنت و کوشش کے باوجود خدا پر بھروسہ رکھتا اور خدا کے فضل و کرم کا امیدوار رہنا پڑتا ہے مسلمانوں کے لئے سود کو حرام اور تجارت کو حلال اسی لئے کیا گیا ہے۔ کہ سُود خواری سے دل خدا سے غافل ہوتا اور تجارت سے دل خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اسلئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ تجارت سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رکھے۔ اور اگر دوسری مصروفیتوں کی وجہ سے خود کوئی تجارت نہ کرسکتا ہو۔ تو مشترکہ تجارتوں میں اپنا روپیہ لگائے خصوصاً ایسی تجارتوں میں جن سے مالی منفعت کے علاوہ قومی نفع کی بھی امید ہو +

دہلی میں مشترکہ سرمایہ کی ایک لمیٹڈ تجارتی کمپنی ترقی و حفاظت اُردو اور اشاعت و طباعت کتب وغیرہ کا کاروبار کرنے کے لئے "دی حسن نظامی ایسٹرن لٹریچر کمپنی لمیٹڈ" کے نام سے قائم ہوئی ہے۔ اور عنقریب اپنا تجارتی کاروبار شروع کرنے والی ہے -

ان سب مسلمانوں سے جو کم از کم دس روپے کسی مفید مشترکہ تجارت میں لگا سکتے ہیں درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ مذکورہ بالا کمپنی کے کاغذات و قواعد فوراً مجھ سے منگا لیں۔ اور اُن کو خُوب غور سے پڑھنے اور
اور اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد اگر وہ
مناسب سمجھیں تو حسب مقدرت سرمایہ
لگا کر اس کمپنی میں شریک
ہو جائیں +

آپ کا بہی خواہ
مینیجنگ ڈائرکٹر۔ دی حسن نظامی ایسٹرن لٹریچر کمپنی لمیٹڈ۔ دہلی

(آکسیجن ۔ فولاد ۔ ہائیڈروجن ۔ گندھک کا بہترین مرکب جس کے استعمال سے خون صالح پیدا ہوتا ہے)
یہ مجرب اکسیر ہندوستان ۔ انگلستان ۔ جنوبی افریقہ میں شہرت پا چکی ہے ۔ اور ایک ہفتہ میں تقویت معدہ بھوک کی افراط ۔ تبدیلی رنگت ۔ وزن کا بڑھنا ۔ جسم میں چستی پیدا کر دیتی ہے ۔ امراض ذیل میں اس کا تجربہ ہو چکا ہے :۔
سوء ہضم (ڈسپیپشیا) وجع المفاصل (پٹھوں کی درد) کمزوری دل اور دماغ بے خوابی امراض جلد ضعف اعصاب +

نقول چند اسنادات

(۱) میں نے چار ماہ تک آپ کی اکسیر کو مسلسل استعمال کیا ۔ اور جسم کو مضبوط کرنے میں یہ بہت ہی مؤثر ثابت ہوئی +
سر عباس علی بیگ سابق ممبر انڈیا کونسل (انگلستان)

(۲) اکسیر رحمانی کے استعمال سے میرا وزن دو ہفتوں میں ایک پونڈ بڑھ گیا ۔ میرے اور متعلقین نے بھی استعمال کیا ۔ انھیں بھی ویسا ہی فائدہ ہوا +
کے ۔ ایس عبد الخالق خاں ولیعہد ریاست منگرول

(۳) دیہاتی اسم با مسمیٰ اور عجائب نما ہے اور مجھے اس کی صرف دو بوتلوں سے ہی فائدہ ہوا ۔ جو ڈاکٹروں کی دوائی سے ہوتا جو مجھے پونڈوں میں خریدنی پڑتی +
مسز جی (کوکھیں) ہیتھر لاج ۔ سینڈ انگلینڈ

(۴) اگر ہشتاد سالہ کی اشتہاء اس دوائی کے استعمال سے دگنی ہو جائے ۔ تو اُسے کرامت نہ کہا جائے تو اور کیا +
عالیجناب فرخی صاحب استاد حضور نواب صاحب بہادر ریاست امب

(۵) تمام عمر کی مشقتوں نے میرے اعصاب کا بُرا حال کر رکھا تھا اور میں بالکل مایوس ہو چکا تھا ۔ ان ماہی صدموں نے میرے معدے جگر اور دل پر بڑا اثر کر رکھا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان تمام شکایات سے اکسیر رحمانی کے ذریعہ نجات بخشی +
خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

(۶) میں اکسیر رحمانی کو استعمال کیا تو ہضم بڑھانے اور اشتہاء صادق کے پیدا کرنے میں اسے میں نے بے نظیر پایا ۔ چند روزہ استعمال کرا کر اس دوا کا اثر ہونے لگتا ہے ۔ میرے عام میں گذشتہ عمر سے امراض معدہ کے دفعیہ کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے ۔ خون صالح پیدا کرتی ہے ۔ میرا یقین ہے کہ عالم میں میری جسمانی قوتوں کی تقویت کے لئے اس دوا سے بہتر نافع دوا اور کوئی نہ ہوگی +
ملک شیر محمد ۔ مہتمم خزانہ ریاست جموں

(۷) مجھے اور میرے احباب کو اس دوائی کے استعمال سے چھ ماہ تک میں خارق عادت فائدہ ہوا ۔ جسم اور جسمانی قوتوں میں نمایاں طاقت محسوس ہوئی ۔ فی الواقع یہ عجیب دوائی اپنے اندر کرامت رکھتی ہے ۔ میرے ایک دوست جو عرصہ سے وجع المفاصل سے تنگ تھے اور ان کے گھٹنوں میں درد تھا انھیں بھی فوری فائدہ ہوا +
محمد عبد اللہ وکیل ہائیکورٹ سرینگر ۔ کشمیر

(۸) مجھے ایک ہی ہفتہ میں فوری فائدہ اس دوائی سے ہوا ۔ اور اب میں وہ کثرت سے ہضم کر سکتا ہوں جسے میں پہلے کمزوری کی وجہ سے بالکل استعمال نہ کر سکتا تھا +
اے [illegible] ۱۳۲ نیچ روڈ ڈھاکہ

(۹) ایک شیشی جو آپ نے ارسال فرمائی تھی ۔ مجھے اس سے بہت ہی فائدہ ہوا ہے ۔ میرے ناخن جو بالکل سفید تھے ۔ ان میں سُرخی پیدا ہو گئی ہے ۔ اور رنگ چہرہ میں بھی فرق آ گیا ہے ۔ اس واسطے تین شیشی اکسیر بواپسی ارسال فرمائیں +
مہر الدین ڈاکخانہ کھوڑ بانوالہ ضلع لائل پور

(۱۰) اکسیر کے صرف ایک ماہ کے استعمال سے ہی میری تمام شریانوں کی کمزوری رفع ہوئی ۔ یہ تمام دماغی اور دیگر اعضائے رئیسہ کی کمزوریوں کے لئے تریاق ہے +
پروفیسر قادر حسین نظام یونیورسٹی حیدر آباد دکن

قیمت فی شیشی جو ایک ماہ کیلئے کافی ہے ۔ ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

ملنے کا پتہ دفتر اکسیر رحمانی بیرانڈرتھ روڈ ۔ لاہور (پنجاب)

بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء — رجسٹرڈ نمبر ایل نمبر ۹

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ — قیمت صہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ۔ درخواستہا خریداری بنام مینیجر اشاعت اسلام
عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۲۹ء

رفیق عام پریس [illegible] چھپ کر [illegible] شائع کیا

ووکنگ مسلم مشن ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے ستر ھواں سال ہے تفضل باری اور مسلمانانِ عالم کی مسلسل توجہ کی وجہ سے انگلستان جیسی گراں سر زمین میں کبھی بھی اس مشن کو مالی مشکلات پیش نہیں ہوئیں۔ اس ریزرو فنڈ کے اجراء کی غرض یہ ہے کہ کچھ پس انداز رقم بطور میعادی سرمایہ جمع کیا جاتا رہے جو آڑے وقت کام آئے۔ اور اس فکسڈ ڈیپازٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو۔ اگر مسلم بھائی اپنی اور اپنے دوست احباب وغیرہ کی زکوٰۃ کے تمام صدقات۔ خیرات۔ نذر ونیاز کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن کی ہمیشہ کے لئے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے +

اسلامک ریویو انگریزی

یہ ماہوار رسالہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوتا ہے۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اس میں تعلیم اسلام کو نہایت عالمانہ فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ غیر مسلم مصنفین کے علاوہ نو مسلم احباب کے بھی اس میں مضامین چھپتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نو مسلمین کے فوٹو شائع ہوتے ہیں۔ جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ ہندوستان میں ہے +

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے جس کے ٹرسٹی جناب لارڈ ہیڈلے فاروق بالقابہ (نو مسلم) جناب عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض تصنیفات انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا ہے۔ اور جہاں تک تبلیغی مساعی نہیں ہو سکتی۔ ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ تیس سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے۔ جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی مسلسل تصنیفات نے بہت سے اہل یورپ کی توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنا اور اس کی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے +

آج کل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طبع ہے۔ اس کے علاوہ شہرہ آفاق کتاب

"آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر"

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے۔ اور اس کا ملنے کا پتہ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہے۔

تمام خط وکتابت و ترسیل زر بنام سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور ہونی چاہیے

"The Christian Dogma and Superstition does not appeal to me, and the Tenets of Islam are practicable and reasonable."

MISS JOAN FATIMA DANSKEN,
LONDON.

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد (۱۵) بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ نمبر (۱۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

جلد (۱۵) نمبر (۱۱)

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو مس جون فاطمہ ڈنسکن لندن کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔ جس کا اعلان اسلام۔ اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ درج کیا جاتا ہے۔ قبولیت اسلام کے بعد مس موصوفہ دو تین دفعہ شاہجہان مسجد ووکنگ میں اسلام سیکھنے کیلئے جا چکی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ہماری نو مسلمہ بہن کے دل میں اسلامی تعلیم سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنے کی کس قدر تڑپ ہے۔

رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) اس وقت یورپ میں ایک زندہ جاوید مبلغ ہے۔ اور مختلف ممالک یورپ و امریکہ میں درجنوں مبلغین اسلام کے فرائض کو انجام دے رہا ہے! اور آہستہ آہستہ غیر محسوس طریق پر احباب و خواتین یورپ کی توجہ کو اسلام کی طرف کھینچ رہا ہے +

آغاز مشن سے ہی کارکنان مشن اشاعت اسلام میں مختلف ذرائع برتتے رہے ہیں۔ اور نہایت باریک نگاہ سے اسباب و نتائج کا تبصرہ کرکے اس نتیجہ پر آتے رہے کہ مغرب کی سرزمین میں سب سے زیادہ کم خرچ اور مفید طریق تبلیغ کیا ہے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور دیگر مبلغین نے مختلف علاقوں میں سفر کی صعوبتیں بھی اٹھا کر سلسلہ وعظ کو جاری رکھتے رہے۔ خط و کتابت سے بھی کام لیا گیا۔ خاص خاص ملاقاتیں اور انٹرویو بھی کئے گئے۔ ملک کے حالات کو دیکھ کر دستر خوان بھی وسیع کر دیا گیا۔ اور یہ سارے کے سارے طریق

اپنے رنگ میں کسی نہ کسی طرح مفید ہی ثابت ہوتے رہے۔ اور تبلیغ کے ان مختلف ذرائع سے بڑا بھاری فائدہ یہ تھا۔ کہ وہ غلط فہمی اور اجنبیت جو مشرقیوں اور خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ اہل مغرب کو تھی وہ علے الخصوص آخر الذکر طریق سے دن بدن دور ہوتی گئی۔ اجنبیت کی برف آہستہ آہستہ پگھلنے لگی۔ گو بعض کے معتقدات میں فرق نہ آیا لیکن حجاب دوری و بُعد دن بدن دور ہوتے گئے۔ آخر ۲۳-۱۹۲۲ء میں دس سالہ تجربہ کے بعد بانیئے مشن

(حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ایدہ اللہ وبنصرہ)

اِس نتیجہ پر آئے۔ کہ مغرب کی کاروباری دُنیا کے لئے تبلیغ و اشاعت کا اگر کوئی بہترین کم خرچ بالانشین طریق ہے۔ تو وہ نشر و اشاعت لٹریچر ہے۔ ابتدا میں تو ہزاروں کی تعداد میں

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

بلا درخواست و قیمت غیر مسلم حلقوں میں بھیجا گیا لیکن اس طریق سے خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا بلکہ اکثر لوگوں نے تو رسالے کھولنے تک کی پرواہ نہ کی۔ اور بعض نے تو ہمیں لکھ دیا۔ کہ اُن کے نام رسالہ نہ آیا کرے۔ آخر ۱۹۱۵ء میں اس قسم کی اشاعت کو بہت حد تک بند کر دیا۔ اور لائبریریوں میں اسلامک ریویو کا بھیجنا بڑھا دیا گیا۔ اور یہ طریق از حد مفید ثابت ہوا +

۱۹۲۳ء کے بعد مسلم مشن ووکنگ میں ایک نیا دَور تصنیف شروع ہوا۔ گو یہ وہی وقت تھا۔ جب حضرت خواجہ صاحب ذیابیطس جیسی تکلیف دہ بیماری کا شکار ہو چکے تھے۔ اور طبی مشورہ یہی تھا۔ کہ تصنیف کے کام کو ایک لمبے عرصہ تک کیلئے چھوڑ دیں لیکن اس کام کو مفید اور نتیجہ خیز سمجھ کر اُنھوں نے طبی مشورہ کی پرواہ نہ کی۔ اور اس عرصہ میں پچاس کتابیں تصنیف کیں جن میں سے نصف سے زیادہ انگریزی کتابیں تھیں۔ اور ہر ایک کتاب کی ایک ایک۔ دو دو کاپیاں لائبریریوں میں مفت بھیجی گئیں +

پرائیویٹ طور سے بھی مناسب حلقوں میں یہ تصنیفات مفت یا برائے نام قیمت پر مفت تقسیم ہوئیں۔ گو اس محنت شاقہ کا نتیجہ تو یہ ہوا۔ کہ معزز مصنف مہلک سے مہلک امراض کا شکار ہوا لیکن اس عرصہ میں محیر العقول

نتائج پیدا ہوئے +

آج ستر سال کے طویل تجربہ کے بعد اس نتیجہ پر ہم مستقل طور سے آ چکے ہیں کہ ان ممالک میں زبانی تبلیغ بھی گو اپنے افادہ سے خالی نہیں۔ لیکن مالی حالات کو سامنے رکھ کر نہ اس قدر مفید ہے۔ اور نہ ہی ہماری قوم ایسی تبلیغ کو وسیع پیمانہ پر جاری رکھنے کی استطاعت رکھتی ہے۔ کم خرچ بالا نشین اگر کوئی طریق مفید ثابت ہوئے ہیں تو وہ یہی ہے۔ کہ لائبریریوں میں رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی مفت اشاعت کو بڑھا دیا جاوے۔

اسلامک ریویو اس وقت محاورۃً انگریزی زبان میں۔ یورپ میں "ایک مستقل اور مضبوط طاقت" ثابت ہوا ہے جس قدر بھی اسکی تعداد اشاعت بڑھیگی۔ اُتنے ہی مفید نتائج پیدا ہونگے۔ اور ایسا ہی دوسرے لٹریچر کا بھی حال ہے +

یونہی ایک مدت سے ان اسلامی فیض یافتوں کا ذکر ان صفحات میں آتا رہا ہے جن کا موجب اسلامک ریویو اور دیگر لٹریچر ہوتا رہا ہے لیکن گذشتہ ماہ میں تین منتظر اور سعید نفوس حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ اُن میں سے دو خواتین ہیں۔ جن کے نام نامی مسز میری میتھیو (اسلامی نام حلیمہ)" اور مس جون ڈنسکن" (اسلامی نام فاطمہ) ہیں اور تیسرے بزرگ گلاسکو کے رہنے والے ہیں۔ اُن کا اسم گرامی مسٹر "نواکر" ہے +

مس جون ڈنسکن کی فوٹو تو رسالہ ہذا کی موجب زینت ہوئی ہے۔ باقی دو نومسلمین کی فوٹو اشاعت اسلام کی آیندہ اشاعتوں میں شائع ہوتی رہینگی + بہت سے نومسلمین ایسے ہوتے ہیں جو اپنی فوٹو کو شائع کرانے پر راضی نہیں۔ اسکی وجہ بعض خاندانی مصالح ہوتے ہیں +

ان نومسلمین کے قبول اسلام کا موجب بہت حد تک لٹریچر ہی ہے۔ اور ان میں سے بعض ان علاقوں سے ہیں۔ جہاں ہماری زبانی تبلیغ کی رسائی نہیں ہو سکتی +

ان حالات میں ہم مسلم بھائیوں کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں۔ کہ وہ اس موجودہ تہذیب و تمدن سے

فائدہ اُٹھائیں۔ آج گھر میں بیٹھ کر انسان۔ کتب و رسائل کے ذریعہ کُل متمدن دنیا میں اشاعت اسلام کر سکتا ہے۔ واقعات نے اس معقول نظریہ کو اب حقیقت کر دیا ہے۔ ہم تجربہ و مشاہدہ کے مراحل سے نکلکر واقعات گذشتہ کے میدان میں آ چکے ہیں ہم تو اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ اور بانئے مشن (حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہٖ) نے تو اپنی قیمتی جان تک اس کار خیر کی نذر کر دی ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے بھائیوں کو اس معاونت میں شریک ہونے کے لئے اپیل کریں۔ تو ہم حق بجانب ہیں +

گذشتہ بیس سال میں مسلم قوم نے نیک نیتی کے ساتھ قوم کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کے لئے مختلف راہ اختیار کئے لیکن مشیت ایزدی نے اُن سب کو بے ثمر ثابت کیا۔ اس مصائب کے زمانہ میں اور مالی و اقتصادی کمیوں کا نتیجہ اگر یہ ہو جاتا۔ کہ ووکنگ مشن بیٹھ جاتا تو کوئی تعجب خیز بات نہ تھی لیکن خداتعالیٰ نے یہ دن گذار دئیے۔ اور مشن بارونق افزود ترقی کر رہا ہے +

حالات بالا کو سامنے رکھ کر ہم تو اسی نتیجہ پر آئے ہیں۔ کہ **وسعت و طاقت اسلام** کو قائم رکھنے کیلئے اگر کوئی کارگر ذریعہ ثابت ہوا ہے۔ تو اشاعت لٹریچر ہی ہے۔ اسلئے برادران اسلام سے ہماری درخواست ہے۔ کہ یورپ میں تبلیغ اسلام کے دلدادگان۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی یوروپین و امریکن لائبریریوں میں مفت اشاعت کی تعداد کو بڑھانے میں ہماری امداد فرمائیں۔ ہمارے دفتر میں پانصد سے زائد دنیا بھر کی لائبریریوں کے پتے موجود ہیں۔ جن میں انگریزی دان غیر مسلم طبقہ کثرت سے جاتا ہے۔ جو بھائی کسی لائبریری کے نام رسالہ اسلامک ریویو جاری کرانا چاہیں وہ مبلغ پانچ روپے سالانہ فی رسالہ کے حساب سے مینیجر اسلامک ریویو۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور کے نام رقم ارسال فرمائیں۔ ان کی طرف سے رسالہ کسی لائبریری کے نام بطور صدقہ جاریہ۔ جاری کر دیا جائیگا۔ اور رسالہ مذکور کی روانگی کے متعلق ڈاکخانہ کی تصدیقی سند "Postal certificate of despatch" معطی صاحب

کی خدمت میں ان کی تسلی کیلئے بھیج دی جائیگی +

اب ہم ذیل میں نومسلمین کے اعلانات کو ہدیۂ ناظرین کرام کرتے ہیں :-

جناب مسٹر "واکر" گلاسکو
کا
اعلان اسلام

"گذشتہ کئی ماہ سے میں اڈنبرا کی ایک لائبریری میں اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ اسکے مسلسل مطالعہ نے میرے اندر ایک سچے اور حقیقی مذہب کی روح تجسس پیدا کر دی۔ اس ضرورت حقہ کو محسوس کر کے میں نے اسلام قبول کر لیا" +

جنابہ مس جون فاطمہ ڈ اسنکن لندن
کا
قبول اسلام

"عیسوی معتقدات و توہمات تو مجھے اپیل نہیں کرتے لیکن عقائد اسلام اپنی معقولیت اور قابل عمل ہونے کی وجہ سے میرے دل میں گھر کر گئے" +

لندن میں حضرت نبی کریم صلعم کا یوم ولادت

برٹش مسلم سوسائٹی نے حسب معمول منڈلنیں امسال بھی ۱۲ ستمبر ۱۹۲۹ء کو بروز پنجشنبہ بمقام اسٹوارٹ۔ رسیٹورانٹ اولڈ بانڈ اسٹریٹ ویسٹ لندن میں بوقت ۸ بجے شب آنحضرت صلعم کی ولادت کی تقریب میں ایک شاندار جلسہ اور ضیافت کا اہتمام کیا۔ اس امر سے قطع نظر کرتے ہوئے۔ کہ آپ کی ولادت کی تقریب سے آپ کی غیر فانی یاد قلوب میں تازہ ہوتی ہے۔ اس جلسہ کے انعقاد کی ضرورت جسقدر آج ہے اس قدر اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ منجملہ ہادیان عالم آپ کے متعلق دنیا کو سب سے زیادہ غلط فہمیاں ہوئی ہیں +

سوسائٹی مذکور ہمیشہ سے اس تقریب کو باعث اجتماع احباب ملت تصور کرتی ہے۔ تاکہ اُن کو باہمدگر تبادلہ خیالات کا موقعہ ملے۔ اور جن صحاب نے امسال اس تقریب سعید میں حصہ لیا ان کو یقیناً اس امر کا احساس ہوا ہوگا۔ کہ سوسائٹی کا مقصد مذکور بوجوہ احسن پورا ہوگیا۔ چونکہ یہ کوئی مذہبی رسم نہیں ہے۔ اس لئے سوسائٹی عموماً اس کا انعقاد کسی مناسب حال موقعہ پر کرتی ہے +

اس مرتبہ اس تقریب کی خصوصیت یہ تھی کہ علاوہ لارڈ ممدوح کے لیڈی ہیڈلے بالقابہا بھی موجود تھیں جنہوں نے ازراہ نوازش میزبانی کے فرائض بھی انجام دیئے۔ ہم لیڈی موصوفہ کی خدمت میں ان کی مہربانیوں کے لئے افراد اسلامی دنیا کے حق میں تلطف آمیز جذبات کیلئے اور اُن کے فرائض سے ہمدردی کیلئے جو ان کے شوہر پر اس پیرانہ سالی میں عاید ہوتے ہیں، ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں۔ پونے آٹھ بجے شب سے احباب کا سلسلۂ آمد شروع ہوگیا تھا۔ اور لارڈ و لیڈی موصوفہ دونوں نہایت تپاک کے ساتھ ساڑھے آٹھ بجے تک اُن کا استقبال کرتے رہے۔ اور تعداد کے لحاظ سے امسال سب سالوں کی بہ نسبت زیادہ احباب آئے تھے۔ حالانکہ موسم ناقابل برداشت طور پر گرم تھا ضیافت گاہ کا بڑا کمرہ کھچا کھچ مہمانوں سے بھر گیا تھا۔ مجبوراً کئی مہمانوں کو جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس جانا پڑا۔ تین سو سے زائد مہمان پھر بھی موجود تھے۔ اس سالانہ تقریب کی ہر دلعزیزی زیادہ تر لارڈ اور لیڈی ہیڈلے کی محبوب شخصیتوں اور اُن تھک کوششوں کی رہین منت ہے۔ جلسہ کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا اور اس فرض کو مسٹر عقیلی ایک شامی مسلمان نے انجام دیا۔

اس کے بعد لارڈ ہیڈلے کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے مسٹر خان رکن ووکنگ مشن نے ایک اردو نظم سنائی۔ اس کے بعد خاص تقاریر کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے سردار اقبال علی شاہ افغان مصنف اور سیاح نے تقریر کی جس میں انھوں نے بتایا۔ کہ نبی کریم صلعم صلح اور امن کا پیغام لے کر آئے تھے اور آپ کی زندگی کا واحد مقصد دنیا میں امن قائم کرنا تھا۔ بعدازاں مسٹر اے یوسف علی صاحب نے اپنی فصیح و بلیغ تقریر میں نبی کریم کے احسان عظیم یعنی قومی و نسلی امتیازات دور کرنے پر

روشنی ڈالی۔ اس کے بعد پروفیسر ہارون لیون نے آپ کی حیات مقدسہ کے آخری ایام پر تبصرہ کرتے ہوئے سامعین سے درخواست کی۔ کہ اس امر کو فراموش نہ کریں۔ کہ آپ کی ولادت کا دن بھی ویسا ہی تھا۔ جیسا کہ آپ کی وفات کا دن کیونکہ اس دن آپ خدائے بزرگ و برتر سے ملاقی ہوئے +

خاتمہ پر تمام حاضرین نے لیڈی ہیڈلے کی خدمات مخلصانہ کے اعتراف میں شکریہ کی تجویز پیش کی۔ جسے سب نے بطیب خاطر منظور کیا۔ تب احباب چاء اور فواکہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ان چیزوں سے لذت اندوز ہونے کے بعد یکے بعد دیگرے خوشی کے ساتھ رخصت ہوئے۔ اور یہ خوشگوار تقریب نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچی + لندن کے مسلمانوں کی حیات اجتماعی میں ایسی خوشگوار ساعتیں بہت کم آئی ہونگی +

یہ مضمون ناقص رہیگا۔ اگر مسٹر لوگرو سکرٹری اور مسٹر ایم یوسری جائنٹ سکرٹری اور مسٹر وشیمہ خزانچی سوسائٹی مذکور کی خدمات کا شکریہ ادا نہ کیا گیا۔ صاحبان موصوف نے اس تقریب کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن مدد دی منجملہ حاضرین قابل ذکر احباب کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔ پرنسیس ہاولات حسن۔ مادام لیون۔ مسز سیلی وایٹ۔ سردار اقبال علی شاہ مملکت عراق۔ امام مسجد ووکنگ۔ سر ذوالفقار علی خاں۔ راجہ نواب علی خاں۔ ڈاکٹر عبداللہ سہروردی۔ سیٹھ عارف آف کلکتہ +

خواجہ عبدالغنی

سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ لاہور ۱۸ ۱/۲۹

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا

ز اتحادِ مگس شہد میشود پیدا
خدا چہ لذّت شیریں در اتحاد نہاد

(از مسٹر خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری مسلم مشن ووکنگ (انگلستان))

چند سال سے یہ عام طور پر سنا اور دیکھا جاتا ہے۔ کہ پیروانِ اسلام دن بدن غفلت کا شکار ہوتے جاتے ہیں۔ اور استحکام و اشاعت مذہب سے لاپرواہ ہو کر اپنی خداداد طاقتوں کو بھی جواب دے رہے ہیں۔ عام طور پر مسلمان اس مرض میں مبتلا ہیں بعض اوقات ایسے واقعات نظروں سے گذرتے ہیں جنہیں دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کہیں اسلام میں حالت جمود تو نہیں پیدا ہو گئی چنانچہ مجھے بھی چند ایسے ہی واقعات سے دو چار ہونا پڑا میں نے خیال کیا کہ اگر یہ واقعات درست ہیں۔ تو پھر مایوسی کی بجائے ہمیں ایسی کوشش کرنی چاہئے۔ جس سے اسلام کے پیارے چہرے سے اس جمود و غفلت کا داغ دُور ہو جائے۔ اور دُنیا دیکھ لے کہ اسلام اس الزام سے بری ہے اس موقعہ پر مجھے ایک بڑے آدمی کا مقولہ یاد آ گیا۔ وہ کہتے ہیں اور بالکل صحیح کہتے ہیں کہ

اِنسان کا بُرے سے بُرا دشمن بیم و خوف نہیں بلکہ اس کا بدترین دشمن اُس کی اپنی مایُوسی اور نا اُمیدی ہے +

میرے نزدیک اسلام کو کسی قسم کا خطرہ نہیں بشرطیکہ ہم غفلت اور بے اعتنائی کے پنجے سے نکل کر میدان عمل میں آ جائیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ہماری موجودہ غفلت شعاری نے ہمیں اس جگہ لے رکھا ہے

جس کا نام ہستی نہیں بلکہ نیستی ہے۔ ہر معاملہ میں پیش بینی اور دُور اندیشی ہی بہترین ہتھیار ہے +

ان سطور کے ذریعہ میں اپنے مسلم بھائیوں میں خوف و بیم کو پیدا کرنا نہیں چاہتا البتہ مجھے یقین ہے

کرتا ہوں۔ کہ اس وقت ہمیں کوئی ایسا کام کرنا چاہیئے کہ جس سے ہماری سستی دُور ہو جائے۔ ہم خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ ہمارے خفتہ قویٰ میں تحرک پیدا ہو جائے ہم میں ذمہ داری کا احساس نمودار ہو جائے۔ اور ہم اس دین متین کے سچے علمبردار ثابت ہوں۔ جو بالکل سیدھا اور صاف۔ ارفع و اعلیٰ مذہب ہے جس کی تعلیم میں کوئی پیچیدگی نہیں جو محکمات عقاید سے پاک اور حکیمانہ تعلیم کا سرچشمہ ہے۔ اسلام ہمارے سامنے ایک سیدھا سادہ ضابطۂ زندگی رکھ دیتا ہے۔ جو انسان کو بلا وسائط غیری خدا سے ملا دیتا ہے۔ اسلام امن کی زندگی سکھلاتا ہے۔ اور ہمیں تعلیم دیتا ہے۔ کہ ہم اپنے ہمسائیوں سے خواہ وہ کسی مذہب و ملت کے ہوں محبت آشتی و پیار سے سلوک کریں۔ ہم اپنے قول و فعل سے کسی کا دل نہ دُکھائیں کسی کے مذہبی احساسات و جذبات کو ٹھیس نہ لگائیں۔ قرآن کریم بڑے زور سے تعلیم دیتا ہے کہ ہم دوسروں کے بزرگانِ دین کی عزت کریں۔ ان کے اماکن مقدسہ معبدوں و مندروں تک کی عزت و احترام کریں۔ اور ہر ایک ایسی بات سے الگ رہیں۔ جس سے ملک میں فساد ہو۔ ملک کے قوانین کی عزت کریں۔ اور امن کے قائم کرنے میں کوشاں ہوں۔ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ ہم اپنی خداداد قوتوں کو اچھے طور پر استعمال کریں جس سے ہر قسم کی تہذیب اور تمدن پیدا ہو۔ الغرض اسلام سراپا خوبی ہے۔ اس کی تعریف میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن اس وقت میرا یہ مقصد نہیں کہ اسلام کی تعریف کروں۔ کیونکہ مجھے کچھ اور کہنا ہے۔

خلاصۂ اسلام

خلاصۂ اسلام یہ ہے کہ ہم احکام اللہ کی عزت کریں۔ اور خلق اللہ سے شفقت کے ساتھ پیش آئیں ہم میں علمی اور عملی ترقی نمودار ہو۔ اور اپنے اندر صفت الٰہیہ پیدا کریں۔ جب خدا تعالیٰ نے ہمیں ایسا مذہب دیا ہے تو پھر کیوں ہم غفلت کا شکار ہو جائیں۔ اور ہم میں کیوں حالتِ جمود پیدا ہو۔

اسلام شرک و بدعت مٹانے آیا۔ اسلام نے توحید کو اصلی رنگ میں پیش کیا لیکن پھر بھی شرک کسی نہ کسی رنگ میں دُنیا سے نہیں مٹا۔ بدقسمتی سے خود مسلمانوں میں شرک نے ایک ایک رنگ میں تسلط کر لیا۔ طرح طرح کے اصنام پرستان دُنیا میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ جو بات اہلِ مغرب اور ان کی اتباع میں تعلیم یافتہ جماعت کو تباہ کر رہی ہے۔ وہ دہریت اور مادہ پرستی ہے۔ اگر ہم متفقہ کوشش کے ساتھ دُنیا سے اور خصوصاً مغرب سے ایک ذات، شرک اور انسان پرستی

...دوسری طرف مادیت اور دہریت کو اڑا دیں۔ تو یہ کام کرینگے تو حقیقی اسلام کے شایان حال ہے

لیکن جو بات ہمیں کمزور کر رہی ہے وہ کوئی بیرونی خطرہ نہیں میرے علم و یقین میں اسلام کی سچی تعلیم ایسی مستحکم ہے کہ اس پر کسی بیرونی حملہ کا اثر ہو نہیں سکتا ہم پر جو مصیبت پڑی ہے وہ در اصل ہماری اندرونی مصیبت ہے

اسلام کے اصول اور اسکے عقاید کچھ اس قسم کے واقع ہوئے ہیں۔ کہ انکے ہوتے ہوئے اسلام میں کسی قسم کے افتراق و تشتت کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ اسلام میں تو کسی فرقہ کے پیدا ہونے کا امکان ہوہی نہیں سکتا

لیکن افسوس کے ساتھ دیکھنا پڑتا ہے۔ کہ اسلام میں فرقہ بندی کا سیلاب مصروف تباہ کاری ہے +

ہم اشاعت اسلام کے لئے لاکھ کوشش کریں۔ لیکن فرقہ بندی ہماری سب کوششوں کو خاک میں ملا دے گی۔ یورپ اگر آج عیسائی مذہب سے بیزار ہے۔ تو اس کی بھاری وجہ عیسائیت کی فرقہ بندی ہے۔ اب اگر ہم بھی فرقہ بندی کے مرض میں گرفتار ہو جائیں حالانکہ تعلیم اسلام میں اسکا امکان نہیں تو ہم اہل مغرب کی نگاہ میں اسلام کو قابل مضحکہ ٹھیرائینگے۔ انگلستان کے ایک مشہور شاعر کیٹ نے کیا لطیف بات کہی ہے۔ کہ مذہبی مجنون اپنے خواب و خیال میں ایک بہشت بنا لیتے ہیں۔ جسمیں ان کے فرقہ کے سوا کوئی اور نہیں جا سکتا +

برادران اسلام یاد رکھیں! کہ فرقی تنازعات و مناقشات ہمارے سب سے بڑے اور خونخوار دشمن ہیں جو بیرونی دشمن سے کہیں زیادہ خطرناک ہے +

اشاعت اسلام میں فرقہ بندی کی رکاوٹ

ایسا بھی ہوا کہ جہاں مسجد ووکنگ (انگلستان) میں بارہا ہمارے مبلغین نے مغربی معقول پسند صاحبوں کے سامنے اپنے پیارے مذہب کی خوبیوں و محاسن کو پیش کیا۔ اور انھوں نے ان خوبیوں کو تسلیم بھی کیا۔ لیکن بعض وقت ہمارے مبلغین کو ایسے فقرے بھی سننے پڑے۔ کہ اتحاد و اتفاق کے معاملہ میں

تم عیسائیوں سے بہتر نہیں ہو۔ تم میں بھی بیسیوں فرقے موجود ہیں۔ جن میں ہر ایک یہی خیال کرتا ہے۔ کہ آسمان تقدس کے وہی چمکنے والے ستارے ہیں۔۔

اب یورپ میں ان باتوں کا کیا جواب دیا جاوے۔ حالانکہ اسلام کی حقیقی تعلیم میں ان فرقی اختلافات کا نام تک نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ ہمیں فرقہ بندی کے ہر قسم کے خیالات سے الگ رہنا چاہئے۔ ہر قسم کی تنگدلی کو دور کرنا چاہئے۔ ہمیں اہل مغرب کو یہ کہنے کا موقعہ نہ دینا چاہئے۔ کہ آخر کار اسلام بھی عیسائیت کی طرح مجموعۂ اختلافات ہے۔ حالانکہ اسلام اپنی اصلی شکل و صورت میں ان باتوں سے ارفع ہے۔ نہ اسمیں تنگدلی کا نام ہے۔ اور نہ اسکی تعلیم میں کوئی اختلاف عقاید پیدا ہو سکتا ہے۔ اور نہ وہ اصل ہے۔ اور جہاں فرقی اختلاف ہے۔ اسے اصول مذہب سے تعلق نہیں +

تنظیم عمل

الغرض برادران اسلام! بس بات کی ہمیں اس وقت از حد ضرورت ہے۔ تنظیم عمل ہے ہمیں واقعات موجودہ و حالات حاضرہ پر آنکھیں بند نہ کرنی چاہئیں۔ ہمارے مذہب میں لاکھ اتحاد و اتفاق کی تعلیم ہو۔ لیکن عملاً ہم میں اتحاد و اتفاق مفقود ہے۔ اور اس امر میں عملاً کچھ نہیں رہا۔ اس کے بالمقابل عیسائیوں میں ایک رومن کیتھولک فرقہ ہے۔ ان میں تنظیم عمل اعلے درجہ پر پہنچی ہوئی ہے۔ اگر کسی قومی ضرورت کے لئے ان میں کسی بھاری سرمایہ کی ضرورت ہو یا کسی امر میں یک جہتی کی ضرورت ہو تو وہ پوپ کے انگلی اٹھانے پر فوراً جمع ہو جاتے ہیں۔ ان میں اختلاف و تشتت کا نام نہیں۔ کیا اسلام جیسے متحد اور متفق عقاید والے مذہب کے متعلق آج ہم یہ کہہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جب تک ہم ایک نہ ہو جائیں۔ جب تک ہم میں سے فرقی تنازعات نہ مٹ جائیں۔ جب تک ہم میں اتحاد عمل پیدا نہ ہو۔ جب تک ہم اسلام

اشاعت اسلام اور دیگر اسلامی تحریکات کے کاموں میں بلالحاظ فرقہ عملاً متحد نہ ہو جائیں
جب تک ہم دنیا کو یہ نہیں کر سکتے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کی تعلیم میں اختلاف و
افتراق کی جگہ نہیں۔ حالانکہ یہ امر بالکل صحیح ہے +

برادران اسلام! آپ صرف ان امور پر غور کریں۔ جن کا ماننا ایک مسلم کی نجات کے
لئے ضروری ہے آپ ان باتوں پر غور کریں۔ جن سے مسلم کے ایمان کی تکمیل
ہوتی ہے۔ آپ ان باتوں کو سوچیں کہ جن کے تسلیم کرنے پر ایک غیر مسلم مسلمان
ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ بھی سوچیں کہ آپ میں کونسی جماعت کونسا
گروہ اور کونسا فرقہ ہے۔ جو ان امور کو نہیں مانتا۔ تو پھر ہمیں تسلیم کرنا پڑیگا
کہ اسلام میں کوئی تشتت و افتراق نہیں۔ اور کوئی
فرقہ نہیں۔ اور ہم سب مسلمان بھائی ایک ہیں +

خواجہ عبدالغنی

عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

ضروری عرضداشت

ہم اپنے قارئین کرام سے متوقع ہیں۔ کہ وہ اس رسالہ کے نشر و اشاعت کیلئے
پوری کوشش فرمائیں گے۔ تمام اردو رسالوں میں یہی رسالہ ہے۔ جس کا
مقصد وحید خدمت اسلام ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی
عزت کو مادہ پرست دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ اگر ہر مہینہ میں اپنے معاونین
کم از کم ایک خریدار دیدیں۔ تو اس رسالہ کے ذریعہ اسلام کا بول بالا ہو
اور وہ عند اللہ ماجور ہونگے +

مینیجر رسالۂ اشاعت اسلام

عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

اسلام کے بعض عناد آگین معترضین

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

ایک پادری مسمی مسٹر کیش نے اپنی تصنیف "اسلامی دنیا بحالتِ انقلاب" میں ہمارے ووکنگ مشن کا ذکر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل خیال جو سراسر مہمل اور لغو ہے ظاہر کیا تھا +

محمدؐ کو دنیا کے سامنے بطور اسوۂ اخلاقی پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اس بات کی خاطر کارکنانِ ووکنگ مشن کو ضرورت ہوئی۔ کہ ایک بالکل نئے محمدؐ کی تصویر مسیحی خیالات کی رنگ آمیزی سے تیار کی جائے" +

ان الفاظ نے میرے قلم کو جنبش دی۔ اور میں نے اپنی تصنیف **النبی الکامل** میں مندرجہ ذیل الفاظ سپرد قلم کئے تھے" آیندہ صفحات میں نبی کریم صلعم کی مقدس سیرت اور عادات کا اجمالی خاکہ پیش ناظرین کرنے کا ارادہ ہے۔ اور اپنے دعاوی کی تائید میں آپ کے ان افعال کا تذکرہ کرونگا جو احادیث کی صحیح کتابوں میں مرقوم ہیں۔ بالمقابل اگرچہ بائبل کی صحت یقینی طور پر مشتبہ ہے لیکن میں سردست ان تمام باتوں کو یسوع صاحب کے متعلق بیان کی گئی ہیں صحیح تسلیم کئے لیتا ہوں۔ لہٰذا منصف مزاج لفقاد اب اس امر کے تصفیہ میں آسانی ہو جائیگی کہ جو تصویر نبی کریمؐ کی میں نے پیش کی ہے۔ اسمیں بائبل کے پیش کردہ یسوع کی خفیف سے خفیف جھلک بھی پائی جاتی ہے یا نہیں۔ میں انھیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ جو کچھ میں نے آنحضرت صلعم کے متعلق لکھا ہے۔ اس کا دسواں حصہ بھی انھیں بصد تلاش بائبل میں نہیں مل سکتا" +

یہ الفاظ لکھے ہوئے چار سال گزر گئے۔ لیکن کسی شخص کو تا ایندم میرے الفاظ کی تردید کی جرأت نہ ہوسکی۔ یہ باور کرنے کے لئے میرے پاس کافی وجوہ ہیں کہ مسٹر کیش

نے بھی ان الفاظ کو پڑھا ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے میری کتاب مذکورہ پر ریویو بھی کیا ہے۔
لیکن میرے دعاوی کی تردید میں ایک لفظ بھی نہ لکھ سکے۔ بلکہ جیسا کہ مجھے بتایا گیا۔
کیونکہ جب ان کا ریویو شائع ہوا۔ تو میں خطرناک علالت میں مبتلا تھا۔ اور ان کی
تحریر خود نہ پڑھ سکا۔ انھیں مجبوراً اس امر کا اعتراف کرنا پڑا۔ کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے
وہ درست ہے۔ لیکن مسٹر کیش پھر پادری ہیں۔ اور وہ اپنے عہدہ مذہبی سے
بیوفائی نہیں کرسکتے۔ علاوہ بریں ایک فانیہ عورت سے پیدا شدہ انسان کو خدا بنانے
کی غرض سے دوسروں کے کیریکٹر میں عیب نکالنا اُن کے لئے لابد ہے۔ اسلئے
اُنھوں نے یہ ضرور لکھدیا کہ "میرے سحر آفرین قلم" نے آنحضرت کی زندگی کے صرف
روشن پہلو ہی کو نمایاں کیا، تاریک پہلو تو عمداً نظر انداز کردیا +

وجوہات مندرجہ بالا کی بناء پر میں پادری مذکور کو ترکی بہ ترکی جواب نہ دے سکا
لیکن ہیات کا آرزومند ضرور رہا کہ وہ اپنے دعاوی کو دلائل سے مؤید کریں۔ اُنھوں نے ایک
عرصہ تک خاموشی اختیار کی، اب حال میں پھر درپردہ اس طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اپنی جدید
تصنیف یعنی "توسیع اسلام" میں اُنھوں نے آنحضرت صلعم پر چند جھوٹے الزامات لگانے کی
کوشش کی ہے۔ اور ان کو غیر معتبر روایات پر مبنی کیا ہے۔ میں نے اپنی کتاب کے پہلے ہی اڈیشن
میں دفع دخل مقدر، یہ الفاظ لکھے تھے کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کی ذہنیت ایسی ہی ہے
اور ان سے انہی باتوں کی توقع بھی رکھتے ہیں۔ پس میں نے ان لوگوں کو راہ ہدایت دکھانے
کی خاطر، جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنے کا طریقہ ان الفاظ میں بتایا تھا:-

برعکس اس کے کتب مغازی کو اسلامی علماء اور محدثین کی نظروں میں کبھی وقعت یا اعتبار
حاصل نہیں ہوا۔ اور نہ اُن کے مصنفین کو مستند گردانا گیا منجملہ اقیان و اقدی اور ہس کا کاتب
یہ دونوں تو سب سے کم مستند اور سب سے زیادہ لاپرواہ تذکرہ نویس مانے جاتے ہیں واقدی سے متعلق
علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں۔ جو روایات واقدی سے پہنچی ہیں۔ وہ ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں
اور اس کے صادق ہونے پر بھی لوگوں کو شک ہے (جلد سوم صفحہ ۶۲) اور حضرت امام شافعی جو ائمہ
اربعہ میں سے ہیں لکھتے ہیں:-

واقدی کی تصنیف سراپا لغویت اور دروغ کا انبار ہے۔ اور دوسرے محدثین کی رائے ہی ہے واضح ہو کہ واقدی اور اس کے بھائی بندوں کی راستبازی پر اول اہل اسلام ہی کو شک و شبہ کیا گیا ہے اور بدقسمتی سے یوروپین مصنفین کی نظروں میں صرف یہی لوگ مستند ہیں۔ علماء اسلام نے اگر اس پر شک کیا۔ تو صرف اصول صداقت کی خاطر نہ کہ معترضین آنحضرت صلعم کا منہ بند کرنے کیلئے۔ اور کئی سو سال تک اسبات کی کوئی ضرورت بھی لاحق نہ ہوئی۔ اوائل سیرت نگار جب آنحضرت صلعم کے متعلق کچھ لکھتے تھے تو پہلے کافی چھان بین کر لیتے تھے۔ اور ہمیشہ واقدی اور اس کے ہم خیالوں کی روایات و تحریرات کو پس پشت ڈال دیتے تھے۔ اگر وہ لوگ یہ حرکت محض آنحضرت صلعم پر سے بعض الزامات اٹھانے کی خاطر کرتے تو کوئی شخص ملا تحقیق ذاتی ان کے فیصلہ کو قبول نہیں کر سکتا تھا۔

بدقسمتی سے آنحضرت صلعم کے اوائل یوروپین سیرت نگاروں کا مدعا اور انکی نیت شروع ہی سے خراب تھی۔ وہ لوگ یا تو طبقہ مذہبی سے تھے یا متعصب علمائے کلیسائے روم سے۔ جنوبی یورپ میں اسلام کے ہمہ گیر سیلاب کو روکنے کیلئے ان کی سمجھ میں بس یہی آیا۔ کہ اسلام کی پاکیزہ صورت کو مسخ کر کے پیش کیا جائے۔ تاکہ عوام الناس کو اسلام اور بانی اسلام سے کسی قسم کی ہمدردی پیدا ہی نہ ہو سکے۔ لیکن اسلام کا قدیم لٹریچر ان کے مفید مطلب نہ تھا۔ بہر حال ابن خلکان ابن حنبل امام شافعی وغیرہم کی تصانیف میں انھوں نے بعض ایسے اشارات پائے جو واقدی اور اس کے ہم خیالوں کے مرتبہ دیانت کی نفی کرتے تھے۔ ان اشارات سے ان کو اسبات کا جس کی تلاش میں وہ لوگ برسوں سے سرگرداں تھے پس انھوں نے ان غیر معتبر مصنفین کی تحریرات سے بیساختہ حوالجات دینے شروع کر دئیے۔ تاکہ اس دروغ بے فروغ کی تائید ہو سکے۔ جو ان کی کتابوں میں انبار در انبار موجود تھے۔

ان کے بعد ایسے یوروپین مصنفین کی جماعت پیدا ہوئی جس کا مقصد احقاق حق تھا۔ نہ کہ عیب جوئی۔ پس انھوں نے واقدی وغیرہ کی تصانیف کو لائق اعتنا نہ سمجھا۔ لیکن جلد ہی واقعات نے پھر پلٹا کھایا۔ اور دول مغربی مسیحی پادریوں کی سرگرمیوں سے اظہار دلچسپی کرنے لگے۔ کیونکہ ان پادریوں کی مذہبی جدوجہد میں انکو اپنی سیاسی چالیں کامیاب

ہوتی نظر آنے لگیں۔ چنانچہ میور، الفنسٹن اور سیل وغیرہم نے بعض ان جماعتوں کو تقویت پہنچانے کی خاطر جیسا کہ خود سیل کو اس امر کا اعتراف ہے۔ اوائل متعصب یورپین مصنفین کے نقوش قدم پر چلنا شروع کر دیا۔ لیکن اب وہ زمانہ نہ تھا۔ کہ کوئی شخص دنیا کے ایک کونے میں بیٹھ کر کچھ لکھتا اور اس کے خلاف دوسرے کونے سے صدائے احتجاج بلند نہ ہوتی۔ ڈاکٹر سر سید علیہ الرحمۃ نے فوراً ولیم میور کی تصانیف کا رد شائع کیا اور واقدی پر اعتبار کرنے کی حماقت دنیا پر روشن کر دی۔ اس مناسب چال وغیرہ نے خاطر خواہ کامیابی حاصل کی اور بعض جماعتوں کے خیالات میں تبدیلی بھی کر دی۔ لیکن دوسرے ممالک میں کام کرنے والی مسیحی جماعتیں بدستور اسی غلط روش پر چل رہی ہیں +

اس سلسلہ میں ایک بات اور بھی گوش گذار کرنی چاہتا ہوں۔ ایک ہزار سال سے زیادہ گزرے جب علمائے متقدمین نے واقدی اور اس کے ساتھیوں کو آنحضرت صلعم کا ناقابل اعتبار سوانح نگار ثابت کر دیا تھا۔ لہٰذا ایمانداری اور شرافت کا تقاضا یہ ہونا چاہیے تھا۔ کہ دو باتوں میں سے ایک کرتے یا تو ان کی تحریرات کو اپنا خضر راہ بناتے یا جو الزامات ان پر لگائے گئے ہیں۔ انکی تردید کر کے انھیں مستند ثابت کرتے پس جو حقائق میں نے واقدی کے متعلق بیان کئے تھے مسٹر کیش کا فرض تھا کہ انھیں پہلے پہل باطل کرتے تب انھیں آزادی تھی۔ کہ وہ اپنے خیالات کو اس کی تحریر سے مؤید کرتے +

لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ مسٹر کیش سے اس امر کا مطالبہ کرنا ہی بے سود ہے۔ مجھے ان کی نیت کا حال معلوم ہو چکا ہے۔ اس مطالبہ کو تو وہ شخص پورا کر سکتا ہے۔ جو محقق ہو۔ یہ بات انھیں نصیب ہے اور یہ تو ناممکن ہے۔ کہ مصر میں چند سال قیام کر کے وہ عربی زبان کے ماہر ہو گئے ہوں۔ سرسری نگاہ ڈالنے والا شاید ان کی کتاب کو پسند کر لے لیکن سمجھدار آدمی جانتا ہے۔ کہ معمولی لیاقت کا آدمی بھی ایسی کتاب لکھ سکتا ہے۔ خواہ وہ عربی زبان سے قطعاً ناواقف ہو۔ انکی کتاب کسی تحقیق کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ محض دوسروں کی تصانیف سے خوشہ چینی کی گئی ہے۔ سر ولیم میور کو سارا مواد اوائل یورپین مصنفین سے ملا۔ اور مارگولیتھ، زویمر، ٹسڈل اور کیش وغیرہم نے انکی تصانیف کو پیش نظر رکھا مگر بایں ہمہ اس معاملہ میں پروفیسر مارگولیتھ کی خاموشی ضرور معنی خیز ہے۔ جو موصوف نے بھی آنحضرت صلعم پر الزامات عائد کرنے میں واقدی ہی کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ اور میں نے انکو بھی اس فاش غلطی سے آگاہ کر دیا تھا۔

اور جب انھیں یہ بتایا گیا کہ واقدی جس پر وہ اعتبار کرتے ہیں۔ علمائے اسلام کی نگاہ میں اوّل درجہ کا جھوٹا ہے۔ تو وہ بہت حیران ہوئے بلکہ ششدر رہ گئے۔ اب ان کا فرض تھا یا تو واقدی کی حمایت کرتے یا اپنی غلطی کی اصلاح۔ موصوف ماشاء اللہ اکسفورڈ جیسی مشہور یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر ہیں۔ اس لئے وہ اس کام کو بآسانی انجام دے سکتے تھے۔ لیکن ہنوز خاموش ہیں۔ شاید ان کیلئے یہی راہ محفوظ بھی ہے لیکن انھوں نے واقدی سے بڑھ کر ظلم کیا۔ انھوں نے مصنف مذکور کے الفاظ کو غلط پیرایہ میں استعمال کیا۔ تا کہ آنحضرت صلعم کے خلاف الزامات کو سنگین قرار دے سکیں۔ جب انھیں اس بات کی اطلاع دی گئی۔ تو انھوں نے ایک عذر لنگ پیش کر دیا۔ وہ یہ کہ میں نے اپنی عبارات کا ماخذ ایک جرمن ترجمہ کو بنایا ہے سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جب ایک شخص عربی پڑھ سکتا ہے۔ تو وہ تراجم کا محتاج کس لئے ہو گیا؟ بہر کیف اگر انھیں اپنی شہرت کو برقرار رکھنا تھا۔ تو اپنی غلطی کا اعتراف ضروری تھا +

میں تسلیم کرتا ہوں کہ واقدی ایک مسلمان مصنف ہے۔ کوئی غیر نہیں لیکن آنحضرت صلعم ہی کوئی ایسے انوکھے شخص نہیں جن کو انہی کی امت کے افراد نے تکلیف پہنچائی ہو۔ تاریخ نے اس سبق کو بار بار دہرایا ہے۔ ہر ملت کے رہنماؤں کا یہی حشر ہوا ہے۔ کہ ان کے قدردانوں نے جوش عقیدت میں آ کر ایسی باتیں اُن سے منسوب کر دیں جن سے اُن کی شہرت کو بہت نقصان پہنچا ہے وہ باتیں یا تو انہی کے دماغوں کی اختراعات تھیں یا اصلیت کچھ تھی اور بنا دیا کچھ اور۔ جو باتیں انھوں نے اپنی تصانیف میں درج کیں وہ ایسی تھیں جو انھیں اچھی معلوم ہوئیں یا اُن کے مذاق کے موافق تھیں لیکن ایسے مصنفین حقائق نگار نہیں کہلاتے۔ وہ اپنے پیشواؤں کی تصویر وہ نہیں دکھاتے تھے جیسی کہ درحقیقت وہ تھی۔ بلکہ وہ جیسی وہ چاہتے تھے۔ کہ ہو۔ اب یہ خواہش یا انکی خود ساختہ تصویر اصلی نہیں کہلا سکتی بلکہ ان کی اپنی ایجاد جس کی بناء یا تو اُن کے خیالات پر تھی یا رائے عامہ پر یا ماحول و حالات وقتی پر اور یہ سب باتیں کسی کے چال چلن کا آئینہ نہیں ہوتیں۔ مثال کے طور پر ہندوستان کے ایک بڑے پیغمبر حضرت کرشن کو لے لیجے۔ جب ہم ان کی کتاب بھاگوت گیتا کے بعض مقامات پڑھتے ہیں۔ تو ہمیں انکی نبوت کا یقین ہو جاتا ہے۔ انھوں نے اپنی ساری زندگی بدی کے دُور کرنے میں صرف کر دی لیکن جب ہم اپنی کرشن کا حال پرانوں میں پڑھتے ہیں۔ تو انکی ساری خوبیاں یکلخت کافور ہو جاتی ہیں

غور کیجئے خدا کا فرستادہ اور قوانین اخلاق سے اس قدر لاپرواہ جیسا کہ پرانوں میں بیان کیا گیا ہے
مثلاً وہ غیر کی بیوی پر عاشق ہوتے ہیں۔ وہ اپنی آسمانی قوتوں کو اُس عورت کے بہرہ اندوز ہونے اور اس کے
خاوند کو بیوقوف بنانے میں صرف کرتے ہیں۔ لیکن یہ سب دروغ بافی اور ایک بڑے نبی کی سراسر توہین ہے
حالانکہ اس توہین کے بانی وہی لوگ ہیں جو کرشن کو بحیثیت خدا کے پوجتے ہیں۔ ان کتابوں سے
صرف زمانہ تصنیف کی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے۔ اس زمانہ میں ہندوستان کا اخلاقی مطلع غبار آلود
ہو رہا تھا مختصر یہ کہ بدی کو نیکی سمجھ لیا گیا تھا۔ وہ ناپاک گناہ جو قرآن کی رُو سے قتل کے بعد دوسرے نمبر پر ہے
یعنی زنا عموماً مذہبی مراسم کا جزو قرار دیا گیا تھا۔ پس کوئی وجہ تعجب کی نہیں۔ اگر اُس زمانہ کے
لوگوں نے اپنی سیہ کاری کے جواز میں کرشن سے ایسے امور منسوب کر دیئے ہوں۔ کرشن کے علاوہ
انبیاء یہود کے ساتھ بھی یہی ظلم روا رکھا گیا۔ جو افعال بائبل میں لوط، داؤد اور نوح علیہ السلام سے
منسوب کیے گئے ہیں۔ غالباً معمولی چال چلن کا آدمی بھی اُن کا مرتکب نہ ہوگا +

قرآن نے فی الحقیقت بنی نوع آدم پر بڑا احسان کیا جو ان انبیاء کی راستبازی کو امر قائم
کر دیا۔ اور جتا دیا کہ یہ لوگ ان افعال سے سراپا مبرا تھے کس قدر خوشی کا مقام ہے۔ کہ مغربی تحقیقات نے
بھی اب بائبل کو محض اساطیر الاولین قرار دیا ہے۔ لیکن یاروں نے تو خدا کو بھی نہیں چھوڑا۔ اگرچہ
وہ تمام انسانوں کا معبود رہا ہے۔ اور جو کچھ عمدہ اور اعلےٰ صفات ذہن میں آ سکتی ہیں۔ وہ سب اسی سے منسوب
کی جاتی ہیں۔ لیکن جب کبھی لوگوں نے خدا کا تصور انسانی تخیل کے ماتحت کیا ہے۔ تو اسکی صفات
بہترین نہیں ثابت ہوئیں بلکہ بسا اوقات قابل اعتراض صفات اسی سے منسوب کر دی گئیں۔ چنانچہ توریت
میں جو نقشہ یہوواہ (خدائے یہود) کا بیان کیا گیا ہے۔ وہ دراصل یہودیوں کی کینہ توز طبائع کا آئینہ ہے
اور قدیم رومیوں یونانیوں اور ہندیوں کی عیاشی کے جذبات مختلف دیوتاؤں کے سوانح حیات
میں رُونما ہوتے ہیں۔ پس کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر واقدی اور اس کے بھائیوں نے آنحضرت صلعم
سے وہ باتیں منسوب کر دیں جو ان کی جنگجو طبائع کو خوش آئیند تھیں۔ لیکن یہ لوگ اپنی قیاس آرائیوں کو کسی صحیح
حدیث سے مؤید نہ کر سکے۔ اسلام سے پہلے جملہ مذاہب کی مذہبی کتابیں محرف ہو چکی ہیں۔ اور اگر اسلام
میں کسی قسم کی خرابی داخل ہو جاتی تو جائے تعجب نہ تھی۔ لیکن خوش قسمتی سے اسلام میں ایسے طالبان حق پیدا
ہو گئے جنہوں نے بطور حفظ ماتقدم آئندہ خرابیوں کا سد باب کر دیا۔ قرآن مجید نے دوسری مذہبی کتب

میں تحریف کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ تمہاری کتب میں تحریف نہ ہو۔ اس لئے وہ فوراً
چوکنے ہو گئے۔ اور جب انھوں نے غیر عرب افراد کو جوق جوق داخل اسلام ہوتے دیکھا تو وہ پیش بندی کیلئے
تیار ہو گئے نتیجہ [illegible] صدی کے آخر میں رونما ہوا اور رخنے پیدا ہونے کا امکان پیدا ہوا جیسا کہ باقی
قرآن۔ نے متنبہ کیا ہے کہ جو ہو چکا [illegible] انھوں نے اسلام کی حفاظت شروع کر دی۔ انھوں نے
تحریف کے راستے معلوم کئے اور ان کی ناکہ بندی کر دی۔ بطور ایجاز ہم ان دو باتوں کا ذکر کرتے ہیں
جو ان کی نظر میں اسلام کی پاکیزگی کو زائل کر سکتی تھیں۔ پہلے تو زبان کا مسئلہ تھا۔ کیونکہ زبان
ہی ذریعہ اظہار خیالات ہے۔ دوسرے احادیث۔ زبانوں کی خاصیت ہے کہ انقلابات دنیا کے
نوشتوں کی صحت کو بہت کچھ نقصان پہنچایا ہے۔ الفاظ رفتہ رفتہ آہستہ آہستہ تبدیل ہوتے رہتے
ہیں۔ باعتبار صورت بھی اور باعتبار معنی بھی اور اس طرح ان کے اصلی معانی مفقود ہو جاتے ہیں۔
بعض اوقات پرانے الفاظ کو نئے معانی پہنا دیئے جاتے ہیں۔ اور الفاظ کی اس تعمیم و تخصیص کا سلسلہ
ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ ممکن ہے کہ ہمارے پاس کوئی قدیم نوشتہ محفوظ ہو۔ اور اسی زبان میں ہو۔ جس میں وہ
پہلے پہل لکھا گیا تھا لیکن کوئی شخص ان معانی پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ جو من بعد الفاظ کتاب سے
منسوب کئے جاتے ہیں۔ ہنود کا دعویٰ ہے کہ وید مت ہی اسی قدیم زبان میں ان کے پاس محفوظ ہیں
جس میں وہ رشیوں پر الہام کئے گئے تھے لیکن آج ویدوں کے جس قدر تراجم مروج ہیں سب
ایک دوسرے سے بالکل مختلف رکھتے ہیں۔ اور یہ اسی وجہ سے ہے کہ ویدک لغت کے معانی میں بہت تبدیلیاں
ہو چکی ہیں۔ اگرچہ اس لحاظ سے عربی زبان نہایت باوقعت ہوئی تھی لیکن پھر بھی قرون اولیٰ کے مسلمانوں
نے اس سیلاب کے آگے بند باندھنے شروع کر دیئے یعنی انھوں نے عربی لغات تیار کیں اور
سچ تو یہ ہے کہ عربی لغات کی تدوین کا باعث یہی امر ہوا منجملہ دیگر لغات مرتب کرنے والوں کے ایک نہایت
قابل زباندان [illegible] جو اپنے زمانہ کا بہترین عالم تھا۔ اور جس کا نام جوہری تھا۔ ایک مبسوط لغت مرتب
کی جس کا نام صحاح جوہری ہے۔ ان تمام لوگوں نے تدوین لغات میں ایک اصول مد نظر
رکھا۔ وہ یہ کہ الفاظ کے وہی معانی بیان کئے جائیں۔ جو قدیم زمانہ کے شعرا اور مصنفین نے
قرار دیئے ہیں۔ اور ان شعرا کے انتخاب میں ان لوگوں نے انہی شعرا کو لیا جو یا تو نبی کریم صلعم سے پہلے
گزرے یا آپ کے زمانہ میں تھے یہی وجہ ہے کہ قرآن اور حدیث کے الفاظ کے معانی آج بھی وہی سمجھے جاتے

ہیں۔ جو نبی کریم صلعم کے زمانہ میں متداول تھے۔ یہ وہ شان امتیازی ہے جس کا نظیر تاریخ مذاہب مختلفہ میں مل نہیں سکتا +

جمع حدیث کے معاملہ میں محدثین ان لوگوں سے کم محتاط نہ تھے۔ انھوں نے احادیث کی صحت معلوم کرنے کیلئے ایک فن ایجاد کیا۔ جسے اسماء الرجال کہتے ہیں۔ اولاً یہ لوگ کسی ایسی حدیث کو شاذ و نادر ہی قبول کرتے تھے۔ جس کا راوی ایک ہی ہو۔ ثانیاً کسی ایسے شخص کی روایت قبول نہ کی جاتی۔ جس کے متعلق یہ علم ہوجاتا۔ کہ اس نے کسی موقعہ پر جھوٹ بولا تھا۔ ثالثاً ایسا شخص بھی پایہ اعتبار سے ساقط کردیا جاتا تھا۔ جو کسی معاملہ میں قرآنی تعلیمات سے منحرف ہوا ہو۔ صحت احادیث کی خاطر یہ لوگ سینکڑوں میلوں کے سفر اختیار کرتے تھے۔ اور اس مقصد اعلیٰ کی تحصیل میں ان لوگوں نے جس قدر مشکلات کا سامنا کیا۔ ان کو بیان کرنے کیلئے ایک دفتر درکار ہے۔ میں اس جگہ صرف ایک دو کتابوں اور ان کے مرتب کرنیوالوں کی جانفشانی کا ذکر کروں گا۔ تاکہ ناظرین کو میرے اقوال کی سچائی کا یقین ہوجائے۔

امام مالک اول المحدثین سنہ ۹۳ھ میں بمقام مدینہ پیدا ہوئے۔ ابتدائے عمر ہی سے ان کو جمع حدیث کا شوق تھا۔ اس غرض سے انھوں نے نوسو استادوں کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ تب انھوں نے ایک ہزار احادیث کا مجموعہ تیار کیا۔ جسے ان کی تمام عمر کی کمائی کہنا چاہیے۔ انھوں نے اس کتاب کی صحت پر ستر اساتذہ سے توثیق حاصل کی۔ اور اس کا نام موطا رکھا۔ دوسری صدی ہجری کے آخر میں محمد ابن اسمٰعیل بمقام بخارا پیدا ہوئے۔ سولہ سال تک یہ علم حدیث میں مشغول رہے۔ بعدازاں انھوں نے چھ لاکھ احادیث جمع کیں۔ لیکن ان میں سے صرف چار ہزار کو منتخب کیا۔ ان کی صحیح بخاری اپنی صحت میں غیر فانی درجہ رکھتی ہے۔ تیسری صدی کے اوائل میں ایک اور محدث پیدا ہوئے جن کا نام مسلم تھا۔ انھوں نے بھی ایک مجموعہ مرتب کیا۔ جسمیں ایک لاکھ احادیث میں سے صرف بارہ ہزار منتخب کرکے درج کیں۔ ان کے علاوہ چار کتابیں اور بھی ہیں۔ جن کی ترتیب میں محدثین نے ایسی ہی محنت شاقہ برداشت کی۔ مؤطا سے قطع نظر کرکے ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں۔ یہ کتب مستند ہیں۔ اور ان میں تقریباً ایک سی احادیث پائی جاتی ہیں۔ اور ہر حدیث کے پہلے راویوں کا سلسلہ درج کیا گیا ہے۔ کیا کوئی شریف اور

اور سمجھدار آدمی ایسی صحیح کتب کے ہوتے ہوئے واقدی جیسے دروغگو کی طرف التفات کرسکتا ہے؟ اگر علماء واقدی ابن ہشام طبری ابن سعد حلبی وغیرہم کو مستند نہیں سمجھتے تو اسکی وجہ محض یہ ہے کہ ان لوگوں کے بیانات کی تصدیق صحیح احادیث سے نہیں ہوتی بلکہ بیشک تو احادیث کی تردید کرتے ہیں۔ صحاح ستہ میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملتی جو واقدی کے بیانات کی تائید کرسکے۔ ان لوگوں نے رطب و یابس دونوں کو اپنی تصنیفات میں جگہ دی اور وہ زبان زد خلائق ہوگئی۔ ان لوگوں کی تصانیف صحیح تنقید پر پوری نہیں اُترتیں حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں۔ " واضح ہو کہ واقدی وغیرہ کی تصانیف میں جھوٹ اور سچ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ امام احمد بن حنبل ان کتابوں کے متعلق لکھتے ہیں " یہ کتب کسی اصول کی بناء پر نہیں لکھی گئیں " ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ جو واقدی اپنے کذب کی وجہ سے اسقدر بدنام ہو وہ یورپین مصنفین کے یہاں نہایت مستند مانا جاتا ہے! اور ہے وہ کاذب!

لیکن امور متذکرہ بالا کے علاوہ اسلام کو دیگر مذاہب پر ایک اور فوقیت بھی حاصل ہے وہ یہ مسلمانوں کے پاس قرآن موجود ہے جو صحت کے لحاظ سے مذہبی دنیا میں اپنی آپ نظیر ہے اس کتاب میں آنحضرت صلعم کی سچی سوانح عمری موجود ہے۔ اس مقدس کتاب میں نہ صرف آنحضرت صلعم کی مقدس زندگی کے تمام اہم واقعات مندرج ہیں۔ بلکہ آپ کا پورا کیرکٹر صاف طور پر نظر آتا ہے۔ چنانچہ صحابہؓ میں یہ ضرب المثل تھا کہ آنحضرت صلعم کے اخلاق و عادات وہی ہیں جو قرآن نے دنیا کو تلقین فرمائے ہیں بسا اوقات قرآن مجید کے مقامات کی تفسیر میں وہ لوگ آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ کو پیش کردیا کرتے تھے! اور جب لوگ کسی خاص معاملہ میں حضور نبی کریم صلعم کا طرز عمل معلوم کرنا چاہتے تھے تو وہ قرآن کی آیات خصوصی تلاوت کردیا کرتے تھے کیونکہ حضور نے قرآن کے جملہ احکامات پر بذات خود عمل کرکے دکھا دیا تھا متابعت احکام قرآنی کے لحاظ سے آپ اول المومنین تھے اندریں حالات بعد اسلام کے علماء ان روایات کے رد کردینے میں بالکل حق بجانب تھے جو نصوص قرآنی کے صریح مخالف تھیں حضور نے خود ایک مرتبہ فرمایا تھا۔ " کہ ایک زمانہ آئیگا جب وہ اقوال اور افعال مجھ سے منسوب کئے جائینگے جن کو نہ میں نے زبان سے کہا نہ ہاتھ سے کیا ہے۔ اور میں ابھی سے تم لوگوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ جو بات میرے متعلق ایسی کہی جائے جو قرآن کے خلاف ہو وہ ہرگز قبول نہ کرنا " +

اگر ہم آپ کی اس نصیحت پر عمل کریں تو یقیناً ہم صحیح رستہ پر گامزن ہونگے۔ اور اگر ہم واقدی کو بحیثیت مؤرخ ناقابل اعتبار مردود قرار دیتے ہیں تو حضور ہی کے ارشاد کی متابعت میں +

قرآن مجید ہمارے پاس سچ اور جھوٹ دونوں کے پرکھنے کیلئے بہترین معیار موجود ہے۔ اور جو بات قرآنی معیار پر پوری نہ اُترے اُسے ہم کبھی ہرگز قبول نہیں کرسکتے فقط

از قلم جناب پروفیسر سید مظفر الدین صاحب ایم-اے

لفظ صوفی کی تحقیق اِس لفظ کی اصلیت کے متعلق مختلف خیالات پائے جاتے ہیں۔ ابتداءً مسلمان محققین کا یہ خیال تھا۔ کہ صُوفی 'اہل الصفا' سے مشتق ہے۔ یعنی وہ لوگ جو مسجد نبویؐ کے قرب میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ جامی اور دیگر مصنفین کا خیال ہے۔ کہ صوفی "صفا" یعنی پاکیزگی سے نکلا ہے۔ بعض لوگ صُوفی کو یونانی لفظ "سوفاس" یعنی حکمت سے متعلق کرتے ہیں۔ جدید نظریہ یہ ہے۔ کہ صُوفی 'صوف' یعنی اُون سے نکلا ہے۔ کیونکہ قدیم الایام میں اُون کا لباس سادگی اور رہبانیت کا نشان تھا۔ پیغمبر اسلامؐ اور آپ کے صحابہؓ فارغ البالی کے زمانہ میں بھی سادہ لباس کو پسند کرتے تھے+

ولی اور صُوفی کے معنی یہ تو صُوفی کے متعلق ہوا۔ اب لفظ "ولی" کو لیجئے کیونکہ ولی اور صُوفی عموماً ایک ہی مفہوم کو ظاہر کرنے کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ ولی کے لفظی معنی ہیں قریب کے اور ولایت کے معنی قربت یا قربت یا نزدیکی کے ہیں۔ قربت سے مُراد قربت باری تعالیٰ۔ ولایت کے دو درجے ہیں۔ ایک درجہ جمیع مومنین کے لئے کھلا ہوا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے "خدا مومنوں کے قریب ہے۔ اور ان کو ظلمت سے نکالکر روشنی میں لاتا ہے" ۲/۲۵۷ دوسرا درجہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے آپ کو خدا کی ذات میں فنا کر دیتے ہیں۔ پس حقیقی 'ولی' وہ ہے۔ جو اُسی میں زندہ رہتا ہے۔ اور اسی میں مرتا ہے۔ یعنی وہ جو سرتاپا اس دُنیا سے قطع تعلق کر کے ذات باری میں فنا ہو جاتا ہے۔ ابراہیم ادھمؒ نے ایک دفعہ ایک شخص سے کہا جو ولی بننا چاہتا تھا۔ اس دُنیا کی کسی شے سے دل مت لگاؤ۔ عقبیٰ کا دھیان کرو۔ ہاں ذات باری کا تصور رکھو اور انجام کار اُسی میں فنا ہو جاؤ+

رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے کہ لفظ ولی دو معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے ایک تو صورت معروف مبالغہ آمیز میں یعنے وہ جو خدا اور اسکی عبادت کو محبوب رکھتا ہے دوسرے صورت مجہول میں یعنی وہ جسے خدا محبوب رکھتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے تحقیق ۔۔۔ نے کتب نازل کی ہے۔

ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ صوفی وہ ہے۔ جسے خدا اس لئے پاک کرے۔ کہ وہ اسکی محبت میں غرق ہو جائے۔ آنحضرت صلعم کو مصطفےٰ کا لقب بھی اسی بنا پر عطا ہوا۔ کہ خدا نے آپ کو پاک کیا اور برگزیدہ منتخب فرمایا مسلمان مفسرین نے بنی نوع آدم کو تین درجوں پر تقسیم کیا ہے

(۱) افراد کامل۔ جنہوں نے کامیابی کے ساتھ تمام منازل سلوک طے کر لی ہیں +

(۲) افراد متوسط جو منازل سلوک طے کر رہے ہیں۔

(۳) افراد قدیمہ جو حالت جمود میں زندگی بسر کر رہے ہیں +

درجہ اول کے افراد کی باستثنائے انبیاء دو قسمیں ہیں۔ اولاً صوفی جو انبیاء کے نقش قدم پر چلکر منزل مقصود کو پہنچ جاتے ہیں اور پھر عامۃ الناس کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ثانیاً فقرا جو کاملیت کو حاصل کر کے اپنے مرتبہ کو مخفی کر لیتے ہیں +

صوفی فقیر سے بدرجہا افضل ہے کیونکہ ذکر اللہ کی بدولت سے لوگ ترک لذات دنیوی اور مجاہدہ وریاضت بجالانے کی بدولت مرتبہ کمال کو پہنچتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کسی اور کار کے محتاج نہیں ہوتے ان کو اپنی کامیابی کا ہر طور یقین ہوتا ہے۔ صوفی اپنے مقصد کے حصول میں اس درجہ مستغرق ہو جاتا ہے کہ ۔۔۔ اور وسائل میں مطلق میسر نہیں ہوتی بعلاوہ بریں صوفی اپنی تکمیل نفس بھی کرتا ہے اور دوسروں کی ۔۔۔ دستگیری بھی ۔۔۔ یا فقیر صرف اپنے نفس ہی کی بہبودی میں مشغول رہتا ہے (منتبس از نفحات الانس)

تصوف کا مبدا اور ماخذ

اب میں خاص مسئلہ یعنے تصوف کے ماخذ پر اظہار خیالات کروں گا۔ اس معاملہ میں سخت شدید اختلاف آرا پایا جاتا ہے۔ متداول خیالات حسب ذیل ہیں یعنی یہ کہ

(۱) تصوف کا ماخذ فلسفہ اشراقیوں ہے۔

(۲) تصوف آریائی ذہنیت کا سامی مذاہب کے خلاف ردعمل ہے +

(۳) تصوف کسی ماخذ کا ممنونِ احسان نہیں ہے یعنے بذات خویش ایک مستقل نظام کا نام ہے
(۴) تصوف، اسلام کی باطنی صورت کی تفسیر یا توضیح ہے۔

اس مضمون سے میرا مقصد یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ تصوف نہ تو فلسفۂ اشراق سے پیدا ہوا نہ آریائی ردعمل پر مبنی ہے۔ اور نہ کوئی مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ تصوف ان روحانی اور صوفیت عناصر کی ارتقائی صورت ہے۔ جو قرآن میں بکثرت موجود ہیں اور جنکی صراحت اکثر اوقات خود نبی کریم صلعم نے فرمائی۔ اسلام میں تصوف کی بنیاد اور تدریجی ترقی کا باعث وہ تمثیلی قصص اور اقوال رسول قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ جو قرآن اور احادیث میں آج بھی موجود ہیں۔ لفظ "ولی" کی تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تصوف کی اصل مذہب اسلام کے علاوہ اور کچھ نہیں +

قبل ازیں کہ تصوف کے ماخذ کے متعلق خیالات مذکرہ بالا پر تفصیلی گفتگو کی جائے میں اس کی تاریخ کا اجمالی خاکہ یعنی تاریخ من ابتدا پیش کروں۔ تاکہ ناظرین پر یہ امر روشن ہوجائے۔ کہ جن علماء اسلام نے تصوف کو ترقی دی۔ انھوں نے فلسفۂ یونان سے خوشہ چینی کی یا اپنی مقدس کتاب سے۔ یہ بھی واضح ہو کہ دو عقیدوں میں مماثلت کا پایا جانا اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ ایک عقیدہ دوسرے کا معلول ہے۔ تاوقتیکہ تاریخی شہادت ہماری پشت پر نہوں اس وقت تک دو مشابہ نظریات میں رشتۂ علت و معلول قائم نہیں کرسکتے۔

پروفیسر آر۔ اے۔ نکلسن نے کیا خوب لکھا ہے۔ چونکہ تصوف ہر ملک اور ہر زمانہ میں پایا گیا ہے۔ خواہ ماحول کی تبدیلی سے ہمیں عارضی یا جزوی تبدیلی ہوجائے۔ یا کسی خاص مذہب سے متعلق ہونے کی وجہ سے کچھ صورت میں کچھ تغیر رونما ہوجائے اسی لئے اسکی مختلف تحریکات میں ہمیں عجیب و غریب مماثلت ملتی ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں مطابقت بھی لیکن اس مطابقت یہ مماثلت سے کوئی بات ثابت نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ اس کی تصدیق تاریخی شہادت سے نہ ہوسکے +

تصوف کی ابتدا عام طور پر مسلم ہے کہ تصوف دوسری صدی ہجری کے آخر یا تیسری کے آغاز میں پیدا ہوا۔ اسی نقطۂ نظر کی وجہ سے یورپین مصنفین نے تصوف کو فلسفۂ اشراق کی ایک شاخ قرار دیدیا۔ کیونکہ یہی زمانہ تو تھا۔ جبکہ اکثر علماء اسلام فلسفۂ یونان سے متاثر ہوئے حقیقت نفس الامری یہ ہے۔ کہ تصوف اور اسلام دونوں کا زمانہ آغاز ایک ہے کیونکہ تصوف اسلام ہی کے ساتھ ساتھ

معرضِ وجود میں آیا۔ عربی داں عموماً خوب جانتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں مختلف مقامات پر تشبیہ
کی تعلیم موجود ہے۔ اور اکثر و بیشتر آیات ایسی ہیں۔ جن کو ظاہری اور باطنی دونوں طرح دیکھ سکتے ہیں
اور بعض ایسی ہیں جن کے معنی صرف تشبیہی رنگ ہی میں ہو سکتے ہیں۔ مثلاً وہی (خدا) اول ہے اور وہی آخر ہے
اور وہی ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ ۵۷" خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر تھا ۴۸" "جب تم نے تیر پھینکیں
تو تم نے نہیں بلکہ خدا نے ۸" ہر روز وہ (خدا) نئی شان سے جلوہ گر ہوتا ہے ۵۵ وغیرہ +
ان آیات سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ کائنات مع جملہ اشیائے مخلوقہ اس ذات احد کا محض ایک
عکس ہے۔ اور جمیع مخلوقات اس جوہر عظمیٰ کے مظاہر مختلفہ ہیں۔ خدا انسان کی شرائین میں جاری ہے اور
انسان اس کے ہاتھ میں محض ایک آلہ کار ہے جسے وہ حسب دلخواہ استعمال کرتا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے
بشمول اس کے تمام انسانی اعمال ہر ایک فعل کا مبداء ذات باری ہے۔ اور اس کا ظہور اسی
کائنات کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ جذبۂ خود نمائی نے اسے ترغیب دی کہ کائنات کو برپا کیا جائے کسی نے اسی
مفہوم کو اس شعر میں ادا کیا ہے ؎

اپنا جلوہ دیکھنے کو خود بنایا آئینہ
پھر آئینے میں وہ شوخ پنہاں ہو گیا

چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت سے خطاب فرمایا۔ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا
میں نے چاہا کہ دوسرے مجھے جانیں پہچانیں پس میں نے کائنات کو خلعتِ وجود بخشا۔ تاکہ جانا جاؤں
ایک اور حدیث ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ پس قرآن شریف
میں جو خدا کی مذکورہ بالا صفات بیان ہوئی ہیں۔ ان پر آگے چل کر عقیدہ وحدت الوجود یعنی ہمہ اوست
کی عمارت کھڑی کی گئی۔ عقیدۂ تصوف کی روح رواں ہے جملہ صوفیہ۔ کا مطمح نظر صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ خودی کو
ذاتِ خدا میں غرق کر دیں لیکن ان کا اعتقاد جازم ہے کہ اس کے سوائے اور کوئی موجود نہیں حقیقی موجود وہی ہے
انسان اور دیگر مخلوقات محض اس کا ظل ہیں۔ یہ عقیدہ مذکورہ بالا آیات پر مبنی ہے تصوف کا دوسرا
رکن محبت ہے یہ روحانیت کے دلدادہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں صوفیہ کے ہاں محبت اور عشق خدا رسی کا ذریعہ
جانے ہیں لیکن اس عشق کے لئے خلوص اور کمال دو باتیں شرط ہیں صوفیا محبت محض محبت کی خاطر کرتے ہیں
غرض نفسی کا شائبہ مطلق نہیں ہوتا۔ قصہ مختصر تصوف کی یہ بنیادی خشت بھی قرآن ہی کی ایک نص سے قرار دی گئی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کہہ دے (ان لوگوں سے) اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو مجھے اپنا ہادی تعین کرو
یعنی میری اتباع کرو۔ خدا تمھیں محبوب بنا لیگا" (۳:۳۱) جو لوگ مومن ہیں وہ خدا سے بیحد محبت کرتے ہیں (۲:۱۶۵)
نبی کریم صلعم فرماتے ہیں "مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ مجھ کو تمام جہان سے زیادہ عزیز نہ رکھے"
نیز یہ کہ "آدمی جس کو پیار کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ رہتا ہے" +

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ نتیجہ بآسانی نکل سکتا ہے کہ تصوف کا بیج ابتدائے اسلام ہی میں بویا گیا تھا۔ آنحضرت صلعم
میں ابتدا ہی سے تصوف کا رنگ غالب ہوا جاتا تھا۔ چنانچہ آپ بسا اوقات کسی مخفی مقام پر مراقبہ کیلئے تشریف
لیجاتے تھے۔ اور عموماً آپ پر حالت وجد طاری رہتی تھی۔ بھلا آپکے صحابہ آپکی تقلید سے کس طرح باز رہتے؟ بعض پر تو
قبول اسلام کے بعد ہی تصوف کا رنگ چڑھ گیا تھا۔ انھوں نے دنیا سے قطع تعلق کر کے مسجد نبوی کے ایک گوشہ
میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ اور شب و روز مجاہدہ میں مستغرق رہتے تھے۔ ان لوگوں کا لقب "اہل الصفہ" تھا
جس سے لفظ "صوفی" نکل گیا۔ اگرچہ اس اشتقاق کے بارے میں محققین متفق نہیں ہیں لیکن میری رائے میں یہ بات
درست ہے کہ اہل صفہ کی سادہ اور زاہدانہ زندگی کا مقابلہ جب صوفیاء مابعد سے کیا جاتا ہے تو قرین قیاس یہی
معلوم ہوتا ہے کہ صوفی اہل الصفہ سے مشتق ہوا ہے +

خلفائے راشدین جو دنیا کے مشغول ترین حکمرانوں میں سے تھے اکثر اوقات صوفیانہ رنگ میں کلام
فرمایا کرتے تھے۔ ماسوائے اللہ کی نفی اور جملہ افعال کو الٰہی ہاتھوں سے منسوب کرتے تھے۔ ابتداءً بہت تھوڑے آدمی
صوفیانہ خیالات میں [illegible] تھے۔ بقیہ افراد تو اسلام کے تعمیری پروگرام میں عملی حصہ لیتے تھے۔ لیکن اسلام دور و
نزدیک پھیل گیا۔ تو مسلمانوں کو فلسفیانہ اور صوفیانہ خیالات میں سرگرمی دکھانے کا موقعہ ملا۔ اور تیسرے
خلیفہ کے واقعہ شہادت سے اس تحریک کو اور بھی تقویت پہنچی، وحدت ملت کا شیرازہ بکھر گیا اور اسلام
کی عالمگیر اخوت کا نقش مٹ گیا۔ تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں۔ اور مسلمان ایک دوسرے کا خون بہانے لگے۔
مکہ معظمہ مورد آفات بن گیا۔ اور ہزارہا مسلمان شہید ہو گئے۔ ان روح فرسا مناظر کی وجہ سے مسلمانوں کے
مقدس طبقہ میں ترک دنیا اور تصوف کے خیالات اور بھی شدت کے ساتھ جاگزین ہو گئے +

تصوف کا دور ابتدائی

خلافت راشدہ کے خاتمہ کے قریب خدا ترس مسلمانوں کی
ایک جماعت پیدا ہو گئی۔ جو عملی طور پر یکسر ترک دنیا کر چکے تھے
انھوں نے تمام خواہشات دنیاوی سے قطع تعلق کر کے اپنے آپ کو فنا فی اللہ کر دیا کیونکہ مظالم انسانی

کے ذریعہ اور اُن سے بچنے کے لئے وہ اسی ذاتِ مطلق کا سہارا ڈھونڈتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ جماعت طاقت اور تعداد میں بڑھ گئی۔ یہ لوگ مزاج کے لحاظ سے مراقبہ پسند رجحان طبع کے لحاظ سے غور و فکر کے عادی اور طینت کے لحاظ سے صُوفی تھے خصوصاً اُن آیات کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔ جن میں دُنیا کو فانی اور آنی بیان کیا گیا ہے۔ اور خدا کی عبادت کرنے کو منتہائے عروجِ انسانیت سمجھتے تھے یہ لوگ نہ تو غیر زبانوں سے واقف تھے۔ اور نہ یُونانی اور نہ آرین اقوام سے اختلاط رکھتے تھے نہ طبقۂ حکماء سے ربط و ضبط تھا۔ بلکہ خُدا کی یاد میں اس درجہ محو تھے کہ دوسری طرف توجہ کرنے کی فرصت ہی نہ تھی۔ غرضکہ تصوّف کا تخم خود آنحضرت صلعم کے زمانہ مُبارک میں بویا گیا۔ خلفائے راشدین نے اسکی آبیاری کی۔ اور پہلی صدی ہجری کے خاتمہ پر وہ پُورا خاصہ درخت بن گیا +

یہ مراقبہ پسند اور ریاضت آشنا مسلمان دراصل سچے صُوفی تھے، اگر تاریخ میں اُن کو اس لقب سے پُکارا نہ گیا تو اس سے حقیقت میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا۔ پہلا شخص جسے لوگوں نے باضابطہ صُوفی کے لقب سے پُکارا امام حسن بصری تھے۔ اُن کی ولادت تو مدینہ میں ہوئی۔ لیکن مُستقل سکونت بصرہ میں رہی۔ اُنھوں نے اسلامیت کا مطالعہ بنظرِ غائر کیا تھا۔ اور اُن کو خاندانِ رسالت کے افراد سے استفادہ کُلّی کا موقعہ ملا تھا۔ ان میں صُوفی اور فیلسوف دونوں کے خواص موجود تھے۔ اور برخلاف صوفیہ کے زمانہ حال روزمرہ اپنے مکان پر درس دیتے تھے تاکہ عامۃ النّاس ان کے علم سے مُستفید ہوں۔ واصل ابنِ عطا جو اسلام میں معقولات پسند جماعت کا بانی گزرا ہے، انہی کا شاگرد تھا۔ اُنھوں نے سنہ ۱۱۰ھ میں وفات پائی +

ابو ہاشم متوفی سنہ ۱۶۲ھ کوفی عرب تھے۔ جو ملک شام میں متوطن ہو گئے تھے۔ مولینا جامیؒ کی رائے میں موصوف پہلے شخص ہیں جنھیں صُوفی کا لقب دیا گیا۔ ابو اسحٰق ابراہیم ابن ادھم جنھوں نے بلخ کی بادشاہی پر اسی لئے لات ماردی۔ کہ دولت فقر سے بہرہ اندوز ہوں۔ بڑے نامور صُوفی گزرے ہیں۔ اُن کی وفات سنہ ۱۶۱ھ میں ہُوئی۔ اور حضرت رابعہؒ تو دُنیا کے بزرگترین اولیاء اللہ میں سے گزری ہیں۔ جنکے ملفوظاتِ طیبات آج بھی صوفیائے کرام کی نظروں میں مقبول ہیں۔ اُن کی وفات سنہ ۱۶۰ھ میں ہوئی۔ یہ کہنا محض بیکار سا ہے۔ کہ یہ لوگ آریائی یا یُونانی فلسفہ سے مطلق آشنا نہ تھے۔ البیّنۃ علی المُدعیٰ" +

تصوف کا دورِ ثانی دوسرا دور معروف کرخی سے شروع ہوتا ہے جن کی وفات سنہ ۲۰۰ھ ۸۱۵ء یہ بزرگ امام علی ابن موسے رضا کے شاگرد تھے۔ اور جملہ علوم و فنون علمیت فضیلت اور کمال انہی کا صدقہ تھا۔ سیدھے سادھے صوفی اور سچ مچ کے ولی تھے۔ ترک دنیا کر کے فنا فے اللہ ہو گئے۔ آپ کے بعد وہ شخص تصوف کا علمبردار بنا جو اپنی شہرت کی وجہ سے محتاج توصیف نہیں یعنی ابو الفیض ثوبان ابن ابراہیم ذو النون مصری ان کی وفات ۲۴۵ھ ۸۵۹ء میں ہوئی۔ صوفیانہ مسائل و عقاید کی تدوین کا سہرا انہی کے سر ہے۔ کیونکہ وہ نہ صرف ایک صوفی تھے۔ بلکہ فیلسوف بھی ان کا یہ قول بہت مشہور ہے۔ جس قدر کوئی شخص اپنے آپ کو ذات باری میں فنا کرے گا۔ اسی قدر اسکو معرفت حاصل ہوگی"۔ ان کا خیال تھا کہ معرفت الٰہی کا ذریعہ صرف "وجدان" ہی ہے۔ ان کی تعلیمات کا لب لباب صرف اس قدر ہے۔ اطاعت خدا اطاعت خدا اور اس کے بعد فنا فے اللہ یہی مقصد حیات انسانی ہے +

تصوف کا دورِ آخر ذو النون مصری کے ایک ہمعصر بایزید بسطامی تھے جنہوں نے مسائل تصوف میں فنائے ذات یا خودی کا عقیدہ داخل کیا۔ جو جو درحقیقت ذو النون کی تعلیم "وجدان" کا منطقی نتیجہ ہے۔ جب تک خودی کو نہ مٹایا جائے۔ خدا نہیں مل سکتا۔ انھوں نے بھی یہی تعلیم دی۔ کہ جب تک انسان اپنے آپ کو پورے طور پر فنا فی اللہ نہ کر دے۔ اللہ کو نہیں پا سکتا۔ اور جب تک "خودی" کا خفیف سا احساس بھی باقی ہے۔ خدا نہیں مل سکتا۔ ان عقاید نے "وحدت الوجود" کے لئے رستہ صاف کر دیا۔ اگر معرفتِ باری کیلئے ذاتِ باری میں فنا ہو جانا ضروری ہے۔ تو ایک منزل یعنی بھی آئیگی جبکہ عابد و معبود صانع و مصنوع آقا و غلام میں کوئی امتیاز باقی نہ رہیگا۔ ان تصریحات سے یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ تصوف کی ہر سہ منازل (منزل یا ضمت منزلِ عرفان منزل وحدت الوجود) دراصل اسلامی عناصر کی ارتقائی صورتیں ہیں +

پہلی چار صدیوں میں ایک دنیاوی عالم اور ایک صوفی کے درمیان کوئی امتیاز قائم نہیں ہوا تھا صوفیا اور علماء دونوں ہی شریعت اسلام کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے حضرت جنید بغدادی جن کی وفات ۲۹۷ھ ۹۰۹ء میں ہوئی اسبات پر بہت زور دیتے تھے۔ کہ جملہ مومنین

صوفیاء اور علماء سب کے سب شریعت کی پابندی کریں۔ یعنے ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں پر یکساں زور دیں انھوں نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ شریعت یعنی راہِ ظاہر اور حقیقت یعنی راہِ باطن، بلحاظ اصل ایک ہی شے کے دو رُخ اور ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اور بجائے خلاف ہونے کے ایکدوسرے کے معاون ہیں۔ انھوں نے تصوف کے عقاید کو مفصل طور پر قلمبند کیا۔ اور اس علم کیا ہیں لکھنے کی بنیاد ڈالی۔ ان کے بعد امام حجۃ الاسلام غزالیؒ نے تصوف کی تعلیم کو عامۃ المسلمین سے روشناس کرایا۔ اور تصوف و شریعت میں باہم تطبیق ثابت کی۔ اسلام کی ظاہری اور باطنی تعلیمات میں یگانگت بھی قائم کی۔ اور علمائے شریعت اور ہادیانِ طریقت کے مابین خوشگوار تعلقات قائم کرا دیئے +

تفریق بین الصوفیاء

رفتہ رفتہ صوفیاء شریعت اسلامی کے ظاہری پہلو سے بے نیاز ہوتے گئے۔ اور علماء باطنی پہلو سے بیگانہ و تہی ضدیا کرتے گئے۔ بعد ازاں خود صوفیا ہی میں مختلف الخیال جماعتیں قائم ہوگئیں۔ ہر جماعت نے اپنی خانقاہیں اور اصول جداگانہ مُرتب کرلئے۔ چار خاندان جو نہایت مشہور ہیں یہ ہیں۔

(۱) قادریہ منسوب بہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ متوفی ۵۶۲ھ ۱۱۶۶ء (۲) نقشبندیہ منسوب بہ خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ متوفی ۷۹۱ھ (۳) چشتیہ منسوب بہ خواجۂ خواجگان سلطان الہند سراج الاولیاء حامئ دین متین خواجہ معین الدین چشتیؒ متوفی ۶۶۳ھ ۱۲۶۵ء اور (۴) سُہروردیہ منسوب بہ شیخ شہاب الدین سُہروردیؒ متوفی ۶۳۲ھ

منازلِ مذکورہ پر اجمالی نظر

چونکہ امام غزالیؒ کے بعد تصوف میں کوئی معتدبہ ترقی نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس جگہ اسلامی تصوف کے خاص منازل کا تجربہ کریں۔ اور اس ماخذ کا پتہ لگائیں جہاں سے ان کو طاقت نشوونما حاصل ہوئی +

مختصراً یوں سمجھ لیجئے۔ کہ منازلِ ابتدائی میں اسلامی تصوف بہت سیدھا سادہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں اُسے زہد و ریاضت سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ یعنی تارکِ لذاتِ دنیوی صوفی کہلاتا تھا۔ اس کا مقصدِ حیات محض اتنا ہوتا تھا۔ کہ خودی کے نقشِ باطل کو مٹائے

آنحضرت صلعم اور آپ کے اولین خلف و شیدائی زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ہر قسم کی عیش پسندی سے پرہیز کرتے تھے۔ اور باوجود استطاعت سادگی پسند تھے۔ اس ضبط سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اپنے قلوب کو آلائش دنیوی سے پاک رکھیں۔ یہ خیال کہ ابتدائی مسلمانوں میں یہ رنگ خارجی اثرات سے پیدا ہوا۔ محض نادانی کا اظہار کرتا ہے نصوص قرآنی احادیث و سنن نبوی یہ دونوں باتیں اُن کی زاہدانہ زندگی کا باعث تھیں۔ ابو ہاشم اور دوسرے صوفیائے کرام نے فلسفہ یونان کا نام خواب میں بھی نہیں سنا تھا۔ کیونکہ یہ لوگ شاذونادر ہی غیر اسلامی علوم کی طرف متوجہ ہوتے تھے متصوفانہ طرز زندگی کا سبب اُن کی مذہبی تعلیم اور ریاضت سادگی مزاج اور مراقبہ تھا +

رسالہ قشیریہ سے مندرجہ ذیل اقتباس خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد بہترین مسلمانوں کا لقب امتیازی سوائے صحابہ کے اور کچھ نہ تھا۔ کیونکہ سارے مسلمان ایک ہی مشرب پر قائم تھے۔ ان میں فرقہ بندی کی وبا اس وقت تک نہیں پھیلی تھی۔ جب قرن ثانی کے مسلمان صحابہؓ سے ملاقی ہوئے۔ اور اُن کی صحبت سے فیض پایا تو اُن کا لقب "تابعین" پڑا۔ یہ لقب اُن لوگوں کو دل و جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ اس کے بعد قرن ثالث کے مسلمانوں کا لقب "تبع تابعین" ہوا۔ اس کے بعد اختلاف آرا اور برپا ہوا۔ امتیازات پیدا ہونے لگے۔ اس زمانہ کے برگزیدہ مسلمان جو صرف مذہب سے دلچسپی رکھتے تھے "زہاد" کے لقب سے ممتاز ہوئے۔ بعد ازاں بدعت کا زمانہ شروع ہوا۔ نت نئے فرقے پیدا ہوتے گئے اور ان فرقوں میں مجادلہ و مکابرہ کا دروازہ کھل گیا۔ اس کشاکش میں جن لوگوں نے اپنی توجہ کو مذہب سے وابستہ کر دیا۔ اور خدا کو اپنا مطمح نظر بنایا "صوفیاء" کے لقب سے ملقب ہوئے۔ یہ معزز لقب دوسری صدی ہجری کے خاتمے سے پہلے رائج ہوا +

مندرجہ بالا اقتباس کو پڑھنے کے بعد اس بات میں کوئی شک نہیں رہتا۔ کہ تصوف اسلامی کا ماخذ کہاں ہے۔ اور کیا ہے۔ جو مسلمان مذہبی امور میں منہمک تھے۔ "زہاد" کہلاتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کے تصور میں مستغرق رہتے تھے "صوفیا" مشہور تھے۔ اور یہ دونوں لقب دوسری صدی کے خاتمہ سے پہلے ہی زبان زد خلائق ہو گئے تھے یعنی مسلمانوں کے مطالعہ السنہ یونانی وغیرہ سے بہت پہلے۔ ان مشاہدات کی موجودگی میں کیا یہ دعوے قرین قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ "تصوف اسلامی" فلسفہ مشائین یا اشراقین کا رہین منت ہے + تصوف کے عرفانی پہلو پر نظر کرتے ہوئے یہ تصریح ضروری ہے۔ کہ معروف کرخی پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے

تصوف میں "عرفان کی شاخ لگائی" اس تحریک کو ذوالنون نے مزید تقویت پہنچائی معروف کرخی امام موسیٰ رضا کے شاگرد تھے۔ اور انہی کی صحبت میں رہکر معروف نے جمیع علوم حاصل کئے۔ اس زمانہ میں افراد خاندان نبوی ہی اسلام کے باطنی پہلو کو سمجھانے کے اہل تھے۔ انہی کے ہاتھ پر وہ اسلام لائے تھے اور انہی کی صحبت میں رہکر مذہب کا فلسفہ اُن پر آشکارا ہوا۔ بعدازاں وہ داؤد طائی کی صحبت میں رہے لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا کہ معروف نے کسی یونانی فلاسفر سے تعلیم پائی تھی +

معروف نے جو پیوند تصوف میں لگایا تھا، ذوالنون نے اسکی آبیاری کی۔ مولینا جامی نفحات الانس میں لکھتے ہیں "ذوالنون کے القرلیش کے متوسلین اور امام مالک کے شاگردوں میں سے تھے انھوں نے امام موصوف کی شہرہ آفاق تالیف موطا خود انہی سے سبقاً سبقاً پڑھی تھی۔ بعدازاں ایک مشہور صوفی اسرافیل سے باطنی علوم حاصل کئے اس بنا پر ذوالنون کو قرآن شریف اور حدیث نبوی کا بہت بڑا علم حاصل ہو گیا تھا اس بات کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا کہ ذوالنون نے کسی یونانی فیلسوف کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا +

تصوف کی آخری منزل "وحدت الوجود" ہے۔ اگرچہ اسلام میں اس مسلک کو رائج کرنے کا سہرا بایزید بسطامی کے سر ہے لیکن اس کے ابتدائی عناصر بہت پہلے سے موجود تھے مشکل ہی سے کوئی صوفی ایسا گزرا ہوگا۔ جسے وحدت الوجود سے کچھ نہ کچھ لگاؤ نہ رہا ہو۔ چنانچہ ابتدائی صوفیاء کے اقوال اس حقیقت پر دال ہیں۔ حضرت رابعہ بصری سے مندرجہ ذیل اقوال نفحات الانس میں منسوب کئے گئے ہیں۔ جو بات خدا تک پہنچاتی ہے یہ ہے کہ سوائے خدا کے دنیا اور عقبیٰ دونوں کا خیال دل سے نکال دو

دنیا میں مشغول ہونے سے خدا کوسوں دور ہو جاتا ہے +

ہر شے میں ثمر آتا ہے علم کا ثمر قسناخت اللہ کا مرتبہ کہلاتا ہے" +

ایک مرتبہ موصوفہ نے کسی نبی کو خواب میں دیکھا غالباً آنحضرت صلعم کو آپ نے دریافت فرمایا۔ اے رابعہ کیا تو مجھ سے محبت رکھتی ہے؟ انھوں نے جواب دیا "اے رسول اللہ! بھلا کون ایسا ہے جو آپ کو محبوب نہیں رکھ سکتا لیکن عشق الٰہی نے میرے وجود کے ہر ذرہ کو اس طرح گھیر لیا ہے۔ کہ اب کسی سے اُلفت یا نفرت کی گنجائش ہی نہیں رہی" +

معروف کرخی کہتے ہیں "علم سے محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ تو عطیۂ الٰہی ہے"۔

اولیاءاللہ کی شناخت ان تین باتوں سے ہوتی ہے (۱) خدا ہی کا تصور کرتے ہیں (۲) خدا ہی کے

ساتھ رہتے ہیں (۴) خدا ہی ہمیں داد و ستد کرتے ہیں"۔

یہ تمام اقوال "وحدت الوجود" کے رنگ میں رنگین ہیں۔ بایزید بسطامی نے صرف اتنا کیا کہ منتشر خیالات کو یکجا کردیا۔ اُن کے دادا مجوسی المذہب تھے، آخر عمر میں اسلام لائے۔ بعض یوروپین مصنفین نے اسبات کو اپنے اس دعوے کی دلیل میں پیش کیا ہے۔ کہ بایزید پر ایرانی فلسفہ کا اثر غالب تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ بایزید کو ایرانی فلسفہ سے مطلق لگاؤ نہ تھا۔ کیونکہ اُن کی تعلیم اور تربیت مسلمان گھرانے میں ہوئی تھی، اور زرتشتی عقاید کبھی اُن کے خیال میں بھی نہیں آئے۔ احمد خضرویہ، ابو حفص یحییٰ ابن معاذ وغیرہم اُن کے ہمعصر تھے۔ شفیق بلخی" اُن کے خاص دوست تھے یہ بزرگ امام جعفرؓ کے شاگرد تھے اور بڑے نامور محدث تھے۔ بایزیدؒ نے اپنے فلسفہ وحدت الوجود کی بنیاد مندرجہ ذیل نصوص قرآنی پر رکھی یہ حکم خدا ہی کا ہے۔ اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ۲۸/۸۸ ہر چیز خدا ہی کی طرف لوٹ کر جائیگی ۳/۱۰۹ ہم خدا ہی کی طرف سے آئے ہیں۔ اور پھر اسی کی طرف جائینگے ۲/۱۵۶

پروفیسر نکلسن اپنے اس نظریہ کی تائید میں کہ وحدت الوجود کا عقیدہ فلسفہ یونان سے پیدا ہوا۔ یوں رقمطراز ہیں "معروف کرخی" ابو سلیمان اور ذوالنون مصری یہ تینوں صوفیاء کرام ۲۱۵ھ اور ۲۶۱ھ کے درمیان تھے۔ اور یہ زمانہ ہارون الرشید کی تخت نشینی سے شروع ہو کر المتوکل پر ختم ہوتا ہے۔ اس عرصہ میں اسلامی دنیا شدت کے ساتھ یونانی خیالات سے متاثر ہوئی۔ یونانی فلاسفہ اطباء اور حکماء کی صدہا تصانیف عربی زبان میں ترجمہ ہو کر مسلمانوں کے مطالعہ میں آئیں یعنی یونانی عربوں کے اُستاد بن گئے۔ اور حکمت یونانی رفتہ رفتہ اسلامی علوم کی بنیاد ہو گئی"۔

افسوس ہے۔ کہ میں فاضل پروفیسر موصوف سے اختلاف رائے کرتا ہوں۔ اول تو یہ صحیح نہیں کہ ہارون کے زمانہ میں حکمت یونانی کا سیلاب عالم اسلامی پر چھا گیا تھا۔ ہارون نے تو یونانی فلسفہ کے مطالعہ کی لوگوں کو حتی الوسع باز رکھنے کی کوشش کی معقولیت پسند لوگ جیلخانوں میں ڈال دیئے گئے۔ اور ایک حکم امتناعی تالیف کتب فلسفہ کے متعلق نافذ کیا گیا (ملاحظہ ہو علم الکلام مؤلفہ علامہ شبلیؒ) سچ تو یہ ہے کہ اس کے اور امین کے زمانہ حکومت (۱۷۰ھ تا ۱۹۸ھ) میں فلسفہ یونان کی ترویج و اشاعت کے لئے کوشش مستقل کی ہی نہ گئی صرف مامون ایسا خلیفہ گزرا ہے جس نے فلسفہ یونان کی اشاعت میں کوشش کی، اور ریشنلزم یعنی عقلیت کو رواج دیا لیکن اس زمانہ میں یونانی کتب کے عربی تراجم اس قدر مبہم تھے۔ کہ عام مسلمان ان سے مستفید نہ ہوسکتے تھے صرف اسلامی حکماء ان کتابوں کو سمجھ سکتے تھے۔ پہلا شخص جس نے حکمت یونانی کو سلیس عبارت

میں منتقل کیا، حکیم ابو نصر فارابی تھا۔ حالانکہ معروف کرخیؒ ۱۵ سنہ ء میں یعنی مامون کی تخت نشینی سے دو سال بعد وفات بھی پا چکے تھے پس صاف ظاہر ہے کہ وہ یونانی فلسفہ سے مطلق متاثر نہیں ہوئے تھے۔ ابو سلیمان کی وفات سنہ ۳۰۸ھ میں ہوئی۔ یہ بزرگ ایک موضع داران کے باشندہ تھے۔ جو دمشق کے مضافات سے ہے وہ تمام عمر اسی گاؤں میں رہے۔ اور تنہائی میں مراقبہ و ریاضت کرتے رہے انھیں تمام عمر کسی یونانی فیلسوف یا حکیم سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور نہ اُن کی زندگی میں یونانی فلسفہ، بغداد کی چار دیواری سے باہر شائع ہوا تھا۔ بیت الحکمت کا وجود ابو سلیمان کی وفات کے بعد معرض ظہور میں آیا۔ ذوالنون مصری بیشک مامون کے زمانۂ حکومت میں تھے اور اگر چاہتے تو فلسفۂ یونان سے فیضیاب ہو سکتے تھے لیکن جامیؒ کی کتاب مذکورہ بالا میں اُن کے سوانح حیات پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ یونانی خیالات سے متاثر نہیں ہوئے۔ انکے تمام خیالات اور اقوال سرتاپا اسلامی رنگ میں رنگین ہیں۔ اور ان میں کسی خارجی اثر کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ دوسری یہ بات کہ اگر ہم اس دعوے کو تسلیم بھی کر لیں تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ جن بزرگوں نے "تصوف" کی نشر و اشاعت کی وہ فلسفۂ یونان سے متاثر ہو گئے تھے؟ یا اس بات کا کیا ثبوت کہ فلسفۂ یونان بغداد کی چار دیواری سے نکلکر ان صوفیا کے حجروں میں پہنچ گیا تھا؟ اُس زمانہ میں فلسفہ کا اثر بغداد اور اس کے گرد و نواح میں محدود تھا۔ سلطنت کے دُور دراز حصوں میں کوئی شخص یونانی فلسفہ سے آگاہ نہ تھا۔ مذکورہ بالا صوفی یقیناً کسی غیر اسلامی تعلیم سے متاثر نہیں ہوئے پس کسی دلیل نیرہ کی غیر موجودگی میں یہ دعوے کرنا کہ اسلامی تصوف، فلسفۂ یونان سے پیدا ہوا ہے۔ سراسر ناانصافی ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ تصوف کے بعض مسائل فلسفۂ اشراق سے مشابہت رکھتے ہیں لیکن خود پروفیسر نکلسن لکھتے ہیں۔ کہ اس مشابہت سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی۔ کہ ایک قوم کا تصوف دوسری قوم کے تصوف کا نقش ثانی ہے، کیونکہ "تصوف" فی حد ذاتہٖ ہر زمانہ میں ایک ہی سا رہا ہے +

اعادۂ دلائل گزشتہ صفحات میں یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ تصوف دراصل اسلامی تحریک ہے۔ اور قرآن و احادیث پر مبنی ہے اب میں خاص خاص دلائل کو اجمالی طور پر یکجا لکھے دیتا ہوں +

(۱) صوفی اور ولی کے لغوی معنی جیسے کہ بیان کئے گئے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں۔ ایک اسلامی شئے ہے۔ حضرت جنید بغدادی کا قول ہے۔ کہ تصوف کے جملہ مسائل قرآن اور عقاید اسلامی پر مبنی ہیں +

(۲) قرآن میں بار بار صراحت کی گئی ہے۔ کہ ہر شئے کی اصل خدا ہے اور انجام کار ہر شئے اُسی کی طرف لوٹ جائیگی۔ وہی باقی ہے۔ ماسوا فانی اور آنی ہے یعنی کُلُّ شَیۡءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجۡہَہٗ۔

اللہ حکم اسی کا ہے۔ اور تم سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔ یہ آیات یقینی طور پر وحدت الوجود کی تعلیم دیتی ہیں +

(۳) خدا اور انبیاء سب نے "محبت" پر بہت زور دیا ہے۔ حتےٰ کہ تکمیل ایمان بھی محبت پر منحصر ہے۔ اور تحریک رُوحانیت کے طلباء جانتے ہیں۔ کہ محبت دراصل تصوف کا مرکز ہے۔

(۴) ترک دُنیا اور ترک لذات کا جملہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ میں فقر پر فخر کرتا ہوں۔ یہ اصول بھی تصوف کے خاص ارکان میں سے ہے +

(۵) اصحاب صفّہ نے، جو مسجد نبوی کے جوار میں زندگی بسر کرتے تھے، صوفیانہ اور زاہدانہ زندگی کی تحریک عملی طور پر کی۔ اور اس حدیث کو کہ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربّہٗ۔ انھوں نے اپنا راہنما بنایا۔

(۶) خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ خدا اور رسُول سے بیحد محبت کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی جان و مال دونوں کو رضائے رسُول کیلئے وقف کر دیا تھا۔ اس ایثار نے آیندہ نقش تصوف کا خاکہ طیار کر دیا +

مذکورہ بالا اشارات سے صاف ظاہر ہے" کہ تصوف دراصل عقاید اسلامی کی تربیت یافتہ شکل ہے۔ اور اسمیں خارجی اثرات کا شائبہ بھی نہیں ہے علاوہ بریں یہ امر مسلم ہے۔ کہ جو صوفیائے تحریک تصوف کے ذمہ وار ہیں۔ اُن کا مطمح نظر یہ امر تھا کہ مرتبہ فنا فے اللہ" حاصل ہو جائے پس انھیں کیا پڑی تھی۔ کہ اس امر کے حصول کے لئے وہ قرآن یعنی اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر غیر قرآن یعنی فلسفۂ یونان کی خوشہ چینی کرتے ؟

آراء مختلفہ اب اس نظریہ کی تردید کیلئے کہ تصوف آریائی یا یونانی فلسفہ سے پیدا ہوا ہے صرف چند الفاظ کافی ہونگے۔ اسلامیات کے طلباء اس بات سے واقف ہیں کہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں مسلمانوں کے دل و دماغ اسلامی علوم میں اس درجہ منہمک تھے کہ غیر اسلامی علوم سے اعتنا کرنا تقریباً محال تھا۔ حد یہ ہے۔ کہ فن شاعری بھی جو ایام جاہلیت میں مرغوب طبائع تھا، سردست بالائے طاق رکھدیا گیا تھا۔ اور آیت ہی کو مقصد زندگی قرار دیدیا گیا تھا۔ مامون کے زمانۂ حکومت میں بعض مسلم علماء

فلسفۂ اشراق کا مطالعہ کرنے لگے تھے لیکن یہ تراجم در اصل تراجم نہ تھے۔ اُن کے پڑھنے سے صرف غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ اور یہ حالت فارابی کے زمانہ تک رہی جس کی وفات ۹۵۰ء میں ہوئی۔ پس ابتدائی صوفیاء کے متعلق یہ خیال ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ وہ فلسفۂ یونان سے واقف تھے۔ جو صوفیا ان کے بعد پیدا ہوئے وہ انہی کے نقوش قدم پر چلے۔ اور جس وقت فلسفۂ یونان عام ہوا۔ تصوف کی قریب قریب تکمیل ہو چکی تھی۔ علاوہ بریں ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ تصوف اور اسلام ہمدوش چل رہے ہیں۔ تصوف تو اسلام کی باطنی تصویر کا دوسرا نام ہے۔ اس کی نشو و نما تو آنحضرت ہی کے زمانہ سے شروع ہو گئی تھی + غیر اسلامی علوم کی تعلیم مامون کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے۔ پس جس طرح اس بات کا ابطال کیا گیا۔ کہ تصوف فلسفۂ یونان سے پیدا ہوا اسی طرح اس کا کہ وہ ویدانت یا کسی اور علم سے پیدا ہوا +

ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ جملہ صوفیاء اور اولیاء نے اپنے خیالات کو محض تصور باری کی مدد سے پاک کیا۔ اور قرآن کے چشمہ سے آبحیات پیا۔ نبی کریم صلعم کا اُسوہ سامنے رکھا۔ قرآن اور احادیث سے کافی اسناد دی جا چکی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ تصوف کی بنیاد قرآن اور احادیث ہی ہیں۔ پس یہ خیال کہ تصوف کوئی شئے اسلام سے جداگانہ ہے پرِکاہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ۱۲ +

مذہبی خیالات پر جنگ عظیم کے اثرات

ترجمۂ مضمون

جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء گدیا

اسمیں شک نہیں کہ جنگ عظیم بہت خوفناک تھی۔ لیکن غیر متوقع نہ تھی۔ اس کا واقع ہونا یقینی تھا اور قبل وقوع اسکے متعلق خیال آرائیاں ہو چکی تھیں۔ میں نے خود چند سال پیشتر ہی اس کے وقوع کے امکانات پر مندرجہ ذیل الفاظ میں اظہار خیال کر دیا تھا۔ میری تصنیف "اسلام اینڈ سوشیلزم (اشتراکیت اور نظام)" سنہ ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی۔ اسمیں مندرجہ ذیل پیشگوئی درج تھی۔ جو کسی کشف و الہام پر مبنی نہ تھی بلکہ محض عقل و دور اندیشی پر +

طاقتور دول مغرب کا طرز عمل ایک دانشمند فلسفی کی نظر میں خوفناک مستقبل کا پیش خیمہ ہے ان میں سے ہر ایک سر تا پا مسلح ہو رہی ہے۔ اور باہمدگر گوئے سبقت لیجانے میں ساعی۔ جب انکی تمام دولت اور طاقت اپنے دشمنوں کو تباہ کرنیوالے آلات کی ایجاد و اختراع میں صرف ہو رہی ہے۔ وہ سب کی سب اُن اخلاقی قوتوں کو قائم رکھنے سے غافل نظر آتی ہیں، جن کی بدولت، قومیں تباہ ہونے سے محفوظ رہتی ہیں انضباط قائم رکھنے والی اخلاقی قوتوں کے کمزور ہوتے اور خواہشات نفسانی کے طاقتور ہونے کا لازمی نتیجہ ایک خوفناک جنگ ہوگا جسمیں تمام دول یورپ آپس میں گتھم گتھا ہو جائینگی۔ اور اس جنگ کا نتیجہ وہی ہوگا جو عموماً دو برابر کے طاقتور جانوروں کی لڑائی کا ہوتا ہے۔ یعنے حملہ آور اور مدافعت کرنیوالا دونوں برباد ہو جائیں گے +

اس پیشگوئی کا آخری حصہ صرف جزوی طور پر پورا ہوا۔ یعنی فاتحین اور مفتوحین دونوں کا گوکچومر نکل گیا۔ لیکن ان میں سے کوئی بالکل تباہ نہیں ہو گیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ جوڑ برابر کا نہ تھا۔ چار کا مقابلہ چودہ سے ہوا۔ اس لئے سب دول یورپ کلی تباہ نہیں ہوئیں لیکن اخلاقی طور پر قریباً ساری کی ساری برباد ہو چکی ہیں۔ آج تمام یورپ اخلاقی اور مذہبی بدنظمی کا شکار ہو رہا ہے۔ معاشرتی زندگی، حیوانیت کی سطح پر آگئی ہے۔ جیسا کہ میں نے اپنی کتاب مذکورہ بالا میں لکھا تھا۔ یہ جنگ اس لئے ہوئی کہ اخلاقی قوت کمزور ہو گئی تھی۔ اب چونکہ اخلاقی قوت تقریباً بالکل تباہ ہو چکی ہے۔ اسلئے آئندہ زمانہ میں

اس سے بھی زیادہ بربریت اور سفاکی کا احتمال ہے جس طرح گزشتہ جنگ کا خطرہ میں نے قبل از وقت محسوس کر لیا تھا۔ اسی طرح آیندہ جنگ کا خطرہ مارشل فوش لائیڈ جارج اور مسٹر ویلیس وغیرہم نے قبل از وقت محسوس کر لیا ہے یورپ میں قبل از جنگ عظیم بعض ممالک ایسے تھے جہاں کسی قدر مذہبی زندگی پائی جاتی تھی۔ ملک روس میں تو مسیحی مذہب خاص کر برسر اقتدار تھا۔ پادریوں کو کافی طاقت حاصل تھی۔ اوائل جنگ عظیم میں راسپوٹین شاہ و [illegible] پر چھایا ہوا تھا۔ تاہم پھر بھی اس کا کافی اثر تھا۔ اور لکھو کھا نفوس ایسے تھے جن کے عقائد وہی تھے جو صدیوں پہلے ان کے آباؤ اجداد کے تھے انقلاب فرانس کے اثرات تقریباً تمام روسی خاندانوں کے دلوں سے زائل ہو چکے تھے۔ اہل انگلستان بھی زیادہ تر قدامت پسند واقع ہوئے تھے۔ اور برائے نام مذہب کے پابند تھے۔ بہت سے لوگ سبت پر عامل تھے۔ اتوار کے دن باقاعدہ گرجوں میں جاتے تھے۔ اور تکلیف کے وقت پادریوں کے پاس۔ لیکن جنگ عظیم کی بدولت مسیحیت کا نام ملک روس سے مٹ گیا مثل ہندو مذہب کے مسیحی مذہب کا انحصار بھی مخصوص مذہبی راہنماؤں و پیشواؤں کے وجود پر ہے۔ اسی لئے جب پادریوں کا خاتمہ ہوا تو مسیحیت کا بھی۔ انگلستان میں بھی پادریوں کا اقتدار بہت کم ہو گیا ہے۔ گرجے خالی پڑے ہیں۔ اور سنا ہے کہ حال ہی میں خاندان شاہی کے ایک رکن بعض لوگوں کو سبت کے توڑ دینے کی شکایت بھی پیدا ہوئی۔ کلیسیا کے اکابر علانیہ اعتراف کرتے ہیں کہ مسیحیت کے عقاید اب عامۃ الناس کی تسلی نہیں کر سکتے +

حقیقت یہ ہے کہ یورپ میں مسیحیت کا زوال اُسی دن سے شروع ہو گیا تھا۔ جبکہ مسیحی مذہب اور مسیحی تمدن اسلامی تمدن سے دوچار ہوا۔ چنانچہ ڈاکٹر ڈریپر لکھتا ہے " بس جیسا کہ ہمکو معلوم ہے سپین میں اسلامی علوم کی نشر و اشاعت کی وجہ سے پاپائی مسیحیت کا تقریباً خاتمہ ہو گیا"۔ جو تمدن سپین میں مسلمانوں نے پیدا کیا۔ اسکی وجہ سے مسیحیت کے وقار کا پول کھل گیا۔ اور رہا سہا اقتدار کارزار صلیبی نے کھو دیا۔ نیز جو سب سے زیادہ مذہبی لوگ تھے، اس کے بعد سب سے زیادہ مذہب مسیحی سے متنفر ہو گئے آخر کار فرانس کا عظیم ترین شخص خود نپولین دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اور تمام عمر مسلمان ہی رہا (یورپین مصنفین کی سب کوشش جو وہ اس حقیقت کے چھپانے میں کرتے ہیں، بیکار اور بے سود ہیں) آگے چل کر ڈریپر لکھتا ہے"۔ ترکوں کے جارحانہ حملوں کی وجہ سے کلیسیا میں جمہوری رنگ کی جد و جہد کی ابتدا ہوئی۔ اور عارضی طور پر پوپ کے اقتدار کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی گویا اسلامی تلوار نے مسیحیت کو عارضی طور پر

پ

سیاسی اقتدار عطا کر دیا۔ اگرچہ زندگی پیدا نہ ہوگی" حقیقت یہ ہے کہ قومیت کے تصور نے جو جنگ صلیبی کی وجہ سے یورپ میں پیدا ہوا مسیحیت کو مرنے نہیں دیا۔ پادریوں نے ایکا کرنے کیلئے کُل عیسائی یورپ کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارا اور اسلام کو بدنام کرنا شروع کیا۔ مبادا وہ لوگ جو مسیحیت سے بددل ہو رہے تھے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اسلام کے خلاف یہ پروپاغنڈہ اس حد تک کیا گیا کہ لوتھر نے بھی جو بڑی حد تک اسلام سے متاثر ہو چکا تھا، اسلام کو جی بھر کر کوسا بعض سیاسی مصالح کی بناء پر رُوس نے پادریوں کو تقویت پہنچائی۔ ارسطو سے مسیحیت کی جان بچی۔ دراصل خود مسیحیت میں کوئی بات ایسی نہیں جس کی بناء پر اُسے بقاء دوام حاصل ہو سکے کیونکہ وہ تنازع للبقا کے معرکوں میں مطلق مفید نہیں۔ اسکی بنیاد خونریزی بلکہ بد اخلاقی پر رکھی گئی ہے۔ کوئی سمجھدار آدمی ایک لمحہ کے لئے بھی مسیحی عقاید پر بصمیم قلب ایمان نہیں لا سکتا۔ اسکی اخلاقی تعلیمات بھی (جن میں اولیت یا اختصاص نام کو نہیں) ایسی ہیں جن سے کوئی عملی فوائد مُرتب نہیں ہو سکتے۔ کوئی قوم جو اس دُنیا میں باعزت مُہذب اور مُرفہ الحال زندگی بسر کرنی چاہتی ہو۔ ایک منٹ کیلئے مسیحیت پر عامل نہیں ہو سکتی اور ایک عیسائیت کیا سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب اُس کے مقاصد کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ زمانہ ترقی میں مذہبی زندگی بھی یسوع یا بُدھ کی پیروی سے قائم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ صرف نبی کریم صلعم کے اُسوۂ حسنہ کو سامنے رکھنے سے تمدن و تہذیب یورپ کسی صورت میں بھی مسیحیت کے زیر بار احسان نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مُدبرین یورپ نے مختلف اقوام میں یک رنگی قائم کرنے کیلئے اور ایشیا اور افریقہ کو محکوم بنانے کی خاطر، مناسب سمجھا کہ مسیحیت کا لباس قطعی اُتار کر نہ پھینکا جائے مسیحیت کا نام لے کر اُنھوں نے دیگر ممالک کی قدیم تہذیب کو بھی برباد کیا لیکن بعد از جنگ۔ اب اُنہوں نے اپنے حصول مقاصد کا آلہ مجلس (لیگ آف نیشنس بین الاقوام) کو بنا لیا ہے۔ انجام کار یہ مجلس بھی ناکام ثابت ہوگی۔ کیونکہ اسکی پُشت پر کسی قسم کی اخلاقی قوت موجود نہیں ہے، عام طور سے اس مجلس کو کفن چوروں کی جماعت یا حریص قزاقوں کی ٹولی کہا جاتا ہے۔ جو ایک نہ ایک دن مال مفتوحہ پر آپس میں صف آرائی کرینگے۔ آج بھی اپریشن کمیٹی (مجلس تاوان) کی کارروائیوں سے عیاں ہے کہ اس مجلس کا ہر رکن بندۂ زر ہے۔ بہر کیف عارضی طور پر اس مجلس کے قیام کی وجہ سے یورپ کی وہ ضرورت بھی جس کی خاطر مسیحیت کا چرچا تھا، پوری ہو گئی ہے۔ اس لئے اب کسی کو مسیحیت سے کوئی سروکار باقی نہیں رہا۔ رُوس میں لینن کی نظر میں مسیحیت اور پادری دونوں ترقی اور تہذیب کے حائل ثابت ہوئے۔ پس اس نے اپنے فولادی ہاتھوں

سے ان دونوں چیزوں کا خاتمہ کر دیا۔

لیکن افسوس کہ مسیحیت کی اس تخریب میں ایک زبردست خطرہ مضمر ہے۔ یعنے خود مذہبیت کا قیام مشکل نظر آتا ہے۔ اندیشہ ہے کہ وہ تمام قیود جو انسان کی حیوانی خواہشات پر عاید ہیں نکلنے لگیں ورنہ ہو جائیں بد قسمتی یہ تھی کہ یورپ سے مرعوب ہو کر لوگوں کے دلوں میں یہ بات جاگزین ہو گئی تھی۔ کہ دنیا میں صرف ایک ہی مذہب لائق قبول ہے یعنی مسیحیت اور جب وہ خود ہی اہل یورپ کے نزدیک بیکار اور لغو ثابت ہوا۔ تو سرے سے مذہب ہی کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ حالانکہ حقیقت حال اس کے خلاف ہے۔ نہ تو یہ بات درست ہے کہ مسیحیت ہی بہترین مذہب ہے اور نہ یہ کہ مذہبی زندگی انسان کیلئے غیر ضروری ہے۔ کوئی شخص جان ولیم ڈریپر ایل ایل ڈی سابق پروفیسر نیو یارک یونیورسٹی مصنف معرکہ "مذہب و سائنس" اور "یورپ کے ارتقائے ذہنی کی تاریخ" وغیرہ وغیرہ پر جہالت پرستی یا قدامت پسندی کا الزام نہیں لگا سکتا۔ اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ ڈریپر کو اپنے زمانہ کے مدبرین سے کہیں زیادہ حالات عالم سے واقفیت حاصل رہی ہے اور معلومات علمی میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں۔ اس لئے مناسب ہوگا۔ اگر اس موقعہ پر اُن کے خیالات سے استفادہ کیا جائے۔ وہ لکھتے ہیں: "مذہبی احساس رکھنے والی اقوام کو خواہ وہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتی ہوں اور اُن کی سیاسی زندگی کیسی ہی کیوں نہ رہی ہو بمقابلہ ان اقوام کے کامیابی کے امکانات زیادہ حاصل ہیں جو محض دنیا طلبی میں گرفتار ہیں۔ اور عقبیٰ کے خیالات سے غافل ہیں یا جو خدا پرستی ترک کر چکی ہیں"۔

اسلام نے دنیا پر اور اہل دنیا پر جتنے احسانات کئے ہیں ان کا شمار بہت مشکل ہے اور جو احسان اسلام نے یورپ پر کیا ہے جس کی بدولت یورپ میں بیداری اور علمی ترقی کا دور دورہ ہوا وہ قیامت تک ادا نہیں ہو سکتا۔ یوروپین تمدن میں جس قدر خوبیاں ہیں۔ وہ کسی نہ کسی رنگ میں اسلام کی برکات پر مبنی ہیں میں پوری جرأت کے ساتھ تمام یوروپین اہل علم حضرات کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اگر ممکن ہو تو میرے دعوے کی تردید کریں وہ تمام اصلاحات جو دنیا کیلئے مفید ہو سکتی ہیں، آج سے تیرہ سو سال پہلے دنیا کے سب سے بڑے لیڈر نے بہترین طور سے دنیا کے سامنے پیش کر دی تھیں۔ آج ہر شخص خواہ اس کے خیالات کسی قسم کے کیوں نہ ہوں اس امر کا معترف ہے۔ کہ جو اصلاحات لینن نے نافذ کیں۔ وہ حد درجہ انقلاب انگیز ثابت ہوئیں۔ بلکہ وہ ان اصلاحات سے بھی زیادہ انقلاب انگیز ثابت ہوئیں جو انقلاب فرانس کے بعد فرانس میں نافذ ہوئی تھیں لیکن اگر لینن نے اسلام کا مطالعہ کیا ہوتا تو وہ یقیناً اُسے قبول کر لیتا جس طرح اسکے دوست اور رفیق کار

تراشکی نے آج کیا ہے۔ مگر لینن اسلام لے آتا تو وہ یقیناً ساری دُنیا میں انقلاب پیدا کر دینے کے مقصد میں کامیاب ہوتا۔ اور اُسے وہ خونریز اور ظالمانہ طریقے بھی اختیار نہ کرنے پڑتے جو اس نے وقتاً فوقتاً اختیار کئے۔ مگر اسٹیلن میں کچھ بھی سمجھ کا مادہ ہے تو اس کے لئے اس سے زیادہ نفع بخش اور کوئی کام نہیں ہو سکتا کہ وہ مصلح اعظم علیہ السلام کے سامنے زانوئے ادب تہ کرے +

خوش قسمتی سے آپ کی تعلیم آج بھی اُسی آسانی سے مل سکتی ہے جس آسانی سے اب سے تیرہ سو سال پہلے مل سکتی تھی افسوس اگر ہے تو اسی بات کا کہ مثل دیگر اہالی مذاہب کے آپ کے پیرو بھی آج آپ کی تعلیم سے بعض صورتوں میں دور جا پڑے ہیں۔ اور اسلام کی اصلی پاکیزگی بعض پہلوؤں سے مفقود ہو گئی ہے۔ پس اگر کوئی شخص طالب صداقت ہے۔ تو اُسے بذاتِ خود تلاش و تحقیق سے کام لینا چاہئے؟ اور اُن لوگوں کے کہنے سُننے پر عمل نہ کرنا چاہئے جو اُس ہادیٔ برحق کے نام لیوا تو کہلاتے ہیں مگر پوری پیروی نہیں کرتے۔ خوش قسمتی سے کارِ تحقیق مُطلق دشوار نہیں ہوگا کیونکہ جو ہدایت نامہ آپ نے بنی نوع آدم کے راہ راست پر چلنے کیلئے چھوڑا تھا۔ وہ آج بھی صحیح سلامت موجود ہے آج تیرہ صدیوں کے بعد بھی قرآن شریف لفظاً بہ لفظاً وہی ہے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تھا یعنی اسلام کا منبع ابھی تک صاف اور پاک ہے۔ اور ہر شخص قدرے تکلیف اُٹھا کر اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ آنحضرت صلعم اپنے پاکیزہ خصائل اور دلپذیر عادات کی وجہ سے محبوبِ خاص و عام تھے۔ اس لئے آپ کی وفات کے بعد آپ کے متبعین اور جان نثاروں نے آپ کے افعال اور اقوال کو بھی قلمبند کیا اور لوحِ دل پر بھی نقش کیا۔ چنانچہ آج ہم آنحضرت صلعم کے متعلق اپنے آباؤ اجداد کی بہ نسبت زیادہ جانتے ہیں۔ آپ کے باطنی خیالات اور جذبات تک ضبطِ تحریر میں آ چکے ہیں۔ پس آپ آج حقیقی طور سے ہماری راہنمائی کیلئے زندہ ہیں۔ جس طرح قرآن شریف ہماری مذہبی ہدایت کے لئے موجود ہے۔ چونکہ آپ کے ہمعصر متبعین نہایت سیدھے مخلص اور نیک نہاد تھے اس لئے اُن احادیث کی صحت میں بہت کم شبہ کی گنجائش ہے۔ جو اُن لوگوں سے منسوب ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد محدثین نے احادیث مروجہ کو ایک خاص معیار سے پرکھا اور جو موضوع تھیں ان کو ترک کیا +

لیکن نبی کریم کی الفت کا مطالعہ کرتے ہوئے ان لوگوں کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ جن کی عقیدت اتنی نہیں کہ وہ محرمانہ (پرائیویٹ) اقوال و افعال بھی جو عموماً کسی غیر کو نہیں معلوم ہوتے۔ نہ کسی غیر کو ان کے کھوج کرنے کا حق ہوتا ہے، ان مجموعہ احادیث میں مندرج ہیں۔ اور یہ احادیث ان لوگوں سے مرتب اور مدون کی ہیں جو آپ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے اور کوئی ماں اپنی بیٹی سے اور کوئی زوجہ اپنے شوہر سے نہیں کر سکتی۔ ان کے نزدیک

آپ کے جزوی و جزوی افعال و اقوال ایک خاص اہمیت رکھتے تھے۔ چونکہ آپ کے پیروؤں کے دلوں میں آپ کے لئے بیحد و بے نظیر کامل اشتیاق اور لاثانی محبت تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے آپ کے معمولی سے معمولی اور مخفی سے مخفی اعمال و اقوال کی بھی جستجو رکھی۔ اور بعد ازاں اُسے ضبط تحریر میں لے آئے۔ آنحضرت صلعم کا یہ معجزہ بالکل نادر الوجود ہے کہ باوصف اس کے کہ آپ کے خفیہ سے خفیہ حالات معلوم ہیں پھر بھی آج نہ صرف آپ کے پیرو بلکہ غیر بھی آپ کی طرف اور آپ سے محبت پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو آپ کے سوانح حیات پڑھتا ہے۔ وہ آپ کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ جن عیسائی یورپین مصنفین نے آپ کے سوانح حیات کا مطالعہ تنقیدی اور غیر متعصبانہ نگاہ سے کیا ہے۔ ان کو مسٹر باول کی طرح نہ صرف آپ کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا ہے بلکہ آپ سے محبت کا اقرار کیا۔ چنانچہ مسٹر باول لکھتے ہیں کہ آپ کی دلیرانہ خصائل میں کچھ ایسی نزاکت اور لطافت کا جوہر آمیختہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص آپ کے متعلق بے لاگ رائے قائم کرنا چاہے تو اندیشہ ہے۔ کہ وہ آپ کی پاکیزہ فطرت اور جاذب توجہ شخصیت سے مرعوب ہو کر آپ کا جانبدار بن جائیگا اور محبت کا دم بھرنے لگیگا۔ آپ ایسے حلیم الطبع تھے۔ کہ جن لوگوں نے آپ کو بے اندازہ اذیت پہنچائی تھی فتح مکہ کے بعد ان سے آپ نے مطلق تعرض نہ کیا۔ آپ اس قدر محبت بھرا دل رکھتے تھے کہ اگر چھوٹے بچوں کے پاس سے ہو کر گذرتے۔ تو ان کو ضرور پیار کرتے۔ تالیف قلوب اس درجہ کہ جب تک دوسرا آپ کا ہاتھ نہ چھوڑتا۔ آپ اس کا ہاتھ پہلے کبھی نہ چھوڑتے۔ آپ کی دوستی مخلصانہ تھی فیاضی فیاضانہ تھی۔ شجاعت دلیرانہ اور بے پایاں تھی۔ پس ان خصائل کے سامنے نکتہ چینی بھی تحسین میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ آپ اس رنگ میں حسن کے پختہ تھے جس میں یہ صفت انسان کے لئے مفید اور دنیا کیلئے ضروری ہو جاتی ہے۔

اب محمد (روحی فداہ) کی اس جاذب توجہ دلفریب محبت افروز روح پرور اور جانفزا طبیعت کا موازنہ یسوع کی شخصیت مندرجہ بائبل سے کیجیے۔ جبکہ آنحضرت کی پاک خصلت آج ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد بھی اپنوں سے نہیں بلکہ غیروں سے بھی خراج تحسین وصول کر رہی ہے یسوع کی شخصیت اُن کی زندگی میں بھی لوگوں کو اپنی طرف نہ کھینچ سکی۔ اور کھینچنا تو درکنار ان کے خاص شاگردوں اور حواریوں کی اخلاقی حالت کا یہ عالم تھا۔ کہ ایک نے ان کو گرفتار کرا دیا۔ اور دوسرے نے تین مرتبہ سر عدالت

ان سے واقفیت سے بھی انکار کر کے دروغ بیانی اور بزدلی کی انتہا دکھا دی جس مذہب کے پختہ ترین پیرؤں کے اخلاق کا یہ عالم ہو کہ جو بارہ آدمی حضرت عیسیٰ کے ساتھ تھے وہ بھی ناکارہ ثابت ہوئے۔ تو آج وہ مذہب کس کام کا سمجھا جا سکتا ہے۔ گذشتہ جنگ عظیم کے نتائج اس قدر تباہ کن تھے اور لڑائیاں ایسی سفاکی اور وحشت کے ساتھ لڑی گئیں کہ اُن سے مسیحیت کا ناکارہ پن اس نسل نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا یعنی نہ زمانۂ صلح میں وہ کسی کام کی ہے۔ نہ زمانۂ جنگ میں۔ نہ صرف دُنیاوی معاملات میں مسیحیت نے انسانوں کی غلط طریق پر رہنمائی کی ہے۔ بلکہ خود خدا تعالیٰ کے متعلق نہایت گمراہ کن اور غلط عقاید کی تعلیم دی ہے۔ پس جنگ عظیم کے نتائج کی بناء پر لوگوں کا ایمان اُس خدا پر سے ہی اُٹھ گیا جسے مسیحیت نے پیش کیا تھا۔ برخلاف اس کے اگر وہ تمام لوگ اس وقت قرآن شریف اور سوانح حیات محمدی کی طرف رجوع کریں۔ تو اُن کو نہ صرف دُنیاوی معاملات میں صحیح ہدایت ملیگی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے متعلق بھی سچا عرفان اور اعلیٰ ایمان حاصل ہو گا۔ اسی بنیاد پر میں تمام دنیا کی حکومتوں اور اُن کی رعایا سے درخواست کرتا ہوں کہ جنگ عظیم کی بتدا پر جو لہر دُنیا میں لامذہبیت کی دوڑ رہی ہے۔ اُس میں بہنے سے قبل وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں۔ اور آپ کے خدا پر ایمان لے آئیں۔ تو وہ حیوانیت کے دائرہ میں داخل ہونے سے بچ جائیں گے جسمیں نہ کوئی اخلاقی قید ہوتی ہے نہ خیالات اور افعال پر کوئی پابندی نہ اُسمیں کوئی ہمدردی نہ ایثار کا مادہ۔ یہ بات واضح رہنی چاہیئے۔ کہ اِنسان بھی ایک حیوان ہے اگر اس میں سے انسانیت کا عنصر نکال دیا جائے۔ تو پھر وہ نہایت شریر خود غرض اور تباہ کن حیوان بن جائیگا یعنی ایسا وجود جو صد درجہ خطرناک ہو۔ انسان بالطبع متمدن، ترقی پسند اور مخیر ہے اس لئے مذہب کے بغیر اُسے چارہ نہیں۔ اور خدا کے بغیر اسکی گذر نہیں ہو سکتی۔ یہ میرا ہی خیال نہیں ہے ذیل میں دو قیمتی اور وزنی آرا نقل کرتا ہوں۔ فرانس کا مشہور فلسفی رینان کہتا ہے "کہا جائیگا کہ ان توہمات مذہبی سے کیا حاصل مستقبل میں کیا نتیجہ ہو گا۔ ابھی سے اس کی فکر کیوں نہ ہو میرا جواب یہ ہے کہ توہمات یا ظنیات کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ آدمی کو اعلیٰ تخیلات کی ضرورت ہے۔ تاکہ اسکی خفتہ قوتیں بیدار ہو جائیں لیکن اگر مستقبل تاریک اور حقیر ہو تو کوئی شخص کسکے لئے

سائی ہوگا؟ اس سے تو یہی بہتر ہے۔ کہ موجودہ زندگی کو عیاشی میں بسر کیا جائے"۔ میرا خیال ہے کہ سب آزاد خیال حضرات حتیٰ کہ بولشویک تک اس تنبیہ کو غور سے سُننیگے۔ جو جوزف میزینی نے ذیل کے الفاظ میں دی ہے"۔ میں نے فرانس کے مزدوروں کو دیکھا ہے۔ کہ دوسری دفعہ کے واقعات کو بطور تماشا دیکھتے رہ گئے کیونکہ ان کے تمام جدوجہد فی معاملات صرف مادی ترقی کی خواہش میں منحصر ہو گئے تھے اور مضمون نے حماقت سے یہ سمجھا تھا۔ کہ جس شخص نے انکے ملک کی آزادی فریب سے غصب کی ہے وہ اپنے مواعید پر قائم رہینگے لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ بغیر خدا کے بغیر اخلاقی قوانین کے احساس کے بغیر راستی کے عظیم جذبہ ایثار کے اور صرف ان لوگوں کی پیروی کر کے جو نہ ایمان رکھتے ہیں نہ صداقت کا پاس نہ پاکیزہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ نہ جن کے سامنے کوئی عمل نمونہ ہے۔ کوئی شخص کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے۔ کہ ناجائز وسائل سے چند روزہ کامیابی حاصل ہو جاوے لیکن وہ انقلاب عظیم جس کی خواہش تم لوگوں کو اور مجھے یکساں ہے۔ وہ انقلاب جو سراب نہ ہو۔ نہ زخم خوردہ خود نمائی پر مبنی ہو۔ بلکہ مذہبی اعتقاد پر ہرگز پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ مقصود اصلی اور تمنائے قلبی ہر تمدنی معاشرتی انقلاب کی یہ ہونی چاہیئے کہ ہمارا اور ہمارے ہم جنسوں کے خود نفس کی اصلاح ہو جاوے"۔ +

اگر میزینی کے معیار کے مطابق انقلاب آج کل بھی مدنظر ہے۔ تو میں ہر مصلح قوم اور انقلاب پسند کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ لوگ جوق جوق آئیں اور حضرت محمد صلعم کے قدموں میں پناہ لیں۔ میں متمدن سے متمدن قوم کو آج بھی شیخ سعدی کی طرح متنبہ کرتا ہوں ؎

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

کوائف مسلم مشن ووکنگ انگلستان

از قلم خواجہ عبدالغنی صاحب۔ سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل لاہور

جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی قائمقام امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) بمع دیگر مبلغین و کارکنان مشن تبلیغی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ صاحب موصوف نے مشن مذکورہ کی اگست کے چار ہفتوں کی رپورٹ ہمارے پاس اشاعت کی غرض سے بھیجی ہے۔ جو اُمید ہے کہ ناظرین اخبار کی دلچسپی کا موجب ہوگی +

جناب مولوی عبدالمجید صاحب نے جولائی کے آخری ہفتہ میں لندن مسلم نماز گاہ میں ایک لیکچر "اسلامی نماز" پر دیا جسمیں آپنے نماز کے معانی پر روشنی ڈالی۔ سامعین میں سے ایک خاتون نے سوال کیا "ولا الضالین" کے معانی جو آپ نے بیان کئے ہیں۔ وہ تو ہم عیسائیوں پر صادق نہیں آتے۔ جناب مولوی صاحب موصوف نے پوچھا۔ کہ کیوں ہ تو اس پر وہ کہنے لگیں۔ کہ میرا تو الوہیت مسیح پر ایمان ہی نہیں ہے۔ اس پر جناب مولوی صاحب نے جواب دیا کہ اگر آپ کا جناب مسیح کی خدائی پر ایمان نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ محض رسمی عیسائیت کی پابند ہیں۔ دراصل آپ ایک مسلمہ ہیں۔ یہ ایک ادنٰے سی مثال اس تنفر و بیزاری کی ہے۔ جو یوروپین کے اندر خود بخود پیدا ہو رہی ہے۔ اور لوگ غیر محسوس طریق پر اسلام کے عقاید اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ضرورت وقت اس امر کی متقاضی ہے۔ کہ اس وقت یورپ میں اسلامی ادبیات کا ایک دریا بہا دیا جاوے۔ یوروپین لوگوں میں اسلامی لٹریچر کی کثرت سے مفت نشر و اشاعت ہو۔ تاکہ لوگوں کو اسلام کی اصلی تعلیم نظر آجاوے۔ لیکن یہ سبھی باتیں کثیر سرمایہ کو چاہتی ہیں +

اسلام میں ترقی کی جبلّی قوّت

۴۔ اگست ۱۹۲۹ء بروز اتوار۔ لندن نماز گاہ میں عالیجناب سر ذوالفقار علی صاحب نے ایک شاندار و بسیط لیکچر دیا۔ لیکچر کے اختتام پر معزز مقرر کے اعزاز میں کارکنان مسلم مشن ووکنگ نے

ایک شاندار "ایٹ ہوم" دیا +

(۳) قومی منافرت کو دور کرنے میں اسلام کا قدمِ ترقی

۱۱- اگست ۱۹۲۹ء بروز اتوار - جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم - اے بی - ٹی قایمقام امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) نے مجلس روحانیت کلپنس لیس - ڈبلیو - لندن میں ایک بصیرت افروز لیکچر شام کے آٹھ بجے "قومی منافرت کے دور کرنے میں اسلام کا قدم ترقی" کے موضوع پر دیا - لیکچر میں تین پادری بھی تھے - لیکچر کے ختم ہونے پر سوالات کا موقعہ دیا گیا - لیکن کسی نے سوال کرنے کی جرات نہ کی - مولوی صاحب موصوف نے فرمایا - کہ اسلام کا سب سے بڑا کمال یہ ہے - کہ اس نے عملی سبق دیکر دنیا کی آبادی کے ایک کثیر حصہ سے قومی منافرت کو جڑ سے اکھاڑ دیا ہے - لیکچر کو سنکر سامعین بہت ہی محظوظ ہوئے +

(۴) جناب مسیح صلیب پر نہیں مرے

جناب عبدالخالق خان صاحب بی - اے - لوہرہ مشنری نے مسجد ووکنگ میں موضوع بالا پر ایک زبردست لیکچر دیا - آپ نے اپنے دعوے کی تائید میں انجیلی و قرآنی حوالجات پیش کئے اور ان کو تاریخی بیانات سے مستنبط کیا - مضمون بالا کو خان صاحب موصوف نے نہایت ہی خیر و خوبی سے دو گھنٹہ کے اندر نبھایا - اور اس کے بعد سوالات کی اجازت دی +

(۵) عیسائیت میں صنم پرستی

عنوان بالا پر جناب عبدالخالق خاں صاحب نے ایک لیکچر ۳½ بجے شام کو مسجد ووکنگ میں دیا - اس لیکچر میں سامعین کی کثیر تعداد تھی - خان صاحب موصوف نے مسٹر آرتھر ویگل کے خیالات کی پوری پوری وضاحت کے ساتھ تشریح کی جنہیں خداوند تعالیٰ جناب مسیح سے چند استفسارات کے جوابات طلب فرماتے ہیں - اور اسکے بعد معقول طریق پر آپ نے بتلایا - کہ جناب مسیح کے چلے جانے کے بعد اسکی تعلیم میں کس طرح تحریف و تبدیلی رونما ہوگئی - اور کس طرح عیسائیت کی اکثریت اپنے ابتدائی آباؤ اجداد کے مذہب کی اس قسم کی تشریحات کو دیکھ کر حیران ہو کر چونک اٹھی ہے +

مُسلم مشن ووکنگ کا آئندہ انتظام

از

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانیٔ مسلم مشن ووکنگ

مَیں کس زبان سے جناب باری کا شکریہ ادا کروں۔ کہ اُس نے مجھے اس تحریر کے قابل کیا۔ یُوں تو مَیں جنوبی افریقہ سے واپسی پر ہی اکتوبر سنہ ۱۹۲۶ء میں بیمار ہو گیا۔ لیکن فروری سنہ ۱۹۲۷ء سے بستر بیماری پر کچھ ایسا گرا۔ کہ اُس تاریخ سے برابر پورے دو سال تک بستر کو نہ چھوڑ سکا۔ اس عرصہ میں ذیابیطس سے ہی مرض سل کا آغاز ہو گیا۔ جس نے دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء میں خطرناک صورت اختیار کر لی۔ سنہ ۱۹۲۸ء کے اخیر میں کچھ صحت کے آثار پیدا ہوئے مگر میرے تبلیغی شغف نے مجھے پھر مبتلائے آلام کر دیا۔ چنانچہ اپریل گذشتہ میں مَیں ایسا گرا۔ کہ اس وقت تک چار قدم بھی نہیں چل سکتا گئی گذری امراض از سر نو پیدا ہو گئیں۔ اُن کے علاوہ دو ایک اور خطرناک شکایتوں نے مجھ پر آن قبضہ کیا۔ ستمبر گذشتہ کی ابتدا میں۔ تو میرے لواحقین کو میری زندگی سے بھی مایوسی ہو گئی۔ چنانچہ اُسی حالت میں مجھے کشمیر سے لاہور لایا گیا۔ لیکن لاہور آتے ہی طبیعت نے پلٹا کھایا۔ اور اُس محی الموتٰے نے ایک کالمیت انسان کو دوبارہ زندگی عطا کی۔ اِس وقت میں خود بھی روز افزوں صحت کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک *

سنہ ۱۹۲۵ء میں تیرہ سال کے تجربۂ مغرب نے مجھے سکھلا دیا۔ کہ اس سرزمین میں **اشاعت اسلام** کا بہترین ذریعہ نشر و اشاعت لٹریچر ہے۔ چنانچہ میں نے ارادہ کیا۔ کہ مشن اور اس کے کاروبار متعلقہ کو تو ایک جدید بورڈ کے حوالے کر دوں۔ جس کے اراکین کے انتخاب میں فرقی خصائص کا لحاظ نہ ہو۔ اور مَیں خود اپنی آئندہ زندگی

مطلوبہ لٹریچر کے پیدا کرنے اور استحکام مشن کے لئے مستقل سرمایہ جمع کرنے میں صرف کروں۔ چنانچہ اگست ۱۹۲۵ء میں میں نے مسلم لٹریری ٹرسٹ کو بنایا جس کے چیئرمین لارڈ ہیڈلے بالقابہ اور دوسرے ٹرسٹیز میرے علاوہ ڈاکٹر سر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل و حال منسٹر ریاست بڑودہ اور خواجہ نذیر احمد تجویز ہوئے۔ یہ ٹرسٹ بہمہ وجوہ از حد مفید ثابت ہوا۔ دوسری طرف اسی وقت میری تحریر پر خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری مسلم مشن ووکنگ نے مستقل سرمایہ کی تحریک بھی شروع کردی ۔

۱۹۲۶ء کے اخیر میں ارادہ مذکورہ بالا کو تکمیل دینے کے خیال سے میں ہندوستان آیا لیکن یہاں آتے ہی رہین آلام ہوگیا۔ اور میری مہلک بیماری نے مجھے اس ارادہ کی تکمیل میں اور بھی پختہ کردیا۔ چنانچہ پچھلے سال جب میں روبصحت ہونے لگا۔ تو ایک طرف تو میں نے بعض معزز اراکین انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور سے جن کے ہاتھ میں اس وقت انتظام مشن تھا گفتگو کی۔ دوسری طرف اپنے عندیہ سے ٹرسٹیان مسلم لٹریری ٹرسٹ کو آگاہ کیا۔ ان سب احباب نے مجھ سے اتفاق کرلیا۔ اور میں نے کہ مسلم مشن ووکنگ۔ اسلامک ریویو مسلم بشیر لائبریری اور مسلم لٹریری ٹرسٹ کو جمع کرکے ایک نئے بورڈ کی تجویز تیار کی۔ اور اس کی باضابطہ اطلاع ان انسٹیٹیوشنس (Institutions) کے متعلقین کو دیدی۔ لیکن گذشتہ چھ ماہ کی میری خطرناک بیماری اس مبارک کام میں حائل ہوگئی۔ میں نے اپنے آپ کو معرض خطر میں دیکھ کر ان کل امور کو بغرض تکمیل اپنے فرزند خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء لاہور کے حوالہ کیا۔ اور اپنے اعزا اور دیگر احباب کو وصیتاً عرض کردیا۔ کہ میرے بعد اس تجویز کو عملی جامہ پہنائیں لیکن میں کس زبان سے خداتعالیٰ کا شکریہ ادا کروں۔ کہ جس نے مجھے دوبارہ زندہ کرکے یہ دن دکھلایا۔ اور آج میں یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ انجمن مذکورہ نے اور ایسا ہی لٹریری ٹرسٹ کے

اراکین نے اِس تجویز کو چند شرائط کے ساتھ منظور کر لیا ہے۔
اِس نئے بورڈ کا ٹرسٹ ڈیڈ بھی تیار ہو کر کُل مجوزہ ٹرسٹیوں کی خدمت میں جا چکا ہے۔ اس وقت تک جناب میاں احسان الحق صاحب بیرسٹرایٹ لاء سشن جج کیمبل پور اور جناب ڈاکٹر عباس علی بیگ صاحب اور تین دیگر ٹرسٹیوں نے ٹرسٹ ڈیڈ پر اپنے دستخط ثبت کر کے اُسے میرے پاس بھیجدیا ہے آنریبل سر میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹرایٹ لاء لاہور ٹرسٹی کی خدمت میں یہ بھی لکھا گیا ہے۔ کہ وہ اسے قانونی نگاہ سے دیکھیں۔ جو کسی قدر موجب تفویق ہے۔ ایسے ہی لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی طرف سے بھی (کیونکہ وہ انگلستان میں ہیں) کاغذات کے آنے میں دیری ہوگی۔ لیکن زیادہ سے زیادہ چند ہفتوں تک اُن کی طرف سے بھی کاغذات مکمل ہو کر آجائینگے پھر لاہور میں یہ ٹرسٹ ڈیڈ رجسٹرڈ ہو کر کُل معاملات مشن نئے بورڈ کے حوالہ ہو جائینگے میں پھر خداتعالیٰ کا ایک اور امر کیلئے بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آج میں اس مشن اور اسکے دیگر مُتعلقہ انسٹیٹیوشنس کو نہ صرف ایک سرسبز و کامیاب حالت میں مجوزہ ٹرسٹیوں کے حوالہ کرتا ہوں بلکہ تخمیناً چالیس ہزار روپیہ نقد (جسمیں آمد جنوبی افریقہ در قوم سرمایہ مستقلہ بھی شامل ہے)۔ اور پندرہ ہزار روپیہ کی کُتب برغرض فروخت۔ اور چار ہزار روپیہ کا فرنیچر (متعلقہ مسجد ووکنگ و لندن مسلم نماز گاہ) بھی اس نئے بورڈ کو دیتا ہوں۔ اس میں سے سینتیس ہزار دو صد اٹھائیس روپیہ پشنل فکسیڈ ڈیپازٹ لاہور کے مختلف بنکوں میں جمع ہے لیکن سال آئندہ کے آغاز میں اس رقم میں اس کا منافع اور ساتھ ہی کچھ اور رقم شامل کر کے چالیس ہزار روپیہ کر دیا جائیگا۔ جو ریزرو فنڈ ہوگا۔ اِن رقومات کے علاوہ ایک اَور رقم تین ہزار کی بھی ہے جسکو مشن سے کوئی تعلق نہیں وہ ایک مرحوم دوست نے میری اطلاع کے بغیر ایک جگہ میرے نام پر میرے سفر امریکہ کیلئے جمع کرا دی تھی۔ اس کا علم مجھے بعد میں ہُوا۔ چونکہ میری موجودہ حالت میں ایسا سفر مشکل ہو گیا ہے۔ اسلئے سال گذشتہ میں نے رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں لکھدیا تھا کہ میں اس روپیہ کو مذہبی تصنیفات میں خرچ کرونگا۔ اب بھی میرا یہی ارادہ ہے لیکن ان تصنیفات

کی ملکیت بھی جدید بورڈ کو دی جائیگی۔ اور اگر میں اس ارادہ کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکا تو یہ روپیہ بھی بورڈ کی ملکیت میں جانا چاہئے +

میں اپنے مسلم دوستوں کا تہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے ہر ایک شکل میں مجھے اس مشن کے سر سبز کرنے میں فراخدلی سے امداد دی جس کی تفصیل میں رسالہ اشاعت اسلام لاہور دسمبر ۱۹۲۹ء میں کر و نگا ان سطور کے ختم کرنے سے پہلے ایک ضروری عرض کرنی چاہتا ہوں کہ قوم بالا کو میں نے بغرض سرمایہ مستقل ۱۹۲۵ء سے الگ کا الگ رکھا۔ باقی مشن کی آمد مستقل یا غیر مستقل اخراجات جاریہ میں گئی لیکن اس میری لمبی بیماری نے نہ صرف مستقل سرمایہ کی فراہمی کو روک دیا۔ بلکہ اخراجات جاریہ کی آمد میں بھی فرق آگیا۔ بالمقابل مشن کے کاروبار اشاعت دن بدن بڑھتے جاتے ہیں جیسا کہ وقتاً فوقتاً اس کے مفید نتائج کو شائع کیا جاتا ہے۔ جس سے موجودہ آمد بغرض اخراجات جاریہ مکتفی نہیں ہوتی۔ اس لئے میری عرض ہے۔ کہ معاونین مشن سر دست اپنی معمولی فیاضی کے کام لیکر مشن کو پیش آمدہ تکلیف سے بچائیں۔ اور پھر مشن کیلئے مستقل سرمایہ کی امداد کا بھی خیال فرمائیں یہ کام خدا کے فضل سے اب چل نکلا ہے۔ اور ہر قسم کی ابتدائی مشکلات کو عبور کر چکا ہے روزمرہ کے چندے کسی مستقل مستقبل کی امید نہیں دلاتے۔ اگر ہم اس مستقل سرمایہ

کو جو نصف لاکھ کے قریب ہو چکا ہے آیندہ دو تین سالوں میں اس قدر بڑھائیں جس کی مستقل آمد ہی مشن کے اخراجات کی متکفل ہو جائے تو پھر قیام و استحکام مشن ایک حقیقت مثبتہ ہو جائیگا +

خدا تعالیٰ مجھے صحت دے۔ تو میری آیندہ زندگی کا مشن تصنیف ملیہ کے علاوہ **اس مستقل سرمایہ کو جمع کرتا ہوگا۔ آمین +**

جو صاحب اس کار خیر میں ہمارا ہاتھ بٹانا چاہیں۔ وہ تمام ترسیل زر بنام فنانشل سیکرٹری صاحب مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) فرمائیں +

مورخہ ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء
عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

خادم
خواجہ کمال الدین

مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور کے نام سے ناظرین کرام آگاہ ہونگے سوسائٹی مذکور کا مقصد ایسی کتب کی طباعت و اشاعت ہے جن سے اسلام کی حمایت حقائق کی اشاعت ہو۔ اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کا پورا پورا جواب ہو اور غیر مسلم بھی اسلام کی خوبیوں اور محاسن سے آگاہ ہوں حضرت نبی کریم صلعم کے حالات زندگی سے مسلم و غیر مسلم بہرہ ور ہوں۔ ان مقاصد عالیہ کو سامنے رکھ کر سوسائٹی مذکور گزشتہ پندرہ سال سے کام کر رہی ہے۔ اگر اسلامی لٹریچر سے دلچسپی رکھنے والے مسلم احباب سوسائٹی کے مقاصد عالیہ کو مد نظر رکھ کر سوسائٹی کی جدید مطبوعات کی مستقل خریداری قبول فرمائیں اور ہر وہ کتاب جو سوسائٹی شائع کرے۔ اس کی ایک کاپی کیلئے اپنا نام مستقل طور پر رجسٹرڈ کرائیں۔ تا کہ ان کی خدمت میں ہر شائع شدہ کتاب چھپتے ہی ہمراہ وی۔ پی کر دی جایا کرے۔ مستقل خریداری قبول کرنے سے آپ کارکنان سوسائٹی کو قابل کر سکیں گے کہ وہ ہر ماہ اسلامی کتب کی طباعت و اشاعت کو جاری رکھ سکے۔ آجکل ذیل کی کتب سوسائٹی مذکور نے جدید چھپوائی ہیں مفصل فہرست کتب فرمائش آنے پر بھیجی جاتی ہے +

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توضیح الاسلام	عہ	مطالعہ اسلام	۹ر	آثار السنہ	۱۲ر	پادری صاحبان کیلئے حل طلب مسئلے	۱
راز حیات یا انجیل عمل	۸ر	مکالمات ملیہ	۱۰ر	براہین نیرہ	۱۲ر	بشارات [illegible] اعتراضات	[illegible]
سلک مروارید	۸ر	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۱۲ر	اسلام اور علوم جدید	۴ر	اسلام اور اس کا فلسفہ	۳ر
خطبات غزنویہ	۱۲ر	لعنت اللہ ارجعیہ	۴ر	مسیح کی الوہیت	۱۲ر	[illegible]	۳ر
						[illegible]	۴ر
مقصد مذہب	۳ر	مذہب محبت	۵ر	روحانیت فی الاسلام	۱۲ر	تفسیر سورہ فاتحہ	۳ر
ضرورت الہام	۱۲ر	[illegible] عالم کا مذہب	۵ر	ہستی باری تعالے	۶ر	سیرۃ نبوی	۳ر
ینابیع المسیحیت	۸ر	اسوۂ حسنہ	۶ر	پیام اسلام	۴ر	تصنیف [illegible]	۱۰ر

فرمائش بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب

ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ
قیمت صہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

... منیجر اشاعت اسلام
عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۳۰ء

... لاہور سے شائع کیا

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

یہ مشن گزشتہ سولہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کی زیر نگرانی مسجد ووکنگ (انگلستان) سے یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ یورپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں ہزاروں کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب و رسائل کی اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہے۔ اس مشن نے انگریزی اسلامی ادبیات کا بیشمار ذخیرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس مشن کی ماہواری یا یکمشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے +

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ماہوار انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان سے شائع ہوتا ہے۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ میں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں جس میں تعلیم الاسلام کو نہایت فلسفیانہ اور عالمانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے مسلم مصنفین کے علاوہ نومسلم احباب کے بھی اس میں مضامین درج ہوتے ہیں مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نومسلم کے فوٹو شائع ہوتے ہیں جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ عہ ہندوستان میں ہے +

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے فاروق القابہ (نومسلم) جناب عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اس کی طباعت اور پھر اس کی وسیع پیمانہ پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرتی ہے اور جہاں جہاں لیکچروں یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے۔ جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی تشفی خیز مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یوروپین توجہ . . . . کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنا اور اس کی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے +

آج کل احادیث نبویؐ کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے۔ اس کے علاوہ شہرۂ آفاق کتاب

"آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر"

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے۔ اور اس کا انچارج آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے +

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد (۱۴) — بابت ماہ مئی و جون ۱۹۲۸ء مطابق ماہ ذوالقعدہ و ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ — نمبر (۵ و ۶)

The Imam leading the Id-ul-Fitr (1340 A.H.) Address

O you men! Surely We have created you of a male and a female and made you tribes and families that you may know each other, surely the most honourable of you with Allah is the one among you most careful (of his duty); surely Allah is Knowing Aware. Superiority of man to man is not in his family, tribe, wealth and position, but lies in careful observance of duty and service.—Al-Quran, xlix. 13.

فہرست مضامین

رسالۂ

اشاعت اسلام

جلد (۱۴) بابت ماہ مئی و جون سنہ ۱۹۲۸ء مطابق ماہ ذیقعدہ و ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۶ھ نمبر (۵ و ۶)

جلد (۱۴) بابت ماہ مئی و جون ۱۹۲۸ء نمبر ۵ و ۶

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو عید الفطر کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے۔ نیچے کے فوٹو میں مولوی عبد المجید صاحب ایم۔اے۔ بی۔ ٹی قائم مقام امام شاہجہان مسجد دوکنگ نماز عید الفطر پڑھا رہے ہیں۔ اور فوٹو بالا میں مولوی صاحب موصوف خطبہ عید الفطر پڑھ رہے ہیں

سنہ ۱۳۴۶ ہجری کی عید انگلستان میں دوکنگ کی عید چاہے مطلع صاف ہو یا نہ ہو انگریزی طرز بیان کے مطابق ہمیشہ ایک نہایت دلربا اور سبق آموز تہوار ہوتا ہے نہ صرف انگریز نو مسلمین ہی کیلئے بلکہ ان لوگوں کے لئے بھی جو دور دراز ممالک سے انگلستان میں آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جس طرح سے اسلامی فضا سے ان کے تعلقات منقطع ہوتے ہیں یہ حقیقت فی الواقعہ نہایت ہی دلخوش کن ہوتا ہے۔ کیونکہ دوکنگ کی اسلامی فضا سے گو نہایت قلیل عرصہ کے لئے وہ متمتع ہوتے ہیں تاہم ایک دفعہ پھر گھر کی اس اسلامی زندگی میں وہ سانس لے لیتے ہیں جو ان کے آبائی وطن میں پائی جاتی ہے۔ یہ کہنا خالی از مبالغہ ہوگا کہ مقدس سرزمین کے علاوہ مسجد دوکنگ ہی ایک جگہ ہے جہاں بہت سی مختلف اقوام کے لوگوں کا اجتماع دیکھنے میں آتا ہے۔ جو سب کے سب ایک ہی اسلام کے رشتہ میں جکڑے ہوئے ہیں ان سب کا تعلق ایک ایسے مذہب کے ساتھ ہے جو صلح اور محبت و اتحاد کی تعلیم دیتا ہے ۔

اس سال ایک درجن سے زائد اقوام کے مسلمان جو دنیا کے تمام حصص سے آئے ہوئے ہیں ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء کو جمعہ کے دن مسجد دوکنگ میں عید الفطر کا تہوار منانے کیلئے جو ماہ رمضان کے اختتام پر ہوتا ہے جمع ہوئے، موسم صاف نہ تھا۔ لیکن مارچ کے مہینہ میں

غیر متوقع طور پر اس دن گرمی تھی لہٰذا ہر قوم اور ہر طبقہ کے مسلمان نمازیوں کا (جو تعداد میں چار سو سے زائد تھے)
امام کے پیچھے صفیں باندھ کھڑے ہونا اس گھاس پر سجدے کرنا جس کے اوپر نہایت اعلیٰ فرش بچھا ہوا تھا اور جو ایسے
درختوں سے گھرا ہوا جن میں موسم بہار کے شگوفے نکل رہے تھے ایک ایسا شاندار منظر تھا جس میں عالمگیر اسلامی سپرٹ کا نہایت مؤثر
نظارہ دکھائی دیتا تھا۔

اس موقع پر ہندوستانی، ایرانی، مصری، ترک، افغان، عرب، ملائی، جاوی، کوہ قاف کے رہنے والے، شام اور
ریف کے باشندے، عراقی، کرد، رومی اور مغربی نسل کے مسلمان، اور سینڈ ہرسٹ کے فوجی کالج کے ہندوستانی اور عراقی
متعلمین اور برطانوی مسلمان موجود تھے جو اس خوشی کے کام میں حصہ لینے کے لئے تمام انگلستان کے طول طویل سفر طے
کر کے آ پہنچے، باوجود اس کے کہ موسم خراب تھا۔ اور ابھی یہ خرابی مارچ اور اپریل کے مہینوں میں انتہائی درجہ پر پہنچی ہوئی ہے
عید کی صبح نہایت ہی خراب موسم لے کر آئی۔ اور دن کے ابتدائی حصہ کی حالت بہت ہی خراب رہی جس میں وقتاً فوقتاً
بوندا باندی بھی ہو جاتی تھی، نماز کے وقت تک سورج بادلوں کے باریک پردوں سے باہر نہیں نکل سکا۔ اسی خیال سے کہ مبادا
موسم ناخوشگوار ہو۔ نہایت وسیع شامیانوں کا انتظام پیشتر سے کر لیا گیا تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر سب کو تعجب ہوا۔ کہ عین
اس وقت جبکہ نماز کھڑی ہونے والی تھی سورج بادلوں کے نہایت کثیف پردوں کو پھاڑ کر باہر نکل آیا۔ اس خوشی کا
جو ہمارے مسلمان دوستوں اور زائرین کو اس وقت ہوئی جب سورج کی کرنوں نے اس منظر کی ناخوشگوار حالت کو نہایت پرلطف
اور شاندار نظارہ کی شکل میں تبدیل کر دیا، صرف وہی شخص اندازہ کر سکتا ہے جس کو انگلستان کے موسم سرما کی دھند اور
کی تاریکی اور منجمد کر دینے والی سردی کا تجربہ حاصل ہو چکا ہو۔ اس وقت تمام دریاں وغیرہ باہر نکال لی گئیں۔
اور جیسا کہ ان تصاویر سے نظر آ رہا ہے جو ان اوراق میں دوسری جگہ دی گئی ہیں نماز باہر کھلے میدان میں پڑھی گئی
نماز کے بعد جو ساڑھے گیارہ بجے پڑھی گئی مولوی عبد المجید صاحب ایم اے نے جو اس وقت مسجد ووکنگ کے امام ہیں عید کا
خطبہ پڑھا جس کے دوران میں مینہ کا ایک چھینٹا ایسا آیا کہ تمام مجمع کو دوڑ کر شامیانوں کے اندر پناہ لینی پڑی۔
امام نے اپنے خطبہ میں اس بات پر زور دیا۔ کہ اسلام میں دوسرے مذاہب کے متعلق رواداری پائی جاتی ہے۔ اور
اس حقیقت کو واضح کیا۔ کہ دنیا کو ایک مرکز اتحاد پر لانے کی جو طاقت اسلام کے اندر پائی جاتی ہے وہ تمام دیگر مذہبی
یا سیاسی اداروں کی اس جد و جہد سے بہت آگے بڑھی ہوئی ہے جو دنیا میں امن قائم کرنے کیلئے عمل میں لائی جا رہی ہے۔

ایک بجے شامیانے کے نیچے دوپہر کا کھانا تمام حاضرین کے آگے چنا گیا جس کے بعد باہم گفت و شنید
اور میل ملاپ ہوتی رہی۔ اور اس دوران میں برٹش مسلم سوسائٹی کا ایک جلسہ بھی منعقد ہوا جس میں مسٹر حبیب اللہ لوگرد

آنریری سیکرٹری نے یہ تجویز پیش کی کہ رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ کو جو اس سوسائٹی کے صدر ہیں ممبران سوسائٹی کی طرف سے عید کی مبارکباد کا تار دیا جائے۔ یہ ریزولیوشن بالاتفاق پاس ہو گیا +

نماز جمعہ کے بعد ڈیڑھ ۲ بجے پڑھی گئی۔ ہمارے دوست مسٹر قادر بخش ہندوستانی جادوگر اور ان کے بارہ سالہ ہونہار نونہال ماسٹر محمد حنیف نے حاضرین کی تواضع شعبدہ بازی کے کرتبوں سے کی۔ ان دونوں باپ بیٹوں نے انگلستان میں بہت بڑی شہرت حاصل کی ہے اور ان کی اس تکلیف فرمائی اور اس شاندار کامیابی کے لئے جو موسم کی ناخوشگوار فضا کو خوشگوار بنانے کا موجب ہوئی ہم انکا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں +

مسیحی اور ہندو تہوار - اسلامی تہواروں کی اس خصوصیت کے بالمقابل ہندوؤں اور عیسائیوں کے تہواروں کے آغاز اور اصلیت پر نظر ڈالئے۔ راکھی کا تہوار جو ہندوؤں سے تعلق رکھتا ہے۔ ہندوستان میں برسات کے موسم کے آغاز کی خوشی میں منایا جاتا ہے کیونکہ اس ملک کی زراعتی زندگی میں برسات کا موسم ایک نہایت ضروری اور اہم چیز ہے۔ دیوالی کا تہوار موسم برسات کے اختتام اور بیج ڈالنے کے موسم کے آغاز کا پتہ دیتا ہے۔ اور ہولی کا دن فصل کو اچھی حالت میں کاٹنے کی خوشی میں منایا جاتا ہے +

عیسائیوں کا جہاں تک تعلق ہے ان کے سب سے ضروری اور اہم تہوار کھلے طور پر ان کے مذہب کے بانی کی پیدائش و موت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان تہواروں کے متعلق یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان میں غیر مسیحی مشرکین کے تہواروں کا چربہ اتارا گیا ہے مثلاً کرسمس کے دنوں میں یسوع مسیح کی پیدائش کی یادگار منائی جاتی ہے اور اس غرض سے ۲۵ دسمبر کی تاریخ جو بت پرستوں کی جنتری سے انتخاب کی گئی ہے دراصل غیر مسیحی مشرکین کے ایک تہوار کا دن ہے۔ یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ جناب مسیح ۲۵ دسمبر کو پیدا نہیں ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ مشرقی کلیسیا ۲۵ دسمبر کی تاریخ کو مسیح کی پیدائش کے طور پر نہیں مناتا بلکہ اس کے بجائے ۶ جنوری کو ان کی پیدائش کا دن قرار دیتا ہے۔ جناب مسیح موجودہ سن عیسوی کے آغاز سے آٹھ سال پیشتر پیدا ہوئے غیر مسیحی مشرکین ۲۵ دسمبر کی تاریخ کو اپنے سورج دیوتا کی پیدائش کے طور پر منایا کرتے تھے اور مسیحیت کے دینی دستور العمل میں بھی اسی تاریخ کو صرف رسم اور موزونیت کے خیال سے اختیار کر لیا گیا ہے +

اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اگر ایک طرف انسانی زندگی کے ادنیٰ اور غیر اہم پہلو کو بھی مذہب کا رنگ دیا ہے۔ تو دوسری طرف اپنے پیروؤں کے لئے خوشی کے ایسے مواقع اور سامان بھی پیدا کر دیئے ہیں جو دوسرے مذاہب اس آزادی اور کھلی اجازت کے باوجود جو کہ شوال کے موقع پر نظر آتی ہے بظاہر اب تک پیدا نہیں کر سکے +

چند نقوش اسلامی ایک غیر مسلم کے قلب پر

کیرل رنگ (ایک غیر مسلم انگریز) کے قلم سے

اسلام کا مطالعہ میں نے زیادہ تر انہی خیالات کے ساتھ شروع کیا جو مغرب میں محمدن ازم کے نام سے اس کے متعلق عام طور پر پھیلے ہوئے ہیں +

یہ عام قاعدہ ہے کہ ہر ملک تاریخ کی تعلیم دوسروں کو ایسے رنگ میں دیتا ہے کہ پڑھنے والوں کے دلوں میں اپنی حمایت اور دوسروں سے بغض و عداوت کا جذبہ پیدا ہو اور اس کے دل میں اس بات کا کامل یقین ہوتا ہے کہ اس کی قوم اور اس کے مذہب کو اللہ تعالےٰ نے تمام اقوام اور سب مذاہب پر فضیلت عطا فرمائی ہے اپنی جنگوں اور لڑائیوں کو وہ حق بجانب ٹھیراتا اور جو معاہدات اس کی طرف سے توڑے گئے ان کو بہت ہی کم اہمیت دیتا ہے۔ یا کوئی ذکر ان کا نہیں کرتا۔ غیر اقوام کے اعمال و افعال کو وہ علی العموم برا ٹھیراتا۔ اور ان کی رسوم و عادات کو نہایت ہی برے اور مبالغہ آمیز رنگ میں پیش کرتا ہے۔ تاکہ اپنی عظمت فضیلت کو خوب بڑھا چڑھا کر دکھائے +

انگریزی مدارس میں اس بغض و تعصب کے علاوہ جس کو ہم بشری انسانی فطرت کا ایک رنگ قرار دیا جاسکتا ہے تاریخ کی تعلیم عام مدارج میں نہایت محدود پیمانہ پر دیجاتی ہے سلطنت برطانیہ کی تاریخ اور غالباً یونان اور روم کی قدیم تاریخوں کے علاوہ نوجوانان انگلستان کے دماغوں کو کسی اور طرف لیجانے کی تکلیف نہیں دی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملک کے معمولی پڑھے لکھے مرد اور عورتیں محمد رسول اللہ صلعم اور آپکی تعلیم کے متعلق لایعنی اور واہیات خیالات اپنے دلوں میں رکھتی ہیں +

لفظ "اسلام" کو ان لچر اور پوچ خیالات کا حامل سمجھا جاتا ہے جو ترکوں خلفا اور غلاموں کے متعلق انگریزی دماغوں میں مروج ہیں جن میں ہندوستان اور ایران کی اسلامی سلطنتوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے (اگرچہ یہ نقشہ نہایت ہی دھندلا اور پھیکا ہے) جن میں صلاح الدین اور صلیبی جنگوں کی عاشقانہ داستانوں کو بیان کیا گیا ہے اور اونٹ، مصلّے، حرم اور برقع پوش عورتوں اور نہایت عمدہ عمارات اور گنبد دار مساجد کی غالباً ذہنی تصاویر بنائی گئی ہیں تاہم یہ سمجھنا غلطی ہے کہ انگریزوں کو عام طور پر اسلام کے ساتھ کوئی بغض و نفرت ہے اس عام نفرت و بے اعتمادی کے اندر جو ہر بیرونی چیز اور بالخصوص رنگدار بیرونی اقوام اور ان کے مذاہب کے ساتھ ان کے دلوں میں پائی جاتی ہے۔ وہ مسلمانوں اور انکے مذہب کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔ ان کا نقطہ نظر بالکل محدود اور بچپن کے خیالات۔ خاص اسلام کے ساتھ دشمنی و عداوت یا انتہائی اہانت و تحقیر ان کے

مدِ نظر نہیں +

وہ اپنی تاریخ کو اسی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں جس نگاہ سے ان کے معلمین ان کو پڑھاتے ہیں۔ اس پر کسی قسم کے اعتراض کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اور ایسا بات سے قطعاً لا علم ہوتے ہیں کہ اس کا اصل ماخذ و منبع کہاں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسیحیت کی ابتدائی تاریخ کا بہت بڑا حصہ اور اس کے پرجوش عقائد اور دھڑے بندیاں اور جھگڑے اور فساد جن کے اندر اس نے پرورش پائی۔ اور اس کے ساتھ ہی محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیمات کی حیرت انگیز اشاعت کا علم بارھویں اور تیرھویں صدی عیسوی کے راہبوں کی لکھی ہوئی تحریرات کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے۔ اور ان راہبوں کو اسلام کے ساتھ کوئی محبت نہ تھی۔ مسیحیت محمد رسول اللہ صلعم کے زمانہ تک مہذب دنیا پر کوئی اپنا اثر نہیں ڈال سکی۔ اور اسلام کی طاقت الٹ کر دینے والی ہر چیز کو جو اس کے سامنے آئی بہا لیگئی یہاں تک کہ دہلی سے لے کر غرناطہ تک لا الٰہ الا اللہ کی ایک ہی آواز سنائی دیتی تھی اس لئے یہ فہم و عقل سے دور بات نہیں کہ ان راہب تاریخ نویسوں نے جن کے نزدیک کلیسیا کی شہرت و عزت صداقت سے بڑھ کر درجہ رکھتی تھی وہ لٹریچر شائع کیا جس میں پوپوں اولیائے کلیسیاؤں معجزات طاقت اور عظمت کا ذکر ہے۔ حالانکہ ان میں سے اکثر کا نام بھی کبھی ہم نے نہیں سنا۔ اور انہوں نے تاریخی شخصیتوں اور واقعات کا ذکر ایسے رنگ میں کیا ہے جو ان کے اپنے مذہب کے سوائے تمام مذاہب پر تاریکی کا پردہ ڈال دیتا ہے۔ اسی طریق سے انگریزی تاریخ کے نوجوان طلباء کے دلوں کو جوش و خروش کے ان جذبات کے پیدا کرنے کیلئے تیار کیا جاتا ہے جو صلیبی جنگوں کا باعث ہوئے اور جن کی وجہ سے ایک موجودہ زمانہ کے مصنف کے قول کے مطابق تمام یورپ مقامات مقدسہ کی طرف جا رہے ہیں کہ کشت و خون سے بھر دیئے گئے جس کا کوئی نتیجہ سوائے اس کے نہیں ہوا۔ کہ مختلف ممالک اور سلطنتیں جگہ بہ جگہ تباہی اور بربادی کے منہ میں چلی گئیں" +

لیکن ہر اس شخص کو جسے انسانی صحت کے اصولوں سے تھوڑی بہت دلچسپی ہے اس مذہب میں ایک خاص کشش اور جذب نظر آئیگا جو شراب جیسی برباد کن چیز کو جسکے زہریلے اثرات جہاں کہیں پھیلتے ہیں۔ انسانی بصارت عقل اور نیکی کو تباہ کر دیتے ہیں، روکنے میں کامیابی کا سہرا حاصل کر چکا ہے۔ اور اس علم روحانی کی زندگی اور شخصیت کے مطالعہ میں مجھے خاص دلچسپی ہے جو ایام جہالت کی غیر متمدن اقوام پر اس قدر زبردست اثر رکھتا ہے کہ وہ اسکی وجہ سے اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے سے رک جاتے ہیں +

کسی شخص کا اپنا عقیدہ خواہ کچھ ہو لیکن اس روشنی اس حسن و خوبی اور قوت و توانائی کا عاجزانہ اعتراف اور شکریہ ضرور کرنا چاہئے، جو اس کے ذریعہ سے دنیا کو ملی خواہ اس کا مقام نزول دنیا کے کسی حصہ میں واقع ہو کوئی ایک

انسانی دماغ یا کوئی ایک انسانی دستور العمل بس لازوال صداقت کے تمام جزئیات کو اپنے اندر جمع نہیں کر سکتا جو انسان کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے ضروری ہے۔ اسلئے بجائے اسکے کہ ہم اپنی کوششوں کو دوسروں کی روشن شعاعوں کے آگے تاریکی کا پردہ ڈالنے میں ضائع کریں۔ اور یہ چلاتے پھریں۔ کہ میری روشنی تیری روشنی سے زیادہ تیز ہے اسلئے گھرا رہ کہ میں تجھ سے زیادہ مقدس اور پاکباز ہوں"۔ ضروری ہے کہ ہم اپنی روحوں کو روشنی کی ہر اس کرن سے منور کرنے کی کوشش کریں۔ جو کسی ذریعہ سے ہم تک پہنچ سکتی ہو" +

پس میں مسلمانوں سے یہ کہونگا۔ کہ تمھیں کوئی ضرورت نہیں کہ اپنے مذہب کی حمایت میں صفائی وغیرہ پیش کرتے رہو۔ تمہارا مذہب اسلام دنیا میں اول درجہ کا موحدانہ مذہب ہے، اور توحید الٰہی کا اعلیٰ ترین خیال تم نے اس قدیم تر موحدانہ مذہب سے لیا ہے جسکو ابراہیم علیہ السلام Chaldea کے مخلوط مذاہب میں سے نکال کر لائے' +

تمہارا مذہب ایسا سادہ اور سیدھا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی تصوف کی اس قدر چاشنی اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور ایسا قابل عمل ہے۔ کہ اگر تم اس کی عظیم الشان تعلیمات کو عمل کا جامہ پہناؤ تو تمام نکتہ چینیوں اور اعتراضات کے منہ بند ہو جائیں۔ اسلام کو لوگ اس کے کاموں سے جانچ سکینگے نری باتوں سے اس کے حسن کو پہچاننا مشکل ہے اسبات کی کیا ضرورت ہے کہ محمد صلعم کے کیرکٹر کی صفائی پیش کی جائے' آنحضرت کا دعوے سوائے اسکے اور کچھ نہ تھا کہ میں خدا تعالیٰ کا ایک نبی اور رسول ہوں۔ آپ کی طاقت وقوت اس دعوے کے اندر پنہاں ہے۔ اگر آپ کی زندگی میں کوئی ایسے موقع پیش آئے جنہیں مدنظر رکھتے ہوئے اور ان دوسرے زمانوں اور غیر اقوام سے جو اور قسم کے خیالات وعادات کی پابند اور مختلف حالات میں سے ہو کر گذر رہی ہیں مقابلہ کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے خیال میں بہتر ہوتا اگر آپ یوں کرتے اور یوں نہ کرتے۔ تو ان کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ زمانہ اول سے لے کر آج تک کسی بڑے سے بڑے رہنما نے بھی یہ دعوے نہیں کیا کہ ان کا ایک ہی الہام دنیا کیلئے کامل اور آخری علم لے کر آیا اور اس غیر محدود خدا کی کامل روشنی کو پیش کرتا ہے[۵] +

---

[۵] فاضل مضمون نگار کو اس بارہ میں غلطی لگی ہے۔ آنحضرت صلعم کا دعویٰ یہی ہے کہ آپ دنیا کیلئے کامل اور آخری ہدایت لے کر آئے ہیں اور یہ دعوے آج تیرہ صدیاں گذر جانے پر بھی واقعات اور صداقت کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے۔ اسلئے یہ کہنا غلط ہے کہ آنحضرت صلعم کی زندگی میں کوئی ایسی باتیں ملتی ہیں۔ جو دوسرے زمانوں اور غیر اقوام کے حالات کے مطابق نہیں۔ دنیا اس وقت خلاف اسلام باتوں کو چھوڑ کر خود بخود آہستہ آہستہ اسلام کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔ اور وہ وقت آنیوالا ہے کہ تمام مہذب دنیا کو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اسلام اور محض اسلام ہی سچا کامل اور آخری مذہب ہے۔ مترجم -

اور کم از کم تمہارے محمد (صلعم) کے مُنہ سے تو یہ الفاظ نکلتے ہیں :-

"کمزوروں کے بادشاہ! تو ہی میرا خدا ہے" وہ فرماتا ہے "کہ کیا میں انسان سے بڑھ کر ہوں جس کی کمزوری کا حال یہ ہے کہ اپنی مدد بھی آپ نہیں کر سکتا نہ اپنے آپ پر بھروسہ اور اعتماد ہے سوائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ کسی بات میں حامی ہو" اور فرمایا انما انا بشر مثلکم - بیشک میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں -

یہ وہ عاجزی اور بیکسی کی تصویر ہے جو انسان کی ہو سکتی ہے - یہ ایک کامل علم کا حال ہے جو معصوم عن الخطا ہونے کا دعوے کبھی نہیں کرتا - اور نہ اس سے کبھی کسی ایسی غلطی کا ارتکاب ہوتا ہے جو انسانیت کے موزوں حال نہ ہو۔ باوجود ان سب باتوں کے آپ کی یہ خواہش ہے کہ بطور پیغمبر کے آپ کو مانا جائے، یہ دعوئے آپ کی طبیعت اور فطرت کے عین مطابق ہوتا - اگر آپ اپنا ضمیر عام انسانی مٹی سے بڑھ کر کسی اور چیز کا بنا ہوا قرار دیتے لیکن ایک انسان کی طرف سے جو اپنی مدد کرنے یا اپنے آپ پر بھروسہ کرنے کے بھی قابل نہیں اس قسم کا دعوے ایک بہت بڑی بہادری کا کام ہے ہمارا سر اس بہادری اور کسر نفسی کے جذبہ کے سامنے جھک جاتا ہے - جو ایسے بڑے ذمہ داری کے کام لے کر اٹھے اور اس یکہ و تنہا انسان کے جوش و خروش کے سامنے ہماری حیل و حجت کی گردنیں خم ہو جاتی ہیں جو اس ذمہ داری کو آخر تک نبھاتا ہے کہ ان تیرہ صدیوں سے بیس کروڑ[1] سے زائد انسانوں کا "پیغامبر" ہونا کوئی چھوٹی سی بات نہیں کیا ایسے زبردست شواہد کے باوجود بھی اسباب کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ آنحضرت (صلعم) کی صداقت کو واضح کیا جائے! اور آپ کے متعلق صفائی پیش کی جائے ؟

ہدیۂ تشکر

جن احباب کے مسلسل خطوط دفتر مسلم مشن ووکنگ میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی بیماری پرسی کے لئے موصول ہو رہے ہیں - ان سب احباب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے حضرت خواجہ صاحب موصوف آجکل کشمیر میں ہیں - گو آپ خطرہ سے تو نکل گئے ہیں - لیکن ابھی تک آپ کی صحت اطمینان بخش نہیں - اس لئے ان سب احباب کی خدمت میں التماس ہے - کہ اس مجاہد فی سبیل اللہ کی صحت کامل و عاجل کے لئے دعا فرمائیں +

خادم - (خواجہ) عبد الغنی

---

[1] بلکہ چالیس کروڑ (مترجم)

پالتو جانوروں کے ساتھ خلافِ اصولِ حفظانِ صحت شدید تعلقات سے متعلق حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاداتِ عالیہ

ڈیلی اکسپریس مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۲۷ء میں ایک مختصر رسالہ بعنوان کیا آجکل غیر معمولی طور پر کتوں کی نسبت کی جاتی ہے شائع ہوا ہے۔ اس رسالہ میں اُن امراض کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو عموماً کتوں کو لاحق ہوتے ہیں بالخصوص اس حالت میں جبکہ اُن کی صفائی اور غسل کا مناسب انتظام نہ ہو۔ ذیل میں ہم اس خط کا ایک حصہ نقل کرتے ہیں:

"جناب من کتے کے شائقین کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے۔ جو اُسے ایک مقدس بُت سمجھتا ہے جس میں سوائے خوبیوں کے کوئی بُرائی موجود نہیں۔ اطبا کی جماعت اس حقیقت سے باخبر ہے۔ کہ بہت سی بیماریاں خراب نسل کے اور غلیظ ہیئت کے کتوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور بعض اوقات نعش کا معائنہ کرنے والے ڈاکٹر کتوں کے ساتھ غیر معمولی محبت پر تبصرہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ دار العلوم امراض متعدی کے زیر اہتمام جو نمائش حال میں ہوئی۔ ہمیں لوگوں کی اطلاع کے لئے بعض ایسے امور کا مشاہدہ پیش کیا گیا۔ جن سے کتوں کے ذریعہ امراض پھیلنے کا امکان بخوبی ثابت ہوتا ہے مثلاً ہیجا ہی' پلیگ کالا آزار فالج' بخار وغیرہ۔ باوجود اس کے بعض لوگ کتوں کو اپنے ساتھ پلنگ پر سُلاتے ہیں۔ اور وہ ہرگز اس نصیحت پر عمل کرنے کے لئے طیار نہیں ہیں۔ کہ کتوں کو وقتاً فوقتاً غسل دینا ضروری ہے مبادا وہ بیمار ہو جائیں۔

راقم الحروف جی ہنری ڈیمس از شر لیسنڈ گارڈنز میڈا ہل ڈبلیو ۹"

بیشک جانور پالنے کا رواج گذشتہ چند سالوں میں بیحد ترقی پکڑ گیا ہے۔ اور کتے خصوصیت کے ساتھ پالے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ محض اُن کی اعلیٰ عادتیں اور جذبۂ وفاداری ہے۔ ہم اس صفت کا وزن برقرار رکھتے ہوئے یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ علم طب کی رو سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ گوشت خوار جانوروں کی بیرونی جلد اگر اُن کو پالتو بنا کر رکھا جائے بہت جلد جراثیم سے آلودہ ہو جاتی ہے۔ اگر انھیں باقاعدہ غسل نہ دیا جائے اور صفائی نہ کی جائے۔ اور کتا بھی اسی خانہ میں ہے۔ علاوہ بریں داخلی طور پر بھی وہ بیماریاں پھیلاتے ہیں۔ اور اُن کی گندی سانس اور لعابِ دہن کے ذریعہ وہ بیماریاں انسانوں کو لگ سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان شاذ و نادر کتے پالتے ہیں۔ علاوہ ازیں کتوں کو اور بھی مختلف اقسام کی جلدی بیماریاں لاحق حال ہوتی رہتی ہیں۔ اور اگر انسان اس حالت میں انھیں مس کرے جبکہ انکی جلد تر ہو تو ان بیماریوں کے لگ جانے کا قوی احتمال ہے پانی سے ڈرنے کی بیماری خصوصاً متعدی ہے جو ان گوشت خوار جانوروں میں متشکل وبا کے عام ظاہر ہوتی رہتی ہے اسبات کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ کہ جب یہ بیماری کتے کو ہوتی ہے تو وہ مختلف

وقفوں کے بعد کاٹ کھانا اور غصہ ور ہو جاتا ہے۔ اور جب اس کے ساتھ ہی جسمانی غلاظت بھی شامل ہو جائے تو یہ خوفناک مرض ترقی پکڑ جاتا ہے۔ ڈاکٹروں کی متفقہ رائے ہے۔ کہ اگر دیوانہ کُتے کا لعاب انسان کو لگ جائے یا وہ اُسے کاٹ لے تو اس مرض کے جراثیم انسان میں منتقل ہو جاتے ہیں ہم نے ان امور کے متعلق وضاحت سے کام لیا، تاکہ ناظرین پر یہ بات روشن ہو جائے۔ کہ کُتے پالنے والوں کیلئے کس قدر لطیف نصائح ہمارے نبی کریم صلعم کی احادیث میں وارد ہوئی ہیں! اور یہ احادیث موجودہ طرز معاشرت پر خاص طور سے عائد ہو سکتی ہیں جبکہ آجکل ہر شخص کُتوں کا دیوانہ نظر آتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ کُتوں کو باورچی خانہ یا بسترہ میں داخل ہونے دینا چاہئے کیونکہ جلد کی نمی سے یا لعاب دہن سے، جس کا لگنا ممکن ہے اگر مالک کُتے کو اپنے ہاتھ سے کچھ کھلائے یا وہ اس کا ہاتھ چاٹ لے انسان کی جلد میں مہلک جراثیم کے سرایت کر جانے کا احتمال ہے۔ ہاں اگر ایک طرف آپ نے کُتوں کی غلاظت پر اعتراض کیا تو اس کے ساتھ ہی اُن کی خوبیوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ اسی لئے آپ نے گلہ بانوں کو اعلیٰ نسل کے کُتے پالنے کی اجازت دی۔ تاکہ وہ اُن کے مویشیوں کی حفاظت کریں۔ "بخاری" کتاب الحرث والمزارعہ میں اس کی تصریح موجود ہے لیکن آپ نے عام طور پر لوگوں کو کُتے پالنے کی اجازت نہیں دی۔ نہ انھیں گود میں کھلانے اور پیار کرنے کی، جس کا آجکل عام رواج ہو رہا ہے۔ آپ نے یہ ہدایت بھی فرمائی۔ کہ اگر کُتا کسی برتن میں منہ ڈالے تو اُسے مٹی سے مانجھ لو اور پانی سے دھو ڈالو مٹی کا ذکر اس لئے کیا کہ اس زمانہ میں مٹی ہی جراثیم کا دافعہ سمجھی جاتی تھی۔ کیونکہ کُتا باستثنائے نسل اعلیٰ، جس وقت بھوکا یا پیاسا ہوتا ہے! اور بعض اوقات بعض طبعی تقاضے کی بناء پر ہر اُس برتن میں مُنہ ڈال دیتا ہے جو بحالت گرسنگی اس کے سامنے آجائے! موجودہ شائقین محبانِ کُتوں کی اس طبعی خاصیت سے بخوبی واقف ہیں لیکن بعض وجوہ کی بناء پر اس کا مطلق خیال نہیں کرتے +

ہبوطِ انسان

مسئلہ ہبوط نسل انسانی پر اس خطبہ میں جو حال ہی میں برٹش ایسوسی ایشن کے منعقدہ اجلاس میں سر آرتھر کیتھ نے پڑھا جو موجودہ زمانے کے مشاہیر فضلائے علم الانسان میں سے ہیں انھوں نے موجودہ انسانوں کی اپنے قدیم ترین آباؤ اجداد سے مشابہت کا ذکر کیا جس کی وجہ سے مسئلہ ارتقاء اور انسان نما بندر کے انسان کے مورث اعلیٰ ہونے کا خیال دوبارہ سامعین کے دماغوں میں تازہ ہو گیا مقرر موصوف نے کہا بیش قدر شہادات آج ہمیں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ ان کی بناء پر یہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ انسان تدریجی ترقی کر کے انسان نما بندر سے موجودہ حالت تک پہنچا ہے اور یہی خیال لامارک اور ڈارون نے پیش کیا تھا نیز یہ کہ وہ بندر انسان نما ہمارے علم الحیوان کی رُو سے

چمپانزی سے افضل نہ تھا۔ اور ملیوسین زمانہ کے آغاز سے انسانی اور بیمونی نسلوں میں امتیاز پیدا ہو گیا۔ نیز یہ کہ معمولی اندازہ کے لحاظ سے انسان کی قدامت کا زمانہ ایک لاکھ برس قرار دیا جا سکتا ہے اور بعضوں کے تخمینہ کے لحاظ سے دس لاکھ برس بھی کہا کہ ۱۸۵۸ء میں اسی تھرلیٹہ زمین اس قضیۂ نامرضیہ کی ابتدا ہوئی جس کا نتیجہ ان لوگوں کی شکست نکلا جو بائبل کے بیانات متعلقہ پیدائش انسانی کے وکیل تھے۔ اور ڈارون کی فتح ہوئی۔ جہاں تک پادریوں کی جماعت سے اس معاملہ کا تعلق تھا ایک طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ ڈارون کے اقوال کی سخت مخالفت کی گئی تھی۔ کیونکہ اور کچھ نہ سہی یہ کیا کم غضب تھی کہ بائبل کی کتاب پیدائش میں جو قیاس آرائیاں روایات باغ عدن کے متعلق مندرج تھیں۔ اور جن کی بناء پر موروثی گناہ کا عقیدہ تراشا گیا۔ ان تمام پر یک قلم پانی پھر گیا۔ سائنس کی خوش قسمتی ہے کہ اب خود کلیسیا میں اس کے حامی اور وکیل پیدا ہو گئے ہیں۔ اور بہت سی باتیں جو انیسویں صدی کے شروع میں خدا کا کلام یقین کی جاتی تھیں۔ اب آہستہ آہستہ مگر یقینی طور پر محض اساطیر الاولین کی مصداق ہوتی جاتی ہیں۔ سر آرتھر کیتھ کے اس مذکورہ بالا خطبہ کو مشکل سے ایک ماہ گذرا ہو گا۔ کہ کلیسیاء کا بڑا عہدہ دار ڈاکٹر بارنز سائنس کے خیالات کے حامی کی شکل میں نمودار ہو گیا۔ اور اس نے ویسٹ منسٹر ایبے میں سائنس اور تحقیقات علم الحیوٰۃ کی پرزور تائید کی اور اپنے آپ کو سائنس دان کا علانیہ طور پر ہمنوا ظاہر کیا۔ اور سامعین سے درخواست کی کہ مسیحیت کے روایتی عقاید پر نظر ثانی کریں۔ پادری مذکور نے تلقین کی کہ جس قدیم فرسودہ خیال کا پیدائش کی کتاب میں ذکر ہے اس کی جگہ ڈارون کا نظریہ کہ انسان ادنےٰ قسم کی مخلوق سے ترقی کر کے موجودہ حالت تک پہنچا ہے تسلیم کرنا چاہئے لیکن موصوف نے کہا "ڈارون کی کامیابی سے ساری دینی تحاویز پر الٹ پڑ گئی ہیں۔ بہت سے لوگ سہابت سے خوش ہیں۔ کیونکہ ہمارا یقین ہے کہ کسی کلیسیا کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ غلطی سے پاک ہے حماقت بھی ہے اور مضر بھی" (ماخوذ از ڈیلی ایکسپریس مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء) نیز یہ کہ "آدم اور حوا کی پیدائش کی داستان ان کی ابتدائی پاکیزگی معصومیت اور بعد ازاں ان کا ہبوط یہ سب باتیں آج ہماری نظروں میں قصے سے بڑھ کر وقعت نہیں رکھتیں (ماخوذ از ڈیلی ایکسپریس ۲۷.۹.۲۶) نیز یہ کہ "انسان کوئی ایسی شے نہیں جو کامل معصومیت کے بلند مقام سے بعد میں نیچے گر گیا۔ وہ محض ایک حیوان ہے جس نے بتدریج روحانی شعور حاصل کیا۔ مسیحی کلیسیا کی کسی شاخ سے بھی علمی تحقیقات کے نتائج کا پیوند تھیں لگایا جا سکتا (ڈیلی ایکسپریس ۲۷.۹.۲۷) قبل اس کے کہ آگے بڑھیں اس مسئلہ پر چند افراد کلیسیا کی آراء کا مطالعہ کرنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔ تاکہ ہمیں اس امر کا اندازہ ہو جائے کہ ان واقعات کے متعلق جن پر مہتمم بالشان عقاید مبنی ہیں ان کے درمیان کس قدر اختلاف واقع ہے۔ مثلاً عقیدہ کفارہ ضرورت نجات دہندہ بلکہ دوسرے لفظوں میں تمام کلیسیائی عمارت ان پر کھڑی ہے۔ ڈیلی ایکسپریس مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۲۷ء میں حسب ذیل آراء مندرج ہیں :-

(۱) پادری ڈی مارس ہائٹے کاٹ سینئر اسسٹنٹ پادری سینٹ میری چرچ واقع سومرس ٹاؤن نے کہا "اگر بشپ بارنز کا یہ قول صحیح ہے کہ ڈارون کے عقیدہ نے مسیحی دینیات کی دھجیاں اڑا دی ہیں تو اس کا نتیجہ صحیح یہ ہے کہ جناب یسوع مسیح کی تعلیمات بھی تہ و بالا

تر قصہ ہے مگر بیکن بشپ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح کی تعلیمات پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ ہم تو یقین نہیں کرتے کیونکہ مسیح نے تو صاف طور پر یہ تعلیم دی ہے کہ انسان گر گیا اور یسوع (وہ اُسے بلند کرنے آیا" +

(۲) ڈاکٹر الیعت ڈبلیو نارووڈ منسٹی ٹمپل نے کہا "مجھے ڈاکٹر بارنز کے فصیح خطبہ سے پورا پورا اتفاق ہے۔ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ ڈارون کے نظریہ سے مسیحی مذہب کی تکذیب آتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس عقیدہ کی بنا پر ان تجاویز دینی کی بنیادیں ضرور ہل گئی ہیں جو قدیم زمانہ میں پاس کی گئی تھیں جبکہ لوگ "پیدائش" کی کتاب کو واقعی تاریخ یقین کرتے تھے"۔

اصلی بات تو یہ ہے کہ پادریوں کا سمجھدار طبقہ مدتوں سے یہ عقیدہ رکھتا ہے جو کہ ڈاکٹر بارنز نے آج ظاہر کیا ہے اور موصوف اس مجبوراً خلاقی پر بالحق صدا آرہی ہیں۔ کہ انھوں نے اس بُزدل اور جہالت آمیز طرز عمل کو ٹھکرا دیا۔ جس کی وجہ سے پادری لوگ اپنی جماعتوں کا اعتماد پورے طور پر حاصل نہیں کر سکتے۔ اور ان کے سامنے حقائق پیش کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں +

(۳) پادری سی ای میکیسی سینٹ اینڈریو تر اسوس نیوٹنگٹن نے کہا "ممکن ہے ڈارون کے عقاید کی تصدیق کے سبب سے بشپ بارنز کے مذہبی عقائد میں تنزل آگیا ہو کیونکہ اُن کی نشو و نما اور ابتدائی تربیت ایک تاریک جہالت آمیز زمانہ میں ہوئی تھی۔ افسوس ہے کہ انیسویں صدی نے "پیدائش" کی کتاب کا مقصد تعلیم مذہب ہے اور میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر میں بندر کی نسل سے ہوں تو بھی اس سے خدا کے قادر مطلق ہونے کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ ہمیں اتنی قدرت ہے کہ وہ انسان کو خراب ابتدا سے کیسی بلند حالت پر لا سکتا ہے میرا خیال ہے کہ ہماری بندروں کی نسل سے ہونے کو ایک معصوم از خطا کلیسیا سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ابھی ہم لوگ ابتدائی منازل طے کر رہے ہیں۔ ہمنے اپنے جذبات اور خواہشات بعض بندروں سے حاصل کی ہیں۔ لیکن عموماً بندر انسان سے بہتر ہوتا ہے جسکے اطوار بھی اچھے ہوتے ہیں لیکن حضرت انسان نے انسان ہو کر بہت سی ایسی برائیاں بھی حاصل کر لی ہیں جو بندر کو خواب میں بھی معلوم نہ ہونگی" +

مسیحیت کے عقاید کی اس سے بڑھ کر حقارت آمیز اور بے لاگ تکذیب اور تحقیر تو شاید مخالفین کی طرف سے بھی ہو سکتی تھی۔ اور ہم صرف اتنا ہی اضافہ کرینگے کہ ان الفاظ اور خیالات کی قیمت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ چونکہ یہ ایک عہدہ دار کلیسیا کے منہ سے سرزد ہوئے ہیں۔ اسی ضمن میں ایک دلچسپ خط "ٹو ورلڈس" کے کالموں میں ۱۴ اکتوبر سنہ ۱۹۲۶ء کو شائع ہوا ہم اسے شائع کئے دیتے ہیں۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اسلام اور مذہب سپریچوئیلزم (روحانیت) میں کس قدر یگانگت ہے اس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ آجکل یورپ کا رجحان طبع کس طرف ہو رہا ہے۔ نہ صرف یہ کہ خط کا مضمون اسلامی تعلیم کے موافق ہے۔ بلکہ اس کے مطالعہ سے موجودہ مسیحیت کے ان عقاید کا بطلان بھی کافی طور پر ہو جاتا ہے۔ اور بڑے ستون اور دار طریق پر جو اس خیال پر مبنی ہیں کہ ہبوط انسان مذہب کا جزو ہے +

جناب من! احال میں جو خطبہ ڈاکٹر بارنز نے ویسٹ منسٹر ایبی میں دیا کہ تخلیق و ہبوط آدم کا بیان جیسا کہ کتاب پیدائش میں درج ہے محض قدیم مشرکین کی روایات پر مبنی ہے اس کی حقیقت کا اصلی لطف اس وقت آسکتا ہے جبکہ آپ یہ محسوس کریں کہ اگر اس قول کو مسیحیت کے حامیوں کے بیان کردہ عقاید پر منطبق کیا جائے تو کیا نتیجہ نکلیگا +

یہ قصہ قدیم اہل بابل، اہل ایران، اہل مصر، اہل یونان اور اہل فنیقہ کی مذہبی کتابوں میں موجود ہیں جو پینٹیٹیوخ کی کتاب سے صدیوں پیشتر تصنیف کی گئی تھیں۔ اور نہ صرف یہی بلکہ قدیم اقوام عموماً لکڑی اور پتھر پر اس واقعہ کو بطور تصاویر بناتے رہے ہیں۔ اور ان میں سے بعض تصاویر اب تک موجود ہیں۔ ایک کلیسیائی عہدہ دار کا ان فسانوں کی تکذیب کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اس کلیسیا کی وہ بنیادیں قطعی متزلزل ہو جائیں جن پر وہ کلیسیا صدیوں سے غیر مستحکم حالت میں قائم ہے۔ کیونکہ قطع نظر دیگر معاملات سے اس کے اس بیان سے عیسائیوں کا یہ توہم از کم ضرور باطل ہو جاتا ہے کہ بائبل کا بیان خدائی الہام ہے۔ لیکن زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اگر ہبوط آدم کو ایک داستان پارینہ قرار دیا جائے۔ تو پھر یسوع کے خون سے نجات کا مسئلہ بلبلہ کی طرح ٹوٹ جاتا ہے۔ اس بات میں ذرا بھی شبہ کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ سارا مسیحی علم الٰہیات اسی عقیدہ پر مبنی ہے۔ "افسانۂ بائبل" کے مصنف نے کیا خوب کہا ہے کہ اگر یہ قصۂ ہبوط انسان تاریخی طور پر غلط ثابت کر دیا جائے۔ تو پھر مسئلہ الہام، ہبوط آدم، موروثی گناہ، تجسیم، کفارہ، شیطان، دوزخ، غرضیکہ مسیحی کلیسیا کے سارے عقاید از ابتدا تا انتہا حرف باطل کی طرح مٹ جائینگے کیونکہ ان تمام عقاید کی بنیاد وہی ہبوط انسان کا عقیدہ ہے۔ اور اسمیں کسی قسم کی غلطی کا امکان نہیں ہو سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ یسوع اسلئے دنیا میں آیا کہ انسان کو اس گناہ سے نجات دے۔ جو ہبوط آدم کی وجہ سے پیدا ہوا اور یہ دو عقیدے جدا نہیں ہو سکتے۔ لازم و ملزوم ہیں۔ اگر ہبوط آدم فی الواقعہ کوئی چیز نہیں تو پھر کفارہ کی بھی فی الحقیقت کوئی ضرورت نہیں۔ اب کلیسیا کے کسی دوسرے عہدہ دار کا یہ کام ہے کہ وہ عہد جدید کے جعلی مولفین کی قلعی اسی طرح علانیہ طور پر کھول کر رکھ دے۔ تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے۔ کہ کن مصالح کی بناء پر کلیسیا کا ایک بڑا عہدہ دار لوتھر کے خلاف فتاوے کفر صادر کیا کرتا تھا۔ حالانکہ گھر میں بیٹھ کر یہی شخص تمام مسیحی عقاید کو محض افسانہ کہکر ٹھکرا دیا کرتا تھا + (قم کیمبر یولٹن)

اصطباغ (بپتسمہ) کی شرعی رسم

(مسٹر آر۔ لسان کے قلم سے)

مسیحی رسوم مقدسہ کی اہمیت کا اعتقاد مسیحی کلیسیا کا طغرائے امتیاز ہے خواہ وہ کلیسیائے روم ہو یا کلیسیائے انگلستان طالبان حقیقت کی سہولت اور معلومات کی خاطر ہم ان رسوم کا مختصر حال تاریخی ترتیب کے لحاظ سے بیان کرینگے۔ اور ان اصولوں کی تشریح کی کوشش کرینگے۔ جو ان رسوم کی تہ میں کارفرما ہیں۔ اور جن پر یہ رسوم خود مبنی ہیں۔ کلیسیا کی مقدس رسمیں تعداد میں سات ہیں۔ واضح ہو کہ سات کا عدد مقدس عدد ہے۔ کیونکہ تخلیق عالم سات دن میں تمام ہوئی تھی۔ بہرحال انکی ترتیب یوں ہے (۱) اصطباغ (۲) استحکام (۳) عشاء ربانی (۴) زہد و رہبانیت (۵) نکاح (۶) امامت (۷) مسح آخر +

اس سلسلہ کو رسم اصطباغ سے شروع کیا جاتا ہے واضح ہو اصطباغ یعنی بپتسمہ کی رسم کی ابتدا مسیحی کلیسیا سے نہیں ہوئی۔ بلکہ خود مسیحی کلیسیا

نے ایک ایسی رسم کو اختیار کر لیا۔ جو عرصۂ دراز سے مختلف اقوام و مذاہب میں پائی جاتی ہے۔ بپتسمہ
کی رسم شرعی طور پر کسی شیر خوار یا سمجھدار بچے کو پاک کرنے کا نام ہے تاکہ وہ مذہبی رسوم میں حصہ لے سکے
یا جسمانی طور پر پاک ہو جائے اور یہ رسم قدیم اقوام میں عموماً مستعمل تھی۔ قدیم لوگوں کے دلوں میں یہ خیال
ذہن نشین ہو گیا تھا۔ کہ پانی سے جسمانی ناپاکی دور ہو سکتی ہے۔ پس اسی خیال سے رفتہ رفتہ یہ عقیدہ
بھی پیدا ہو گیا کہ پانی سے رُوحانی ناپاکی بھی دُور ہو سکتی ہے اور نقصان اخلاقی گناہ اور نقائص سے پاک ہو سکتا ہے۔

قدیم زمانہ میں رسمی ناپاکی یا جنابت شرعی کا خیال ولادت سے خصوصاً وابستہ تھا۔ اور قدیم
قوموں میں یہ دستور تھا۔ کہ ماں اور بچے دونوں کو شرعی طور پر پاک کیا جاتا تھا۔ اور یہ خیال جو بہت ہی
قدیم ہے۔ آج بھی اقوام عالم میں موجود ہے۔ اور اس معاملہ میں کلیسیا کی ذہنیت، قدیم لوگوں کی
ذہنیت سے ذرا بھی آگے نہیں بڑھی۔ اگرچہ اس کی مدت العمر دو ہزار سال کے قریب ہو چکی ہے۔ اور
کلیسیا کی سمجھ میں اب تک یہ بات نہیں آئی کہ ماں کو بچہ کی ولادت کی وجہ سے ناپاک سمجھنا
ایک غلط خیال ہے۔ کیونکہ بزرگ حضرت طرطولین اور دوسرے مشائخ الکلیسیا عورتوں کو "جہنم کا دروازہ"
"باب جہنم" کے معزز لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ یہ لقب اُن کی نگاہ میں ایک پسندیدہ تحقیر تھی
جس پر دل خوش کن مُلمع چڑھا ہوا تھا۔ قدیم لوگوں کے خیال کے مطابق جس کے پیرو آج بھی موجود
ہیں۔ ہر مولود جو اس دنیا میں وارد ہوتا ہے۔ آدم کے گناہ سے مُلوث ہوتا ہے۔ اور جب تک یہ ناپاکی دُور
نہ کی جائے۔ وہ شخص تمام امور دنیاوی میں ناکام و نامُراد رہیگا۔ اور مسیحی جماعت میں شامل نہ ہو سکیگا
رسمی ناپاکی کو دور کرنے کے متعلق قدرتی خیال تھا کہ وہ بھی ایک قسم کی متعدی بیماری ہے جو پانی سے
دور ہو سکتی ہے چونکہ پانی ہر چیز کو پاک و صاف کر سکتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ خیال پیدا ہو گیا کہ جس طرح پانی
رسمی ناپاکی کو دور کر سکتا ہے۔ اسی طرح رُوحانی ناپاکی کو بھی جو آدم کے گناہ کا لازمی نتیجہ تھی، اسی لئے
بپتسمہ دینے کا رواج قدیم اقوام میں عام طور پر جاری ہو گیا لیکن اس رسم کے کئی پہلو غور طلب ہیں۔ کیونکہ
ہم دیکھتے ہیں۔ کہ پارسی، یونانی، ہندی، یہودی، ایرانی، مصری اور اہل پیرو (؟) ان
تمام لوگوں میں یہ رسم موجود تھی۔ علاوہ بریں الوسی نین (؟) اور آرفک مسٹریز میں بھی
اور خصوصاً متھرائی رسوم میں بھی، جو کہ مسیحی رسوم کو مذاہب سابقہ کی رسوم سے وابستہ کرنے میں ایک
کڑی کا کام دیتی ہیں۔ پارسی اور دیگر اقوام کی نظر میں بپتسمہ سے ناپاکی دور ہوتی ہے لیکن مسٹریز اور متھرائی رسوم

میں اس کے ذریعہ لوگوں کو داخل مذہب کیا جاتا تھا۔ اور طریقہ یہ تھا کہ یا تو پانی جسم پر چھڑک دیتے تھے یا دریا میں غوطہ دیتے تھے۔ تاکہ انسان جماعت میں شامل ہونے سے پہلے رسمی ناپاکی سے دُور ہو جائے +

مختصر طور پر مسیحی بپتسمہ کی ابتدا اور اصلیت یہ ہے جو اُوپر بیان ہوئی۔ کیونکہ عام طور پر مسیحیت کے ابتدائی پیرو اطفال نہیں تھے۔ بلکہ نوجوان لوگ۔ ملک میکسیکو میں جب بچہ پیدا ہوتا تو اُسے موروثی گناہ سے پاک کیا جاتا اور ان رسوم پر عملدرآمد ہوتا جو اُسے موروثی گناہ اور ارواح خبیثہ سے نجات کا باعث تھیں بعض اقوام میں مثلاً جاپانی، منگولی اس رسم کی ادائیگی کے وقت بچہ کا نام بھی تجویز کر دیا جاتا تھا۔ اور ان تمام باتوں سے ظاہر ہے۔ کہ جو رسُوم آج مسیحی کلیسیا میں داخل مذہب ہیں۔ وہ درحقیقت مشرکین اور بت پرستوں کی رسوم ہیں یا بعینہٖ اسی قسم کی ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن مؤلفہ ہسٹنگز فصل بپتسمہ صفحہ ۳۶۷ جلد اول ملاحظہ کریں۔ بوقت پیدائش یا بپتسمہ نام رکھنے کی رسم عام طور پر رائج ہے اور نہ صرف مسیحیت سے پہلے موجود تھی بلکہ آج بھی دیگر اقوام میں موجود ہے۔ اور اُن لوگوں میں جنہیں مسیحیت سے دُور کا لگاؤ بھی نہیں ہے۔ زولی قوم کے لوگ جو امریکہ کا فرقہ ہیں، اگرچہ پانی استعمال نہیں کیا جاتا لیکن رسم سرتاپا مسیحی بپتسمہ سے مشابہ ہے۔ جب بچہ کا نام رکھتے ہیں تو ایک شخص جو دینی باپ ہوتا ہے۔ ایک چھڑی پر کچھ دم کر کے بچہ کے مُنہ سے لگا دیتا ہے۔ اور جماعت میں شمولیت کی رسم بھی دینی باپ ہی ادا کرتا ہے۔ اور جب بچہ سمجھدار ہو جاتا تو خود قول و قرار کرتا ہے۔ نام رکھنے کی رسم مذہبی بھی ہے اور تمدنی بھی لیکن ہے خاص رسم۔ کیونکہ نام کو شخصیت کا جزو تصوّر کیا جاتا ہے۔ اور اس رسم کے بعد وہ شخص داخل جماعت یا قبیلہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات کلیسیا یا اس کی کسی شاخ میں شمولیت کی رسم سے بالکل مشابہ ہے۔ بغیر اس مضمون کو لمبا کئے بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں جن سے مسیحی بپتسمہ کی مشابہت دیگر اقوام کی رسوم سے بخوبی ثابت ہو سکتی ہے۔ مسیحی مذہب کے حامیوں کا یہ کہنا کہ یہ رسوم جو دیگر اقوام میں مروّج ہیں، یہ مسیحی اثرات کا نتیجہ ہیں، بالکل لایعنی ہے کیونکہ زمان و مکان دونوں پہلوؤں سے یہ رسوم بعید مروّج ہیں۔ اور خود مسیحی مذہب کی ابتدا سے صدیوں پہلے سے مختلف اقوام میں موجود ہیں۔ بلکہ یوں کہنا مناسب ہے کہ جب سے تاریخ انسانی کا سراغ چلتا ہے۔ یہ رسُوم بھی پائی جاتی ہیں۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں۔ کہ کلیسیا نے یہ رسوم یعنی بپتسمہ اور تسمیہ دونوں روایتی اور مروّج رسوم سے اخذ کیں۔ ابتدائی مسیحی بپتسموں کے موقعہ پر دودھ پلایا جاتا تھا

اور اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بچہ پیدا ہو کر دوبارہ پیدا ہی اور جسے بپتسمہ دیا جاتا ہے۔ وہ بھی تمثیلی طور پر مسیح میں از سر نو پیدا ہوتا ہے۔ متھرازم میں جو مسیحی مذہب کا مدمقابل پیشرو ہے، ایک رسم یہ تھی بعض اوقات خون سے بپتسمہ دیا جاتا تھا۔ اس رسم کو ٹوروبوم کہتے تھے۔ نو مرید کو ایک خندق میں بٹھاتے تھے اور اس کے سر پر ایک کھلا ہوا کانٹے دار تختہ بچھا کر اس پر بیل کو ذبح کرتے تھے۔ اور وہ آدمی سر سے پاؤں تک خون میں نہا جاتا تھا۔ اور اس طرح نئی پیدائش حاصل کر لیتا تھا۔ لیکن متھرا کے مذہب میں پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھی جاتی تھی۔ کیونکہ یہ مذہب سادہ اور انسانیت پسند تھا لیکن در اصل یہ رسم ایک بت تھی جو جو باہر سے یعنی ایشیٔ اور سیبلی کے مذاہب سے آکر داخل ہو گئی تھی۔ قابل غور بات یہ ہے۔ کہ اس عقیدہ کو مسیحی عقیدہ سے جو دوبارہ زندگی پانے کے متعلق ہے ایک شدید مشابہت حاصل ہے کیونکہ مسیح کا خون عیسائیوں کے نزدیک دوبارہ زندگی بخشتا ہے۔ علاوہ بریں موسوی شریعت کی سوختنی قربانی اور ضیافت نذرانے سے بھی مشابہت موجود ہے۔ اور خاص کر میکسیکو کی ازٹک قوم کی وحشیانہ رسوم سے +

کلیسیاء میں مقدس رسوم کی دو تقسیمیں کی گئی ہیں۔ ایک مجموعہ میں تین اور دوسرے میں چار رسوم شامل ہیں۔ پہلے تین کی بناء پر ایک شخص کامل طور سے مسیحی بن جاتا ہے یعنی اصطباغ استحکام اور عشائے سے اور چار باقیماندہ رسوم گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں جو وقتاً فوقتاً انسان سے سرزد ہوتے ہیں مثلاً نفس کشی اور آخری مسح کی رسوم یا زندگی میں رہنمائی کرتی ہیں مثلاً نکاح اور امامت مسیحی لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آدم کی وجہ سے موروثی طور پر انسان گناہوں آلودہ ہے اور اس لئے خدا کے فضل سے دور جا پڑا ہے۔ اور اُن عنایات مخصوصہ سے محروم ہو گیا ہے۔ جو خدا نے اس پر نازل کی تھیں۔ اس طرح ذلیل و گنہگار ہو جانے کے علاوہ ذاتی گناہ بھی سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ اسی لئے یسوع مجسم ہو کر دنیا میں آیا۔ تاکہ آدم کے گناہ کا کفارہ ادا کرے اس کفارہ کی بدولت خدا کا فضل دوبارہ انسان کو عطا کیا گیا۔ اور یسوع کی موت سے اور عشاء ربانی کی مقدس رسم کے قیام سے اس کی نجات کا بندوبست ہو گیا۔ اب ہم پہلی مقدس رسم کے متعلق مختصر طور پر اظہار خیال کرینگے:۔

اس کی بنیاد چند فقرات انجیل اور یسوع اور یوحنا کے اصطباغ پر ہے۔ یہیں بتایا جاتا ہے کہ لوگ یوحنا کے گرد جمع ہوئے اور اس نے انہیں دریائے یردن میں اصطباغ دیا یہ کہہ کر:۔

"میں تو تم کو محض پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن ایک اور بھی ہے جو مجھ سے زیادہ طاقتور ہے جس کی جوتی کا تسمہ

کھو لنے کے لائق بھی میں نہیں ہوں۔ وہ تم کو آگ اور روح پاک سے بپتسمہ دیگا۔ اس کے بعد مرقس کی انجیل ۱: ۹ میں یسوع کے اصطباغ کا ذکر کیا گیا ہے :۔

"اور ایسا ہوا کہ اُن ایام میں یسوع گلیل کے ناصرت سے ظاہر ہوا۔ اور اس نے یوحنا کے ہاتھ سے دریائے یردن میں بپتسمہ پایا۔ اور جب وہ پانی سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ آسمان کھل گیا اور خدا کی روح فاختہ کی شکل میں اس پر نازل ہوئی۔ اور اس پر ٹھہر گئی۔ تب آسمان سے ایک آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں بہت خوش ہوں" +

متی اور مرقس کی آخری عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں تمام قوموں کو یسوع کا شاگرد بنانے کا حکم دیا گیا اور ہر مخلوق کو انجیل سُنانا ان کا فرض قرار دیا گیا متی ۲۸: ۱۸ و ۱۹

"اور یسوع نے آکر یہ باتیں ان سے کہیں کہ زمین و آسمان کا سارا اختیار مجھے دیا گیا پس تم تمام قوموں کو تعلیم دو اور انھیں باپ بیٹے اور روح قدس کے نام سے بپتسمہ دو" +

مرقس ۱۶: ۱۶ "جو ایمان لائیگا اور بپتسمہ پائیگا نجات حاصل کریگا۔ اور جو ایمان نہیں لائیگا وہ مجرم قرار دیا جائیگا" +

ان فقرات کی رُو سے تمام قومیں مسیحی حلقہ میں داخل ہونے کیلئے قرار پا گئیں۔ اصول تقدس یہ ہے کہ روح اپنا اثر ہمیشہ بتدریج پیدا کرتی ہے دنیا میں طبائع انسانی میں اور تعلقات معاشرتی میں سب جگہ ایک ہی اصول جاری ہے۔ اور مفصلہ ذیل طریقوں سے اس کا عمل ہوتا ہے تمام آثار تحریک خواہ فطری ہوں یا رسمی ہوں یا روحانی۔ تحریک کی بدولت اور کسی امر پر توجہ کرنے سے وہ شخصیت کو بروئے کار لے آتی ہے اور مادی نور اس سے دوسری ارواح سے تعلق پیدا کر سکتی ہے۔ اور اپنی حیات اور تحریکات اُن تک پہنچا سکتی ہے میتھرائی بپتسمہ میں جو شخص سپاہی کے عہدہ پر فائز ہوتے کا امیدوار ہوتا تھا۔ اور واضح ہو کہ اس مذہب میں سات درجے مقرر تھے۔ اس کو ایک چھوٹی سی آزمائشوں سے گذرنا پڑتا تھا۔ اس کے بعد اس کی پیشانی پر نشان لگایا جاتا تھا اور شیر کا درجہ حاصل کرنے کے بعد اُسے باضابطہ پورے طور پر جماعت کا شریک بنایا جاتا تھا۔ زرتشت نے اپنے خدا اہرومزد سے دریافت کیا۔ کہ جو شراب میتھرا دیوتا کے حضور میں کوئی شخص پیش کرے اُسے کیسے پینا چاہئے"۔ اہرومزدا نے جواب دیا "پہلے اس شخص کو تین شبانہ روز غسل کرنا چاہئے۔ تاکہ جسم پاک صاف ہو جائے۔ اور پھر اس کے جسم پر تیس ضربات لگائی جائیں۔ تاکہ اسکی قربانی اور دعا میتھرا کے حضور میں قبول ہو سکے

جو وسیع چراگاہوں کا مالک ہے"۔ یہ مثال ایسی رسم کی ہے جسمیں تواتر کے ساتھ پاکیزگی حاصل کرنے کیلئے رسوم ادا ہوتی ہیں برخلاف اصطباغ کے جسمیں صرف ایک مرتبہ رسم طہارت ادا کی جاتی ہے اور اس کا اعادہ صرف اسی صورت میں ہوتا ہے جبکہ پہلی رسم مقدسہ کسی وجہ سے ناجائز قرار دی جائے۔ یا وہ شرعی اصولوں کے خلاف ہو جس قدر خفیہ مذاہب ہیں سب میں غسل کی رسم لازمی طور پر پائی جاتی ہے۔ چنانچہ آئی سس کے مخفیہ عقاید میں امیدوار شمولیت کو پہلے غسل دیا جاتا تھا۔ اور اسی طرح ایوسینین مذہب میں بھی ایک رسم غسل موجود تھی۔ اور ۲۷ مارچ کو سیبیلی کے تہوار پر عموماً غسل کیا جاتا تھا۔ تاوقتیکہ زیادہ شدید مماثلت نہ پائی جاسے ہم یہی فرض کرینگے کہ مناظرہ کے جوش میں طرطولین نے متھرائی غسل اور مسیحی بپتسمہ میں مشابہت پر زور دینے میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔ اور یہ بات کہ یہودی مذہب میں بوقت داخلہ جو غیر یہودی کو غسل یا غوطہ دیتے ہیں وہ مسیحی بپتسمہ سے قدیم تر ہے یقینی طور پر نہیں ہے لیکن ان دونوں رسموں میں مشابہت بعید موجود ہے +

رسوم طہارت تقریباً تمام مذاہب میں مشترکہ طور پر موجود ہیں۔ اور ایلوسس مذہب کی ایک خصوصیت سمندری غسل تھا۔ جس کا ذکر پیشتر ہو چکا ہے۔ اور آرفک اصول زندگی میں بھی ایک طویل رسم طہارت داخل تھی۔ آئی سس کے مذہب میں جس وقت لوسی اس کو داخل کیا گیا تو خاص رسم سے پہلے اُسے غسل دیا گیا تھا۔ اور اس رسم کا ایک جزو نو مرید پر پانی چھڑکنا بھی ہوتا تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصر میں بھی یہی رسم جاری تھی۔ لیوی نے بیکے نیلیا کے بیان میں بھی اس رسم کا ذکر کیا ہے۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ از سر نو پیدائش کا خیال ان تمام رسوم طہارت سے وابستہ رہا ہے چنانچہ طرطولین نے اپنی کتاب (ڈی بپٹزم ۵) میں ان امور کا اعتراف کیا ہے لیکن مخفیہ مذاہب کی رسوم طہارت کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ ہاں ایک دو باتوں کا ذکر ہو سکتا ہے۔ خفیہ دیویوں کے نام پر جو لوگ داخل جماعت کئے جاتے تھے ان کے بپتسمہ کے حالات قطعی معلوم نہیں۔ اگرچہ ممکن ہے کہ دیوی زیر بحث پر ایمان لانا اُس مذہب کے اعمال کا جزو ہو۔ اور نہ کوئی اس قسم کا اشارہ ملتا ہے کہ خدائی روح کا اثر جس کا ذکر عموماً دنیا ئے عقاید میں ہوتا ہے کسی شکل میں رسوم طہارت سے وابستہ رہا ہو +

لیتز مین اور دوسرے مصنفین نے بپتسمہ کی رسوم کو مسیح کی موت اور قیامت کے تجربوں سے وابستہ کیا ہے اور غالباً ان علاقوں کو جینے کیلئے مرنے کے اشارات سے متعلق کرتے ہیں۔ جو انھیں خفیہ مذاہب میں ملتے ہیں

چنانچہ پولوس اہل غلاطہ کو لکھتا ہے۔ تم لوگ ایمان بالمسیح کی بدولت خدا کے بیٹے ہو۔ کیونکہ تم سب کو مسیح کے نام پر بپتسمہ دیا گیا ہے۔ اور اسلئے تم سب نے مسیح کے نام پر خلعت پہنا ہے۔ ممکن ہے کہ بپتسمہ ایک سحر آمیز رسم طہارت ہو۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولوس نے اس رسم کو قائم نہیں کیا۔ بلکہ مسیحی جماعتوں میں رائج پایا۔ اور مسیح کے ساتھ اتحاد کا ایک ظاہری عہد و پیمان تھا۔ اور اس کے لئے معاشرتی خصوصیت کا حامل۔ افسیون کے خط کے پانچویں باب فقرہ ۲۶ میں پولوس مسیح کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے کلیسیا کو پاک کیا ہے پانی سے غسل دیکر اور کلام کے زور سے" +

رسوم قبل از مسیحیت کے آثار بپتسمہ کے متعلقات میں اب تک موجود ہیں مثلاً نام رکھنا۔ قدیم زمانہ میں یونان کے لوگوں کا دستور تھا کہ بچہ کو تین دفعہ آگ کے گرد طواف کراتے تھے۔ اور اب موجودہ نسل کو تین دفعہ حاسن صطباغ کا طواف کرنا پڑتا ہے۔ غوطہ دہی کی جگہ محض پانی چھڑکنے پر کفایت کرنا ایک تدریجی تبدیلی معلوم ہوتی ہے غوطہ صرف ایکدفعہ دیا جاتا تھا۔ اور اس کے ساتھ اقانیم ثلاثہ کا نام پڑھا جاتا تھا۔ تین دفعہ غوطہ دینا بعد میں رائج ہؤا۔ اور اسے ایرین بدعت سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ ابتدا میں ایرین فرقہ موجود نہیں تھا۔ جب کسی بالغ شخص کو بپتسمہ دیتے تھے۔ تو رسم سے پہلے ایک باقاعدہ تعلیم درباره عقاید بھی دی جاتی تھی۔ اور اس وجہ سے بپتسمہ کو قدیم خفیہ مذاہب کے اصول داخلہ سے مشابہت ہو جاتی تھی۔ نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ مسیحیت کی ابتدا کے وقت شام اور فلسطین میں بہت سے غناسطی فرقے بھی آباد تھے۔ جن کی ابتدا فلسفۂ اشراق اور مدارس سکندریہ سے ہوئی تھی +

بپتسمہ تین دفعہ پانی میں غوطہ دے کر دیا جاتا ہے اور باپ بیٹے اور روح قدس کا نام پڑھا جاتا ہے عموماً یہ رسم پادری کے ہاتھوں انجام دی جاتی ہے لیکن ضرورت کے وقت ہر دیندار شخص بپتسمہ دے سکتا ہے۔ بپتسمہ پانے والے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اگر وہ بالغ ہو تو خود اور اگر بچہ ہو تو اس کے ضامن یا دینی باپ شیطان اور اس کے کاموں سے توبہ کریں۔ اور عقیدۂ ناٹیں کا اقرار کریں۔ بپتسمہ کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ وہ موروثی ہوں یا عارضی اور مواخذہ دور کر دیا جاتا ہے۔ اور انسان نئی زندگی حاصل کر لیتا ہے۔ اور سر تا پا پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اور مسیح کے جسم اور ابدی خواص میں شریک ہو جاتا ہے +

کیا لندن کے لوگ گرجے جانا چھوڑتے جاتے ہیں

گرجوں کے رُوبا نحطاط ہونے پر ہم اکثر اوقات حقائق و معارف سپرد قلم کرتے رہتے ہیں اور انحطاط کے اسباب پر بھی دلائل و شواہد پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس مرتبہ بھی ہم میتھوڈسٹ ریویو مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۵ء کے مقالۂ افتتاحیہ سے چند اقتباسات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ گو ناظرین ہم پر اعادہ اور تکرار کا الزام ہی کیوں نہ لگائیں۔ ان اقتباسات سے گرجوں کی موجودہ حالت پر کافی روشنی پڑیگی۔ اور ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ آجکل ان کی حالت کیا ہوتی جا رہی ہے۔ اگرچہ ہمارے ہمعصر کے اعداد و شمار محض مقامی ہیں تاہم ملحوظ رہے۔ کہ یہ مسئلہ اب مقامی حدود سے متجاوز ہو چکا ہے۔ اور قومی اور ملکی مسئلہ بنگیا ہے بہر حال اقتباسات سُنیئے:-

لندن کے لوگ روز بروز گرجوں میں جانا ترک کرتے جاتے ہیں۔ اور عبادت کی عادت کو خیرباد کہتے جاتے ہیں۔ اور یہ بات ہمارے زمانہ میں سب سے زیادہ رنجیدہ اور المناک ہے"۔

یہ الفاظ ایک مشہور ٹوری چرچ مین یعنی روشن خیال طبقہ کلیسیاء کے معزز رکن کے قلم سے نکلے ہیں۔ جسے صورت حال کے مطالعہ کا کافی موقعہ ملا ہے۔ ہمارے پاس ایک پمفلٹ آیا ہے جسکے اعداد و شمار سے صاحب موصوف کے الفاظ کی تائید ہوتی ہے۔ اس کے مصنف مسٹر آرتھر بلیک ہیں۔ جو نہایت وسیع النظر اور صائب الرائے شخص ہیں اور مطلقاً یاس کے خوگر نہیں ہیں۔ موصوف اور ان کے احباب وسط لندن کے گرجوں میں جا جا کر حالات کا معائنہ کرتے رہے ہیں۔ چند حقائق ہدیۂ ناظرین ہیں۔ کلیسیائے انگلینڈ کی اکسٹھ عبادتوں میں حاضرین کی تعداد پانچ سو سینتیس نفوس تک تھی۔ اور ۱/۲ میں پچاس سے بھی کم۔ شب کے دن کے اشتراک مقدس (ہولی کمونیشن) میں پانچ گرجوں کی اوسط حاضری سات نفوس تھی۔ ایک صبح کی عبادت میں جبکہ بارہ اشتہارات نکاح بھی تھے۔ لوگوں کی حاضری چھ مردوں اُنیس عورتوں اور بچوں پر مشتمل تھی۔ ایک خوبصورت اور شاندار گرجے میں صرف پانچ مرد اور گیارہ عورتیں اور نو بچے شریک عبادت تھے۔ رومن کیتھولک فرقہ سے عیسائی زیادہ دیندار سمجھے جاتے تھے لیکن ایک شام کی عبادت میں ان کے گرجے میں صرف اکیس نفوس حاضر تھے۔ دوسرے گرجے میں بیس عورتیں پچاس بچے اور تین نوجوان حاضر تھے۔ فری چرچ

کا حال اس سے بہتر نہیں ہے۔ چنانچہ اُن کی پچاس عبادتوں میں حاضری دو سو سے چھ تک تھی یعنی صبح کی اوسط حاضری ۴۰ اور شام کی کم سے کم سو ہوتی ہے۔ اس کے بعد یہی مصنف لکھتا ہے کہ مذہبی جماعتیں اور کلیسائیں آج اس قابل نہیں کہ غیر مہذب اور غیر متمدن لوگوں کی آبادیوں کے گرجوں کا معقول انتظام کریں"۔

پانچ وسلیئن سنٹرل ہال یعنی وسلیئن گرجوں کی اوسط حاضری صبح کے وقت ۱۲۰ اور شام کے وقت ایک گرجہ میں ۴۰ لوگ تھے چھوٹی جماعتوں مثلاً سالویشن آرمی وغیرہ کے گرجوں میں اوسط حاضری ۱۵۰ سے ۲ نفوس تک تھی۔ اور ڈیلی نیوز کے اعداد و شمار سے مقابلہ کرتے ہوئے جو پچیس سال قبل شائع ہوئے تھے آج گرجوں کی حاضری میں معتد بہ کمی واقع ہو گئی ہے بعض میں نصف اور بعض میں چوتھائی حاضری رہ گئی ہے اس انحطاط کی وجوہ مختلف بیان کی جاتی ہیں لیکن یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے۔ کہ اب گرجوں میں لوگوں کے لئے کوئی کشش نہیں رہی۔ اور اگر انحطاط کی رفتار یہی رہی۔ تو پچیس سال کے بعد بہت سے گرجے خود بخود بند ہو جائیں گے۔ رقبہ زیر بحث پیڈنگٹن سے کر کینگ ٹاؤن تک غرباً شرقاً اور ہیکنی سے وینڈس ورتھ تک شمالاً جنوباً۔ اسی طرح پادری شیپرڈ نے بھی جن سے زیادہ واقفکار آدمی وسط لندن کے لحاظ سے شاید دوسرا نہ ہوگا ان بیانات سے خوش آیند تر بیان مارننگ پوسٹ میں شائع نہیں کرایا ہے۔ ہمارا ہمعصر آگے چل کر اس زوال و انحطاط کے علل و اسباب سے بحث کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے "گرجوں کے ارباب حل و عقد زیادہ توجہ فروعی معاملات پر دے رہے ہیں مثلاً تفریح اور لہو و لعب کے سامان۔ اور اصولی باتوں کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ لوگوں کی اخلاقی اور روحانی ضرورتوں کے پورا کرنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ بیشک یہ گرجوں کا فرض منصبی نہیں ہے کہ وہ محافل رقص و سرود اور تاش و گنجفہ کا انتظام کریں۔ بلکہ ان کا فرض منصبی یہ ہے کہ نوجوانوں کے اخلاق درست کریں۔ اور انہیں روحانی تعلیم دیں۔ تا کہ وہ انسان کی خدمت کرنا اور قربانی کرنا یعنی ایثار سیکھیں +

ہمارے ہمعصر کی رائے اس قابل ہے کہ ہر گرجے کے ارباب بست و کشاد کو اس پر دل و جان سے عمل پیرا ہونا چاہئے لیکن ہمیں افسوس سے بات کا ہے کہ یہ بات تلقین کرتے وقت مینچسٹر ٹائمز کو یاد نہیں رہا۔ کہ وہ بنیاد جس پر کلیسیا کی عمارت قائم ہے کیسی ہے۔ اس و واضح ہو کہ کلیسا کی تعلیم یہ ہے کہ خدا کنواری سے پیدا ہوا" اور آدم کے گناہ سے کل مخلوق گنہگار ہو گئی۔ اور اس لئے کفارہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ نجات کا دارو مدار اسی پر ہے۔ اب ناظرین خود انصاف کر سکتے ہیں۔ کہ ان عقاید کی موجودگی میں جن پر ایمان لانا فطرت انسانی کے سراسر منافی ہے اگر کلیسیا کے ارباب بست و کشاد محافل رقص و سرود اور دوسری دلچسپیوں کا انتظام نہ کریں تو لوگ گرجے

کی طرف رُخ کیسے کرینگے +

ازمنۂ وسطےٰ کی صدائے بازگشت

برٹش ایسوسی ایشن کا اجلاس امسال بھی لیڈس میں منعقد ہؤا جہاں اب سے پہلے ۱۸۵۸ء میں ہؤا تھا۔ سر آرتھر کینتھ صدر جلسہ تھے۔ اگرچہ یہ ایک خالص علمی جماعت ہے لیکن اس کے جلسوں کی روئداد سے ہمیشہ کلیسائی طبقہ میں کھلبلی مچ جاتی ہے۔ ڈاکٹر بروز بشپ آف رپن نے ۴ ستمبر کو لیڈس میں وعظ فرماتے ہوئے اس جماعت کے متعلق کچھ اس طرح اظہارِ خیال کیا۔ کہ اگر ایک طرف خیالات کے بے تکے پن سے حاضرین نے قہقہہ لگایا تو دوسری طرف بعض لوگوں نے یہ بھی سوچنا شروع کیا کہ اگر واقعی کلیسیا از سرِ نو برسرِ اقتدار آجائے تو کیا قیامت ڈھا دے۔ بشپ موصوف نے فرمایا" کیا میں اس امر کے اظہار کی جُرأت کر سکتا ہوں گو بعض لوگ مجھ سے بیحد ناراض ہو جائینگے۔ اور شاید میرے درپے قتل ہو جائیں۔ کہ اگر دس سال کے عرصہ کیلئے تمام علمی اور سائنٹیفک تحقیقات اور انکشافات کو طاقِ نسیان پر رکھ دیا جائے'۔ اور جسقدر مسلسل اور مستقل جدوجہد اس لائن میں کی جاتی ہے اُسے انسانی بہبودی کے وسائل اور ذرائع سوچنے میں صرف کر دیا جائے تو یقیناً انسانوں کی خوشی اور مسرت میں کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ اگر عالمگیر سائنٹیفک تعطیل کر دیجائے تو ممکن ہے کہ بہت کچھ نقصان ہو جائے لیکن مسرتِ انسانی میں یقیناً کوئی کمی واقع نہیں ہوگی" +

بشپ موصوف کے ان خیالات فاسدہ کی تردید اسی شام کو سر الیور لاج نے سلیم برادر ہڈ میں مفصل طور پر کر دی سر موصوف نے ارشاد کیا +

" ہمارے بشپ صاحب نے نہایت یاس انگیز خطبہ دیا ہے تاہم بہت دلچسپ ہے"۔ اور بہت ہوشیاری کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ہے بشپ موصوف فرماتے ہیں۔ کہ ہم لوگ علمی ترقی کی راہ میں بہت تیزی کے ساتھ چل رہے ہیں اور علمی انکشافات کا مسلسل وقوع ان پادری صاحب کے لئے بہت سوہانِ روح ہے۔ بیشک میری دادی بھی اسی قسم کے خیالات ظاہر کیا کرتی تھی۔ پادری صاحب نصیحت فرماتے ہیں۔ کہ علمی تحقیقات کو دس سال کیلئے بند کر دیا جائے لیکن افسوس کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے ہمیں ہر روز ترقی کی شاہراہ پر چلنا ہے۔ لورنٹ ترقی کرتا ہے کیونکہ ہمارا سفر دلچسپ ہے" آپ لوگوں کو اس قسم کے خیالات سے متاثر نہ ہونا چاہیئے"۔ بلکہ ہر شعبہ میں ترقی کرنا چاہیئے۔ اور روز بروز علم و حکمت حاصل کرنا چاہیئے۔ نیز سر آرتھر کینتھ کے ریمارکس بھی کچھ کم دلچسپ نہیں ہیں انھوں نے فرمایا:-

اس دُنیا میں کسی شئے کو قرار اور سکون مُیسّر نہیں۔ ہر شئے سوائے مذہب کے آگے کی جانب ترقی کر رہا ہے۔ اور مسیحی کلیسیا بجائے انسانیت کو فائدہ پہنچانے کے اُن لوگوں پر ناروا حملے کر رہی ہے جو حتے الوسع دُنیا کی بہبودی میں لگے ہوئے ہیں" +

ہم بحیثیت ایک غیر جانبدار فریق اور تماشائی کے اور اُن لوگوں کے جو اس رابطہ اور علاقہ سے بخوبی واقف ہیں جو مسیحیت اور سائنس کے درمیان پایا جاتا ہے۔ ان واقعات کو محض معمولی سمجھتے ہیں لیکن اتنا کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ ہمیں کبھی خواب میں اس بات کا خیال نہیں گزرا تھا۔ کہ ایسے ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ اس سائنس کو جس کی وجہ سے نبی نوع انسان کو لاتعد فوائد حاصل ہوئے ہیں دس سال کے طویل عرصہ کے لئے معطل کر دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ واضح ہو کہ جو لوگ یورپ میں نہیں رہتے انکے لئے چھٹی منانے کا مفہوم سمجھنا ذرا مشکل ہوگا۔ اس کے معنی ہیں کامل سکون یعنی تعطل مطلق جسمیں کسی قسم کی بھی حرکت متصور نہ ہو +

لہٰذا کلیسیائی نظریہ کے معنی دوسرے لفظوں میں یہ ہیں کہ ان فنون کو بھی جو ابھی ابتدائی منازل طے کر رہے ہیں۔ اور باوجود اس کے مخلوق کے حق میں بیحد نفع بخش ہیں۔ مثلاً فن پرواز اور فن خبر رسانی بذریعہ لاسلکی تلغرافات وغیرہ قطعاً ترک کر دیا جائے۔ اگر بشپ مذکور کے الفاظ کو کلیسیائی ذہنیت کا آئینہ تصور کیا جائے تو کون شخص سوائے مسیحی کلیسیا کے ایسے موقعہ پر جملہ علوم و فنون کے ترک کلی کا وعظ کر سکتا ہے جبکہ تمام دُنیا ایجادات اور سائنٹیفک اکتشافات کے دور جدید کی دہلیز پر اندر جانے کی منتظر کھڑی ہوئی ہے؟ تا کہ ناظرین کے سامنے اُس دور کا نقشہ پیش ہو جائے۔ جبکہ علم و فن پر تعطل کُلّی وارد ہو جاتا ہے ہم یورپ کی حالت آج سے ایک صدی پیشتر جب سائنس کا نام تھا ڈاکٹر ڈریپر کے الفاظ میں بیان کریں گے جو انھوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "یورپ کا ارتقائے ذہنی" میں لکھے ہیں اگرچہ اُن کے بیان میں زیادہ تر مسلمانوں کے کارناموں کا ذکر ہے جو انھوں نے دُنیا کی معاشرت بہتر کرنے میں مستقل طور پر پیش کئے۔ تاہم ضمنی طور پر یورپ کی وہ حالت بھی سامنے آجاتی ہے جب سائنس کا چرچا نہ تھا۔ اور اس پر وہی تعطل وارد تھا جو آج وارد ہو جائے۔ اگر مسیحی کلیسیا برسر اقتدار آجائے۔ ڈریپر لکھتا ہے :-

" اسپین میں حکومت کے استقلال کے بعد ہی مسلمانوں کی شاندار زندگی کا آغاز ہو گیا۔ مسلمانوں کی ایشیائی حکمت عملی کو پیش نظر رکھتے ہوئے سلاطین قرطبہ (اندلس) نے علوم و فنون کی ترقی پر کمر باندھ لی اور تہذیب و شائستگی کی وہ مثال دُنیا کے سامنے پیش کر دی جو یورپ کے تمدن سے بعد المشرقین رکھتی تھی۔ وہ شہر قرطبہ میں جبکہ وہ اپنے انتہا عروج پر تھا دو لاکھ سے زیادہ مکانات موجود تھے۔ لور بعد مغرب ایک شخص سڑک کے کنارے لالٹینوں کی روشنی میں دس میل تک بلا تکلف چل سکتا

تھا۔ اس کے سات سو برس بعد تک بھی لندن میں سرکاری روشنی کا ذکر نہیں ہوا۔ قرطبہ کی سڑکیں نہایت پختہ اور ہموار تھیں جبکہ پیرس کی سڑکوں کی حالت یہ تھی کہ بارش کے موسم میں کوئی شخص ٹخنوں ٹخنوں کیچڑ میں گزرے بغیر اپنے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ خلفاء کے محلات نہایت عالی شان بنے ہوئے تھے۔ اور انھیں حق تھا کہ فرانس جرمنی، انگلستان اور اٹلی کے بادشاہوں کے محلات کو نظر حقارت سے دیکھیں، جو محض اصطبل معلوم ہوتے تھے۔ نہ روشندان نہ کھڑکیاں صرف چھت میں ایک سوراخ ہوتا تھا جس میں سے دھواں نکل سکتا تھا۔ جس طرح امریکہ کے وحشی لوگوں کے جھونپڑے۔"

کیا ہمارے محترم بشپ صاحب یہ آرزومند ہیں۔ کہ ہم لوگ پھر رجعت قہقری اختیار کرتے ہوئے کئی سو سال پہلے کا تمدن اختیار کر لیں اور سائنس کی بدولت جو جو آسائشیں اور برکات حاصل ہوئی ہیں۔ ان سے یکسر ہاتھ دھو لیں۔

مذہب اور سائنس میں تصادم

اس معرکۃ الآرا مسئلہ کے متعلق کہ مذہب اور سائنس میں مطابقت ہے یا مخالفت، علماء کے دو گروہ رہے ہیں۔ اور برٹش ایسوسی ایشن کے جلسوں میں جو اشتعال انگیز تقریریں ہوئی ہیں انکی وجہ سے یہ سودہ مسئلہ از سر نو چھڑ گیا ہے۔ مسٹر جے ڈبلیو ڈریپر نے جیسا کہ ہم جانتے ہیں، اپنی تصنیف کا نام معرکہ "مذہب و سائنس" پسند کیا۔ لیکن پروفیسر وہائٹ نے اپنی اسی قسم کی تصنیف کا نام "الہیات اور سائنس کے تصادم کی تاریخ" رکھا ہے۔

ڈریپر کا خیال یہ تھا کہ مذہب اور سائنس میں مخالفت ہے۔ کیونکہ انکی نظر میں مسیحیت کلیسیائی اور مذہب مرادف الفاظ تھے۔ لیکن دوسروں کا خیال ہے کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ مذہب اور سائنس میں فی الواقع کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور اگر ہے تو سائنس اور الہیات یا دینیات میں ہے۔ کیا یہ بدیہی نہیں کہ اگر مذہب نہ ہوتا تو دینیات کا وجود بھی نہ ہوتا؟

لیکن جو لوگ اس قسم کی رائے رکھتے ہیں۔ انھوں نے حقائق اشیاء اور مخلوقات پر غور و خوض نہیں کیا ہے۔ مذہب ہی پر کیا منحصر ہے دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جنھیں انسان نے اپنے تصرف بیجا سے خراب کر دیا ہے، بدنام کر دیا ہے یا مسخ کر دیا ہے۔ اور یہی حرکت بہت سی آفات کا واحد سبب بن گئی ہے لیکن با ایں ہمہ کوئی سمجھدار انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ چیزیں بیکار پیدا کی گئی تھیں یا ان کا وجود در حقیقت انسان کے لئے مضرت رساں ہے؟

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ جب تک لفظ "مذہب" کے معنی کی تعیین نہ کی جائے۔ اس وقت تک ان دونوں گروہوں کے نمائندوں کی بحث اپنی اپنی جگہ قائم رہیگی۔ سارا فیصلہ مذہب کے مفہوم پر منحصر ہے۔ مغربی دنیا کو سب سے بڑی غلطی لگی۔ اسکی وجہ صرف

یہ ہے کہ اُس نے مسیحیت کو مذہب یا مذہب کو مسیحیت کا مرادف سمجھ لیا بس یہی ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔ یورپ
بدقسمتی سے اس بات سے ناواقف ہے کہ دنیا میں ایک مذہب ایسا بھی ہے جو عقل کا دشمن یا مخالف نہیں ہے بلکہ اس کا ممد اور
معاون ہے اور اسکی تعلیم علانیہ طور پر یہ ہے کہ مذہب اور عقل میں تضاد نہیں۔ اور اسکے دعوے کی تصدیق ازمنۂ گزشتہ کی صحیح تاریخ سے
ہو سکتی ہے بیشک ہمیں اس طبقہ کے ساتھ دلی ہمدردی ہے جسے اس قسم کے عقاید کی تعلیم دیجاتی ہے مثلاً پاک شراکت میں، خداوند
مسیح بذاتِ خود حاضر ہوتا ہے۔ اور روٹی اور شراب اُس موقعہ پر درحقیقت خداوند مسیح کا جسم اور خون بن جاتے ہیں یا مثلاً پہلی عورت
آدم کی پسلی سے بنائی گئی تھی یا مثلاً طوفان نوح میں کل دُنیا غرق ہو گئی تھی یا مثلاً زمین چپٹی ہے یا مثلاً آدم اور حوا کے شجر ممنوعہ سے
پھل کھا لینے کی پاداش میں کل بنی نوع آدم ازلی عذاب کے مستحق ہو گئے۔ اور چند ہزار سالوں کے بعد باکرہ کے حمل کی بدولت ان کی نجات
کا سامان ہو گیا پس کوئی تعجب کی بات نہیں کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ عقل سے کام لیتے ہیں۔ وہ آرک بشپ آف یارک کی طرح یہ کہنے
پر مجبور ہیں کہ کلیسا عقل کو دھکے دیتی ہے۔ اور جب وہ اپنے لئے کوئی مفر نہیں پاتے تو مجبوراً اپنے دل کو تسلی دے لیتے ہیں کہ مذہب
اور عقل میں تضاد باہمی موجود ہے +

اگر برعکس اسکے مذہب اس نظامِ زندگی کا نام ہے جو بتائید آسمانی جس کی بدولت انسان اللہ کی مقرر کردہ حدود سے متجاوز نہیں ہوتا
اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کی خدمت کرتا ہے۔ یا اس مجموعہ قوانین کا نام ہے جسکی روحانی قوت کی بناء پر انسان دنیا میں امن کے اسباب مہیا کرتا ہے
یا اگر مذہب سے مراد ہمدردی اور محبت کے وہ جذبات ہیں جو انسانیت کا جزو ہیں یا وہ قوت ہو جو ہماری طبع سقیم کو اعلیٰ اور بلند مقاصد کے
حصول میں ہماری معاون ہو۔ تو درحقیقت مذہب اور عقل میں کوئی حائل یا مخالف نہیں ہے۔ مسٹر جیمس ملس اڈیٹر سنڈے ایکسپریس لکھتے ہیں
مذہب محض رسوم اور قواعد عبارات اور کلماتِ مقررہ کے پیچ در پیچ مجموعہ کا نام نہیں ہے اور نہ تعریفات سفسطہ موشگافیوں اور مخاصمت
کو مذہب کہتے ہیں۔ بلکہ مذہب زندگی بسر کرنے کا ایک طریقہ اور امن و امان کی کوشش کا نام ہے۔ تقاضے روح کا پورا کرنا اور ایثار سے کام
لینا مذہب ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذہب کا دوسرا نام اسلام ہے۔ ڈاکٹر آلیور لاج یا بشپ بارنس مذہب کو آخر الذکر معنی میں استعمال
کرتے ہیں ہم برابر کہتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح کا مذہب قابل نفرت کبھی نہ تھا۔ ہاں کلیسا کا مذہب ضرور قابل رد ہے اور ہم نے بارہا مشورہ دیا ہے کہ اگر
مذہب اور عقل میں توافق و اتحاد قائم کرنا مقصود ہے تو اُن تمام خلاف عقل عقاید کو مذہب سے دُور کر دینا چاہئے خواہ وہ کتنی ہی [illegible]
سے کیوں نہ چلے آتے ہوں۔ اور جہلا کی تسلی کے لئے کتنے ہی ضروری کیوں نہ ہوں۔ ڈاکٹر بارنس نے بالکل صحیح کہا یسوع کے الہامی مذہب اور
سائنس میں کوئی تضاد نہیں ہے دونوں ایک دوسرے سے پیوست ہیں۔ اگر ارتقاء بعض حقائق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ تو ان حقائق کا اصلی مفہوم
یسوع کی تعلیمات سے ہمارے پیش نظر ہو جاتا ہے + اس دن کا انتظار ہم سے زیادہ اشتیاق کے ساتھ کوئی نہیں کر رہا ہوگا جب کہ کلیسیا کا اقتدار
ختم ہو جائیگا۔ اور یسوع کی تعلیمات کے حصول کیلئے از سر نو جد و جہد شروع کی جائیگی۔ کیونکہ ہمارا اعتقاد ہے۔ خواہ ہمیں خود غرضی کا

خدا ہی کیوں نہ شامل ہو۔ کہ اس طرح نہ صرف یورپ کو اسلام کی مخفی قوت کا پتہ چل جائیگا بلکہ اسلام اور مسیحیت کے درمیان رابطہ اتحاد زیادہ استوار ہو جائیگا +

تمدن اور اسلام

از قلم پروفیسر ایم سلیم بی ۔ اے

دنیا کے بڑے بڑے حکماء اور فلاسفہ اس امر پر متفق ہیں۔ کہ "مذہب" کا مقصد انسان کو چند رسوم سکھانا نہیں ہے، بلکہ مہذب اور متمدن بنانا۔ اور ایسے اصول تلقین کرنا جن پر عمل کر کے شائستگی کے اعلے منازل مقامات طے کر سکے۔ پس وہی مذہب لائق تسلیم ہو سکتا ہے جو ان شرائط کو بدرجۂ اتم پورا کر سکے۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم اس مضمون میں یہ بات محسوس دلائل کی مدد سے ثابت کرینگے۔ کہ شائستگی اور تمدن کے تمام بنیادی اصول اسلامی تعلیمات سے ماخوذ ہیں۔ اور وہ حقائق اور معارف جو مہذب یورپ نے سیکڑوں برسوں کی جانفشانی کے بعد دریافت کئے ہیں در اصل قرآنی انوار کی وہ شعاعیں ہیں جو آج سے تیرہ سو برس پہلے ریگستان عرب پر چمک چکی تھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ و بتوفیقہٖ۔ اگر کوئی شخص ذیل کے ابواب کا مطالعہ تعصب سے خالی ہو کر کریگا تو ہمیں یقین ہے کہ ہمارے دعویٰ کی سچائی روز روشن کی طرح اس پر آشکار ہو جائیگی +

مذہب اور فلسفہ

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ یورپ کے حکماء اور فضلاء نے انسان اور انسانیت کا مطالعہ بہت گہری نظر کے ساتھ کیا ہے اور انھوں نے ثابت کیا ہے کہ انسان کے نفس سے تدین کی فطری خصلت کا زائل ہونا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ الفت اور نفرت کی خصلتوں کا زائل ہونا چنانچہ مشہور فرنچ محقق ارنسٹ رینان اپنی کتاب تاریخ مذاہب میں لکھتا ہے "ممکن ہے کہ وہ تمام چیزیں اور قوتیں جن سے ہم کو محبت ہے۔ اور جن پر ہماری زندگی اور ہمارے عیش و آرام کا انحصار ہے معدوم ہو جائیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ عقل کی آزادی اور صنعت و حرفت کی آزادی باطل ہو جائے لیکن یہ محض ناممکن ہے کہ تدین جو انسان کی فطری خصلت ہے دنیا سے معدوم ہو جائے بلکہ میرا یقین ہے۔ کہ ابد الآباد تک باقی رہیگی۔ اور مادی مذاہب کے بطلان پر ایک ناطق دلیل ہوگی جو انسانی فکر کو جسمانی زندگی کی شرمناک تنگی اور قیود میں محصور رکھنا چاہتے ہیں" لیکن یہ بھی ان کے نزدیک ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ موجودہ مذاہب میں سے کوئی مذہب ایسا نہیں جو آیندہ زمانے میں عالمگیر مذہب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو یا جس کے اصول

قواعد علمی پر منطبق ہو سکیں۔ اُن کے اس فیصلہ کی وجہ بالکل عیاں ہو۔ ان لوگوں اور فلاسفہ نے آنکھ کھول کر اپنے ارد گرد مسیحیت کے خلاف عقل عقاید کا جلوہ دیکھا اور اسی مذہب کے مصنفین کی عینک لگا کر اسلام کا مطالعہ کیا۔ ورنہ اگر وہ خود اسلامی اصولوں کا مطالعہ کرتے تو کبھی ہرگز یہ نہ کہتے کہ دُنیا میں کوئی مذہب موافق عقل ہی نہیں ہو۔ بہر کیف ان لوگوں پر اتمام حجت کرنا اور اسلام کے اصولوں کو عقل کے معیار پر پرکھنا ہمارا اخلاقی فرض ہی۔ ہم آئندہ صفحات میں اسلامی اصولوں کی تشریح کرتے ہوئے حکماء کے خودساختہ مذہب کے اصولوں کا بھی ضمنی طور پر تذکرہ کرینگے۔ تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ کوئی فلسفی اُن کے مقدس مذہب پر اعتراض نہیں کرسکتا۔ اور جس قدر شرائط کسی فلسفی کی طرف سے کسی مذہب کی صحت و صداقت کے متعلق پیش کی جاسکتی ہیں۔ وہ سب کی سب اسلام بدرجۂ اتم پوری کرتا ہی۔ صدق اللہ تعالیٰ

"افغیر دین اللہ یبغون ولہٗ اسلم من فی السمٰوات والارض طوعاً وکرھاً والیہ یرجعون"

کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہیں؟ حالانکہ جو (فرشتے) آسمانوں میں اور جو (لوگ) زمین میں ہیں وہ چار و نا چار اس کے فرمانبردار ہیں۔ اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

اسلام کی حد و بست

جس شخص نے قرآن کا مطالعہ کیا ہی اور غور و فکر سے کام لیا ہی وہ اس بات کا معترف ہے کہ اس مذہب کے حقائق و دقائق اور اس کی عجیب و غریب حکمتوں کی تفصیل بیان کرنا۔ اس کے احاطۂ مقدرت سے باہر ہے۔ وہ کونسا یگانۂ روزگار ہی جو اسلام کی نسبت لکھنا چاہے۔ اور اپنے مقصد کو پورے طور پر بیان کرسکے؟ اور وہ کونسا فلسفی ہی جو اس مذہب کے اسرار و رموز قلمبند کرنا شروع کرے اور آخرکار اپنے عجز کا اعتراف نہ کرے؟

ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام و البحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ"۔ اور زمین میں جس قدر درخت ہیں اُن کے قلم ہوں اور سمندر (کی سیاہی) اُسکے پیچھے سات سمندر اسکی مدد کریں تو بھی خدا کی باتیں تمام نہ ہوں +

ہم یہ بات نہایت استقلال اور اطمینان کے ساتھ کہتے ہیں اور علم و عقل دونوں ہمارے قول کے شاہد ہیں کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ترقی کی انتہائی بلندی پر پہنچنے کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہی بلکہ اسلام ہی نفس انسانی کی اصلی اور آخری تمنا ہی جس کی جستجو کی طرف اسکو فطری میلان ہی اور وہ ہر زمانہ میں اس کے حصول کیلئے کوشش کرتا رہا ہے۔ موجودہ صدی میں اسلام کے اصولوں کی صداقت آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہوگئی ہی کوئی قاعدہ یا اصول جو تجربوں سے ثابت ہوا ہو اور انسانی تہذیب کی ترقی میں مؤثر ہو۔ ایسا نہیں ہی کہ کبھی کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی

کی صدائے بازگشت نہ ہو۔ جسے دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علمائے روئے زمین کی طرف سے جو کوششیں انسانیت کی شان کو ارفع بنانے کیلئے ہو رہی ہیں۔ ان کا مقصود صرف یہی ہے کہ اسلام کے اصولوں کی صحت اور صداقت کو مبرہن کیا جائے ◆

"سنریھم آیاتنا فی الافاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انه الحق اولم یکف بربك انه علی کل شئ شھید" عنقریب ہم ان لوگوں کو اپنی قدرت کی نشانیاں اطراف عالم میں دکھائیں گے اور خود ان کے نفوس میں بھی۔ یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائیگا کہ یہ (قرآن) برحق ہے (اے نبی) کیا تمہاری تسلی کیلئے یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز کا شاہد حال ہے؟

علاوہ ازیں اسلام میں جو قوت انسانیت کو ارفع بنانے کے لئے خدا تعالیٰ نے رکھی ہے اس کو روکنا ہرگز ممکن نہیں ہے۔ خواہ جملہ ادعیان مذاہب باطلہ اسبات پر متفق ہو جائیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ:۔

"یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون" (کفار) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ لیکن اللہ تو اپنے نور کو کامل طور پر پھیلا کر رہیگا خواہ مشرکین کتنا ہی برا کیوں نہ منائیں ◆

حقیقت مذہب

قبل اس کے ہم اس امر پر گفتگو کریں کہ اسلام میں لفظ دین کے معنی کیا ہیں۔ ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ علمائے یورپ نے اس لفظ سے کیا مراد لی ہے؟ اور جملہ علوم و فنون کو حاصل کرنے کے بعد وہ اس لفظ سے کیا سمجھے ہیں؟ تاکہ ہمارے اس دعوے پر دلیل قائم ہو سکے کہ حقائق کے سمجھنے میں دنیا جسقدر ترقی کرتی جاتی ہے اسی قدر اسلام سے قریب ہوتی جاتی ہے۔ علمائے یورپ نے دلائل کی بناء پر اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ اس عالم کا ایک خالق ضرور ہے اور وہ تمام صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہے اُس نے عالم کو ایک خاص نظام کے مطابق پیدا کیا ہے۔ اور جو شخص اس نظام کو غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کریگا وہ اس حکیم کی صفات کمالیہ کا معترف ہو جائیگا۔ اس کے بعد ان علماء نے نظام عالم اور نوامیس فطرت کا استقراء کر کے یہ رائے قائم کی کہ خالق عالم اپنی مخلوقات میں سے کسی چیز کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسکی مقدس ذات جملہ اشیاء سے مستغنی ہے۔ اور اپنی عظیم الشان رحمت سے اس وسیع کائنات کا انتظام و انصرام کرتا ہے! اور یہ بات کائنات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے مشاہدہ کی جا سکتی ہے ◆

اور جو شخص اس ترقی کی نسبت غور کریگا جو انسان نے ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک کی ہے تو اُسے معلوم ہو جائیگا کہ

خدا تعالیٰ نے انسان کو ایسی قوتیں عطا فرمائی ہیں جن کی بناء پر وہ ترقی اور کمال کے اس نقطہ پر پہنچ سکتا ہے جہاں تک خیال کی رسائی بھی نہیں ہو سکتی ہے۔ علماء یورپ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے افعال چونکہ عبث اور بے معنی نہیں ہیں، اس لئے بس وہی عبادت اُسے مرغوب ہو سکتی ہے جو اُن قوانین فطرت کے مطابق ہو جو عالم میں جاری و ساری ہیں۔ اور ان ترغیبات اور احساسات کے مناسب ہو جو انسان کی خصلت میں داخل ہیں۔ اس اصول کے ماتحت ان لوگوں نے اپنا ایک مذہب خاص ایجاد کیا ہے اور اس تحریک کے ایک سرگرم رکن چارلس سائمن (Charles Simon) نے لکھا ہے "جو چیز انسان کے لئے باعث ثواب ہو سکتی ہے وہ اپنی خاص قوتوں کی اطاعت اور نیک کام کرنا ہے۔ انسان کا خاص قانون یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کی حفاظت کرے اور ان قوتوں کو ترقی دینے کی کوشش کرتا رہے جو اس میں ودیعت کی گئی ہیں۔ اپنے بھائیوں کی خدمت کرے۔ ان سے محبت کرے یہی خالق کی عبادت کرنے کی عبادت ہے۔ عبادت کیا ہے؟ فرائض منصبی کا ادا کرنا عبادت ہے۔ محبت اور اخلاص کرنا عبادت ہے۔ وطن کی بہبودی کی فکر عبادت ہے۔" اسی طرح کئی صفحوں میں صاحب موصوف نے اپنے طبعی مذہب کے اصول بیان کئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے (۱) اس امر کا اعتقاد رکھنا کہ خدا ہم سے اور ہمارے اعمال سے مستغنی ہے۔ ہم جس قدر نیک کام کرتے ہیں۔ ان میں خاص ہماری منفعت ہے (۲) خدا انسان پر رحیم اور اس کی اصلاح و فلاح کا خواستگار ہے۔ اور اُسے عبادت کی تکلیف اسی کے فائدہ کیلئے دیتا ہے (۳) عبادت زندگی کے اصول فطرت پر منطبق اور انسانی طبیعت کے موافق ہونی چاہئے۔ نہ یہ کہ وہ انسانی طبیعت کے خلاف ہو اور اس کی بربادی کا باعث ہو۔ (۴) جسمانی عبادت نفس کے پاک کرنے کا ذریعہ ہونا چاہئے نہ کہ مقصود بالذات +

یہ چاروں اُمور ایسے ہیں جن تک عقل انسانی کی رسائی اس وقت ہوئی ہے جبکہ کرۂ زمین پر بڑھاپے کے آثار نمایاں ہو گئے ہیں مگر جو اسلام کے آفتاب عالمتاب کی صرف ایک شعاع ہیں۔ اور اس کے بحر ذخار میں سے صرف ایک قطرہ۔ ناظرین کے فائدے کے لئے ہم وہ قرآنی آیات ذیل میں درج کرتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی اُمی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی معرفت آج سے تیرہ سو برس پہلے انھیں اُمور متذکرہ بالا کے متعلق تعلیم دی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(الف) من جاھد فانّما یجاھد لنفسہ ان اللّٰہ لغنیٌّ عن العالمین ۞

جو کوشش کرتا ہے صرف اپنے نفس کیلئے کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام عالم سے بے نیاز ہے +

(ب) یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی کا ارادہ نہیں رکھتا

(ج) ما یرید اللّٰہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون + اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ مشکل رکھے مگر یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے۔ اور تم پر اپنا احسان پورا کرے۔ شاید تم شکر کرو +

(۶) لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی قوت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا +
(۷) آنحضرت صلعم فرماتے ہیں من لم تنہہ صلوٰتہ عن الفحشاء والمنکر لم یزدد من اللہ الا بعداً
جس کی نماز فحش اور برائیوں سے خالی نہ ہو۔ وہ خدا سے دور ہی ہٹ جاتی ہے۔ نیز فرمایا۔ کم من صائم لیس لہ
من صیامہ الا الجوع والعطش بہت روزہ رکھنے والے ہیں کہ ان کو روزے سے بجز بھوک اور پیاس
کے کچھ حاصل نہیں ہوتا +

ان آیات اور احادیث کو غور سے پڑھیے اور دیکھئے کہ یہ تعلیم علم اور عقل کے ساتھ بالکل مطابق اور قوانین فطرت کے ساتھ پوری موافق ہے یا نہیں؟ چونکہ مذہب پر علمائے یورپ کے اعتراضات صرف انھیں بنیادی اصولوں پر وارد ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم بآواز بلند اعلان کرتے ہیں کہ اسلام کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے کہ کوئی انسان اس پر اعتراض کر سکے مشہور فاضل "لاروس" لکھتا ہے "کہ سچا مذہب صرف ایسے قواعد پر مشتمل ہوتا ہے جن کی صداقت اور ضرورت پر ہمارا ذاتی شعور شہادت دیتا ہے۔ نیز وہ قدیم مذہبی روایات اور خرافات اور کاہنوں کی تعلیمات سے بالکل بری ہوتے ہیں" گویا علامہ موصوف مسلمانوں کو قرآن مجید کی یہ آیت یاد دلاتا ہے۔ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔ یہ گروہ گزر گیا۔ اور اس کے لئے وہی تھا جو اس نے حاصل کیا۔ اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم حاصل کرو۔ اور تم سے ان کے متعلق باز پرس نہ ہو گی (یعنی خدا تعالیٰ کے حضور ہر شخص خود اپنا جوابدہ ہو گا) +

ان اصولی بحثوں کے بعد اب ہم اس طرف آتے ہیں۔ کہ انسان اپنے اندر دو احساسات موجود پاتا ہے ایک تو مل جل کر رہنے کی احتیاج کا احساس دوسرے آزادی کا احساس اور انسان نے آزادی کے حصول کیلئے صدیوں تک بیش قیمت قربانیاں دی ہیں چنانچہ علمائے تمدن کا قول ہے "وہ آزادی جو اس اخیر صدی میں یورپ کی اقوام کو حاصل ہوئی ہے۔ وہ ان تمام ترقیوں اور کامیابیوں کا باعث ہے۔ جن کے آثار ہم یوروپین ممالک میں دیکھ رہے ہیں"۔ لیکن اس جگہ سوال ہو گا کہ آزادی سے کیا مراد ہے؟ وہ کونسی آزادی ہے جس کی نسبت ایک فرنچ فاضل لکھتا ہے "آزادی دنیا کی ہر قسم کی سعادت اور فلاح سے افضل ہے"۔ ایک اور نامور مستشرق لکھتا ہے۔ "آزادی ہر ایک انسانی ترقی کی اصل اصول ہے"۔ وکٹر ہیوگو کہتا ہے "آزادی اک ایسی ہوا ہے جو نفس انسانی کی زندگی کیلئے ایک ضروری چیز ہے"۔ کیا اس آزادی سے یہ مراد ہے کہ انسان ہر قسم کے قیود اور

ضوابط سے آزاد ہو کر محض بے قید اور دلدادۂ مستی مزاج ہو جائے؟ ہرگز نہیں۔ یہ آزادی تو حیوانات کے لئے موزوں ہے۔ انسان کیلئے
معتدل آزادی درکار ہے۔ اور اسی اعتدال کیلئے قومیں بیتاب ہیں! وہ افراد بیقرار ہیں۔ معتدل آزادی کی بدولت انسان اپنی قوتوں کو
جو قدرت نے اُسے عطا کی ہیں بے روک ٹوک اور بلا خوف مزاحمت استعمال کر سکتا ہے۔ انسان فطری طور پر آزاد ہو پیدا کیا گیا ہے اور آزادی
کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے اس کو کسی ہادی کی ضرورت نہیں کیونکہ آزادی کا احساس منجملہ احساسات کے ہے جن کی شدید تاثیر
خود بخود انسان کے دل و دماغ پر پڑتی ہے۔ لیکن مطلق آزادی جیسی کہ حیوانات کو حاصل ہے انسان کی ان خصوصیات اور قوتوں کو اور
اُن کی تاثیرات کو باطل کر دیتی ہے۔ لہذا انسان نے اُن قوتوں سے فائدہ اُٹھانے کی غرض سے اپنی فطری آزادی کا ایک حصہ قربان
کر دینا مناسب سمجھا اور یہیں سے تسلط اور اس کے لوازمات کی بنیاد قائم ہوئی۔ پھر چونکہ انسان کے اندر ایک فطری رغبت یہ
بھی ہے کہ وہ دوسروں کو اپنا محکوم بنانا چاہتا ہے۔ لہذا جن کو موقعہ ملا انھوں نے تسلط اور اس کے لوازمات سے ناجائز فائدہ
اُٹھایا۔ اور دوسروں پر حکومت کرنا شروع کر دی۔ حکومت کا مؤثر ترین طریقہ یہ ہے کہ جماعتوں پر مذہبی حیثیت سے دباؤ ڈالا جائے
اور اسی اصول پر عمل کرنے سے اکثر مذاہب میں تحریف و تبدیل واقع ہوئی۔ اور لوگوں کے دلوں اور اُن کی عقلوں پر پردہ ڈالنے کیلئے
مذاہب کے حقائق اور ان کی اصلی تعلیمات میں بہت کچھ رد و بدل کیا گیا۔ مذہبی دام فریب پھیلانے والے بڑی ہوشیاری کے ساتھ
عقل کی نگرانی کرتے تھے اور جب کبھی انسانی عقل اُن کے پیچ سے رہائی کی کوشش کرتی تھی تو یہ لوگ فوراً اس کے سامنے مذہبی خرافات
کی ایک دیوار کھڑی کر دیتے۔ اس کی بہترین مثال مسیحیت اور پاپوں کے طرز عمل میں مل سکتی ہے جنہوں نے صدیوں تک اپنے پیروؤں کی عقلوں کو
تاریکی میں رکھا اور ان پر مذہب کے پردہ میں حکومت کرتے رہے۔ تا آنکہ اسلام کے اثر سے لوتھر اور دیگر مصلحین نے لوگوں کو پوپوں کی
غلامی سے نجات دلائی۔ اور بعد ازاں آزادی کی لہر تمام یورپ میں دوڑ گئی۔ یورپ کے علماء نے بڑی بڑی کتابیں اس آزادی کی تعریف و توصیف
میں تصنیف کیں اور مسیحیت کے خلاف خصوصاً اعتراضات کی بھرمار کی۔ بلکہ بعض نے مذہب ہی سے نفرت ظاہر کی اور اس کے زوال کی
پیشگوئیاں کیں۔ حالانکہ ان کو اس بات کا علم نہیں کہ سچا مذہب نہ خلاف عقل ہو سکتا ہے اور نہ دشمن! اور جو چیز ان کو حاصل ہوئی ہے۔
اُس نے ان کو اسلام سے قریب تر کر دیا ہے جس کی روشنی دنیا میں اس وقت نمودار ہوئی تھی جب یورپ جہالت اور تاریکی کے سمندر میں
غرق تھا۔ جس وقت اسلام کی شعاعیں ریگزار زمین پر پڑنی شروع ہوئیں اس وقت تمام دنیا دو عظیم الشان سلطنتوں کے ماتحت
تھی یعنی ایران اور روم۔ ایران کی اندرونی بدنظمیوں کی وجہ سے ناگفتہ بہ تھی لیکن روم کی شان و شوکت باقی تھی۔ اور دنیا کی
دیگر اقوام اس کی شوکت سے لرزتی تھیں۔ اس میں گزشتہ تہذیب و تمدن کا ایک حصہ باقی تھا جس کی نسبت علامہ ملاردین لکھتا ہے
رومیوں کے نظامات حکومت کیا تھے؟ سراسر وحشت اور فساد۔ جو قوانین کی صورت میں نافذ تھے۔ روما کے اخلاقی فضائل
مثلاً بلند ہمتی اور مکر اور دور اندیشی اور قومی اخلاص بعینہ ایسے تھے جیسے چوروں اور رہزنوں میں پائے جاتے ہیں اسکی

وطنیت وحشت کا لباس پہنے ہوئے تھی۔ جس میں سوائے حرص وطمع اور غیروں کے ساتھ
عداوت اور کینہ کے اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ اور انسانی شفقت کے احساسات کی مٹی پلید ہو رہی تھی۔ روما کی
عظمت اور فضیلت عمدہ خصائل اور نیک افعال یا ہمدردانہ جذبات میں منحصر نہ تھی بلکہ اُن سے مراد وہ اعمال تھے جو بذریعہ تازیانہ
یا تلوار انجام پاتے تھے۔ اسیران جنگ کو عذاب اور قید شدید کے احکام نافذ ہوتے تھے۔ مفتوحین کے ساتھ نہایت ذلیل برتاؤ کیا جاتا تھا
بچوں اور بوڑھوں کو فاتحین کی گاڑیاں کھینچنے کی سزا دی جاتی تھی۔ اور محض اپنا دل خوش کرنے کیلئے انھیں درندوں سے پھڑوایا
جاتا تھا"۔۔۔۔۔

علامہ موصوف کا یہ مقولہ ہم نے محض اس لئے نقل کیا ہے کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ روئے زمین کی سب سے بڑی سلطنت جو
جو اُس زمانہ کے عظیم الشان اور اعلیٰ ترین تمدن کی حامل کہی جاتی تھی۔ اسکی حالت کیا تھی اور اس نے تمدن میں کس قدر ترقی
کی تھی۔ تاکہ انھیں خلاصہ طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ اسلام کے پاک اور روشن اصول جن کو ہم آئندہ بیان کرینگے کسی غیر قوم کے
تمدن یا مذہب سے ماخوذ نہیں ہیں۔ اور ہم اپنے دعاوی کو خود یورپ کے مستند علماء کے اقوال سے ثابت کرینگے۔ اسلام میں نہ صرف یہ
خصوصیت ہے کہ وہ اُس آزادی کا منافی نہیں ہے جس نے یورپ کو وحشت اور جہالت کے گڑھے سے نکال کر شائستگی کی بلندی تک پہنچایا ہے
بلکہ وہ ایسی آزادی کی تعلیم دیتا ہے جس کو دنیا کی موجودہ آزادی سے وہی نسبت ہے جو حقیقت کو خیال سے ہوتی ہے۔ جو آزادی ہم اس وقت
مہذب دنیا میں دیکھ رہے ہیں وہ تین آزادیوں سے مرکب ہے یعنی (۱) نفس کی آزادی (۲) عقل کی آزادی (۳) علم کی آزادی۔ ہم ان تینوں
کی نسبت مختصر گفتگو کرتے ہیں۔ تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ تینوں منجملہ اسلامی اصولوں کے ہیں +

نفس کی آزادی

دیگر مذاہب میں علماء نے عوام الناس کو اپنے قابو میں رکھنے کیلئے یہ اصول وضع کیا تھا کہ جو کچھ ہم مذہب کے نام سے بیان کریں اسے
آنکھ میچ کر مان لاؤ اور اس کے متعلق کوئی شک یا شبہ دل میں مت لاؤ۔ اور جس وقت کسی شخص کی نسبت انھیں معلوم ہوتا کہ وہ
اس قید گراں سے رہائی پانا چاہتا ہے تو فوراً اس پر کفر والحاد کا فتویٰ لگا دیا جاتا اور یا تو اسے آگ میں جلا دیتے یا ایسے دردناک عذابوں میں
مبتلا کرتے جسکے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے آپ کو نوع انسان کا آقا اور سرپرست قرار دیا تھا
اور انکے بچوں کی تربیت کا بار اپنے ذمہ لیا تھا۔ اور اُن سادہ لوحوں کے تخیلات میں ایسے خیالات اور عقاید نقش کرتے تھے
جن کی وجہ سے جوان ہو کر وہ لوگ محض بیجان آلات کی طرح اُن کے ہاتھ میں کام کرتے تھے۔ اور وہ لوگ اپنی مرضی پر انھیں چلاتے تھے۔ ان علماء نے
یہ بات انکے دلوں میں جما دی تھی کہ ابدی سعادت یا دردناک عذاب سے نجات کا مدار ہمارا رضا پر موقوف اور ہماری مرضی پر منحصر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :
ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموات والارض ومن فیھن۔ اور اگر حق اُن کی خواہش کے

مطابق ہوا کرتا تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے درہم برہم ہو جاتا۔ پس لوگ اسی وضع اور قماش کے پیدا ہوتے جس قالب میں اُن کے آقاؤں نے ڈالنا چاہا تھا۔ اور جب دلوں میں تحریک پیدا ہوتی اور اُن کے نفوس تلملاتے تھے۔ تو وہ تعلیمات جو ان کے ذہنوں میں بچپن سے منقوش تھیں اُن کو پکار کہتی تھیں کہ "ہرگز نہیں" نہ تم میں نفس ہے اور ضمیر تمہارا اتحرض ہے۔ اور صرف یہی فرض ہے کہ آنکھ بند کر کے اطاعت کرتے رہو +

غرض اسی طرح رفتہ رفتہ نفس کی آزادی کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اسی کے ساتھ خیالات کی آزادی بھی جو انسانی ملکات کی تربیت کرتی ہے۔ اور جو نفسانی آزادی کا لازمی نتیجہ ہے ہمیشہ کے لئے اُن سے رخصت ہو گئی۔ مگر انسانی طبیعت اس اندوہناک مصیبت پر صبر نہ کر سکی۔ لوگوں کی نیتوں میں فساد اور سینوں میں عداوت اور ان کے نفوس میں طرح طرح کے وسوسے اور خیالات پیدا ہونے لگے۔ اور آگے چل کر ایسی خونریز بغاوتیں برپا ہوئیں جن کے دردناک واقعات اندازہ بیان سے باہر ہیں۔ اور جن لوگوں کو تاریخ تمدن کے مطالعہ کا موقعہ ملا ہے۔ وہ ان حالات سے بخوبی واقف ہیں +

ان تاریکیوں کے اثنا میں ان اضطرابات سے بیشتر خدا کی رحمت عرب کی گھاٹیوں میں ایک ایسی قوم کی تربیت کرنے میں مشغول تھی جو خدائے جبار کی زبان سے حجت قائم کرے۔ اور اس قہار کے زبردست ہاتھ سے سرکشوں اور نافرمانوں کو ادب کی تعلیم دے تاکہ دنیا کی قومیں جس وقت تہذیب اور شائستگی کا وہ حصہ جو خدا کے علم میں مقدر ہے حاصل کرنے کے بعد اطمینان اور سکون کی طرف رجوع کریں۔ اور مسلمانوں کے اس دعویٰ کے سمجھنے کا قصد کریں۔ کہ اُن کا مذہب ایک مخفی خزانہ اور ایسا بھید ہے جس سے زمین و آسمان قائم ہیں تو ان کو معلوم ہو جائے کہ انھوں نے ہزارہا قیمتی جانیں قربان کرنے کے بعد جو چیز حاصل کی ہے وہ انھیں الٰہی تعلیمات کا عکس ہے۔ کما قال اللہ تعالےٰ:۔

سنریھم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق

اور عنقریب ہم ان لوگوں کو اپنی قدرت کی نشانیاں دنیا کے اطراف میں بھی دکھائینگے۔ اور ان کے اپنے درمیان میں بھی یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائیگا۔ کہ یہ قرآن برحق ہے (قرآن)

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ مذہب اسلام نفس کی آزادی کے متعلق کیا تعلیم دیتا ہے۔ تاکہ فلسفہ کے سرگرو ہوں اور قوم انسان کے دردمندوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ وہ تمام مسائل جن پر اس صدی کے علماء فخر کرتے ہیں۔ انہی آواز کی صدائے بازگشت ہیں جو آج سے چودہ صدی پہلے مکہ اور مدینہ کی گھاٹیوں میں گونجی تھی۔ اسلام نے مساوات انسانی کی بنیاد اس طرح قائم کی ہے +

یایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور پھر تمہاری ذاتیں اور قبیلے ٹھیرائے تاکہ تم لوگ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا نے اسلام کی بدولت جاہلیت کی نخوت اور باپ دادوں پر فخر کرنے کے عیب کو دور کر دیا ہے کیونکہ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے بیشک خدا کے نزدیک معزز تر وہی ہے جو متقی تر ہے۔ آپ کے اس قول سے وہ تمام فضیلتیں دور ہو گئیں۔ جو نسبت کی شرافت یا دولت و ثروت کی وجاہت یا کسی خاص قوم اور قبیلہ کی طرف منسوب ہونے یا ایسے ہی دیگر اسباب سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسلام نے جھوٹی شیخی اور غرور کی باتوں کو ذریعہ امتیاز قرار نہیں دیا بلکہ اس نے اخلاقی فضائل اور اعمال کو ذریعہ امتیاز بنایا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :-

ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ خدا کے نزدیک تم میں زیادہ معزز وہی ہے جو زیادہ متقی ہے۔

اسلام نے قرار دیا۔ کہ تقویٰ اور پرہیزگاری منجملہ ان امور کے نہیں ہے جن کی نسبت کسی شخص کے ظاہری اعمال کو دیکھ کر حکم لگایا جا سکے کیونکہ بسا اوقات یہ تمام عبادات کسی ایسے عقیدے کے باعث جو اس کے دل میں راسخ ہوتا ہے۔ اور جس پر خدا کے سوائے کوئی فرد بشر مطلع نہیں ہوتا بالکل بے سود اور کالعدم ثابت ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منھم ولا نساءٌ من نساء عسیٰ ان یکن خیراً منھن

مرد مردوں پر نہ ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر وہ ہنستے ہیں۔ وہ خدا کے نزدیک ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر ہنستی ہیں وہ ان سے بہتر ہوں +

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ ایک شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے لیکن غفلت اس پر غالب ہوتی ہے۔ اور وہ اہل دوزخ کے سے کام کرنے لگتا ہے۔ اور آخرکار اس میں داخل ہو جاتا ہے"۔

اسلام نے قرار دیا ہے کہ اعمال صالحہ کا قبول کرنا صرف خدا کا کام ہے۔ اور اسی کے اختیار میں ہے کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی کی عبادت یا پرہیزگاری کے مقبول و مردود ہونے کی نسبت حکم لگائے بلکہ اس کو مناسب ہے کہ اس امر کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دے اگرچہ وہ پرہیزگاری ایسی ہو جو اس کو تمام مخلوق سے ممتاز کر دے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے "میری امت کے موحدین کو چھوڑ دو ان کی نسبت جنت کا حکم لگاؤ نہ دوزخ کا۔ خدا خود قیامت میں ان کی نسبت فیصلہ کرے گا"۔ اسلام نے مسلمانوں کی کسی جماعت کو ایسی خصوصیت عطا نہیں کی ہے۔ جن کی بدولت آسمانی قانون کے سامنے ان کا مرتبہ و حیثیت اور کم درجہ کے مسلمانوں سے اعلیٰ ہو۔ بلکہ اس نے خدا کے فضل و کرم کا دروازہ ہر شخص کیلئے کھول دیا ہے۔ اور یکساں طور پر کھول دیا ہے اور قرار دیا ہے کہ ادنیٰ اور اعلیٰ جو چاہے اس میں داخل ہو سکتا ہے۔ کتاب اور سنت کے سوا کسی مرشد کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ اس نے اپنے تمام پیروؤں کو ڈرایا ہے۔ کہ ایسے لوگوں کے دام فریب میں پھنس کر شرک میں مبتلا نہ ہو جائیں جو اس امر کا دعوے کرتے ہیں۔ کہ سعادت اور شقاوت ان کے اختیار میں ہے۔ اور ان کو ایسا حق حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص سیادت کا مدعی ہو کہ وہ عالم ہے پس یقیناً وہ جاہل ہے۔ نیز آپ نے

فرمایا۔ "سب سے خوفناک چیز جس سے میں اپنی اُمت کی نسبت ڈرتا ہوں وہ شخص ہے جو قرآن مجید کی تاویل کرتا ہے اور اسکو بے محل اور بے موقع چسپاں کرتا ہے اور نیز وہ شخص جو سیاست کا مدعی ہے کہ اسکو احکام میں دوسروں کی نسبت زیادہ حق حاصل ہے" اسلام اپنے پیروؤں کی بہبودی کیلئے انھیں ہموار کرتا ہے کہ قیامت کے دن انسان کیلئے سوائے اسکے اعمال حسنہ کے اور کوئی چیز کام نہیں آسکتی اور نہ اسکو عذاب سے بچا سکتی ہے کسی عظیم الشان دادا کا پوتا یا کسی بڑے باپ کا بیٹا ہونا اس روز کچھ مفید نہیں ہوگا۔ خدا فرماتا ہے۔ "وان لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یریٰ" انسان کو اتنا ہی ملیگا جتنی اُس نے کوشش کی ہے اور اسکی کوشش آگے چلکر (بروز قیامت) دیکھی جائیگی" پھر فرمایا۔ "ولا انساب بینہم یومئذ ولا یتساءلون۔" اُس دن نہ تو لوگوں میں رشتہ داریاں باقی رہینگی اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھینگے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ "اے عباس اے صفیہ اور اے فاطمہ محمد کی بیٹی! میں خدا سے تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے"

یہی وجہ ہے کہ تمام الٰہی احکام تمام افراد کے لئے یکساں وارد ہوئے ہیں۔ نوع انسانی کے ادنیٰ افراد کیلئے جو تکلیفات عاید کی گئی ہیں بعینہٖ وہی تکلیفات اعلیٰ افراد کے لئے مرعاید کی گئی ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے "خبردار ہو جاؤ تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کی بابت سوال کیا جائیگا +

انھیں آزادانہ قواعد کی بدولت مسلمانوں کے نفوس کو دوسروں کے اشاروں پر چلنے سے آزادی حاصل ہوئی کیونکہ ہر شخص کو اس امر کا یقین ہو گیا تھا کہ اپنے اعمال کی جزا اور سزا صرف اسی کو بھگتنا ہوگی قیامت کے روز کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی رفیع القدر کیوں نہ ہو دوسروں کو فائدہ نہ پہنچا سکیگا +

اسی قسم کے اصول سے باہمی اخوۃ اور مساوات کے رابطہ میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کا ایک گروہ کثیر چند مخصوص اشخاص کا اس طرح پر مطیع نہیں ہوتا۔ کہ وہ اس کو جدھر چاہیں پھیر دیں۔ بیشک اسی قسم کے اصول کی بدولت مساوات کی حکومت قائم ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مساوات کے نتائج کیا ہیں؟ مساوات حقوق اور فرائض کے معلوم کرنے کا سب سے پہلا اصول اور تمام افراد کے درمیان عدالت اور آزادی کی بنیاد مستحکم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے صرف یہی چیز ہے جو حقیقی اور صداقت کے درمیان حد امتیاز ہے۔ چنانچہ نپولین لکھتا ہے "مساوات ہر قسم کی عدالت کا سرچشمہ ہے خواہ قوموں کے درمیان ہو یا افراد کے درمیان" مشہور فلاسفر کونڈرسی کہتا ہے "طبعی مساوات انسانی افراد کیلئے اپنے حقوق کی شناخت کا سب سے پہلا اصول ہے اور اسی پر تمام اخلاق حمیدہ کی بنیاد ہے"

آخر میں ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ مساوات جس سے آجکل مہذب اقوام متمتع ہیں۔ کوئی قدیم زمانے کی یادگار نہیں ہے، بلکہ وہ اُن خونریز بغاوتوں کا نتیجہ ہے جو گزشتہ صدی کے اواخر میں برپا ہوئی تھیں فرنیک کہتا ہے "وہ تمدنی مساوات جس کی بنیاد بعض یوروپین قوموں میں نصف صدی سے قائم ہوئی ہے بتدریج دیگر اقوام میں بھی رائج ہوتی جاتی ہے۔ لیکن ہم مسلمانوں کو فخر حاصل ہے

کہ ہم خدا کا شکر ادا کریں۔ اور اس آیت کی بآواز بلند تلاوت کریں۔ تاکہ قرآن کی صداقت آشکار ہو:۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ — سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمکو اسکی ہدایت کی۔ اور ہم ہدایت پانے والے نہیں ہوتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ کرتا + (باقی آئندہ)

اسلام کا قرض یورپ پر[1]

ازمنۂ وسطیٰ کے عرب اور یورپ کی تہذیب پر اُن کا اثر

ڈاکٹر گستاو ڈیرکس کے قلم سے

مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے نے جرمن زبان سے انگریزی میں ترجمہ کیا

بسلسلۂ جلد ۱۴ نمبر ۴ صفحہ ۱۷۱

لیکن مسیحیت کو اپنی پیدائش کی ابتدائی تین صدیوں میں بہت سے انقلاب کا سامنا کرنا پڑا جن کا یہ نتیجہ ہوا کہ توحید سے تثلیث کا عقیدہ پیدا ہو گیا۔ اگرچہ اس کے ساتھ ہی تین مساوی "ایک" کے خیال کو پھیلا کر توحید کو ایک حد تک بچانے کی کوشش کی گئی تاہم فہم و فراست رکھنے والے لوگ جو خیالی اور تمثیلی باتوں کو سمجھنے سے قاصر تھے ہر چیز کو اصلیت کا رنگ دے دیتے تھے اور وہ فی الحقیقت تین شکلوں میں خدا کی عبادت کرتے تھے صرف یہیں تک نہیں۔ انھوں نے ایک ایسا مشرکانہ اور باستانی مذہب تیار کیا جو کسی دوسری جگہ نہ مل سکتا ہے۔ اور نہ وہم و تصور میں آ سکتا ہے۔ کنواری مریم اور تمام تاریخی اور باستانی شہداء اور راہبوں کی تصویریں بنا بنا کر انھیں عزت و تکریم کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا اور ان اولیا میں اُنھیں شمار کیا جاتا تھا جنھیں کلیسیاء کی سرپرستی کا درجہ حاصل ہے بہشت اور دوزخ ہر دو کو فرضی شکلوں کی افواج سے معمور سمجھا جاتا تھا۔ اور ان کا جسمانی وجود اور انسانی معاملات میں اُن کی حفاظت اور دخل ادنےٰ طبقہ کے لوگوں کے نزدیک ایک ایسی مسلّم بات تھی جیسا کہ قرونِ اولیٰ کے لوگوں کا بھی یہ ایمان تھا۔ کہ ان کا وجود محض ان کے وہم و خیال کا نتیجہ ہے جو فطری قوّت مدرکہ کے عملی رنگ میں ظہور پذیر ہوا۔ تمام وہ کوششیں جو مسیحیت شرک و بت پرستی کے داغ کو اپنے دامن سے مٹانے کیلئے عمل میں لا رہی ہے۔ اور تمام وہ سوفسطائیانہ دلائل جو عالمانِ دین نے اس بارہ میں وضع کئے ہیں بالکل لچر اور پوچ ہیں۔ کیونکہ عوام الناس کے معتقدات میں خالص توحید کا جلوہ کبھی نظر نہیں آیا۔ اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ فطرت انسانی خیالی باتوں کو صحیح طور پر

---

[1] ڈاکٹر گستاو ڈیرکس کی کتاب Die Araber immittelalter und ihre Einfluss auf die Kultur Europas ایڈیشن دوم مطبوعہ ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۱ - ۱۹ کا ترجمہ۔

سمجھنے کے قابل ایسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت نہایت احتیاط کے ساتھ کی جائے +

جہاں تک مسیح کی حقیقی تعلیمات کا تعلق ہے شاید ہی ان میں سے کوئی ایسی بات ہو گی جو اناجیل کے الفاظ کے مطابق پوری اُتری ہو، سوائے ایک بات کے جو ہر وقت اور ہر زمانہ میں صحیح ثابت ہوئی ہے جس کا ذکر متی ۱۰ : ۳۴ کے ذیل کے الفاظ میں ہوا ہے :-

"یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں" +

لڑائی جھگڑا، منافرت اور ظلم و ستم کا طوفان مسیحیت کی تمام تاریخ میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ اور "ہمسایہ سے محبت کی تعلیم" کا اس نے ایسی بُری طرح سے مضحکہ اُڑایا ہے کہ ہم نہیں سمجھتے۔ کہ ان لوگوں کی تاریخ فہمی کو کیا کہا جائے جو آج بھی ہمسایہ سے محبت کی تعلیم کو اوّل تو مسیح کی نئی تعلیم قرار دیتے ہیں اور پھر اُسے مسیحیت کا امتیازِ خصوصی ٹھہراتے ہیں +

حضرت مسیح نے اگرچہ عبادات کے مقررہ دستور العمل اور نیکی کی نمائش کے خلاف آواز بلند کی۔ اگرچہ عبادات کے اندر طوطے کی طرح الفاظ رٹنے اور بے سوچے سمجھے ان کو دہرانے کو بُرا ٹھہرایا۔ کیونکہ یہ تمام باتیں ان لوگوں کے لئے جو ان پر عامل ہیں دھوکا اور فریب کا موجب ہیں۔ اگرچہ جناب مسیح نے پادری کے منصب کو ناجائز قرار دیا۔ تاہم مسیحی مجالس کے نظام کی ابتدائی تفصیلات ہی اس بات پر شاہد ناطق ہیں کہ مسیح کی وفات کے بعد چند ہی صدیوں کے اندر ان مجالس کے پریذیڈنٹوں نے اس قاعدہ کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا۔ اور پادریت کے منصب کو اپنی جاگیر بنا لیا۔ پادریت نہایت آسانی کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے۔ ایمان اور عبادت بہت جلد بگڑ کر اپنے اصلی مرتبہ سے گر جاتے اور ایک پارسا عیسائی کا صرف ظاہری نشان بن کر رہ جاتے ہیں۔ اور اس کے بالمقابل پادریوں کی یہ حرص کہ انھیں پورے طور پر تسلط و اختیار حاصل ہو، تمام حدود سے تجاوز کر جاتی ہے۔ اس طرح سے مصری اور دیگر مشرقی رسومات کو لے کر ایک ایسا دستور العمل بنایا گیا جس کا واحد مقصد حسیات کو مشتعل کرنا ہے۔ اور یہ وہ دستور العمل ہے جو شان و شوکت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جناب مسیح کا وہ حکم جس میں انھوں نے جائداد و املاک رکھنے سے منع کیا تھا یکقلم ایک بے معنی چیز ہو گیا۔ وہ اخراجات جو ایسے دستور العمل کا نتیجہ ہیں۔ وہ اعلیٰ درجہ کی شان و شوکت جو پادریانہ جبّوں کے رعب و داب کے لئے درکار ہے بہت بڑی رقوم کی طالب ہے۔ اور پادریوں کی خواہشِ تسلط و اختیار کے ساتھ ساتھ یہ ضروری ہے کہ ایک ایسی خواہش بھی پیدا ہو جو کسی حکم کی عزت و احترام کرنا نہیں جانتی۔ جو اخلاق کو تباہ کر دیتی ہے اور کسی مقصد کے حصول کیلئے جائز و ناجائز ذرائع کے استعمال کیلئے تیار رہتی ہے۔ قسطنطین اعظم نے جو مسیحیت کو شاہی مذہب بنا دیا کیونکہ ایک ہوشیار سیاستدان ہونے کی وجہ سے اس نے اس آسانی اور آرام کو سمجھ لیا جو اس سے حاصل ہو سکتا ہے اور اس کو اختیار کرنا فائدہ مند سمجھا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ آزادی رائے اور پادریوں کا ذہنی استبداد جاتا رہا۔ رومن بشپوں نے اپنے اعلیٰ پریلیٹوں کی کاؤنسلز اور کلیسیائی اور قانونی مشیروں کی امداد سے پوپ کی طرح کیتھولک کلیسیا پر پورا تسلط و اختیار حاصل کر لیا۔ جس نے رومن سلطنت کے ساتھ ترقی کی طرف قدم بڑھایا اور صرف پادریانہ جبّوں کے ذریعہ سے اپنے آپ کو اس سے ممتاز رکھا اور موقع

تاریخ عالم میں ایک نہایت افسوسناک اور ہر پہلو سے ایک سخت مصیبت انگیز زمانہ شروع ہوا کیونکہ اسکے بعد ہر زمانہ میں اور تمام مقامات پر پادری صاحبان لوگوں کی تعلیم کے دشمن رہے ہیں انھوں نے مسیحی قلوب پر ایک باترتیب طریق پر قبضہ جمایا صرف انھیں امور پر غور و فکر کرنے کی اجازت ہوتی تھی جنکی ضرورت کلیسیا کو ہو یا کلیسیا کیطرف سے ان کا نفاذ ہو۔ کلیسیا کے جبر و استبداد اس کی بے صبری اور ہر چیز سے نفرت و حقارت کا جس نے مسیحیت سے پیشتر کے اوقات یونانیوں اور رومیوں کے قدیم زمانہ کی یاد کو تازہ کر دیا۔ یہ نتیجہ ہوا کہ زمانہ قدیم کے علوم و فنون تباہ و برباد ہو گئے۔ ہر وہ چیز جو اس کے لئے کارآمد نہ تھی یا اسکی خواہشات کو پورا نہ کر سکتی تھی کلیسیا کے ہاتھوں سے تباہ ہو گئی، تاریخ مسیحی بشپوں اور اُنکی جماعتوں کی بربریت اور غیر آئینی طریقوں کی بے شمار مثالیں پیش کر سکتی ہے میں صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کرتا ہوں یعنے اسکندریہ میں سراپس کے بیش قیمت کتب خانہ کی تباہی کی مثال جو ۳۸۹ء میں اسکندریہ کے آرچ بشپ تھیوفیلس کے ہاتھوں عمل میں آئی[۱] بہت سی شاندار عمارات اور قدیم یونانیوں کے نہایت خوبصورت بت اور تصاویر کو بھی متعصب عیسائیوں نے تباہ و برباد کر دیا، کیونکہ وہ ہر اس چیز کے مخالف تھے، جو یونانیوں کے نزدیک عزت و تکریم کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھی ۔

یہ سچ ہے کہ کلیسیاء کے بعض بزرگ علم و فضل کے لحاظ سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے لیکن اُن کا وجود بد قسمتی سے صرف چند استثنائی مثالیں ہیں اور اُن کا علم بھی اُن کے ایمانیات کے اثر کے نیچے تھا، اور صرف کفار کے مقابلہ میں اس سے کام لیا جاتا تھا بعض وقت اس علم سے صرف اپنی شان و شوکت ظاہر کرنا یا توہم پرست لوگوں پر اپنی حیثیت کو بڑھانا مقصود ہوتا تھا بہت سے سمجھدار عیسائیوں نے سمجھ لیا کہ مسیحی تعلیمات بلند خیالی ہی وہ چیز ہے۔ جو عوام الناس پر اثر ڈالنے سے روکتی ہے۔ اسبات کو بھی انھوں نے سمجھ لیا کہ قدیم زمانہ اور پرانی روایات جو سو سالہ قومی زندگی سے افسانہ ہو چکی ہیں تکلیف اُٹھائے بغیر ان کا استیصال نہیں ہو سکتا۔ اور نہ انکو الگ کیا جا سکتا ہے اور مسیحیت کی اشاعت کے لئے سب سے زیادہ مؤثر طریق جو انھیں نظر آیا۔ وہ یہ تھا کہ پرانی روایات کو نئے مذاہب سے ملا جلا دیا جائے، یا بالفاظ دیگر وثنی تصاویر کو پرانے فریموں میں رنگا دیا جائے، وہ خوب جانتے تھے، کہ مسیحی مذہب نے دنیا کی تہذیب و شائستگی اور علوم و فنون میں بحیثیت مجموعی کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں کیا کیونکہ اُور تو اور خود مسیحی مذہبی نشانات کے لئے بھی ان اشکال کے نمونہ کا انھیں تتبع کرنا پڑا جو علے العموم متھرا ازم اور آئسس اور مصری مذاہب سے تعلق رکھتے تھے، وہ اسبات سے بھی خوب واقف ہو چکے تھے۔ کہ یونانی علوم و فنون

---

۱ گبن نے اپنی کتاب ڈیکلائین اینڈ فال آف دی رومن امپائر باب ۲۸ صفحہ ۲۰۸ مطبوعہ لنڈن ۱۹۰۹ء میں صاف لکھا ہے کہ اسکندریہ کا بیش قیمت کتب خانہ مسمار اور تباہ کر دیا گیا۔ اور اس کے قریباً بیس سال بعد اس کے خالی تختوں کی بر آمدگی ہر دیکھنے والے کے دل کو جو مذہبی تعصب سے بالکل تاریک نہیں ہو گیا تھا غصہ اور نفرت سے بھر دینے کا موجب ہوئی"۔

رومی تہذیب و شائستگی اور فن تعمیر رومی قانون اور دیگر محاسن غرض تمام وہ باتیں جو مسیحیت سے بیشتر کے قدیم زمانہ سے تعلق رکھتی تھیں صرف نئی کے مسالہ سے کسی عمارت کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے اور وہ خوب جانتے تھے کہ مسیحیت نے کوئی تہذیب پیدا نہیں کی۔ نہ ہی وہ فی الحقیقت اس قابل ہے کہ کوئی نئی چیز اس سے پیدا ہو +

اس طرح سے قسطنطین کے زمانہ سے پرانے اور نئے مذہب میں تطابق کا وہ سلسلہ شروع ہوا جس کی ان گنت مثالوں سے علوم و فنون کی تاریخ بھری پڑی ہے پرانے دیوتاؤں کی تصاویر کو کلیسیا کے سرپرست اولیاء کی جگہ دیدی گئی مشرکانہ تہواروں کو کلیسیا کے تہوار بنا دیا گیا کفار کی نظموں کو مسیحی نظموں کی شکل دیدی گئی اور قدیم دیوتاؤں اور سورماؤں کی جگہ پر مسیح اور کنواری مریم اور اولیا اور شہدا کو بٹھا دیا گیا اس اختلاط کی ایک مثال جو بڑی شاندار اور پر معنی مثال ہے قسطنطین کا وہ بت ہے جو اس نے بازنطین کو فتح کرنے اور اپنی مشرقی رومی سلطنت کا اسے دارالخلافہ بنانے کے بعد وہاں قائم کیا ایک پتھر کے اوپر جس کے نیچے ٹرائے کا سلامتی کا دیوتا دفن کیا گیا اور جو دیگر اہم نیک شگونوں کی طرح روما سے لایا گیا تھا سنگ سماق کا جو وہ بھی روما ہی کا تھا ایک سو فیٹ لمبا ستون کھڑا کیا گیا اسکے اوپر اپالو کا بت نصب کیا گیا لیکن اسکا سر قسطنطین کا سر تھا جس پر سوئیوں اور مسیح کی صلیب سے بنا ہوا چمکدار تاج رکھا ہوا تھا۔ وہم و تکبر اور جھوٹا ایمان سب کچھ وسیع پیمانہ پر موجود تھا جو سب کا سب رومی اور یونانی اور مسیحی عنصروں کے اختلاط کی پیداوار تھا +

چند کلیسائی بزرگوں کے سوائے جنہوں نے یونان اور اسکندریہ کے اعلےٰ مدارس میں تعلیم حاصل کی تھی باقی تمام مسیحی مصنفین کی دماغی قابلیت غربت کے انتہائی درجہ کو پہنچی ہوئی تھی اس زمانہ کا لٹریچر اس حقیقت نفس الامری کو ثابت کرنے کے لئے ایک مثال کا کام دے سکتا ہے کہ راسخ العقیدہ مسیحی الہیات نے انسان کے ان اعلےٰ دماغی قوائے پر جو خدا تعالیٰ کا ایک نہایت بیش قیمت عطیہ ہے کس قدر تباہی خیز اثر ڈالا۔ بہت سے مصنفین کا یہ کام تھا کہ قدیم بت پرست مصنفین کی تصنیفات کو مسیحیت کے فائدے کیلئے کھینچ تان کر اس کے مطابق کر دیتے بالفاظ دیگر مسیحیت کی تاریخ کو پرانی بت پرستوں کی تاریخ کے مطابق بناتے تھے بعض اور لوگ تھے جو یونانی شعرا کے کلام کو نئے قالب میں ڈھالتے تھے یہی وجہ ہے کہ مثلاً وہ اشعار جن میں مسیح کو مصیبت زدہ بیان کیا گیا ہے اور جو گرگوری آف نازیانزس کی طرف منسوب ہیں (جس کا زمانہ حیات ۳۲۹ء سے ۳۸۹ء تک ہے) زیادہ یوری پڈس کی نظموں سے بنائے گئے ہیں ایسا ہی ہم دیکھتے ہیں کہ ہومر کے سنٹروں کی کتاب جس کو پیلجیس نے (جس کا زمانہ حیات ۳۶۰ء سے ۴۲۰ء تک ہے) لکھنا شروع کیا تھا۔ اور تھیوڈوسیس دوم کی بیوی یوڈوکیا نے اس کو جاری رکھا اور جس میں مسیح کے حالات زندگی کو بیان کیا گیا ہے ہومر کی نظموں سے تصنیف ہوئی ہے اور سوائے ناموں کے اور کوئی تبدیلی ہمیں نہیں کی گئی ان چیزوں میں بھی جن کے متعلق انسان یقین کے ساتھ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ اصلی ہیں اور کہیں سے نقل نہیں کی گئیں مثلاً منظوم داستانیں جو اولیا پر ہیں اس زمانہ کے دل و دماغ کا آئینہ

ہیں اصلیت کی تلاش بے سود ہے کیونکہ یونانی عاشقانہ قصے اور مشرقی پریوں کی کہانیاں ہی تو فی الحقیقت وہ چیز ہے جس کے اوپر ان متقادہ کہانیوں کی بنیاد رکھی گئی جو اولیاء اور شہدا کی شخصیتوں کے متعلق وضع کی گئی ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر اگر یہ دیکھا جائے تو ان میں سے اعلیٰ سے اعلیٰ گیت بھی باستثنائے چند اس قسم کے ہیں کہ قدیم ترقی یافتہ طرز کی طرف ان کا میلان پایا جاتا ہے سب سے اعلیٰ تصنیفات جو اس زمانہ کی خصوصیات میں سے ہیں وہ شاعری کے پایہ سے گری ہوئی نظمیں ہیں جن میں مخلوط قافیے۔ مصنوعی مونوگرام بنانا مذہبی نشانات کی شکلیں تجویز کرنا حروف کی چھپوائی اور اسی قسم کی دوسری کھیل کود کی چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے +

ان مثالوں سے بڑھ کر جو اس زمانہ کے دنیوی لٹریچر میں ہر جگہ نظر آتی ہیں دماغی کمزوری کی جو راسخ العقیدہ مسیحیت کے دباؤ کا نتیجہ ہے اور کوئی قوی تر مثال نہیں مل سکتی۔ ایک وہ فہم سرگرم عمل اور پاکیزہ و مصفی دل و دماغ جو مضامین پیدا کرنے اور کوئی نئی چیز پیش کرنے کی طاقت رکھتا ہو بیرونی مسالہ کو بھی ایسے طریق سے کام لاتا ہے کہ اسکی بیرونی خاصیت زائل ہو جاتی اور اس حد تک پردہ میں چھپ جاتی ہے جس کو ایجاد کنندہ دماغ پیدا کرتا ہے۔ یہ البتہ کہا جا سکتا ہے کہ کلیسیا نے بھی اس کام کو اس حد تک سرانجام دیا ہے کہ اس نے اپنی تعلیمات کو آگ اور تلوار کے ذریعہ بیشمار انسانوں سے زبردستی منوایا اور کبھی تباہی و بربادی سے دریغ نہ کیا اور نہ ان تمام ذرائع سے کام لینے میں کبھی کسی قسم کا تامل کیا جو اس کے مقصد کے حصول میں ممد و معاون ہو سکتے تھے۔ اس نے اس کام کو انجام دینے میں یہاں تک کوشش کی کہ جہاں کہیں وہ گیا اس نے لوگوں کے دل و دماغ پر جبر و استبداد کے قفل لگا دیئے اور اسکی طبعی ترقیات کو روک دیا۔ ہاں فرق صرف یہ ہے کہ جن چیزوں کو کلیسیا نے باہم ملایا۔ انھوں نے ایک ہی چیز کی شکل اختیار نہ کی اور ایک ہی جدید شے وہ نہ بن سکی جس سے اسکے ظاہر وہ ایسی ہی نظر آتی تھی کہ گویا ایک نئی چیز ہے +

اس کے علاوہ کلیسیا نے دنیا کا رنگ اختیار کیا اور اس کے اندر فرقے پیدا ہو گئے جن میں سے ہر ایک فرقہ دوسرے کی تباہی میں کوشاں رہتا تھا اور ان تمام باتوں کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ جس قدر کلیسیا نے بیرونی طور پر ترقی کی اسی قدر اسکی اندرونی حالت گرتی چلی گئی وہ ہولناک تصاویر جو روشن دماغ اور روشن افکار پادریوں نے اپنے ہم پیشہ لوگوں کے اخلاقی انحطاط کی کھینچی ہیں اور ان شیطانی کاموں کے جو نقشے انھوں نے پیش کئے ہیں وہ فی الحقیقت نہایت ہی نفرت انگیز اور شرمناک ہیں +

اسلئے چند ہی صدیاں گزری تھیں کہ کلیسیا کا تمام تار و پود بکھرنے کے قریب ہو گیا اور تہذیب و شائستگی کا وہ پیمانہ بھی جس نے قرون سابقہ کی عظمت کو دوبالا کر دیا تھا لبریز ہو گیا اور کلیسیا کے ہر پہلے اثر نے اس کو گرا کر پاش پاش کر دیا۔ کلیسیا کا کورانہ مذہبی جنون اس کی تباہی کا واحد سبب تھا۔ یہ ایک نہایت ہی افسوسناک تصویر ہے جو اس زمانہ کی تہذیب کا مطالعہ کرنے والے کے سامنے پیش ہوتی ہے غور و فکر کرنیوالا دماغ اعتقادی الجھنوں اور چھوٹی چھوٹی غیر اہم باتوں کو سلجھانے میں ضائع ہو جاتا تھا۔ قدیم زمانوں کی تحقیقات و

اکتشافات کو کچل کر تہس نہس کر دیا گیا، ان پر تمسخر و استہزا کیا گیا کیونکہ ان کا تعلق مشرکین اور کفار سے تھا۔ کتب خانے زیادہ تر اُن مجرپھر کے جھگڑوں میں پھنس جانے کی وجہ سے جو بتوں اور معتقدات کے متعلق پیدا ہو گئے تھے طرفین سے غیر تعلیم یافتہ راہبوں کے جنونی گروہوں کے ہاتھوں تباہ ہو گئے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بہت سے ادبی خزانے خود ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے تباہ کئے جنہوں نے خود انھیں جمع کیا تھا، کیونکہ اکثر اوقات کسی ایک کتاب کا رکھنا تمام خاندان کی ہلاکت کا موجب ہو جاتا تھا[1]۔ تھیوڈوسیس کے عہد حکومت میں ان تمام باتوں کا بالکل خاتمہ ہو گیا جو سابق مشرکین اور کفار کے وقت سے چلی آتی تھیں۔ سنہ ۳۸۱ء اور سنہ ۳۹۱ء میں قانون پر قانون نافذ کئے گئے، جن کے رو سے آہستہ آہستہ غیر مسیحی قربانیاں اور مندروں کی پوجا اور مسیحیت کے سوائے کسی اور مذہب کو قبول کرنا ممنوع قرار دیا گیا، اور ان تمام باتوں کو ایسے جرائم میں شمار کیا گیا جن کی سزا موت ہے۔ رواداری کا ایک شائبہ بھی باقی نہ رہا، اور چند افراد نے قدیم مقدس اشیاء کو بچانے کی ہر چند کوشش کی لیکن خون کے پیاسے لوگوں کے بالمقابل جن کو بادشاہوں اور بیگمات کی مرضی کے خلاف تباہی و بربادی میں خوشی حاصل ہوتی تھی کچھ نہ کر سکے۔ اور تو نے بھی مسیحیت کے نام پر تباہی کے کام کو زیادہ تیز کرنے میں بہادرانہ امداد دی ہے۔ پادریوں کے جو ہمسایہ سے محبت کے وعظ کو دنیا میں پھیلانے والے ہیں، ہمہ گیر تسلط و اقتدار کے بالمقابل اُن کی کوئی پیش نہ جا سکی۔ اور کسی کام میں بھی انھیں کامیابی حاصل نہ ہوئی +

یہ سچ ہے کہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں قدیم لٹریچر کے خزانوں کا ایک اچھا خاصہ ذخیرہ جمع ہو گیا تھا لیکن اس کتب خانہ کا بہت بڑا حصہ مذہبی جنون کو ٹھنڈا کرنے کے لئے قربان کر دینا پڑا، جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج اس زمانہ میں ہم یقینی طور پر یہ بات کا پتہ نہیں چلا سکتے کہ اس زمانہ کی علمی فتوحات ترقی و عروج کے کس درجہ کو پہنچ چکی تھیں۔ بازنطینیوں اور عام طور پر مسیحیوں نے نہ صرف اپنے آباؤ اجداد کی علمی تحقیقات کو جاری رکھنے سے پرہیز کیا[2] بلکہ اُن کی تحقیقات کو بھی دریا برد کر دیا، جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اُن کے بعد آنے والے لوگوں کو علی العموم نئے سرے سے کام شروع کرنا پڑا۔ اور اس سائنس کی بنیادیں پھر از سر نو رکھنی پڑیں، جس کو قدما نے نشو و نما دے کر ترقی کے بلند مینار پر پہنچا دیا تھا۔ موجودہ علوم ان پردوں کو آگے سے اُٹھا رہے ہیں جو قدیم زمانہ کی ترقیات پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور ان سے اس بات کا ثبوت بہم پہنچایا ہے،

---

[1] ڈریپر لکھتا ہے کہ ہر قسم کے مسودات جو حاصل ہو سکے اسی وقت جلا دیئے گئے، ہر جگہ لوگوں نے ڈر اور خوف کی وجہ سے اپنے کتب خانے خود جلا دیئے، کیونکہ انھیں خوف تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کسی ایک کتاب کے متعلق کوئی ایسا ناگوار فیصلہ صادر ہو جائے جو انھیں اور ان کے عیال و اطفال کو ہلاکت کے منہ میں ڈال دے (انٹلیکچوئل ڈیولپمنٹ آف یورپ صفحہ ۳۱۸) +

[2] ڈریپر اپنی کتاب "اے ہسٹری آف انٹلیکچوئل ڈیولپمنٹ آف یورپ" میں لکھتا ہے کہ آرچی میڈیس اور نیوٹن کے مابین تقریباً دو ہزار سال کا فاصلہ ہے، Hipparch اور Kepler مابین تقریباً ۱۷۰۰ سال کا اور تقریباً دو ہزار سال کا فاصلہ ہیرو، جو سٹیم سے چلنے والی انجن کا جو Serapium میں چلی تھی سب سے پہلا موجد ہے، اور جیمس واٹ کے درمیان ہے +

کہ مصر اور اسکندریہ کی طبیعی تحقیقات یقیناً ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوئی تھی جو ہمارے لئے نہایت حیرت و استعجاب کا موجب ہو سکتا ہے۔
اس وقت سے تمام علوم کی باگ ڈور پاپائے کلیسیا کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ سمیں یقیناً ہے کہ انھوں نے کس طرح اس کی پرورش کی!
سچے اور صحیح فلسفہ کو دیوار سے ٹیک دیا گیا کیونکہ وہ دین و ایمان کیلئے بمنزلہ لونڈی کے تھا۔ اور اس لئے آگے قدم رکھنے کے قطعاً
ناقابل تھا۔ عقل کا کیا مقدور تھا کہ وہ مسیحی معتقدات پر جرح و قدح کی جرأت کرسکے۔ فلسفہ کے تمام مدارس بند کر دیئے گئے
آخری مدرسہ ۵۲۹ء میں بند ہوا افلاطون اور Hypatia کا مشہور و معروف شارح اسکندریہ میں سینٹ سارل
(Cyril) کے ہاتھوں ۴۱۵ء میں نہایت ظالمانہ طریق سے موت کے گھاٹ اتارا گیا
نے فلسفہ کے متعلق حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے:۔
ان امور کو جن پر فلسفیوں نے اس قدر دماغ سوزی کی ہے ہم جو سے ہم حقیر نہیں ٹھیراتے کہ ہم ان سے جاہل اور بے علم
ہیں بلکہ اسلئے کہ ایسی بیفائدہ کوششوں سے ہمیں قطعی نفرت ہے۔ اور ہم ان کے بجائے اپنی رُوحوں کو ان سے بہتر باتوں کی
طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں"۔ اسی طرح سے Lactantius نے تمام فلسفہ کو طبل بلند بانگ در باطن ہیچ"
قرار دیا ہے۔ زمین کے مدوّر ہونے کے ملحدانہ خیال کے متعلق وہ بیان کرتا ہے "کیا یہ ممکن ہے کہ لوگ ایسے بے عقل
ہوں کہ ہمیں باوں کو مان لیں کہ زمین کی دوسری جانب درختوں کی چوٹیوں کا رُخ نیچے کی طرف ہے! اور کہ وہاں انسانوں
کے پاؤں اوپر ہیں اور سر نیچے؟ اگر ان سے پوچھا جائے کہ ایسی بیہودہ باتوں کو تم کیونکر ثابت کرسکتے ہو؟ یہ کس طرح ہو سکتا ہے
کہ زمین کی دوسری جانب کی چیزیں گر نہیں جاتیں؟ تو وہ یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ اشیاء کی طبعی خاصیت اس قسم کی ہے
کہ بھاری اجسام مرکز کی طرف رُخ کرتے ہیں۔ جیسے ایک پہیہ کے ڈنڈے اپنے مرکز سے جُدا نہیں ہوتے! اور ہلکے اجسام
مثلاً بادل، دھواں اور آگ وغیرہ مرکز سے الگ ہو کر ہر سمت میں آسمانوں کی طرف ہی رُخ کرتے ہیں۔ میں نہیں جانتا
کہ ایسے لوگوں کے متعلق کیا کہوں۔ جب کہ وہ غلط راستہ پر پڑ جائیں تو پھر اپنی احمقانہ چال پر مستحکم ہو جاتے ہیں۔ اور ایک
غلطی کی تائید دوسری غلطی کے ذریعہ سے کرتے ہیں"۔ زمین کی دوسری طرف کے لوگوں کے متعلق سینٹ آگسٹائن کی رائے
ہے۔ کہ یہ بالکل ناممکن بات ہے کہ زمین کے دوسری طرف بھی کوئی لوگ رہتے ہوں کیونکہ مقدس صحائف میں جہاں آدم
کی اولاد کا ذکر ہے وہاں کسی ایسی قوم کا ذکر موجود نہیں[۵۸]+
یونانی ہیئت ان نہایت اہم انکشافات پر عملی ضیا ملک کے ساتھ کر چکے تھے Timocharis نے زہرہ
کی حرکات کا پتہ لگایا Erastosthenes نے زمین کے محیط کی پیمائش کر کرتا ئی

[۵۸] ملاحظہ ہو ڈریپر op. cit. جلد اول صفحہ ۳۱۵ مطبوعہ لندن +

Posidonius بھی جو ۵۱ قبل مسیح میں فوت ہوا اس پیمائش کے متعلق اسی نتیجہ پر پہنچا ان دونوں کے پیمائش کرنے کے طریق Cleomedes میں بیان کئے گئے Eratosthenes کی تحقیقات سے جو نتائج پیدا ہوئے۔ فرانسیسی فاضل پروفیسروں کے حسابات سے ان کا نہایت ہی خفیف اختلاف ہے علم النجوم نے بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی ترقی کی لیکن ان دونوں کا باہمی تعلق بہت ہی جلد الٹا ثابت ہوا کیونکہ علم ہیئت کے نتائج علم النجوم کے بالکل تابع تھے علم جغرافیہ علم ریاضی اور علم میکانک بلکہ اس سے بھی بڑھ کر صنعتی سرگرمیوں اور صنعت و حرفت کی بہت سی خاص جن میں قدما نے نہایت اہم اور شاندار نتائج پیدا کئے تھے۔ بلکہ تمام وہ چیزیں جو قدیم علوم و حکمت سے پیدا ہوئیں مقدس پادریوں کی ایک جنبش لب پر قربان کر دی گئیں" یوکلڈ اور اپالونیس کو بیکار چیزیں ٹھیرایا گیا اور Ptolemy کے جغرافیہ کو نہایت خطرناک غلطی قرار دیا گیا۔ Archimedes اور اسکندریہ والوں کے مکان کی ایجادات ان معجزات کے سامنے بے حقیقت چیز ہوگئیں جو اولیاء اور خانقاہوں کے تبرکات کے ذریعہ سے دکھائے گئے۔ ۵

ایسا ہی علم طب بھی نسیاً منسیاً ہوگیا قابل ڈاکٹروں کی جگہ نیم حکیم کام کرنے لگ گئے۔ یہ نیم حکیم وہ لوگ تھے جن کو معجزانہ تبرکات کے ذریعہ سے امراض کے اچھا کرنے کا دعویٰ تھا! اعتقاد اور ایمان کی زیادتی شفا دینے والی دوائیوں کے قائمقام سمجھی جاتی تھی پس ایسی حالت میں اس قسم کے بیمار لوگوں کیلئے اعلیٰ درجہ ہسپتال بنانے اور علم طب کی ترقی کے سامان فراہم کرنے کی کیا ضرورت باقی رہجاتی ہے؟

گریگوری اول جس نے اپنے نام کے ساتھ "اعظم" کا لقب بھی حاصل کیا، تباہی و بربادی اپنی ایسی ہی ممتاز شہرت رکھتا ہے جیسی کہ ہر قسم کی اعلیٰ تعلیم سے دشمنی کرنے میں اس بندہ بندگان خدا کے مد نظر صرف ایک ہی اصول تھا کہ جہالت نیکی کی ماں ہے اس اصول پر عمل کرتے ہوئے اس نے نہ صرف وہ ملکی تمام علم ریاضی کی عمارات کو جلا دیا۔ بلکہ palatine کے بیش قیمت کتب خانہ کو بھی جس کو شہنشاہ آگسٹس نے قائم کیا تھا آگ کی نذر کر دیا لیوی کی تصنیفات کا بہت بڑا حصہ اس نے تباہ و برباد کر دیا علم کی تحصیل اس نے ممنوع قرار دی اور قدیم زمانوں کی عمارات کے آثار باقیہ اس نے توڑ پھوڑ کر ستیاناس کر دیا (ملاحظہ ہو ڈریپر الصیث صفحہ ۳۶۷)

(باقی آئندہ)

۵ ملاحظہ ہو ڈریپر op cit

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ

دفتر ہندوستان و انگلستان ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۸ عیسوی

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ہندوستان	نقشہ ۱	۰	۱۰	۴۰۱	مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو پبلشر فنڈ ہندوستان	نقشہ ۵	۰	۱۳	۴۲۰
آمد اسلامک ریویو در ہند	نقشہ ۲	۶	۱۰	۷۰۶					
آمد مشن انگلستان	نقشہ ۳	۰	۰		مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو در انگلستان	نقشہ ۶	۰	۰	۸۳۱
آمد ریویو	نقشہ ۴	۰	۰	۰					
میزان	۰	۶	۴	۱۱۰۸	میزان	۰	۰	۱۳	۱۵۵۱

دستخط — آنریری فنانشل سکرٹری مسلم ووکنگ عزیز منزل لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت مارچ سنہ ۱۹۲۸ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
چندہ ماہواری ملازمین ووکنگ مشن	۰	۳	۳۰	جناب محی الدین صاحب بھنڈارا	-	۰	۵
ہندوستان	۹	۱۴	۱۳	" مولا بخش صاحب بہاولپور	-	۰	۱۵
جناب خلیفہ محمد عبد اللہ صاحب لاہور	۰	۳	۲	" صبیح الدین صاحب رہتک	-	۰	۱
" محمد شفیع	-	۰	۱	" قاضی محمد شوکت حسین صاحب مراد آباد	-	۰	۲
" سید علی اختر صاحب	-	۱	۱	" محبوب خان صاحب [illegible]	-	۰	۱
" عبد العزیز صاحب	۰	۱۱	۰	" الیس مبارک حسین صاحب رہتک	-	۰	۲۰
بل عملہ انگلستان ادخنہ چندہ ماہواری	-	۱۵	۲	" عبد المجید صاحب بالا گھاٹ	۰	۰	۱
منصور الزماں صاحب منٹگمری	-	-	۹۹	" احمد حسین صاحب بالا گھاٹ	-	۰	۱
جناب میاں محمد خان صاحب بہاولپور	-	-	۲۰	" امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	۰	۰	۱
جناب قاضی منہاج الدین صاحب بالا گھاٹ	-	۰	۲	" معرفت جناب اقبال خانم صاحبہ علیگڑھ - محمود آپا			
" وصل کریم صاحب فیروزپور	۰	۰	۶	مصداق - آپا جی صفدر آپا - زبیدہ اختر انیس غلام دہر	-	-	۵
" [illegible] سالار جنگی میسور سٹیٹ	۰	-	۳	اقبال مس والس مٹرل وغیرہ	۶	-	۰
" عبد الرشید صاحب بھروچ	-	۰	۱۰۰	" نواب الدین صاحب لاہور	۰	-	۴۴
" رجب علی خان صاحب بہاولپور	۰	۰	۵	" محمد [illegible] صاحب گوجرانوالہ	-	۱۰	۵
" ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰	" سید محمود صاحب میسور سٹیٹ	-	۰	۱
" عید علی صاحب شیرکوٹ	۰	۰	۵	" غلام علی خان صاحب ضلع جھنگ	-	۰	۷
" [illegible] صاحب میانوالی	۰	۰	۵				
" محمد عبد العزیز صاحب بھنڈارا	۰	۰	۵	میزان	۰	۱۰	۴۰۱

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۸ عیسوی

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
مفت تقسیم عالیجناب ہز ہائینس نواب حمید اللہ خان صاحب والئی بھوپال	-	۸	۴۹	مفت تقسیم جناب نواب مولا بخش صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۵
" جناب صوفی صاحب کلکتہ	-	-	۱۰	قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۶	۲	۶۲۷
" خانہ خانصاحب رجب علی خانصاحب	-	-	۵	میزان	۶	۱۰	۷۰۶

نقشہ ۵ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو پبلشر فنڈ ہندوستان ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
بل نمبر ۶۰ تنخواہ عملہ ہندوستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۱۳	۴۲۰
میزان	۰	۱۳	۴۲۰

نقشہ ۶ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو پبلشر فنڈ انگلستان بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
بل نمبر ۷۵ تنخواہ عملہ اعلیٰ ماہ فروری سنہ ۱۹۲۸ء انگلستان	۰	۶	۶۴۳
بل نمبر ۷۷ بل عملہ خصوصی بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء	۰	۱۰	۱۸۷
میزان	۰	۰	۸۳۱

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ

دفتر ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اپریل سنہ ١٩٢٨ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد ہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ہندوستان	نقشہ ١	٦	٣	١٠٦٣	مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو پبلشنگ فنڈ ہندوستان	نقشہ ٥	٣	٣	٩٧٦
" اسلامک ریویو "	نقشہ ٢	٠	٩	١٣٨٨					
" مشن انگلستان	نقشہ ٣	٠	٠	٢٧٣	مسلم مشن و اسلامک ریویو پبلشنگ فنڈ در انگلستان	نقشہ ٦	٠	٧	٢٥٢٢
" ریویو	نقشہ ٤	٠	٠	١٤٥٦					
میزان		٦	١٢	٣١٨٠	میزان	٠	٣	١٠	٣٤٩٨

دستخط - فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ - عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

نقشہ ١ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ اپریل سنہ ١٩٢٨ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
بل تنخواہ عملہ ووکنگ مشن بابت ماہ مارچ سنہ ١٩٢٨ء	٦	١٢	١٣
جناب بدرالحسن صاحب وکیل	٠	٠	٥
" قاضی منہاج الدین صاحب بالاگھاٹ	٠	٠	٢
" سید اویس شاہ صاحب بہانزالی	٠	٠	٦
" محمد خان صاحب بمبئی	٠	٠	٢
" عبدالرحیم صاحب باندرا	٠	٠	٥
" مخفی	٠	٠	٢٥
" مرزا عبدالحق صاحب لاہور	٠	٤	٠
بل تنخواہ عملہ ووکنگ (انگلستان) چندہ ماہوار	٠	٨	٣١
جناب نواب صاحب منگرول	٠	٠	٩٩
" محمد عبداللہ صاحب لاہور	٠	٣	٢
" محمد شفیع صاحب	٠	٠	١
" عبدالعزیز صاحب لاہور	٠	١١	٠
" میاں محمد خان صاحب بہاولپور	٠	٠	٢٠
" فضل رزاق صاحب کاکا خیل	٠	٠	٢٥
" صوفی صاحب کلکتہ	٠	٠	١٠
" نواب رفعت یار جنگ صاحب حیدرآباد	٠	٠	٢٠٠

نوٹ: عالیجناب نواب صاحب نے سات صد روپیہ مرحمت فرمایا بالتفصیل ذیل:
مشن ٣٠٠
اسلامک ریویو ٢٠٠
اشاعت کتب یا لٹریچر فنڈ ٢٠٠

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب نوبل یوپین کلکتہ	٠	٠	٢٠
" عبداللہ صاحب امراؤتی	٠	٠	١٢
" نواب مولا بخش صاحب بہاولپور	٠	٠	١٥
" فضل کریم صاحب فیروزپور	٠	٠	٣
" شوکت حسین صاحب مرادآباد	٠	٠	٢
" منصور نواب صاحب بہادر گردائی		٠	١٤
" بابو عبدالغنی صاحب فیروزپور	٠	٥	٤
" محبوب خان صاحب دھارواڑ	٠	٠	١
" شیخ احمد حسین صاحب بالاگھاٹ	٠	٠	١
" عبدالحمید خان صاحب کراچی	٠	٠	١
" محمد ابراہیم صاحب بھوالی	٠	٠	٤
" امیر حسن صاحب لکھنؤ	٠	٠	١
" محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ	٠	١٠	٥
" قیام الدین صاحب بنگا	٠	١٢	١
" سید محمود صاحب میسور اسٹیٹ	٠	٠	١
" فضل الدین صاحب بھوپال اوجین	٠	٠	٥
" صبیح الدین صاحب رہتک	٠	٠	١
" کے اے ایچ نیاز صاحب ڈیری	٠	٠	٢٦
میزان	٦	٣	١٠٦٣

نقشہ ٢ تفصیل آمد اسلامک ریویو ہندوستان بابت ماہ اپریل سنہ ١٩٢٨ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
حضور نواب زادہ محمد حسین صاحب بالمیاں بنگال	٠	٠	٥٠
عالیجناب نواب رفعت یار جنگ صاحب حیدرآباد دکن	٠	٠	٢٠٠
جناب نواب مولا بخش صاحب بہاولپور	٠	٠	١٥
عالیجناب ہز ہائینس نواب صاحب بہادر والیہ ریاست بھوپال	٠	٨	٤٩
جناب نواب صاحب گردائی اسٹیٹ	٠	٠	١١٠
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	٠	١	٩٦٤
میزان	٠	٩	١٣٨٨

نقشہ ٣ آمد انگلستان مسلم مشن ووکنگ

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
آمدہ امداد از ووکنگ معرفت قائممقام امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان)	٠	٠	٢٧٣
میزان	٠	٠	٢٧٣

نقشہ ٤ آمد در انگلستان اسلامک ریویو

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
بابت رسالہ اسلامک ریویو معرفت جناب قائممقام امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان	٠	٠	١٤٥٦
میزان	٠	٠	١٤٥٦

نقشہ نمبر ۵ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو لٹریچر فنڈ بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۸ء در ہندوستان

نمبر بل	تفصیل رقم	پائی	آنہ	روپیہ
۷۸	بل تنخواہ عملہ ہندوستان	۰	۱۴	۲۲۰
۸۱	رجسٹری روانگی ڈاک ... سٹیشنری ... کرایہ ٹانگہ ۵ ریپرز برائے ارسال ریویو ... تار ووکنگ ... بٹہ چیک آمدہ از بمبئی ... خط بیرنگ ۳ ... تار ووکنگ ... مرمت گھڑی ... پنسل ہولڈر ... سیاہی پیڈ وغیرہ ... کرایہ دفتر ماہ فروری ... مہترانی ماہ فروری ... سوتری ... لفافہ ریویو کی چھپائی ... بنوائی لفافہ ... کٹائی ریپر اسلامک ریویو ... ٹکٹ لی کار ڈمشن و ریویو ... ریکارڈ برائے چیک ریویو ... چھپائی چٹیں ریویو ... ڈنری ... کاغذ کرافٹ ایک ریم و فلسکیپ ... کرایہ ٹانگہ آمد و رفت بنک برائے روپیہ تنخواہ ... چھپائی ریپر ایکہزار ... لفافہ ایکہزار ... تاریخ کی مہر ... لفافہ وغیرہ ... ٹکٹ ریویو لفافہ ... کرایہ ٹانگہ ... ٹکٹ مشن ... مہترانی ماہ اپریل ... متفرق ... +	۳	۸	۲۴۵
۸۲	بل سفر خرچ ملازم حضرت خواجہ صاحب سفر دہلی ہمراہ حضرت خواجہ صاحب	۰	۱۴	۹
	میزان	۳	۳	۹۷۶

نقشہ نمبر ۶ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو در انگلستان بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۸ء

نمبر بل	تفصیل رقم	پائی	آنہ	روپیہ
۷۹	بل عملہ انگلستان بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۰	۹۷۲
۸۰	بل چھپائی ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۰	۴۹۵
۸۳	بل سائر انگلستان	۰	۱	۹۰۱
۸۴	بل فہرست نامنظوری انگلستان		۱۱	۱۲۶
۸۵	بل ادائے ملازمین انگلستان	-	-	۱۵۸
۸۶	بل واپسی رقوم چندہ یہ رقوم چندہ ماہوار جو بلوں سے کاٹا گیا تھا وہ برادر کرام ووکنگ بھیجا گیا۔	-	۱۱	۱۶۹
	میزان	-	۷	۲۸۲۲

اعتذار

نمبر ہذا مئی و جون کی اجتماعی صورت میں ہے۔ ناظرین کرام کیا جاتا ہے بعض ناگزیر حالات اس اجتماعی اشاعت کا موجب ہوئے ہیں۔ اس ڈبل نمبر کے صفحات معمولی اشاعت کے صفحات سے زیادہ ہیں قلم بھی باریک رکھی گئی ہے۔ تاکہ اس قدر مضامین سما سکیں جس سے مئی نمبر کی تلافی ہو سکے۔ جو وقت پر اشاعت پذیر نہیں ہو سکا اور یہ بھی بعض نادیدہ حالات کے ماتحت۔ اسلئے ناظرین کرام سے قوی امید ہے کہ وہ ہماری بعض مجبوریوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس اجتماعی اشاعت کیلئے ہمیں معذور سمجھیں +

خادم

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور

حج

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

میں ۱۹۱۴ء میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوا۔ اور جو نظارے میں نے وہاں دیکھے اُن کا اثر میرے قلب پر دائمی رہیگا۔ مجھے تصور کئی ہزار برس قبل زمانہ میں لے گیا۔ جبکہ ابو الاقوام یعنے ابراہیم مکہ میں پرستش کے پہلے[1] گھر کی مقدس دیواروں کے نیچے استادہ تھے۔ حضرت ابراہیم وہاں اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت گئے جبکہ ہاجرہ اور اس کے بچے اسمٰعیل[2] کو آپ خشک اور جلتی ریت میں چھوڑ گئے۔ جہاں میلوں تک مسافر کی آنکھیں سبزی کو نہیں دیکھ سکتیں +

اگرچہ حضرت ابراہیم کو یہ عہد دیا گیا تھا۔ کہ اس صحرا کا ایک بچہ ایک زبردست قوم کا بانی ہوگا مگر جگہ کی بیرونقی نے ان کے دل کو مغموم کر دیا۔ ان کا دل پگھلنے لگا اور الفاظ ذیل نے دُعا کی شکل اختیار کی۔

اذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد امناً و اجنبنی و بنیّ ان نعبد الاصنام

اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے ربّ اس شہر کو مامون رکھیو۔ اور مجھے اور میرے بچوں کو صنم پرستی سے محفوظ رکھیے۔ رب انھن اضللنا کثیراً من الناس فمن تبعنی و من عصانی فانک غفور الرحیم۔ ترجمہ۔ اے میرے رب انھوں نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کیا ہے پس جو کوئی میری پیروی کریگا۔ وہ مجھ سے ہوگا۔ اور جو کوئی میری نافرمانی کرے گا پس تو غفور الرحیم ہے۔

---

[1] انّ اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکاً و ھدیً للعٰلمین (القرآن) لوگوں کی عبادت کے لئے جو پہلا گھر ٹھیرایا گیا وہ یہی ہے جو شہر مکہ میں برکت والا اور دُنیا جہان کیلئے موجب ہدایت تھا۔ ایسے صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مکہ میں بیت اللہ پہلا گھر ہے جو اللہ تعالیٰ کی پرستش کیلئے بنایا گیا ہے۔ سر ولیم میور محمد الرسول اللہ کے سوانح کے دیباچہ میں لکھتا ہے۔ ڈیوڈورس سکولس جو سنہ عیسوی سے نصف صدی پہلے گذرا ہے۔ عرب کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ اس ملک میں ایک معبد ہے جس کا اہل عرب نہایت احترام کرتے ہیں۔ یہ الفاظ بیت اللہ ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں کیونکہ تمام عرب میں اور کوئی ایسا معبد نہیں تھا۔ جو لوگوں کو اسقدر محبوب ہو۔ روایتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ازمنہ سابقہ میں بھی لوگ مختلف حصص عرب سے کعبہ کی زیارت کے لئے جمع ہوا کرتے تھے یمن سے اور حضر موت سے خلیج فارس اور شام سے۔ عراق عرب اور صحرا کے گرد و نواح سے لوگ آیا کرتے تھے۔ اس مقام کا اتنا بڑا احترام ضروری ہے کہ زمانہ دراز ہی سے ہو رہا ہے۔

[2] اسمٰعیل اور ہاجرہ کا قصہ جو باب پیدائش میں لکھا ہے وہ بہت حد تک صحیح ہے اگرچہ یہ بیان کہ ابراہیم ایک روٹی اور پانی کی ایک مشک دیکر ان کو نصیب کے حوالے کر دیا۔ ہاتھ اختیار کرنے کے بعد رخصت کیا صحیح نہیں معلوم ہوتا ... [illegible]

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن وما یخفی علی اللہ من شیءٍ فی الارض ولا فی السماءِ الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل واسحٰق ان ربی لسمیع الدعاء ۔ ترجمہ۔ اے ہمارے پروردگار میں نے تیرے معزز گھر خانہ کعبہ کے پاس اس بیابان مکہ میں جہاں کھیتی نہیں اپنی کچھ اولاد لاکر بسائی ہے تاکہ اے ہمارے پروردگار یہ لوگ یہاں نمازیں پڑھیں۔ تو ایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہوں۔ اور دوسرے ملکوں کی پیداوار سے ان کو روزی دے۔ تاکہ یہ تیرا شکر کریں۔ اے ہمارے پروردگار جو مطلب ہم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں تجھ کو سب معلوم ہے۔ اور اللہ پر کوئی چیز چھپی نہیں ہے۔ زمین میں نہ آسمان میں۔ خدا کا شکر ہے جس نے مجھ کو باوجود بڑھاپے کے اسمٰعیل اور اسحاق سے دو بیٹے عنایت کئے۔ کچھ شک نہیں کہ میرا پروردگار دعا کو سنتا ہے:۔

رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ ترجمہ۔ اے پروردگار مجھ کو توفیق دے کہ میں نماز پڑھتا رہوں۔ نہ صرف مجھ کو بلکہ میری اولاد کو بھی۔ اور اے میرے پروردگار میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے پروردگار جس دن اعمال کا حساب ہونے لگے۔ مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور کل ایمان والوں کو بخش دے +

یہ ایک دعا ان دعاؤں کا نمونہ ہے۔ جو گویا ناممکنات کو وقوع پذیر کرانے کی درخواستیں ہوتی ہیں۔ ان چیزوں کے حصول کیلئے دعائیں جو انسانی قدرت میں ہیں منظوری کے بعد بھی کوئی اتنی اہم نہیں سمجھی جاتیں۔ مگر ان چیزوں کے لئے دعا جو انسانی ذرائع کے استعمال سے نہ مل سکتی ہوں منظور ہونے پر خدائے سمیع کی ہستی اور اس کی زبردست طاقتوں کا ثبوت بن جاتی ہے۔ ابراہیم کی دعا بھی اسی قبیل سے تھی۔ وہ اپنی ذریت کو ایک ایسی وادی میں چھوڑتے ہیں۔ جہاں لہلہاتے کھیتوں اور دلخوش کن سبزہ زاروں کا نام و نشان نہیں۔ کہ جس کی حالت میں اب تک کوئی تغیر نہیں ہوا۔ مگر باوجود اس کے وہ دعا یہ کرتے ہیں۔ کہ اے قادر مطلق میرے ان صحرائی بچوں کو ہر نوع کے ثمار سے بہرہ ور کیجیو۔ وہ ایک ایسی جگہ ہے جس میں کوئی ایسی کشش نہیں جو بڑے سے بڑے کو سیر کیلئے یا فاتح کو یورش کے لئے اپنی طرف کھینچ سکے۔ اس کے اندر کوئی ایسے خزائن پوشیدہ نہیں جو اولوالعزمان جہان کی سرزوشانہ مساعی کو اپنے لئے وقف کر سکے۔ مگر بایں ہمہ ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے

ہیں۔ کہ یہی جگہ تمام دنیا کا مرکز بن جائے۔ تو ایسا کر کہ لوگوں کے دل اسکی طرف مائل ہوں"۔ دعائے ابراہیمی کے
الفاظ ہیں۔ ایک خشک اور ناقابل زراعت سرزمین جو بیرونی دنیا سے کوئی تعلق نہیں رکھتی ضروری تھا کہ
کہ بت پرستی اور طرح طرح کے باطیل کا مسکن بنتی۔ مگر ابراہیم چاہتے ہیں۔ کہ اسی سرزمین میں رہ کر انکی اولاد بتوں کو
پوجنے سے باز رہے۔ بظاہر تو ایک امر ناممکن کو ممکن بنانے کی لا حاصل درخواست معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس دعا کا مخاطب
وہ ہے جس کی نظروں میں کوئی امر ناممکن نہیں۔ اور حقیقت میں یہ دعا اللہ تعالےٰ کی جبروت و قدرت کا ایک
عظیم الشان نشان ہے +

ابراہیم کی دعا نہ صرف کئی ہزار برس تک ترب اجابت سے محروم رہی۔ بلکہ اسکی اولاد نے ایسے ایسے فعال کئے
کہ انھوں نے دعا کے مفہوم کو الٹ کر گویا معکوس شکل میں پورا کر دیا۔ اور ان کی بت پرستی اور جاہلیت زبان زد
خلائق ہو گئی۔ مگر وہ وقت آرہا تھا جبکہ "وہ پتھر جس کو معماروں نے رد کر دیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو" (متی ۲۱: ۴۲)
(۱۸) آخر کار وہ وقت آیا جبکہ خداوند کا جلوہ فاران پر آشکارا ہوا۔ اور محمد خاتم النبیین مکہ میں مبعوث ہوئے۔ الہام
الٰہی کے ماتحت انھوں نے اپنے ابنائے وطن کو باپ ابراہیم کی دعا یاد دلائی۔ جو دعا کہ ان تک سینہ بسینہ
پہنچی تھی۔ اور ان کو اس کے ذریعے اس دعا کے پورا ہونے کی نوید بتقریب سنائی۔ اور کیا ہم نے خود اپنی
آنکھوں سے چند سال پیشتر مکہ میں اس دعا کی اجابت کا پر فضا منظر نہیں دیکھ لیا؟ یہی سرزمین جو اب تک
خشک اور ناقابل زراعت ہے مگر دنیا کے تمام اطراف و اکناف کے پھل وہاں موجود رہتے ہیں۔ یہ وہی سرزمین ہے
جس میں کوئی ایسا قدرتی نظارہ نہیں جو سیاحوں کو اپنی طرف مائل کر سکے۔ مگر آج وہ اقوام عالم کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ "تو ایسا کر
کہ لوگوں کے دل اسکی طرف مائل ہوں" حضرت ابراہیم کی دعا کے الفاظ ہیں۔ کیا دنیا بھر کے مسلمانوں کی یہ دلی خواہش
نہیں ہے۔ کہ زندگی بھر میں ایک دفعہ زیارت بیت اللہ سے مشرف ہوں۔ اور کیا وہ اولاد ابراہیم کی پرورش کے لئے
انواع و اقسام کے پھل نہیں لیجاتے؟ ابراہیم کے یہی الفاظ محمد رسول اللہ کی دلی خواہش کا صحیح فوٹو ہیں۔ اور اگر یہ خواہش
ہمیں آج پوری ہوتی نظر آرہی ہے۔ تو کیا اس سے خدائے بزرگ کی قدرت کاملہ کا ثبوت نہیں ملتا؟ جو دعا کو درجہ
مقبولیت بخشنے کیلئے کس طرح بالیاقت اندازے سے اتفاقات اور اسباب کو جمع کرتا ہے"۔ میرے بچوں کو بت پرستی سے محفوظ
رکھیو۔ باپ ابراہیم کی دوسری دعا تھی۔ اب غور کرو۔ کہ یہ دعا کس شان سے مقبول ہوئی۔ خدائی ہاتھ کی ایک ہی
جنبش نے بیت اللہ کو ہمیشہ کیلئے بتوں سے خالی کر دیا جس کی نظیر تاریخ دنیا میں نہیں ملتی۔ زمانہ گذشتہ کی
بت پرستی کو چھوڑ دو۔ کیا عرب کے صحرا نشین اور ان کے ساتھ کل ساری دنیا اس وقت [illegible] الٰہی سے نہیں بچا لی گئی جو

جو بیسویں صدی کی تہذیب اور شائستگی کے دوران میں مغرب کے حصّہ میں ایک خاص قسم کی ہمدیانہ بت پرستی کی یادداشت میں مقدر ہو چکی ہے؟ "اے ہمارے پروردگار میں نے تیرے معزز گھر خانہ کعبہ کے پاس اس بیابان مکہ میں جہاں کھیتی نہیں ہوتی کچھ اولاد لاکر بسائی ہے۔ تاکہ اے پروردگار یہ لوگ یہاں نمازیں پڑھیں"۔ وہ ہمارے ابراہیم کے الفاظ ہیں! اور دنیا میں صرف ایک ہی شخص ایسا گذرا ہے جس نے دنیا میں صلوٰۃ کو ایک عالمگیر رنگ میں قائم کیا۔ اور اسے ایک زندہ اور جاودانی عبادت بنا دیا

اور وہ شخص محمد ہے علیہ الصلوٰۃ والتحیہ۔ یسوع نے دعا کو ایک روحانی غذا بتانا چاہا۔ جب اس نے فرمایا "انسان صرف روٹی سے زندہ نہیں رہتا بلکہ ہر اس لفظ سے جو اللہ کے منہ سے نکلتا ہے"۔ مگر افسوس کہ اس کے پیرو خرطوم کے جنرل گارڈن کے قول کے مطابق روٹی کی زیادہ پرواہ کرتے ہیں۔ مگر محمدؐ نے اس بات کو حقیقت میں بدل دیا جس پر ناصرت کا نبی خیالی پلاؤ پکا رہا تھا۔ اس نے اپنے متبعین کو جسم کی غذا دینے سے پہلے روح کو غذا دینے کا پانچ دفعہ حکم دیا۔ اور کیا یہ امر تعجب انگیز نہیں ہے۔ کہ دنیا بھر میں صرف مکہ ہی ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں چوبیس گھنٹے نمازیں ادا ہوتی رہتی ہیں؟ میں نے گرجے اور صومعے بھی دیکھے ہیں۔ میں نے ہندوؤں کے مندر اور بدھ کے معابد بھی دیکھے ہیں الغرض میں نے دنیا کی مختلف عبادت گاہیں دیکھی ہیں۔ ان میں مساجد بھی شامل ہیں۔ وہ دن بھر میں کچھ وقت کے لئے عبادت کی خاطر کھلی رہتی ہیں۔ اور باقی وقت بند ہو جاتی ہیں۔ مگر تم مکہ میں جاکر دیکھو کہ وہاں بیت اللہ ہر وقت انسانوں سے بھرا رہتا ہے۔ جن میں کئی رکوع میں ہوتے ہیں اور کئی سجود میں۔ میں جب زیارت بیت اللہ کو گیا تو اپنے استعجاب کو دور کرنے کیلئے تقریباً رات دن کے تمام گھنٹے وہیں مقیم رہتا تو مجھے ایک لمحہ ایسا نظر نہ آیا جس میں میں نے عابدوں کو طواف کرتے یا نمازوں میں مشغول ہوتے نہ دیکھا ہو۔ مدینہ کا روضہ بھی گیارہ بجے رات سے تین بجے صبح تک بند رہتا ہے۔ مگر کعبہ پرستاروں کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے! اور یہ صرف ایام حج ہی میں نہیں بلکہ سال بھر میں ایسا ہے +

ابراہیم کے دل میں کی یہ بے اختیار صدائیں جہاں اجابت دعا اور ہستی باریتعالیٰ کو ثابت کرتی ہیں وہاں وہ ابراہیم کی ایک اور تمنّا کا بھی اظہار کرتی ہیں۔ ابوالاقوام جس کی اولاد کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے کا یہ عدہ تھا کہ وہ دنیا کے تمام اطراف اکناف میں پھیل جائینگے طبعاً اسبات کا متمنی تھا۔ کہ ان میں ایک عالمگیر اخوت قائم ہو جائے۔ اور ایک ایسا مرکزی مقام تیار ہو جہاں وہ ایک دوسرے سے ملکر شاد کام ہوا کریں۔ "اے ہمارے پروردگار لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر۔ اور ان کو دنیا کے اثمار روزی دیتا رہ"۔ اس برگزیدہ آسی کی دعا کے الفاظ ہیں۔ جن سے وہ چاہتا تھا۔ کہ مکہ دنیا کی اقوام کا مرکز بن جائے۔ لبیبہ خشک اور بے آب وادی دنیا بھر کے پھلوں سے اپنے بچوں کی پرورش کرتی نظر آتی ہے! اور ہر مسلم خواہ وہ کلیفورنیا یا برازیل میں ہو یا آسٹریلیا اور جاپان میں ہو حج کعبۃ اللہ کے لئے بیقرار رہتا ہے۔ ایک متشکک دل کے لئے کیسا مقام غور ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!!

سنہ ۱۹۱۴ء میں میں نے خود دنیا کی قوموں کو مکہ میں جو پرانے زمانہ میں اُمّ القریٰ کہلاتا تھا جمع ہوتے دیکھا۔ یہ
ذی الحج کی نویں تاریخ تھی جبکہ چار لاکھ انسان جو دنیا کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے تھے یعنی چین فلپائن۔ ملابار۔ برما
ہندوستان۔ افغانستان۔ بلوچستان۔ فارس۔ ترکستان۔ عراق۔ عرب۔ روس۔ شام۔ مصر۔ ٹرکی۔ ابی سینیا
اور انگلستان سے جیسا کہ میں مع اپنے دوستوں کے آیا تھا۔ مکہ سے منیٰ کی طرف جو مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے روانہ
ہوئے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں ابراہیم خدا کے نام پر اسمٰعیل کو قربان کرنے لگے تھے۔ رات بھر ہم وہاں رہے۔ اور صبح کی نماز
ادا کرنے کے بعد ہم اس بلند مقام کی طرف روانہ ہوئے جسے عرفات کہتے ہیں۔ جو مسلمانوں کا ایک اور مقام مقدس ہے
اور جو منیٰ سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور دوپہر سے پہلے پہلے وہاں پہنچنا لازمی تھا۔ میں میل تک لمبا ایک
جلوس تھا جس میں اونٹ گھوڑے خچر اور گدھے تھے جن پر سوار ہو کر حاجی منزل مقصود کو جا رہے تھے کہیں کہیں گاڑیوں
اور چھکڑوں کی آوازیں بھی آتی تھیں۔ اور نصف سے زیادہ لوگ پیادہ پا چل رہے تھے۔ یہ اجتماع عظیم بلحاظ زبان و رنگ اور قومیت
اختلاف کا ایک نمونہ تھا۔ افراد مختلف درجوں اور طبقوں سے تعلق رکھتے تھے مگر سب کے سب حبل اللہ کو مضبوط تھامے
شراب اخوت و مساوات اور توحید الٰہی سے سرشار تھے۔ نسب اور دولت وہ ایسی چیزیں ہیں۔ جو معلوم ہو جانے پر لوگوں سے خراج
احترام وصول کر لیتے ہیں۔ قیمتی اور عمدہ لباس سے اجنبی بھی مرعوب ہو جاتا ہے۔ مگر حکمت الٰہی جو انسانی حدود و بندیوں کو منہدم
کر کے ایک عالمگیر اخوت کی بنیاد رکھنا چاہتی تھی ایام حج میں مکہ کے گرد مساوات میں لباس کے امتیازات کی بھی برداشت
نہ کر سکی۔ ہر ایک حاجی کو خواہ وہ کسی طبقہ کا ہو بادشاہ ہو یا گدائے گوشہ نشین مکہ کے مقدس حدود کے اندر داخل ہونے سے پہلے
اپنے قیمتی لباس کو الگ کرنا ہوتا ہے۔ اور اس کی بجائے دو سفید چادریں جن کو احرام کہتے ہیں پہننی پڑتی ہیں۔ ایک جسم کے اوپر
کے حصے کو اور ایک نچلے کو ڈھانپنے کیلئے ہوتی ہے اس دلفریب منظر کو ذرا اپنی آنکھوں کے سامنے لاؤ جبکہ
سینکڑوں اور ہزاروں مرد و زن سوسائٹی میں مختلف درجوں اور طبقوں سے تعلق رکھتے ہوئے ایک ہی قسم کا لباس یکساں
پہنے ہوئے تمام امتیازی نشانوں سے آزاد خداوند تعالیٰ کی حضوری میں مساوات کی دلکش تصویر بنے ہوئے اسی حالت
میں مہینوں اور ہفتوں فرائض الٰہی بجا لا رہے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے ان کا طرز تخاطب کیا ہے! ادھر عمر اور تجنیس کے لحاظ سے
کوئی باپ یا ماں کہلاتا ہے کسی کو بھائی اور بہن کہہ کر پکارتے ہیں۔ اور کسی کو بیٹا یا بیٹی سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ ماہ رویاں
جہاں تمام لوازمات حسن کی دلآویزیوں کے باوجود بے حجابانہ طواف کر رہی ہوتی ہیں۔ مگر شہوت تو دور دیدہ بازیوں
سے بھی محفوظ ہیں۔ گویا کہ جیسے سات پردوں میں پنہاں ہیں۔ تمام آنکھیں قدموں کی طرف جھکی ہوئی ہوتی ہیں
اور تمام تر سفلی جذبات سے بالکل مبرا۔ ایک بات جس نے میرے دل پر ایک نہ مٹنے والا نقش کندہ کر دیا۔ وہ یہ ہے کہ

انسانوں کے اس عظیم الشان اجتماع میں باہمی ہمدردی ضبط اور نظام کا عجیب سماں تھا۔ مرد۔ عورتیں اور بچے مکان مقصود کو دوڑے جا رہے تھے۔ جہاں کہ انھیں وقت مقررہ پر پہنچنا تھا۔ مگر اکثر پا پیادہ تھے۔ تاہم کوئی شور و شغب اور دھکم بازی نہ تھی۔ یکجہتی اور بچے آگے آگے رہتے تھے۔ اور یہ وہ اصول تھا جس پر وسط افریقہ کے وحشی بھی کاربند نظر آتے تھے۔

ایک ہستی کے لئے میری آنکھیں تین روز تک جستجو کرتی رہیں۔ مگر نہ پا سکیں یعنی وہ ہستی جو دنیا بھر کے مذہبی یا دنیوی مجمعوں کو اپنی موجودگی سے مشرف کرتی ہے۔ میری مراد پولیس مین سے ہے۔ میرے استعجاب کی کوئی حد نہ رہی جبکہ مجھے بتلایا گیا کہ اس بزرگ کی ایام حج میں کبھی ضرورت لاحق نہیں ہوئی۔ میں حیران ہوا کہ کیا ان دنوں میں خدا کی بادشاہت آسمان سے زمین پر آ جاتی ہے۔ اور متضاد افراد کے مجمع میں امن اور شانتی کی روح پھونک دیتی ہے۔ کیا ان دنوں میں قلوب انسانی سے ارتکاب جرائم کا میلان فنا ہو جاتا ہے۔ اور ہم فرشتے بن جاتے ہیں۔ کیا حاکم مکہ کو اس محافظ امن یعنی پولیس مین کی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں اس واقعہ کی تشریح کر لیں۔ مگر میں آپ سے کہتا ہوں کہ میری متجسس نگاہ وہاں معمولی گناہوں کے ارتکاب کو بھی نہ دیکھ سکی۔ میں ہندوستان کے مختلف حصص میں مذہبی اور دنیوی مسلم اور غیر مسلم تیوہاروں میں اکثر جاتا رہا ہوں۔ میں نے مغربی دنیا کے مختلف اجتماعوں کو بھی دیکھا ہے۔ مگر مجھے کوئی جگہ محکمہ پولیس کے نمائندوں سے خالی نظر نہ آئی۔ ایام حج میں اس گروہ کی عدم موجودگی ہی اسبات کا بین ثبوت ہے۔ کہ مذہب ہی میں انسانوں کو فرشتوں میں منتقل کر دینے کی طاقت موجود ہے۔ اور یہ انسانوں میں ایسی عالمگیر اخوت کی روح پھونک دیتا ہے۔ کہ وہ دوسروں کے مفاد کی خاطر اپنی ضروریات کو قربان کرنا سیکھ لیتے ہیں۔ اور گناہ سے بالکل آزاد ہو جاتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں عناصر مختلفہ کو وحدت تامہ کا لباس پہنانا۔ جب یہ روح انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ تو گناہ کوچ کر جاتے ہیں۔ تمام گناہ ہماری اس خواہش سے پیدا ہوتے ہیں۔ کہ ہم دوسرے کے مال کو غصب کر جائیں یہی تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ یہی تمام گناہوں کو پیدا کرتی ہے۔ اور تمام جرائم کو معرض وجود میں لاتی ہے۔ کیا ایسی خواہش معمولی سے معمولی شکل میں بھی ایک ایسے قلب میں پیدا ہو سکتی ہے؟ جو کہ دوسروں کی خاطر اپنی ذاتی احتیاجوں اور ضرورتوں کو قربان کرنا فرض اولین جانتا ہے۔ اخلاقیات اسلامی کا یہ بنیادی اصول ہے۔ جیسے کہ کلام اللہ میں مذکور ہے۔ "تم متقی نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم دوسروں کے مفاد کی خاطر وہ چیزیں نہ خرچ کر دو جن پر قابض رہنا تم پسند کرتے ہو"۔ یہی تھی وہ روح جو مجھے ذہبت مکہ میں عنبر افشانی کرتی نظر آتی جس کی تعمیم انگیزیوں نے جرائم گناہ کو مار ڈالا اور صلیب دینے کے بغیر ہی مار ڈالا۔ ان حالات میں کیا مسلمان اس قول میں حق بجانب نہیں ہیں کہ بیت اللہ کا حج ان کے تمام سابقہ گناہوں کو

ہو جاتا ہے۔ اگر وہ روح جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں انسان میں پیدا ہو جائے اور کچھ وقت کے لئے بھی اس کے تمام جذبات اور حسیات پر غالب ہو جائے تو کیا گذشتہ گناہوں کو نہیں مٹا سکتی اور حیات انسانی میں ایک وقر و تقوی نہیں پیدا کر دیتی۔ کاش کہ مسلمان ایسی روح ہمیشہ اپنے اندر پیدا کرتے رہیں۔ جو ہیں نے اپنی زندگی کے ان مبرکتہ الآرا ایام ثلاثہ میں دیکھی۔ تو پھر یقیناً پیغمبر خدا کا سا ایک اور خیر و برکت سے بھرا ہوا زمانہ لوٹ آئے۔ ہاں ہاں میں نے "خداوند کی بادشاہت" کو کوہ فاران کے دامن میں قائم ہوتے دیکھ لیا اور میرے دل میں گذشتہ ایام کی یاد تازہ ہو گئی۔ جبکہ رسول عربی کی عین حیات میں "آسمانی بادشاہت" دنیا میں قائم ہوئی۔ اور یہ تو میرے ازدیاد ایمان کا باعث ہوا۔ کیا آپ کوئی سلطنت یا حکومت ایسی بھی تصور کر سکتے ہیں۔ جو انتظام کی خاطر محکمہ پولیس کی خدمات سے بالکل مستغنی ہو۔ مگر ایسی حکومت دنیا نے رسول اللہ کے زمانہ میں دیکھ لی جبکہ جرائم کلیتہً مسدود باب ہو گیا۔ اور جو کوئی کبھی کبھار کسی معمولی جرم کا ارتکاب بھی کرتا تو وہ خود رسول اللہ کے سامنے دو تین دنوں کے اندر اندر ہی حاضر ہو کر اقبال جرم کر لیتا۔ صحابہ کرام کی نظروں میں خدا کا حاضر و ناظر ہونا ایک خیالی عقیدہ نہ تھا۔ بلکہ ایک بدست حقیقت تھی۔ کسی شخص کو مجرموں کو ماخوذ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی مجرم خود اپنے آپ کو گرفتار کیا کرتے تھے۔ کذب اور افترا ایسے معدوم تھے۔ کہ موجودہ عدالتی ضابطوں کی ضرورت نہ ہوتی تھی کسی شخص کو اپنے ثبوت میں شہادت پیش کرنے کی حاجت نہ تھی۔ دعوے کی شکل میں جرائم کا منسوب کرنا اور ملزم کی طرف سے جواب دعوے کا پیش کیا جانا ان دنوں میں نہ ہوا کرتا تھا۔ ایک طرف سے اگر سچا دعویٰ ہوتا تھا۔ تو دوسری طرف سے اقبال جرم ہو جاتا تھا اور بس۔ خداوند کی بادشاہت ہر جگہ نظر آتی تھی یسوع کی دعا۔ کہ "اے خدا تیری بادشاہت دنیا پر بھی ہو" رسول عربی کے ہاتھوں پوری ہوئی صلی اللہ علیہ وسلم +

ناظرین کرام رسالہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت فرمائیں

رسالہ اشاعت اسلام لاہور کی اسلامی خدمات کسی فرد بشر سے مخفی نہیں۔ ناظرین کرام کی استدعا ہے کہ رسالہ ہذا کیلئے کم از کم دو جدید خریدار پیدا فرما کر ممنون فرمائیں۔ اگر ہمارے موجودہ خریداران رسالہ کی اہمیت کو محسوس کر کے تھوڑی سی ہمت کریں۔ تو رسالہ کا حلقہ اشاعت وسیع ہو سکتا ہے +

خادم

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور

حضور نظام کا خسروانہ عطیہ

لندن میں ایک مسجد کے قیام کی اشد ضرورت کی طرف بار ہا ان صفحات میں ہم توجہ دلا چکے ہیں۔ معاملہ کی اہمیت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے بالخصوص خیال کرتے ہوئے کہ برلن اور پیرس میں مساجد بن چکی ہیں۔ اسکی ضرورت اور بھی زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اول الذکر مقام پر تو پرائیویٹ طور پر ایک مسجد بنی ہے۔ اور مؤخر الذکر مسجد فرانس کی جمہوری حکومت کی روشن خیال حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔ ان حالات نے تمام ان لوگوں کے قلوب کو جو برطانیہ عظمےٰ میں سکونت پذیر ہیں۔ اور ان لوگوں کے دلوں کو بھی جو سمندر پار برطانوی مقبوضات میں آباد ہیں۔ اور جن کو مذہب اسلام کے ساتھ درجہ قرب اور پیار ہے۔ جوش و فروش سے بھر دیا ہے۔ اور انکی کوششوں کو زیادہ وسیع کر دیا ہے۔ لارڈ ہیڈلے (الفاروق) بالقابہ نے جب سے اسلام قبول کیا ہے اس وقت سے یہ خیال لارڈ موصوف کے ذریعہ سے ہمیشہ قلوب کے اندر پرورش پاتا رہا ہے۔ اور جنگ عظیم کے اختتام پر برطانوی حکام کو انھوں نے یہ مشورہ دیا۔ کہ ان مسلمانوں کی خدمات کے صلہ میں جنہوں نے انگلستان کے لئے جانیں دی ہیں۔ مسجد کی اس تجویز کو ہر ممکن طور پر پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ اسلئے اس خوشخبری کا اعلان ہمارے لئے از حد مسرت و ابتہاج کا موجب ہے۔ کہ آخر کار الحاج لارڈ ہیڈلے کی بے غرضانہ کوششوں کے ذریعہ سے آج اس دیرینہ خواہش کا عملی ظہور ہماری آنکھوں کے سامنے ہے،

جیسا کہ قارئین کرام کو معلوم ہے۔ لارڈ موصوف نے گذشتہ موسم سرما میں آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کی صدارت کے لئے ہندوستان کا لمبا سفر اختیار کیا تھا۔ اس کانفرنس کے اختتام کے تھوڑی دیر بعد لارڈ موصوف کو ہز اگزالٹڈ ہائینس نظام حیدر آباد کا شاہی مہمان بننے کا شرف حاصل ہوا۔ جس وقت لارڈ ہیڈلے ہندوستان پہنچے ہیں انھوں نے مساجد کے ممبروں لیکچروں اور اخبارات کے ذریعہ سے اس امر کو اپنے برادران دینی کے ذہن نشین کرانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا کہ سلطنت برطانیہ کے دار الحکومت میں ایک مسجد کا قیام کس قدر ضروری ہے۔ اور یہ سننا موجب طمانیت ہے کہ ان کی ایک لاکھ پونڈ کی اپیل کے جواب میں اگر یہ رقم ایک ایسی مسجد کے لئے جو اپنی طرز تعمیر اور شان و شوکت کے لحاظ سے دار الحکومت کے شایان شان ہونی چاہیئے۔ ہز اگزالٹڈ ہائینس نے اس مقدس کام کیلئے پانچ لاکھ روپیہ کا شاہانہ عطیہ منظور فرمایا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس بات کی اجازت بھی مرحمت فرمائی ہے کہ اس مسجد کا نام "نظامیہ مسجد" رکھا جائے۔ ہز اگزالٹڈ ہائینس کا یہ کام اپنی نوعیت کے لحاظ سے جسقدر شاندار اور باعظمت ہے، اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہنا بیجا نہیں کہ اس عظیم الشان خدمت اسلام کے ذریعہ سے آپنے تمام دنیائے اسلام کو ہمیشہ کیلئے اپنا مرہون منت بنا لیا ہے۔ اس عظمت کام کی انجام دہی اور تکمیل کیلئے ایک ٹرسٹ بنایا گیا ہے جسکے صدر لارڈ ہیڈلے ہیں۔ اور ہم دل سے اس بات کے متوقع ہیں۔ کہ تمام دنیا کے مسلمان نہایت فراخدلی کے ساتھ اس مقدس کام میں حصہ لینگے۔ اور اس بات کی کوشش کرینگے کہ جسقدر جلد ممکن ہو ایک لاکھ پونڈ کی رقم پوری کر دی جائے۔

تمام زر امانت، چیک وغیرہ بنام سکرٹری لندن نظامیہ مالک ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور یا امپیریل بنک آف انڈیا حیدر آباد (دکن) یا امپیریل بنک آف انڈیا۔ لاہور برانچ کے نام لارڈ ہیڈلے اینڈ کے این احمد لندن نظامیہ مالک اکونٹس کے حساب میں بھیجیں اس ٹرسٹ کے سکرٹری کے این احمد بیرسٹر ایٹ لاء ہیں۔ اور بورڈ آف ٹرسٹیز جناب ہز ہائینس سر آغا خاں صاحب عالیجناب دی آنریبل نواب نظامت جنگ بہادر۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب اور جناب سر عباس علی بیگ صاحب ہیں +

اسلامی تہواروں کی نمایاں خصوصیت

عید الفطر کے حالات جو اسی پرچہ میں کسی دوسری جگہ درج ہیں اسلامی تہواروں کے ایک اور پہلو کو ہمارے سامنے لاتے ہیں جس پر غور کرنا امید ہے کہ فائدہ کا موجب ہوگا بالخصوص اسلئے کہ عین اس وقت جبکہ یہ سطور پریس میں بھیجی جا رہی ہیں مسیحی دنیا ایسٹر کے تہوار کی تیاریوں میں مشغول ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے مذاہب کے باہمی مقابلہ کی کبھی کوشش کی ہے اس بات میں متفق ہونگے کہ کسی مذہب کی قدر و قیمت اور کسی قوم کی اجتماعی زندگی پر اس کا عملی اثر اس کے تہواروں سے ہی اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہی وہ موقع ہوتا ہے جب زندگی کا اندرونی پہلو آنکھوں کے سامنے آتا ہے +

دوسرے مذاہب کی طرح اسلام نے بھی آرام اور تفریح کے مواقع پیدا کرنے اور کاروباری زندگی کے چکر کو توڑ کر تھوڑی دیر کو دل لگانے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اور اپنے پیروؤں کیلئے ایسے مواقع بہم پہنچانے کی غرض سے کہ وہ ایک دوسرے سے مل جل سکیں سالانہ دو تہوار مقرر کئے ہیں۔ اس طرح سے نہ تو اسلام کے اجتماعی نظام پر زیادہ تہواروں کا بوجھ ڈالا گیا ہے جیسا کہ کلیسائے روس کا حال ہے جہاں ہر تیسرا دن کسی نہ کسی ولی کی یادگار منانے کے لئے وقف کر دیا گیا ہے۔ اور نہ ہی انسانی فطرت کو بالکل خشک چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ دونوں تہوار عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے نام سے موسوم ہیں۔ ایک تو اسلامی سن ہجری کے نویں مہینہ کی یکم کو منایا جاتا ہے۔ اور دوسرا آخری مہینہ کی دسویں تاریخ کو ہمارا مقصد یہاں یہ بتانا نہیں کہ وہ مراسم جو ان تہواروں پر ادا ہوتی ہیں کیا کیا ہیں اور کہاں سے آئیں۔ بلکہ ہماری غرض یہاں صرف اسلامی تہواروں کی ان نمایاں خصوصیت کو بیان کرنا ہے جو غیر مذاہب کے تہواروں کے مقابلہ میں پیش کی جا سکتی ہیں۔

پہلی خصوصیت جو اسلامی تہواروں میں نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے وہ ایک پاکیزہ ترین اور نہایت شاندار فضا ہے۔ جو ہر اسلامی تہوار پر طاری ہوتی ہے یہ خصوصیت محض اسلام ہی میں نظر آتی ہے کیونکہ اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے دین اور دنیا کو باہم ملا کر دنیا کا مرتبہ بہت بلند کر دیا ہے۔ اس حقیقت نفس الامری کو اسلام نے خوب سمجھا ہے کہ تمام اجتماعات و میلوں وغیرہ کو اگر

بابت ماہ جون ۱۹۲۹ء — رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ — قیمت عہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

اشتباہ — درخواست ہائے خریداری نام منیجر رسالہ اشاعت اسلام

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۲۹ء

رفیق عام پریس ریلوے روڈ لاہور میں باہتمام ... خواجہ عبدالغنی سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام نے لاہور سے شائع کیا

ووکنگ مسلم مشن ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے سترھواں سال ہے۔ فضل ربی اور مسلمانان عالم کی مسلسل توجہ سے آج تک انگلستان جیسی گراں سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مالی مشکلات نہیں ہوئیں۔ اس مجوزہ بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ پس انداز رقم بطور میعادی سرمایہ جمع کیا جاتے جو آڑے وقت کام آئے اور اس فکسڈ ڈیپازٹ کا سالانہ منافع مشن کے کل اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو۔ اگر مسلم بھائی اپنی اور اپنے دوست احباب خویش و اقارب کے تمام صدقات خیرات۔ نذر بھینٹ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن کی ہمیشہ کے لئے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے +

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان سے شائع ہوتا ہے۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہے۔ اس میں تعلیم اسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور عالمانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے مسلم مصنفین کے علاوہ نو مسلم احباب بھی اس میں مضامین درج کرتے ہیں مخالفین کے اعتراضات کا جوابات متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نو مسلمین کے فوٹو شائع ہوتے ہیں۔ جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ [illegible] ہندوستان میں ہے

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے فاروق بالقابہ (نو مسلم) جناب عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اس کی طباعت اور پھر اس کی وسیع پیمانہ پر مفت قیمت نشر و اشاعت کرنی ہے۔ اور جہاں جہاں لیکچروں یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی سستی غیر مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے اس ٹرسٹ کی کتب خریدنا اور اس کی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے +

آجکل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے۔ اس کے علاوہ شہرہ آفاق کتاب

آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے۔ اور اس کا برانچ آفس عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہے

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب ہونی چاہیے

فہرست مضامین

اشاعت اسلام

جلد (۱۵) بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۹ء مطابق ماہ صفر سنہ ۱۳۴۸ھ نمبر (۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ جولائی ۱۹۲۹ء

جلد (۱۵) نمبر (۷)

شذرات

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کین دولت از گفتار خیزد

اس ماہ کے رسالہ کو جناب عمر آر قسٹ سی بلارک تسکاگو (ملک جنوبی امریکہ) کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے جو احادیث نبوی اور اقوال مصطفوی کی خوق العادت جاذبیت سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ گویا مذکورہ بالا شعر کی جیتی جاگتی تصویر ہیں +

اعلان اسلام کے سلسلہ میں صاحب موصوف نے بیان کیا ہے۔ کہ اسلام کی معقولیت اور جمہوریت یہ دو خوبیاں مجھے بھاگئیں۔ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی کتاب "انتخاب احادیث نبوی" سے مجھ کو بیحد روحانی مسرت حاصل ہوئی ہے" +

شاہجہان مسجد ووکنگ میں نماز عید الاضحےٰ

عید الاضحیٰ کا اسلامی تہوار جو ابو الانبیاء حضرت ابراہیم کے اس مظاہرہ جذبۂ عشق کی یادگار ہے جو انکو خدا کے ساتھ تھا۔ ۲۰ مئی ۱۹۲۹ء کو ایسے شاندار اور خوشگوار موسم میں منایا گیا۔ جس کی نظیر پچھلے کئی سالوں میں نہ مل سکیگی۔ مسلمان بڑے شوق کے ساتھ اس تقریب سعید کے منتظر رہا کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سلسلہ میں انھیں اپنے دینی بھائیوں سے ملنے کا موقعہ ملجاتا ہے۔ اور دعا کیا کرتے ہیں۔ کہ اس دن مطلع صاف رہے۔ تا کہ سر سالار جنگ میموریل ہاؤس کے خوشنما اور نظر فریب سبزہ زار پر عبادت و نماز کی عادت مستمرہ قائم رہ سکے۔ پس کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ اس مرتبہ تاریخ مذکورہ پر مطلع نہایت صاف اور دن نہایت روشن تھا۔ خوشگوار دھوپ ہر چہار طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔

مختلف خیالات والوں کیلئے یہ تقریب چونکہ قدیم الایام سے جاری ہے۔ اس لئے عزت و دلچسپی سے بھی معرا ہو گی لیکن جو لوگ حقائق بین ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس تقریب کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ تاریخ مقررہ پر

انگلستان سے روئیداد عید بذریعہ ہوائی جہاز موصول ہوئی ہے جس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔ عید سے متعلق اگلے ماہ مزید ناظرین کرام ہوگا۔ خواجہ عبد الغنی

تمام دُنیا کے لوگ دوش بدوش کھڑے ہو کر اس مقدس شہر یعنی مکہ میں خداتعالیٰ کے مقرر کردہ ارکان حج بجا لاتے ہیں جہاں حضرت ابراہیم نے خدائے واحد کی عبادت خالص کے لئے پہلا گھر تعمیر کیا تھا۔ حضرت موصوف یہود نصاریٰ اور مسلمان تینوں مذاہب میں یکساں محترم ہیں۔ اور خانہ کعبہ اس خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہے جو شرک اور جہالت آمیز تصورات سے وراءالوراء ہستی ہے۔ امسال تقریباً چار سو صحاب اس شاندار تقریب سعید میں شرکت کی غرض سے مجتمع ہوئے تھے۔ اور یہ اجتماعی نظارہ نہایت باصرہ نواز اور جاذب نظر تھا۔ نیز اس کی بنا پر اسلام کی حیرت انگیز قوت اختلاط باہمی کا ثبوت بہم پہنچ گیا +

مختلف رنگوں، نسلوں اور قوموں کے لوگ اس عالمگیر اجتماع عید پر مختلف ممالک مثلاً ہندوستان، مصر، عرب، ایران، افغانستان، روم، شام اور یورپ کے اکثر ممالک سے آکر مجتمع ہوئے۔ شاندار اور دیدہ زیب ایرانی قالین مخملی سبز گھاس کے فرش پر بچھائے گئے۔ تاکہ اہالی مغرب و مشرق دوش بدوش کھڑے ہو کر خدائے مشرق و مغرب کے حضور میں سجدۂ شکر بجا لائیں۔ امتیازات نسلی و قومی کو فراموش کر دیں۔ اور اخوت کا وہ رُوح پرور نظارہ پیش کریں۔ جو مدبرین یورپ کی عقلوں کو ہمیشہ محو حیرت کر دیتا ہے۔ اور پادریوں کو آتش حسد میں زندہ جلا دیتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ عیسائیت دو ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی اخوت انسانی کے اس تخئیل کو عملی جامہ نہیں پہنا سکی جس کا ذکر وادعا بڑے طمطراق کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف کھلے لفظوں میں سالِ گذشتہ کی مسیحی کانفرنس منعقدہ بروشلم میں کئی ایک پادریوں کی زبان سے سُنا گیا تھا +

نماز ٹھیک ساڑھے دس بجے شروع ہوئی۔ اس کے بعد امام مسجد مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے نے نہایت ہی بصیرت افروز خطبہ دیا جس میں انھوں نے اسلام کی اُس اخلاقی قوت کو پیش کیا۔ جو ان مناسک حج میں مضمر ہے جن کو آنحضرت صلعم کی سیاسی اور انتظامی قابلیت نے مسلمانوں کے لئے تجویز فرمایا تھا۔ اور جیسا کہ اسلام کے معاندین سے بھی تسلیم ہے۔ اس معاملہ میں بینظیر ہے۔ یعنی تمدنی مسائل کے حل کرنے کے لئے جو اصول و قوانین اسلام نے نافذ فرمائے ہیں ان کی نظیر کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملسکتی۔ نیز اس رسم کی بدولت ملت اسلامیہ میں ترقی کی شاہراہیں کھلتی ہیں اور انسانی جماعتوں کے مختلف اللون اور متغایر الخیال افراد کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے نیز اس رسم سے اُن مغربی مدبرین کو بھی سبق اور روشنی مل سکتی ہے جو بقائے امن کی خاطر مجلس بین الاقوامی قائم کر رہے ہیں بعدازاں حاجی خواجہ کمال الدین صاحب کی صحتیابی کے لئے دُعا کی گئی۔ جن کی تندرستی آجکل قابل اطمینان نہیں ہے +

جناب امام صاحب کے خطبہ کے بعد ہز ایکسیلنسی حافظ شیخ وہاب صاحب بالقابہ نمائندہ حکومت نجد و حجاز نے مختصر سی تقریر فرمائی۔ اور اُن کی عربی تقریر کا مطلب مسٹر زید مصری نے انگریزی زبان میں سامعین کو سمجھایا۔ اور شیخ صاحب موصوف کا سلام اُن سب کو پہنچایا۔ جو اس موقعہ پر وہاں جمع ہوئے تھے۔ صاحب موصوف نے دوران تقریر میں فرمایا۔ کہ چند لایعنی اور خارج از شریعت امور نادانستہ طور پر مذہب اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے۔ کہ عموماً لوگ قرآنی احکام کی رُوح سے ناواقف ہیں نیز

آپ نے ایسے عظیم الشان مجمع مومنین میں شمولیت پر اظہار فخر و شادمانی فرمایا۔

ازاں بعد بڑے شامیانہ میں مشرقی وضع کا طعام دوستوں کے لئے چُنا گیا اور سب نے بہت شوق کے ساتھ نوش جان کیا۔ کیونکہ انگریزی طرز کے کھانے روز کھانے میں آتے ہیں۔ پس اس مشرقی طعام نے ایک تنوع اور جدت طرازی کا رنگ پیش کردیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد احباب ایک دوسرے سے سرگرم گفتگو رہے کیونکہ اس تقریب کی بدولت دور و نزدیک کے احباب کو آپس میں تبادلۂ خیالات کا موقعہ بھی مل جاتا ہے +

سہ پہر کو تمام احباب اپنا وقت نہایت شادمانی سے صرف کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔ مسجد ووکنگ کو ایسے ایام سعید گنتی ہی کے نصیب ہوتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اسی عید کے موقعہ پر اہل مغرب کے سامنے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اسلام کی اخوت کس قدر شاندار اور عالمگیر ہے۔ اور اسی اخوت کو پیش کرکے اسلام دیگر اقوام کو دعوت دیتا ہے۔ بلکہ ان کے سامنے ایک اُسوۂ حسنہ پیش کرتا ہے +

حاضرین میں سے مفصلہ ذیل اصحاب یعنی عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ ہز ایکسیلنسی حافظ شیخ وہاب صاحب بالقابہ نمائندہ حکومت حجاز و نجد۔ مسٹر زینب سکپ وتھ، ولیعہد صاحب ریاست مالیر کوٹلہ۔ کرنل نواب سر عمر حیات خان صاحب آف ٹوانہ، پرنس سعید روٹ نبیرۂ سلطان زنجبار۔ مسٹر عمر ہیوبرٹ رنکن نو مسلم۔ سیٹھ عارف صاحب کلکتہ، خواجہ صلاح الدین صاحب ڈھاکہ۔ مسٹر لوگرو سکرٹری برٹش مسلم سوسائٹی لندن۔ مسٹر اور مسز لیون۔ مسٹر ظفر علی صاحب مالیر کوٹلہ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں +

خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

ناظرین کرام کی توجہ کے قابل رسالہ اشاعت اسلام کا حلقۂ اشاعت دن بدن قلیل ہو رہا ہے، اگر احباب کرام نے اس کی توسیع اشاعت کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ تو اس کی ہستی معرض خطر میں ہوگی۔ رسالہ سے دلچسپی رکھنے والے احباب اپنے حلقۂ اثر میں سے کم از کم ایک جدید خریدار مہیا فرما کر کارکنان رسالہ کو ممنون فرمائیں + خواجہ جلال الدین منیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

استدعائے دعا جملہ ناظرین و ناظرات رسالہ کی خدمت میں مودبانہ التماس ہے۔ کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت عاجل و کامل کے لئے دعا فرما کر ممنون فرمائیں۔ گو آپ روبصحت ہیں لیکن نقاہت ابھی باقی ہے +

خادم۔ خواجہ عبدالغنی ۲۰ رجون ۱۹۲۹ء

اسلام اور دولت

ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ نہ تو مسیحیت نے روپیہ بچانے کو جُرم قرار دیا ہے۔ اور نہ ہی اسلام نے اس کو بُری نظروں سے دیکھا ہے۔ لیکن ایک بات جس میں اسلام کو مسیحیت پر ترجیح حاصل ہے۔ یہ ہے کہ وہ اُن اہم ترین مسائل کو حل کرتا ہے۔ جن کا ہماری روزمرہ کی زندگی سے تعلق ہے۔ اسلام نے دُنیا کی تمدنی بُرائیوں کا نہایت مؤثر علاج تجویز کیا ہے۔ اور مادی اور رُوحانی رجحانات کو ایک سطح پر لا کر اس مسئلہ کو حل کیا ہے۔ مسیحیت ان دونوں رجحانات میں کوئی توازن قائم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس نے انسان کے مادی رجحانات کو قطعاً نظر انداز کر دیا ہے۔

ہمارا یہ بیان اس حقیقت پر مبنی ہے۔ جس کا ذکر ہم اشاعت گذشتہ میں کر چکے ہیں۔ کہ اناجیل اس دُنیا سے تعلق نہیں رکھتیں۔ دنیا نے بجائے خود مسیحیت سے کوئی مشورہ طلب نہیں کیا۔ کیونکہ اس کی تعلیمات ہمیشہ نسل انسانی کے مادی رجحانات کے خلاف رہی ہیں +

اسلام نے اس بات کو روکنے کے لئے کہ دولت اور روپیہ صرف چند ہی آدمیوں کے ہاتھوں میں چلا نہ جائے۔ حسب ذیل ذرائع اختیار کئے ہیں:۔

(۱) زمین کی اشتراکیت۔ جو تمام پیداوار کی جڑ اور بہت بڑی کاروبار کی چیز ہے۔ اگر کسی ایسی زمین میں جو کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہو۔ کوئی خزانہ یا کوئی معدنیات کی کان نکل آئے تو اسلامی قانون کے مطابق سلطنت ہی اس کی حقیقی وارث ہو گی۔ اس معیار کے مطابق تمام ذرائع پیداوار بھی سلطنت کے قبضہ میں چلے جاتے ہیں۔ یا عام لوگوں کے +

(۲) اسلام کا قانون وراثت۔ جس میں صرف فرزند اکبر کی وراثت کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ ...
... ... ۔ ڈاکوؤں کی بڑی بڑی جاگیروں کو فنا کرنے کا موجب ہے +

(۳) سُود کی مخالفت۔ اسلام نے اس طریق کو اختیار کر کے سرمایہ داروں کو ایک نہایت کاری ضرب لگائی ہے۔ جس سے کبھی اس کا اس قدر غلبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اس پر قابو نہ پایا جا سکے +

(۴) ایسے تصرف کی مخالفت جو تمام دولت کو ایک ہی جگہ جمع کر دے +

(۵) زکوٰۃ کا قانون۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس پر ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔ کیونکہ یہ

وہ اصول ہے جس کی حقیقی قدر و قیمت کو مغرب نے ابھی تک نہیں سمجھا +

دور حاضرہ میں ایک عامی آدمی یہ دیکھ کر کہ تارک الدنیا ہونا اس کے لئے مشکل ہے اپنے آپ کو صرف دنیا کے مادی پہلو کا مطیع اور فرمانبردار نہیں بنا سکتا۔ ایسی حالت میں اس کے لئے راستہ کہاں ہے ۔ یہ سب سے ضروری سوال ہے جو ہمارے سامنے پیدا ہوتا ہے مزدور اور سرمایہ دار کی باہم جنگ ہے بالشویسٹ لوگ مذہب اور سرمایہ داری ہر دو سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔ اگرچہ انھیں خوب معلوم ہے۔ کہ سرمایہ کے بغیر دنیا کوئی ترقی نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ذاتی مفاد کے بغیر ایک جمود کی حالت لوگوں پر طاری ہو جائیگی۔ کیا ایسی حالت میں مذہب کا یہ فرض نہیں کہ وہ آگے بڑھے۔ اور اس سنہری اصول کو قائم رکھنے میں ہماری امداد کرے ۔ مذہب کا یہ فرض ہے ۔ کہ وہ ان دو باتوں کے مابین ایک سنہری راستہ تجویز کرے۔ کہ آدمی کیا ہے ۔ اور اسے کیا ہونا چاہئے صرف وہی مذہب انسان کو درکار ہے۔ جو انسان کے طبعی مفاد کو سلب نہ کرے ۔ بلکہ ان پر مناسب حدبندیاں قائم کر دے ۔ اور ایک خاص تربیت کے نیچے انھیں لائے۔ طبعی خواہشات کو کامل آزادی دیدینا یا انھیں قطعی طور پر سلب کر لینا مضر ہے ۔ اور انسان کے مادی اور روحانی ہر دو پہلوؤں کو نقصان پہنچانے والی چیز ہے۔ صرف وہی مذہب اس مسئلہ کو حل کرنے کا دعوے دار ہو سکتا ہے ۔ جو فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ اور یہی مذہب اسلام ہے

(قرآن ۳۰ : ۳۰)

مذہب اسلام اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ اگر مال و اسباب کا پیدا کرنا اور اس کو جمع کرنا اور روپیہ کو لوگوں میں بانٹنا نظر انداز کر دیا جائے۔ تو یہ انسان کے طبعی رجحان کے مطابق نہ ہوگا آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے۔ لا رھبانیۃ فی الاسلام اسلام میں رہبانیت کوئی نہیں اسلام دنیا کی مادی اشیاء کو ایک نتیجہ تک پہنچنے کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ الفقر فخری۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے خود آنحضرت صلعم اور ان چاروں خلفا نے جو آپ کے جانشین ہوئے مندرجہ بالا صداقت کا نہایت عمدہ عملی نمونہ پیش کیا۔ تاہم اسلام مال و دولت اور امارت کی مذمت نہیں کرتا۔ وہ انسان کو ایک جنبش قلم سے اپنی ذاتی جائداد سے محروم نہیں کرتا۔ جیسا کہ بولشوزم اسے محروم کرنے کی کوشش کر رہی ہے +

اسلام افراط و تفریط کے ان دونوں مقامات کے درمیان ایک توازن قائم کرتا ہے جس میں دونوں کے مفاد پورے پورے طور پر اس کے مدنظر رہتے ہیں۔ یہ کس طرح ہے؟ اسلام کا طریق عمل اس بارہ میں یہ ہے کہ وہ غریب اور امیر کو ایک سطح پر لا نہیں ایک توازن ان میں پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح ذاتی جائدادوں اور مال و دولت کو بنی نوع انسان کی خدمت پر لگاتا ہے۔ ممالک اسلامیہ میں لوگوں کی جائدادیں بھی ہوتی ہیں۔ اور وہ ذاتی جائدادیں ہی رہتی ہیں لیکن ایک خاص معنے میں وہ پبلک جائدادیں ہو جاتی ہیں۔ اسلام پبلک جائداد کو مفاد عامہ کے لئے پرائیویٹ اشخاص کے ہاتھوں میں دیتا ہے لیکن اسلام کا اس سے یہ مقصد نہیں کہ ایسی تمام جائداد یا مال و متاع کو اجتماعی یا خیراتی کاموں پر صرف کر دیا جائے۔ بلکہ اس نے دراصل اجتماعی پہلو کو پرائیویٹ اشخاص کی زندگیوں سے وابستہ کر دیا ہے۔ ہر شخص انفرادی طور پر سوسائٹی کے نزدیک ذمہ دار ہے۔ سوسائٹی اس کی جائداد کو پرائیویٹ جائداد سمجھتی ہے۔ اور اس کے ساتھ پبلک کا حق بھی تسلیم کرتی ہے۔ اسلام میں پبلک کے اس حق کا نام زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ ایک ہی وقت میں سوسائٹی کی بھی حفاظت کا سامان پیدا کرتی ہے۔ اور افراد کی خود حفاظتی کا سامان بھی۔ یہ موقع نہیں کہ اسلام کے اس نہایت شاندار اصول کی تفصیلات بیان کی جائیں۔ اس کے متعلق ہر شخص خود قرآن کریم کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ اس قدر بتا دینا کافی ہے۔ کہ یہ غرباء کی محض صرف ایک مادی طریق اصلاح ہی نہیں۔ بلکہ اس کا اثر روح پر بھی پڑتا ہے۔ اور ان افراد کی روح پر اس کا اثر پڑتا ہے جو اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس کو ان ٹیکسوں کے مقام پر بھی نہیں رکھا جا سکتا جو حکومت کی طرف سے لگائے جاتے ہیں۔ حکومت کے نافذ کئے ہوئے ٹیکس بے روح ہوتے ہیں۔ جن کا انسان کی اخلاقی زندگی پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اس کے خلاف زکوٰۃ جب ادا کی جائے تو اس میں ایک دینداری کا جوش اور مذہبی اثر ہوتا ہے۔ حکومت کے ٹیکسوں اور زکوٰۃ میں صرف ایک ہی مشابہت ہے۔ اور وہ یہ کہ دونوں کی ادائیگی ضروری اور لازمی ہے +

اسلام اور تہذیب جدید

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ذیل کی سطور کو اپنے گرامی صحیفہ کی قریبی اشاعت میں شائع فرما کر ممنون فرمائیں:-

مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کی تبلیغی جد و جہد کے سلسلہ میں جو مہتم بالشان خدمات مولوی عبد المجید صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان) انگلستان میں انجام دے رہے ہیں۔ وہ ان لیکچروں و تحریروں سے واضح ... ہیں۔ جو انگلستان کے پرچوں میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ چند ہفتے ہوئے مولوی صاحب موصوف نے اتوار کے روز لندن میں ایک دلچسپ تقریر جس کا عنوان تھا "کیا اسلامی ممالک میں مغربیت کا تتبع کوئی غیر طبعی چیز ہے"۔ اس تقریر ... ... سے سامعین بہت ہی محظوظ ہوئے۔ اور اکثر دوستوں نے اختتام لیکچر پر موضوع بالا پر خوب جرح قدح کی مولوی صاحب کا دعویٰ ہے۔ کہ مغربیت کا تتبع مسلمانوں کیلئے کوئی نئی بات نہیں۔ تمام باتیں جن پر یورپ آج فخر کرتا ہے۔ وہ مسلمانوں میں موجود تھیں۔ اور صرف موجود ہی نہ تھیں۔ بلکہ ہر ایک زندہ قوم کا یہ رویہ رہا ہے کہ وہ دوسری اقوام سے اچھی اچھی باتیں لے کر اپنے اندر جذب کرتی رہی ہے۔ جو قوم یہ نہیں کرتی وہ قرآن کی اس آیت پر نہیں چلتی۔ جس کے اندر ایک زریں قانون ہمارے سامنے رکھا گیا ہے۔ یعنی ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم۔

تہذیب جدید کے مفید اجزا اسلام میں

آج مسلمان اپنی حالت کو سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اسلئے وہ اس ازلی قانون سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور اس ازلی قانون کو عملی جامہ اس طرح سے پہنایا جا سکتا ہے۔ کہ ہم تمام ان اجزائے تہذیب کو اپنی تہذیب کے اندر جذب کر لیں۔ جو مفید ہوں۔ کوئی تہذیب بھی بحیثیت مجموعی ایک ملک سے دوسرے ملک میں لا کر جذب نہیں کی جا سکتی صرف اجزا ہی جذب کئے جا سکتے ہیں۔ اور یہی ایک ترقی کا راز ہے۔

یونانی اور رومی تہذیب اور اسلام

مسلمانوں کا جب یونانیوں اور رومی لوگوں سے تصادم ہوا۔ تو انھوں نے بجائے اس کے کہ اجتناب و نفرت کریں۔ انھوں نے ان سے تعلقات پیدا کئے۔ ان کا فلسفہ لیا۔ ان کا علم لیا۔ اور ان سب کو لے کر اپنے اندر جذب کر لیا۔ آج بھی مسلمانوں کی ترقی کا یہی راز ہے۔ کہ وہ اپنے اندر دوسری قوموں کے بہترین اجزائے تہذیب کو لے کر جذب کر لیں۔ جس سے ان کے مذہب پر کوئی حرف نہ آئے پھولنے پھلنے والی قوم کا یہی طریق عمل رہا ہے۔ کوئی قوم یہ نہیں کہہ سکتی۔ کہ اس نے اپنی تہذیب کو خود پیدا کیا ہے ہر ایک تہذیب دوسری تہذیب کی کسی نہ کسی رنگ میں ممنونِ احسان ہوتی ہے۔ یورپ نے اگر ترقی کی ہے تو اس بنا پر کہ وہ مسلمانوں کے علوم و فنون سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اور انھیں اپنے اندر جذب کرتا رہا ہے۔

خادم۔ خواجہ عبد الغنی۔ سکرٹری مسلم مشن ووکنگ برانچ لاہور

بمقام ۱ نلا ر نیو روڈ لاہور

بستر علالت سے ایک دردبھری اپیل

* ترجمہ از انگریزی مضمون مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

خدائے رحمٰن اور رحیم کے مقدس نام کا واسطہ دے کر ہر مسلمان سے درخواست ہے کہ ان اوراق کو خاص توجہ کے ساتھ مطالعہ کرے۔

محترمی اخی فی الاسلام۔ السلام علیکم

اکتوبر ۱۹۲۶ء سے میں بستر علالت پر دراز ہوں - اور جانکاہ علالت کا شکار لیکن اس دوران میں میرے خیالات یکسر اسلام کی آیندہ حالت سے متعلق رہے ہیں۔ گزشتہ بیس سالوں میں ہم مسلمان بہت ہی نازک لمحات حیات میں گزر چکے ہیں۔ اور نئے نئے واقعات اس نوعیت کے رونما ہوئے ہیں۔ جن کا آیندہ اثر ہمارے حق میں مضر ثابت ہو گا۔ ہمیں کوئی شک نہیں کہ ہم نے ان نتائج کو مبدل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن چونکہ یہ کوشش سراسیمگی کی حالت میں ہوئی۔ لہٰذا ہم دوسروں کے ہاتھوں میں آلہ کار بن کر رہ گئے اور آج ہماری حیاتِ اجتماعیہ کا مطلع تاریک تر نظر آتا ہے۔ اس امر کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ کہ آج ہم اپنی عافیت کے لئے ترک بھائیوں پر کہاں تک اعتماد کر سکتے ہیں +

افغانستان آجکل باہمی خانہ جنگی کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ اور دیگر ممالک میں بھی ہمارا مستقبل کچھ خوش آیند نہیں معلوم ہوتا۔ ہندوستان میں تو ہم روز بروز اقلیت کی شکل میں مبدل ہو رہے ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں جب سانس لینے کیلئے بھی ہم دوسروں کے دست نگر ہو جائینگے۔ اور یاد رہے۔ کہ اغیار کو کیا پڑی ہے۔ کہ ہماری حیات ملی کے لئے سہولت بہم پہنچائیں۔ اہل ہنود باوجود اپنے گوناگوں اختلافات کے آج میدانِ عمل میں متحدہ قوت کے ساتھ مصروف پیکار ہیں۔ اور ہم مسلمان باوجود اپنے مذہبی اور ملی عقاید کی یگانگت کے ایکدوسرے کا گلا کاٹنے کیلئے تیار ہیں۔ ہیہات ہیہات! +

* رسالہ ہذا میں جس قدر انگریزی مضامین مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے اردو تراجم شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اگر ان میں کبھی کوئی علمی و ادبی فروگذاشت ہو جائے۔ تو اسکی ذمہ داری مترجم رسالہ پر عائد ہوگی۔ — مترجم

ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ شروع ہی سے لاینحل رہا ہے۔ تاہم مسلمانوں نے ان کی کاسہ لیسی گوارا کی۔ اور جب ان کو اپنے مقاصد میں ہمارے اشتراک عمل کی بدولت کامیابی حاصل ہوئی۔ تو انھوں نے ہمیں دُودھ میں سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا۔ ایسا ہونا قطعی ناگزیر تھا۔ کیونکہ ہم نے قرآن شریف کے احکامات صریحہ کے خلاف عملدرآمد کیا تھا۔ ہماری پاک کتاب اگرچہ غیر مسلمین سے دُنیاوی اُمور میں تعاون و تعامل سے نہیں روکتی۔ لیکن وہ صاف الفاظ میں ہمیں آزادانہ زندگی کی تلقین کرتی ہے۔ اور اس امر سے منع کرتی ہے۔ کہ ہم اپنی حفاظت اور حیات کے لئے دوسروں کا آسرا تکیں۔ یا اُن کے دست نگر ہوں۔ چونکہ اس معاملہ میں ہمنے احکام آلٰہی کی خلاف ورزی کی تھی لہٰذا اس کا تلخ نتیجہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ مجھے آجکل کے مسلمانوں کی ذہنیت پر بیحد افسوس ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنی حاجات اور ضروریات کے لئے قرآن پاک کی طرف رجوع کریں۔ جہاں ہر بات اور ہر معاملہ میں رہنمائی کا پُورا پُورا سامان موجود ہے۔ ہم مسلمان وہ ذرائع اختیار کرتے ہیں۔ جو تعلیمات قرآنی کے سراسر منافی ہیں +

قرآن مجید نے تیسری سُورت میں علاوہ دیگر امور کے استحکام قومیت کے لئے تین اصُول بیان فرمائے ہیں:۔ غیر مسلم اقوام میں اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں میں تعلیم اور اتحاد ان تین اصولوں پر کار آمد ہونے سے قوم میں زندگی اور قوت پیدا ہو سکتی ہے۔ جس کی مدد سے ہم لوگ تنازع للبقاء میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جائے حیرت ہے کہ ہنود اپنے مذہب کی تعلیم کے برخلاف ان تینوں اصُولوں پر کاربند ہو گئے۔ اور اس کوشش کا ثمر چکھ رہے ہیں +

یا معشر المسلمین! اس خلوصِ قلب اور پاکیٔ مقصد کی بدولت جو تمہیں بحیثیت مسلمان ہونے کے حاصل ہے۔ تم اپنی عظمتِ گزشتہ اور شوکتِ رفتہ کو پھر حاصل کر سکتے ہو۔ اگر قرآن شریف کے تجویز کردہ اصُولوں پر کاربند ہو جاؤ۔ ان

اصولوں کو چھوڑ کر اور جو کچھ بھی اختیار کرو گے۔ لامحالہ نقصان اُٹھاؤ گے! اغیار کی نظر میں تو تمہاری حیات ملیہ کے دن ختم ہو چکے ہیں۔ لیکن اگر تم اپنی طرز عمل بدل دو تو اغیار کے منصوبے خاک میں مل سکتے ہیں +

ہماری موجودہ حالت بہت نازک ہے۔ اور اس پر فوری توجہ کی ضرورت ہے! اور اگر قرآن شریف میں ہماری موجودہ مشکلات کا کوئی صحیح اور تسلی بخش حل موجود نہ ہو۔ تو پھر ترکِ اسلام ہی ہماری مشکلات کا حل ہے۔ لیکن ایسا نہیں۔ ہماری ساری مشکلات ترکِ اسلام ہی سے پیدا ہوئی ہیں۔ قرآن کو چھوڑ دینے سے ہم مصائب کا شکار ہو گئے۔ پس کیوں نہ آپ سب صاحبان "خدا کی رسّی کو مل کر مضبوط پکڑ لیں" تو پھر کامیابی اور تائید الہٰی ہمارے قدموں سے لگی ہو گی +

یہ بات محتاج ثبوت نہیں کہ تقسیم کار اور تقسیم عمل سے استواری اور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی اور فضل سے دُنیا کے مختلف ممالک میں

تبلیغ و اشاعت اسلام

کا کام میرے ہاتھوں میں سونپا ہے۔ اس لئے میں آپ سے صرف اسی پہلو پر گفتگو کروں گا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ میں باقیماندہ اصولوں کی نفی کرتا ہوں۔ بلکہ بلا خوف تردید کہتا ہوں۔ کہ اگر ہم ہندوستان میں فرقہ بندی کی لعنت سے آزاد ہو جائیں! اور اپنی تمام قوتوں کو ایک مرکز پر مجتمع کر لیں۔ تو یقیناً دوسروں کے ساتھ اشتراک عمل کرنے سے جو کامیابی حاصل ہو۔ اس سے دس گنی زیادہ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے +

دنیا نے ہمارے سامنے موجودہ زمانہ میں امیدوں کی نئی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ تمام دیگر مذاہب داستانِ پاستان کی شکل میں تبدیل ہونے چلے جا رہے ہیں! اور مسیحیت کا آفتاب تو غروب ہی ہوا چاہتا ہے۔ مغربی اقوام کو جو نفرت کلیسائی عقاید سے پیدا ہو گئی ہے۔ اس کا ثبوت گرجوں میں خالی نشستوں سے بآسانی مل سکتا ہے۔ کلیسیا کے بڑے عہدہ دار خود کلیسیائی عقاید کی بیخکنی پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ اور مجددین کے اس گروہ نے الوہیت مسیح تجسم تثلیث اور کفارہ ان تمام عقاید

سخت بیزاری ظاہر کی ہے ۔ اور نہ یہ لوگ اب بائیبل کو خدا کا کلام ہی تصور کرتے ہیں ۔ بلکہ محض افسانۂ اقوام پیشین ۔ موروثی گناہ کا خیال بھی بیشتر دلوں سے محو ہوتا جاتا ہے ۔ عشائے ربانی اور دیگر رسوم کلیسائی اب علانیہ طور پر بُت پرستوں کے مراسم قرار دی جا رہی ہیں ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کونسا ستون اب باقی رہ گیا ہے ۔ جس پر کلیسائی عمارت قائم رہ سکتی ہے!

تخریب کے بعد تعمیر ایک لازمی چیز ہے ۔ ہماری گزشتہ سترہ سالوں کی محنت کا ایک نتیجہ تو نہایت ہی نمایاں اور قابل توجہ نکلا ہے یعنی اس دوران میں خدا کے فضل سے ان تمام غلط خیالات کا ازالہ ہو چکا ہے ۔ جو پادریوں نے اسلام کے متعلق عامۃ الناس کے دماغوں میں جاگزین کر دیئے تھے ۔ اب لوگ اسلامی تعلیم کو ٹھنڈے دل سے سُننے کے عادی ہو گئے ہیں ۔ اور اس طرح تبلیغ کی راہ میں ابتدائی مشکلات کا معجزانہ طور پر قلع قمع ہو چکا ہے ۔ پس اگر ہم خلوص کے ساتھ تبلیغ اسلام کا کام کریں ۔ تو یقیناً مغرب میں اسلام کا مستقبل نہایت شاندار ہے +

حکمران اقوام میں تبلیغ اسلام کی اہمیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا نہ صرف اسلام کو تقویت حاصل ہوگی ۔ بلکہ مسلمانوں کو سیاسی فوائد بھی حاصل ہونگے ۔ اگر آلہی مرضی کے ماتحت مسلم اقوام انگریزوں کے ماتحت آگئی ہیں ۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اُن کو مسلمان کرنے کی کوشش نہ کریں ۔ اس فعل میں ہماری نجات مضمر ہے ۔ اور خصوصاً آج کل تو حالات ہمارے موافق ہو گئے ہیں ۔ جو لوگ ہم مسلمانوں میں سیاسی مذاق رکھتے ہیں ۔ اور مسلمانوں کی آیندہ سیاسی اہمیت پر غور و خوض کر رہے ہیں ۔ اُن کو خصوصاً اپنی توجہ اس اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرنی چاہئے ۔ بیشک مغرب میں اسلام کے متعلق قبل ازیں عجیب و غریب خیالات پائے جاتے تھے لیکن اب بہت سی سعید روحیں علانیہ اسلام کا اقرار کرنے کے لئے آمادہ نظر آتی ہیں ۔ عقلمند وہ ہے ۔ جو موقعہ سے فائدہ اُٹھاتا ہے

ایک تعلیم یافتہ انگریز اگر مسلمان ہو جائے۔ تو وہ بہت سے جاہل غلام افراد سے بہتر ہے۔ اس جگہ اُس کامیابی پر تفصیلی تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہماری ووکنگ مشن کو عطا فرمائی ہے لیکن جنوبی افریقہ میں جو تجارب مجھے حاصل ہوئے ہیں۔ اُن کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا

مَیں افریقہ میں پورے چھ ماہ تک شہر بشہر اسلام پر تقریریں کرتا رہا میرا مشاہدہ ہے۔ کہ سامعین میں سے انگریزوں نے میری تقاریر کو کامل دلچسپی اور حیرت سے سُنا۔ اور قدرتی طور پر اُن کی زبان سے اسلام کے لئے تحسین آمیز کلمات نکلے۔ پس اگر ہم اپنی ذمہ واریوں کو محسوس کریں اور خدا کا پیغام پورے جوش کے ساتھ اقوام عالم کو سُنائیں تو اسلام لانے میں اُنھیں کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا۔ اگر ہماری ووکنگ کی کامیابی کو نمونہ تصور کیا جائے۔ تو بھی تبلیغ اسلام کے نتائج نہایت شاندار اور ہمت افزا نظر آتے ہیں۔ بلکہ ان کی بناء پر تو کامیابی کی ضمانت کی جاسکتی ہے۔ اور مغرب میں اسلام کا مستقبل نہایت شاندار نظر آتا ہے۔ اہل ہنود نے ہماری ووکنگ کی تحریک کا بامعانِ نظر مطالعہ کیا ہے۔ اور ان کی کوشش یہ ہے۔ کہ انگلستان میں ہندو دھرم کا پرچار کیا جائے۔ چنانچہ ہندوستان کے بڑے بڑے راجوں مہاراجوں نے ہندو مہاسبھا کی آواز پر لبیک کہنا شروع کردیا ہے۔ سکھوں نے تو اپنا گرودوارہ قائم بھی کرلیا ہے۔ مَیں ان لوگوں کی کوششوں کی تحقیر نہیں کرتا۔ لیکن یہ ضرور ہے۔ کہ مغربی ذہنیت چند علمی لیکچروں اور معمۂ حیات کو حل کرنے کے لئے چند کمزور کوششوں کی طرف مائل نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں یا تو فلسفہ کی مدد سے پیش کی جائینگی یا تصوف کی۔ اور یُورپ میں ان چیزوں کی کمی نہیں۔ جس چیز کا یورپ طلبگار ہے۔ وہ آلہی پیغام سکون اور بشارت حیات ہے۔ اور اگر مغربی تمدن سے متاثر ہوکر ہندو لیڈروں نے شاستروں کے اصُولوں کو بالائے طاق رکھ دیا تو نتائج بد سے بدتر ہونگے۔

صرف ایک ہی مذہب ہے۔ جو مغربی ذہنیت کو اپیل کر سکتا ہے۔ اور وہ اسلام ہے
اخلاقیات مغرب کو مدنظر رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ مغرب کے آیندہ اصول اخلاق
کی بنیاد صرف اسلامی اخلاق پر قائم کی جا سکتی ہے۔ مغربی اقوام میں تحصیل
علم کا مادہ بہت زیادہ ہے۔ اور اس سے بڑھ کر انھیں اچھی چیز کی قدر کرنی آتی
ہے۔ مختصر یہ کہ مغرب میں اسلام کی تبلیغ ایک ضرورت حقیقی ہے۔ جس سے انکار نہیں
ہو سکتا +

تبلیغ اسلام کا کام میں نے ذاتی طور پر شروع کیا تھا۔ یعنی محض انفرادی کوشش تھی۔
لیکن بعد چندے بہت سے مسلمان بھائی اس کام میں میرے شریک ہو گئے۔ اور امداد
بھی دینے لگے۔ لیکن پھر بھی اس مشن کی حیثیت نیم شخصی انتظام پر مبنی تھی۔ میری
طویل علالت نے مجھے ایک سبق دیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر اس مرتبہ صحت ہو گئی۔
تو بہرحال موت ایک نہ ایک دن ضرور آئیگی۔ اور یہ مفید کام جس کا ذمہ دار میں ہوں۔
جاری رہے تو بہتر ہے +

مشن کا انتظام میں نے کچھ عرصہ ہوا۔ دوسروں کے سپرد کر دیا لیکن لٹریچر کی اشاعت
جس کے ذریعہ سے ہم اپنا پیغام دور و نزدیک پہنچا سکتے ہیں بڑی ضروری چیز ہے
اور ووکنگ سے شائع شدہ لٹریچر نے لیکچروں اور مضامین سے زیادہ کام کیا
ہے۔ میری خواہش ہے۔ کہ یہ کام وسیع ترین پیمانہ پر کیا جائے۔ اور مستقل طور پر جاری رہے
سردست ہم ایک ماہانہ رسالہ "اسلامک ریویو" انگریزی اور چند دوسری کتابیں وقتاً فوقتاً
شائع کر رہے ہیں +

تالیف و اشاعت کی خاطر میں نے کچھ دن ہوئے ایک "مسلم لٹریری ٹرسٹ"
بھی قائم کیا۔ جس کے صدر جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ ہیں۔ یہ ٹرسٹ آزادانہ کام کر رہا ہے
اور مفید نتائج مرتب ہو چکے ہیں۔ لیکن ہمارا ارادہ ہے۔ کہ اس قسم کی مختلف تحریکات
کو ایک سلک میں منسلک کر دیں۔ جس کی بنیاد کسی قسم کی فرقہ بندی پر مبنی نہ ہو۔
اعلیحضرت حضور نظام بالقابہ نے ازراہ کرم لندن نظامیہ مسجد کے ارکان کا ــــ مختلف الخیال

طبقوں میں سے انتخاب کر کے ایک نیک مثال قائم فرمائی ہے۔ اور میں بھی اُنہیں کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہوں۔ جو لوگ اس کام سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان سے مراسلت کی ہے۔ اور بہت سے بزرگ مجھ سے متفق الرائے ہیں۔ جناب میاں سر محمد شفیع صاحب اور جناب میاں احسان الحق صاحب سشن جج بھی شمولیت کا وعدہ کر چکے ہیں۔ اور انھوں نے اس جماعت کی رُکنیت بھی قبول فرمالی ہے۔ انگلستان کے سربرآوردہ لوگوں کو بھی لکھا گیا ہے۔ اور عنقریب اُن کی شمولیت کی بھی اُمید ہے۔ اس کے بعد میں اسلامک ریویو اور دوسرے لٹریچر کی ملکیت سے اس نئی جماعت کے حق میں دست بردار ہو جاؤں گا۔ اور اس جماعت کی رجسٹری انگلستان اور ہندوستان دونوں جگہ کر دی جائیگی +

یہ سب کچھ اسی لئے ہو رہا ہے کہ "ٹرسٹ" کو تقویت پہنچے۔ اور کام مستقل بنیاد پر قائم ہو جائے لیکن حقیقی استقلال سرمایہ پر منحصر ہوتا ہے۔ گزشتہ چودہ سالوں میں میں نے فنڈ کی فراہمی کے لئے دریوزہ گری کی ہے۔ لیکن اب بوجہ اپنی علالت ایسا کرنے سے معذور ہوں۔ لہٰذا میں اہل دل مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اس نیک تحریک میں دل کھول کر حصہ لیں۔ اور اُس کی بُنیاد کو اُستوار کریں۔ اس مقصد کی تکمیل کیلئے ایک فنڈ جاری کر دیا گیا ہے۔ اور اس کا انتظام دیانتدار لوگوں کے سپرد ہے۔ ریویو اور مشن کی آمدنی تو معمولی ماہانہ اخراجات کے لئے کافی ہوگی۔ اور جن لوگوں نے گزشتہ سالوں میں ہماری مدد کی ہے۔ اُن سے درخواست ہے۔ کہ وہ اپنی امداد جاری رکھیں۔ جس سرمایہ کی فراہمی اس وقت میرا مقصد ہے۔ وہ علیحدہ رقم کی صورت میں رکھا جائیگا۔ تاکہ محفوظ سرمایہ قائم ہو سکے۔ اور یہ رقم اس قدر ہونی چاہئیے۔ کہ ہم مستقل طور پر لٹریچر کی اشاعت کر سکیں +

بھائیو! یہ اپیل اُس شخص کی طرف سے ہے۔ جس کو خدا تعالےٰ نے ازراہ کرم دوبارہ زندگی بخشی ہے۔ تاکہ وہ خدمت اسلام کے کام کو جاری رکھ سکے۔ اور اگر وہ تندرست ہوتا تو بذات خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔*

* مطبوعہ میں اشاعت اسلام۔

اب تک اس شخص نے اپنا بار مشن پر ڈالے بغیر اسلام کی خدمت کی ہے۔ اور وہ چاہتا ہے۔ کہ اسی طرح کام کرتا رہے۔ اس کا قلم اور زبان دونوں اسلام کی خدمت کے لئے وقف ہیں۔ اور اس کی دلی دعا ہے۔ کہ خدا اسے خدمت اسلام کی توفیق بخشے۔ اور جس فرض کو اس نے اپنی مرضی سے اختیار کیا اُسے باحسن وجوہ پورا کر سکے +

یہ اپیل[*] اُس شخص کی طرف سے ہے۔ جو اب سفر آخرت کے لئے طیار بیٹھا ہے۔ اور اُسے یقین ہے۔ کہ اس کی دردمند آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی +

دنیا میں اسلامی زکوٰۃ ایک قابل تعریف امر ہے۔ لیکن اکثر اوقات اس کا استعمال غلط طریق پر کیا گیا ہے +

مَیں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اشاعت اسلام سے بڑھ کر اور کونسی پاکیزہ ضرورت ہو سکتی ہے۔ جس پر زکوٰۃ کی رقم بجا طور پر صرف کی جا سکے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ میری یہ اپیل جو بستر علالت سے آپ کی خدمت میں کر رہا ہوں رائیگان نہ جائیگی۔ اور آپ سب لوگ اس اعلیٰ مقصد کی تکمیل میں میرے ساتھ تعاون کرینگے۔ تمام رقوم بنام فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور کے پتہ پر بھیجی جائیں۔ جو آپ کو باقاعدہ رسید بھیج دیگا۔ اور ان تمام عطیات کی وصول یابی کا اعلان رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں بھی ہوا کرے گا۔ جس کی کاپی ہر معطی کی خدمت میں ارسال ہوگی +

آپ کا دینی بھائی

خواجہ کمال الدین ۔ لاہور

---

[*] یہ اپیل انگریزی زبان میں ان آخری فقرات کے سوا تو گزشتہ حملہ امراض کے آنے سے پیشتر ہی لکھی گئی تھی۔ پھر بیماری کے باعث مسودہ التوا میں پڑی ہی پھر بیماری نے سخت خطرناک شکل اختیار کی تو حضرت خواجہ صاحب نے یہ آخری فقرات ایسی حالت میں نہایت تکلیف سے لکھوائے۔ جب انکے سامنے خطرہ ہی خطرہ تھا۔ بفضلہ اب خطرہ سے نکل چکے ہیں + خواجہ عبد الغنی ۲۸ جون ۱۹۲۹ء

مظالم نبوی کی فرضی داستان

ایک انگریز مصنف کے بے بنیاد الزام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر

(بسلسل صفحہ ۲۵۰ رجب لکھ ۵ انمبر ۶)

از قلم حضرت مولوی محمد علی صاحب ۔ ایم ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی ۔ مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی و اردو

پہلا الزام قتل اسماء

اب ہم تمام واقعات کو ایک ایک کر کے لیتے ہیں ۔ پہلا واقعہ جس کا ذکر مسٹر کیش نے کیا ہے ۔ وہ قبیلہ اوس کی ایک عورت اسماء سے تعلق رکھتا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک شاعرہ تھی ۔ اور اس نے بعض ایسے اشعار لکھے تھے جن میں آنحضرت صلعم پر یہ حملہ کیا گیا کہ انھوں نے دفعتہ اونی حیثیت سے اٹھ کر جنگ بدر میں بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر دیا ۔ کہا جاتا ہے کہ عمیر نامی ایک مسلمان نے اس بدگوئی کی وجہ سے اس عورت کو نہایت بیرحمی کے ساتھ قتل کیا ۔ اور آنحضرت صلعم نے نہ صرف اس قتل کو جائز ہی ٹھیرایا ۔ بلکہ عمیر کے اس فعل کی تعریف بھی کی ۔ اس بارے میں واقدی ابن ہشام اور ابن سعد کی اسناد پیش کی گئی ہیں +

عورت کا قتل اسلام میں

اس واقعہ کا ناقابل اعتماد ہونا نہ صرف ان دلائل سے ثابت ہے جو پہلے درج ہو چکے ہیں اور جن سے پتہ لگتا ہے ۔ کہ آنحضرت صلعم نے کبھی کسی گالی دینے والے کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی ۔ بلکہ ان صریح ہدایات سے بھی یہ ثابت ہے جن میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ۔ کہ کسی عورت کو قتل نہ کیا جائے خواہ وہ مسلمانوں کے بالمقابل جنگ میں شریک ہی کیوں نہ ہو ۔ بخاری جیسی اعلےٰ پایہ کی کتاب میں کتاب الجہاد کے ذیل میں "جنگ میں عورتوں کا قتل" کے عنوان سے ایک باب باندھا گیا ہے ۔ جس میں ابن عمر سے ذیل کی روایت بیان کی گئی ہے "ایک جنگ میں جس میں آنحضرت صلعم شریک تھے مقتولین میں ایک عورت پائی گئی ۔ اس پر آنحضرت صلعم نے عورتوں اور بچوں کا قتل ممنوع قرار دیا" اگر آنحضرت صلعم ایک عورت کا قتل اس وقت بھی جائز قرار نہیں دیتے ۔ جب وہ بالمقابل جنگ میں شریک ہو تو وہ کس طرح محض اس بات کی بنا پر کہ کسی عورت نے کچھ تکلیف دہ اشعار لکھے اس کا قتل جائز ٹھیرا سکتے ۔ اور اس کی تعریف کر سکتے ہیں +

قتل نساء کی تردید واقعات سے

عورتوں کو قتل کرنے کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ان سخت امتناعی احکام سے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم خوب واقف تھے۔ یہاں تک کہ جب ابو الحقیق کے قتل کے موقع پر اس کی بیوی درمیان میں آگئی تو نیام سے کھینچی ہوئی تلواریں رک گئیں۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلعم کا وہ فرمان یاد تھا۔ جسمیں آپ نے عورت کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے (ملاحظہ ہو فتح الباری باب قتل ابو الحقیق) اس کھلی شہادت کی موجودگی میں صرف ایک متعصب انسان ہی اس بات کو مان سکتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ایک عورت کو محض اس بناء پر کہ اس نے اشعار میں آپ کی ہجو کی تھی۔ قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور اس فعل کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا۔ ایسی روایت کو موضوع قرار دینے میں مجھے کوئی تامل نہیں +

قتل نساء کی ممانعت معتبر احادیث میں

اسماء کے قتل کے الزام پر بحث کرتے ہوئے میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے جنگوں میں بھی عورتوں کے قتل کی کھلی ممانعت کر دی تھی۔ اس بارہ میں میں نے اسلام کے ایک سب سے زیادہ قابل اعتماد محدث امام بخاری سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ جس باب کے نیچے امام بخاری نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اس کا عنوان ہے "قتل النساء فی الحرب" (جنگوں میں عورتوں کا قتل) اس سے ظاہر ہے۔ کہ عورتوں کے قتل کی ممانعت جنگوں میں بھی ملحوظ رکھی جاتی ضروری تھی۔ صرف امام بخاری ہی نے مذکورہ بالا واقعہ اور آنحضرت صلعم کی ہدایت کو بیان نہیں کیا۔ بلکہ صحاح ستہ کی ایک کتاب کے سوا باقی تمام کتب میں یہ موجود ہے۔ اس لئے اس کی صحت ایک مسلمہ امر ہے +

فقہا کا مذہب

صرف یہی نہیں بلکہ بعد کے فقہا نے اس ہدایت کو ایک بنیادی اصول کے طور پر قبول کیا ہے۔ مالک اور اوزاعی کے نزدیک کسی حالت میں بھی عورت کا قتل جائز نہیں اور شافعی اور کوفیوں کے نزدیک عورت کو صرف اس وقت قتل کیا جا سکتا ہے۔ جب وہ

محارب ہو۔ ایک مذہب یہ بھی ہے۔ کہ محارب ہونے کی حالت میں بھی عورت کو عمداً قتل کرنا جائز نہیں سوائے اس کے کہ وہ کسی مرد کو مارنے کے لئے اس پر حملہ آور ہو (عون المعبود شرح ابوداؤد باب قتل النساء) لیکن مالک اور اوضواعی کے نزدیک جیساکہ ابھی بیان کیا جاچکا ہے۔ ایک عورت کو کسی حالت میں بھی قتل نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی محارب فوج عورتوں اور بچوں کی پناہ میں آجائے یا کسی ایسے قلعہ یا جہاز میں پناہ گزین ہو جسمیں عورتیں اور بچے بھی ہوں تو اس پر گولی چلانا یا اس قلعہ یا جہاز کو آگ لگانا قطعاً ممنوع ہے (فتح الباری باب اہل الدار بیبتون) +

ان کھلے واقعات کے ہوتے ہوئے یہ بالکل قرین قیاس نہیں کہ آنحضرت صلعم نے ایک عورت کو حالت امن میں محض اس بناء پر قتل کرنے کا حکم دیا ہو۔ کہ اُس نے بعض اشعار کے ذریعہ سے آپ کی ہجو کی +

افسانہ طرازی

دوسرا واقعہ جو مسٹر کیش نے بیان کیا ہے وہ ابوافاک کے قتل سے تعلق رکھتا ہے یہ ایک بوڑھا یہودی مُرتد تھا۔ اور اس کا جُرم بھی وہی بیان کیا جاتا ہے جو اسما کا جرم قرار دیا گیا ہے۔ اسماء کے قتل کی طرح اس کہانی کو بھی ایک بے بنیاد افسانہ طرازی قرار دینے میں مجھے کوئی تامل نہیں +

بوڑھوں کے قتل کی ممانعت

اِس بارہ میں جو دلیل میرے پاس ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ عورتوں کے قتل کے خلاف جو ہدایت آنحضرت صلعم نے دی۔ اس میں بچے اور بوڑھے بھی شامل ہیں یہ صحیح ہے۔ کہ بخاری میں جو روایت آنحضرت صلعم سے بیان کی گئی ہے۔ اسمیں عورتوں اور بچوں ہی کا ذکر ہے۔ بوڑھوں کا ذکر نہیں لیکن ابوداؤد باب دُعاءُ المشرکین میں انس بن مالک سے ایک روایت ہے جسمیں آنحضرت صلعم کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے۔ کہ کسی بوڑھے آدمی کو نہ مارو۔ نہ ہی کسی بچہ یا چھوٹی عمر کے آدمی یا کسی عورت کو قتل کرو۔ آنحضرت صلعم کا صاف طور پر بوڑھے آدمیوں کو قتل کرنے سے منع کرنا ان ہدایات سے

بھی ثابت ہے۔ جو آپ کے خلیفۂ اول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابو سفیان کو شام میں ایک فوج کی کمان پر بھیجتے ہوئے دیں۔ ان ہدایات میں آپ نے صاف طور پر یہ حکم دیا ہے۔ کہ نہ تو بچوں کو قتل کرو اور نہ عورتوں اور نہ بوڑھے آدمیوں کو " (فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۰۲) یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت ابو بکر آنحضرت صلعم کے کسی ارشاد کے بغیر ایسی ہدایت نہ دے سکتے تھے +

بوڑھے یہودی کا قتل افسانہ طرازی ہے

اس لئے یہ کہنا خلاف حق نہیں۔ کہ بوڑھے آدمیوں کے قتل کے خلاف آنحضرت صلعم کی ویسی ہی ہدایت موجود تھی جیسی کہ عورتوں کے قتل کی مخالفت میں۔ اور یہ ایک بالکل ناممکن بات ہے۔ کہ آنحضرت صلعم ایسی کھلی ہدایات دینے کے باوجود ایک بوڑھے یہودی مرتد کو جیسا کہ ابو افاک کے متعلق بیان کیا جاتا ہے قتل کا حکم دیں۔ اور وہ بھی صرف اس جرم کی بناء پر کہ اس نے چند تکلیف دہ اشعار آپ کے متعلق لکھے +

فقہ حنفی کا فتوے

فی الحقیقت جیسا کہ ہدایہ میں صاف طور پر لکھا ہے کسی شخص کو جو قاتل نہیں کسی بناء پر بھی قتل نہیں کیا جا سکتا۔ سوائے اس ایک وجہ کے کہ وہ محاربین میں شامل ہو۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:-

> مسلمانوں کے لئے واجب نہیں کہ وہ کسی عورت یا بچہ یا بوڑھے آدمی کو قتل کریں نہ ہی اس شخص کا قتل کرنا واجب ہے۔ جو جنگ میں حصہ نہ لے۔ اور نہ ہی نابینا کا قتل جائز ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ امر جو کسی انسان کو جان سے مارنا مشروع اور جائز ٹھیراتا ہے۔ وہ صرف اس کا محارب ہوتا ہے۔ اور یہ مذکورہ بالا اشخاص میں نظر نہیں آتا (ہدایہ باب کیفیۃ القتال) +

یہ نتیجہ جو نے الحقیقت فقہ حنفی کا ایک بنیادی اصول ہے۔ در اصل حضرت نبی کریم صلعم کے کھلے ارشاد پر مبنی ہے۔ ابو داؤد نے ابن ربیع کی سند سے یہ روایت کی ہے۔ کہ ایک جنگ میں ہم آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک مقام پر لوگ جمع ہیں۔ آپ نے ایک آدمی اس غرض سے بھیجا۔ وہ تحقیقات کرے۔ کہ لوگ وہاں کیوں جمع ہیں

واپس آکر اس شخص نے بیان کیا کہ ایک عورت ماری گئی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ "وہ لڑائی نہ تھی"۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ خالد اس وقت سپاہ کی کمان پر تھے۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے خالد کیطرف آدمی بھیجا۔ اور انہیں کہلا بھیجا کہ وہ نہ تو کسی عورت کو قتل کریں۔ اور نہ ایسے شخص کو جو معاوضہ پر کام کر رہا ہو (باب قتل النساء) ان الفاظ میں کہ "وہ لڑائی نہ تھی" آنحضرت صلعم نے اس بات کو صاف کر دیا۔ کہ دوران جنگ میں بھی صرف انہی اشخاص کو قتل کیا جا سکتا ہے۔ جو فی الحقیقت لڑائی میں حصہ لیں۔ آپ نے اس ہی نہ صرف عورتوں کو بلکہ معاوضہ پر کام کرنے والوں کو بھی مستثنٰے قرار دیا۔ کیونکہ وہ دوسرے کاموں کے لئے معاوضہ پر رکھے جاتے ہیں۔ اور اصل لڑائی میں حصہ نہیں لیتے۔ اسی بناء پر فقہ حنفی میں عورتوں۔ بچوں اور بوڑھے آدمیوں کے ساتھ تمام ان لوگوں کو بھی مستثنٰے قرار دیا گیا ہے۔ جو لڑائی میں حصہ نہیں لے سکتے +

غیر محارب کے قتل کی روایات صحیح نہیں

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے احکام کے مطابق کسی شخص کا قتل اس وقت تک جائز نہیں۔ جب تک کہ وہ لڑائی میں حصہ نہ لے۔ اور ہر ایسی روایت جسمیں یہ بتایا گیا ہو کہ فلاں شخص محارب نہ ہونے کے باوجود قتل کر دیا گیا۔ یا تو غیر صحیح ہے یا ناقص۔ خواہ وہ معتبر کتب احادیث میں ہی کیوں نہ پائی جاتی ہو۔ اور جہانتک سیرت کی کتابوں کا تعلق ہے ان پر تو اس بارہ میں قطعاً کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا +

ابن سنینہ کا قتل

ایسا ہی ابن سنینہ کا واقعہ غلط ہونے کی وجہ سے رد کر دینے کے قابل ہے یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ یہ قتل آنحضرت صلعم کے کسی ایسے حکم کا نتیجہ تھا جسمیں یہود کو عام طور پر قتل کر دینے کی ہدایت کی گئی تھی صرف یہی ایک بات اس روایت کو ناقابل اعتماد قرار دینے کے لئے کافی ہے کیونکہ نہ صرف ایسا حکم ہی قرآن کریم کے کھلے ارشادات کے صریحاً خلاف ہے۔ بلکہ اگر کوئی ایسا حکم دیا جاتا تو اس کا نتیجہ صرف ایک ہی یہودی کے قتل کی صورت میں پیدا نہ ہوتا +

قرآن کریم کی ہدایت

میں یہاں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ آنحضرت صلعم کا کھلا ارشاد کہ دوران جنگ میں بھی کسی ایسے شخص کو قتل نہ کیا جائے۔ جو لڑائی میں حصہ نہ لیتا ہو۔ اگرچہ وہ ایک جنگ کرنے والی فوج کے ساتھ ہو خود قرآن کریم پر مبنی ہے۔ کیونکہ جس وقت تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی۔ تو وہ ایسے صاف اور کھلے الفاظ میں دی گئی۔ کہ مقابلہ کرنے والوں کے سوا اور کسی سے لڑائی نہ کی جائے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین اور اللہ کے رستہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور اس حد سے نہ بڑھو۔ اور اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ (البقرہ: ۱۹۰) ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا۔ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا۔ ان لوگوں کو (تلوار اٹھانے کی) اجازت دی جاتی ہے۔ جن کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے کہ ان پر ظلم ہوا (الحج: ۳۹)

صرف دو صورتوں میں قتل جائز ہے

ان ارشادات خداوندی ہی کی تعمیل میں آنحضرت صلعم نے یہ حکم دیا کہ عورتوں اور بچوں اور بوڑھے آدمیوں کو دوران جنگ میں بھی قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ جنگ کرنے والے نہیں۔ اس لئے کوئی غیر محارب ہرگز قتل نہیں کیا جا سکتا۔ سوائے اس کے کہ وہ جرم قتل کا مرتکب ہو۔ جس کے متعلق قرآن کریم نے کھلی ہدایت دی ہے کہ کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ قتل کے بارہ میں تم پر قصاص واجب ہے (البقرہ ۱۷۸) پس قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی احادیث دونوں میں ایک واضح قانون کی صورت میں بتا دیا گیا ہے۔ کہ کسی شخص کی جان صرف دو ہی صورتوں میں لی جا سکتی ہے۔ یا تو وہ قاتل ہو یا محارب۔ اور صرف انہی دونوں صورتوں کے تحت میں وہ تمام واقعات آ جاتے ہیں۔ جن میں آنحضرت صلعم نے کسی شخص کو جان سے مارنے کا حکم دیا ہے +

کعب بن اشرف

اب میں اصل واقعات کو لیتا ہوں۔ جو کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ ان میں سے ایک کعب بن اشرف

کا معاملہ ہے۔ اس واقعہ پر میں ذرا تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس سے یہ معلوم ہو جائیگا۔ کہ آنحضرت صلعم کے متعلق کس قدر غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں۔ کعب قبیلہ طے میں سے تھا۔ لیکن مدینہ میں آکر وہ یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کا حلیف بنگیا۔ اور اس قدر اثر پیدا کرلیا۔ کہ ایک یہودی لیڈر کی لڑکی سے اس کی شادی ہوگئی۔ اس لحاظ سے کعب یہودیوں اور عربوں دونوں سے نہایت قریبی رشتہ رکھتا تھا +

یہود کا معاہدہ آنحضرت صلعم سے

جب آنحضرت صلعم مدینہ میں تشریف فرما ہوگئے تو یہودیوں نے آپ سے ایک عہدنامہ کیا جس کی شرائط میں یہ لکھا گیا۔ کہ دونوں اپنے اپنے مذاہب کو قائم رکھتے ہوئے وہاں ایک قوم کی حیثیت سے رہیں۔ اور جب مدینہ پر کوئی حملہ ہو یا کسی تیسرے فریق سے مدافعانہ جنگ پیش آئے تو دونوں اس بات کے پابند تھے کہ ایکدوسرے کی امداد کریں۔ تمام تنازعات کے تصفیہ کے لئے آنحضرت صلعم کی ذات پاک کو اپیل کی آخری عدالت تسلیم کیا گیا +

معاہدہ کی خلاف ورزی اور کعب کی شرارتیں

لیکن ہجرت کے دوسرے سال جب ایک مکی فوج مدینہ پر چڑھ کر آئی تو مسلمانوں کو اکیلے ان کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور باوجودیکہ ان کی تعداد حملہ آور فوج سے ایک تہائی سے بھی کم تھی۔ اور اسلحہ بھی ان کے پاس گھٹیا اور ناکافی تھے۔ تاہم بدر کے میدان میں انھوں نے حملہ آور فوج کو بُری طرح سے شکست دی۔ مسلمانوں کی فتح یہودیوں کے حسد کو بڑھانے کا موجب ہوئی۔ کعب نے جو مدینہ کے معاہدہ میں اپنے آپ کو پابند کرچکا تھا۔ اب اپنی شاعرانہ استعداد سے کام لے کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بغض و عداوت پھیلانا شروع کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ مکہ بھی گیا۔ اور وہاں دشمنان اسلام کے ساتھ کھلے طور پر عہد و پیمان کیا اور اس بات کی ضرورت اس نے بیان کی کہ قریش جلد ایک زبردست فوج کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوں۔ اور کعبۃ اللہ میں یہ قسم اٹھائی کہ جس وقت مدینہ پر حملہ ہوگا۔ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے کھڑا ہوجائے گا۔ یہیں تک نہیں بلکہ وہ مکہ سے اپنے دماغ میں ایسی تجاویز لے کر آیا کہ خفیہ طریق سے آنحضرت صلعم کی زندگی کا خاتمہ کردیا جائے +

میور اور کیش کی مسیحی سپرٹ

سر ولیم میور کی خالص مسیحی سپرٹ کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ان تمام واقعات کے بیان کرنے کے لئے اس کی ضخیم کتاب "لائف آف محمدؐ" میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں نکل سکی۔ حالانکہ کعب کی موت کے متعلق ذرا ذرا سی تفصیلات کے بیان کرنے کے لئے بھی کافی گنجائش اسمیں نکل آئی ہے۔ اور ان واقعات قتل میں سے ایک کے متعلق رائے زنی کرتے ہوئے اس نے جن کینہ جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اس کے ذیل کے الفاظ سے ظاہر ہے :-

"اسلام کی ترقی جس طریق سے شروع ہوئی ہے۔ وہ اس طریق کے بالکل الٹ ہے جو قرونِ اولیٰ کی مسیحیت کے عروج میں ہمیں نظر آتا ہے۔ مسیحیت میں اس کی ثابت قدمی اور استقلال کو دیکھ کر لوگ داخل ہوتے جس کی چٹان پر کھڑے ہوکر اس کے ماننے والوں نے موت کا پیالہ پیا۔ اسلام میں جس بھرتی کے ساتھ اس کے ماننے والے دوسروں پر سزائے موت وارد کرتے تھے۔ اسی کے نظارہ سے متاثر ہوکر لوگ اس کے اندر داخل ہوتے رہے بعض حالات میں تبدیل مذہب ایک ایمان لانے والے کی زندگی کو خطرہ میں ڈال دینے کا موجب تھا۔ اور بعض حالات میں اس کی جان کو بچانے کا باعث" +

اور اگر میور نے ان حالات کو چھپایا ہے جن کی رو سے کعب ایک حلیف ہونے کے باوجود محارب بن گیا۔ تو مسٹر کیش نے بھی اصل اسناد کی چھان بین کرنے کے باوجود اسی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہجرت کے تیسرے سال جس کو مفروضہ واقعات قتل کا زمانہ سمجھا جاتا ہے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین جنگ جاری تھی پس سوال یہ ہے کہ کیا کعب محاربین میں سے تھا یا غیر محاربین میں سے؟ اگر اس نے دشمنان اسلام کے ساتھ فی الحقیقت اتحاد قائم کرلیا۔ اور ان لوگوں میں شامل ہوگیا جو مسلمانوں کے بالمقابل مصروف پیکار تھے۔ اور اسی حالت میں مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوگیا۔ تو کیا اس کو دغابازی ظلم اور بے رحمی پر محمول کیا جائیگا؟ تمام تاریخی بیانات سے یہ ثابت ہے کہ کعب کھلے طور پر محاربین میں شامل ہوگیا۔ اور ان کا حلیف بن گیا تھا بلکہ بعض بیانات سے تو یہاں تک ثابت ہے۔ کہ اس نے آنحضرت صلعم کو دغابازی کے ساتھ قتل کرنے کی تجویزیں کر رکھی تھیں۔ یہاں میں ان میں سے بعض حوالے نقل کرتا ہوں +

"وہ قریش کے پاس ان سے مقتولین بدر کا ماتم کرنے اور آنحضرت صلعم کے خلاف انہیں جنگ کیلئے ابھارنے کی غرض سے گیا" (زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱) +

(آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ) "اس نے (یعنی کعب نے) کھلے طور پر ہمارے خلاف دشمنی کا طریق اختیار کرلیا ہے۔ اور وہ ہمیں بُرا بھلا کہتا ہے۔ اور مشرکین کے پاس گیا ہے۔ (جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کر رہے تھے) اور انھیں ہم سے لڑائی کرنے کے لئے جمع ہونے کی ترغیب اس نے دی ہے" (زرقانی جلد ۲ ص ۱۱)

"کلبی سے روایت ہے۔ کہ وہ کعبۃ اللہ کے پردہ کے آگے قریش کے ایک شورے میں شامل ہوا۔ جس کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تدابیر کی جائیں" (زرقانی)

ایک دعوت کا اس نے سامان کیا اور یہودیوں سے خفیہ طور پر یہ مشورہ کیا۔ کہ آنحضرت صلعم کو بلایا جائے۔ اور جب وہ آئیں تو سب یکلخت آپ پر ٹوٹ پڑیں" (زرقانی)

محدثین کا کعب کے محارب ہونے پر اتفاق

مصنف فتح الباری نے بخاری کی اسی روایت پر جس میں کعب کے قتل کا ذکر ہے۔ آزلی کرتے ہوئے ان تمام روایات کو بیان کیا ہے۔ جن کو میں اُوپر زرقانی سے نقل کرچکا ہوں یعنی کعب کا مکہ جانا۔ قریش کو اشتعال دلانا۔ اس شورے میں جو مسلمانوں سے جنگ کرنے کیلئے کعبۃ اللہ کے آگے ہُوا۔ اس کا شامل ہونا۔ آنحضرت صلعم کا یہ بیان کہ اس نے کھلی دشمنی اختیار کرلی ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو دعوت دے کر آپ کو قتل کرنے کی تجویز کرنا وغیرہ بخاری نے خود ان واقعات کو جو کعب کی موت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسے عنوانات کے نیچے رکھا ہے جن میں "حرب" کا لفظ استعمال ہُوا ہے۔ اور اسی طرح یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ اسے محاربین میں سے سمجھا جاتا تھا۔ ابوداؤد نے اس واقعہ کو اس عنوان کے ذیل میں بیان کیا ہے "جب دشمن پر حملہ کیا جائے۔ اور وہ تیار نہ ہو۔" اور اس سے یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ کعب کو مسلمانوں کے بالمقابل جنگ کرنے والا دشمن سمجھا جاتا تھا۔ شارح نے اس پر یہ لکھا ہے۔ کہ

"کعب مسلمانوں کو قتل کرنے کیلئے لوگوں کو اشتعال دلاتا تھا۔" اسی شارح نے اس بات پر بحث کرتے ہوئے۔ کہ کعب کو اس کے افعال کی سزا دینے کیلئے ایک جماعت کا بھیجا جانا بالکل جائز تھا۔ یہ لکھا ہے۔ کہ ایک دشمن کو ضمانت دیدینے یا اس سے صلح کرلینے کے بعد اس سے ایسے سلوک کی اجازت نہیں۔ بلکہ اسی شخص کے بارہ میں یہ اجازت ہے۔ جو عہد کو

توڑ سے۔ اور مسلمانوں کے قتل میں دوسروں کو مدد دے" ابن سعد نے لکھا ہے۔ کہ جب یہودیوں نے آنحضرت صلعم سے شکایت کی۔ کہ ان کے لیڈر کو قتل کر دیا گیا ہے تو آپ نے اس کے افعال ان کو یاد دلائے۔ اور بتایا۔ کہ کس طرح قریش پر اس نے زور ڈالا۔ اور انھیں مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرنے پر مشتعل کیا" +

یہود سے نیا عہد نامہ

یہ بھی لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے پھر یہود کو معاہدہ کیلئے بلایا"۔ اور یہ معاہدہ لوڈ حضرت علی کے قبضہ میں تھا"۔ ان تمام شہادات سے نہایت واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کعب کو اس وجہ سے قتل کیا گیا۔ کہ اس نے آنحضرت صلعم سے عہد شکنی کی۔ اور اُن دشمنوں کے ساتھ ملگیا جو آپ سے برسر پیکار رہتے تھے۔ اسی لئے اس کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا۔ جو ایک محارب سے کیا جاتا ہے۔ دوسرے یہودی جو مخالفت میں اس درجہ تک نہ پہنچے تھے اگرچہ آنحضرت صلعم کو برُا بھلا کہنے میں وہ کسی سے پیچھے نہ تھے۔ اس وقت بھی امن کے ساتھ رہتے تھے۔ صرف اسی قدر ان سے مطالبہ کیا گیا۔ کہ وہ اس عہد نامہ پر دستخط کر دیں۔ کہ ایسے لوگوں کے ساتھ وہ اتحاد نہ کرینگے۔ کہ جو مسلمانوں سے برسر پیکار رہیں + (باقی دارد)

گلشن نبوی کی گل ریزیاں

اخوت اسلامی

(۱) مسلمان مذہباً بھائی بھائی ہیں انھیں ایک دوسرے کو آزار نہ پہنچانا چاہیئے۔ اور نہ ہی انھیں ایکدوسرے بھائی کی اعانت سے گریز کرنا چاہیئے۔ اور نہ ہی انھیں ایک دوسرے کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ تقوےٰ و طہارت کا اصل مقام قلب ہے۔ اس لئے ایک قلب مطہر میں دوسرے مسلم بھائی سے نفرت رکھنے کی سمائی نہیں +
ایک مسلم پر دوسرے مسلم بھائی کا خون۔ املاک اور شہرت ممنوع ہیں۔

(۲) کوئی بھی شخص پورا مومن نہیں کہلا سکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(۳) تمام مسلمان بمنزلہ جسم کے ہیں۔ اگر کسی کے سر میں درد ہے۔ تو اس کے تمام جسم میں تکلیف ہوتی ہے۔ اور اگر کسی کی آنکھ میں آزار ہے۔ تو باقی جسم کو قرار نہیں ہوتا۔

(۴) تمام مسلم بمنزلہ ایک محکم دیوار کے ہیں جس کے بعض حصص دوسرے حصص کو مستحکم کرتے ہیں۔ اور اس طرح باہمی سہارے کا موجب ہوتے ہیں۔

(۵) عسرت میں اپنے بھائیوں کی امداد کرو۔ اور اگر کوئی بھائی مصائب و آلام میں گرفتار ہو تو اسے مخلصی دلانے میں اس کی امداد کرو +

الہیات

رب ۔ رحمٰن ۔ رحیم ۔ مالک

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

الہیات کی بحث تو ایک بسیط بحث ہے لیکن اس کی اساس و بنیاد خدا کی ذات حشر ونشر جزا و سزائے اعمال ۔ حیات بعد الموت وغیرہ کے متعلق وہ چند متمیز عقاید ہیں۔ جن میں کُل کی کُل نسل انسان ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق و اختلاف کے زاویۂ نگاہ سے مختلف جماعتوں میں تقسیم ہو سکتی ہے ۔ باقی جو کچھ بعنوان الہیات کہا یا لکھا گیا ہے وہ سب کا سب انھیں مذکورہ عقاید کی جزئیات ہے ۔ یہاں میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ ان چار صفات باری تعالیٰ کا ماننے والا ان امور میں کیا عقیدہ رکھتا ہے ۔

ہستی باری تعالےٰ

ربُوبیت نہ صرف تخلیق و پرورش کائنات کے مفہوم تک محدود بلکہ لغت عرب نے ایک طرف اور نظام کائنات نے دوسری طرف لفظ ربوبیت کی جو تشریح کی ہے ۔ اس میں تخلیق و پرورش کے علاوہ ایک قسم کی تقدیر (تجویز قوانین) بھی نظر آتی ہے ۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اور اُن کی مختلف شکلیں اور ہیولے ۔ اُن کی تراکیب اُن کی بلوغت و ارتقاء وغیرہ سب کے سب قانون کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ کائنات کی ابتدائی سے ابتدائی صورت کو دیکھ لیا جائے ۔ وہاں بھی قانون سے مفر نہیں ۔ ہماری تحقیق عناصر سے آگے چل کر اب سالمات ۔ اتمات اور تنویری ذرات (نیبولا) کو بھی پیچھے چھوڑ گئی ہے اس وقت ہم اثیری ذرات تک پہنچ گئے ہیں ۔ اور خیال کرتے ہیں ۔ کہ ان سے کائنات کا آغاز ہوا ہے ۔ الغرض اگر ہماری تحقیق اثیری ذرات سے بھی ہمیں آگے لیجاتے تو مواد عالم پر ہر جگہ ایک نہ ایک قانون حکومت کرتا نظر آتا ہے ۔ ان قوانین کے ساتھ نظام عالم میں ایک **ارادہ** اور اسکے ساتھ **تدبیر و تنظیم** ابلغ بھی نظر آتی ہی اشیائے عالم

کی ودیعت شدہ استعدادیں ان استعدادوں کی بلوغت کی ہیں۔ اُن کی حدِ کمال پہ سب کا سب پہلے ہی سے تجویز شدہ نظر آتا ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کی طرف نہ صرف قرآن کریم لفظ ربّ کی تشریح کرتا ہوا اشارہ کرتا ہے۔ بلکہ سائنس نے آج ان باتوں کو بطور امورِ مثبتہ تسلیم کرلیا ہے۔ اور اس وجہ سے اہلِ سائنس کا غالب حصّہ نہ صرف ہستیٔ باری تعالیٰ پر ایمان لے آیا ہے۔ بلکہ مادہ پر اُس ہستی کی قدامت کو بھی تسلیم کرچکا ہے +

قدامتِ مادہ

انھیں پانچ سات سال کے اندر حکمائے مغرب نے مادّہ کو قُوت یا قدرت[۵۱] سے پیدا شدہ تسلیم کرلیا ہے جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ یہ مادہ جس کی قدامت پر بعض اصحاب ایمان رکھتے تھے وہ بھی آخر سائنس کی تحقیق میں حادث ہی ثابت ہُوا اور علمی بصیرت والوں کو ربّ قدیر کی قدرت کی ہی ایک بالائی شکل نظر آئی ہے +

توحید و ابنیت

کُل کے کُل انتظام اور اس کے نفاذ میں کہیں بھی شرکت عمل نظر نہیں آتی۔ ایک ہی ہاتھ ہے۔ جو ہر جگہ کام کر رہا ہے۔ اس وحدتِ عمل کے ماتحت قرآن نے ربوبیت خداوند کو پیش کرکے اُلوہیت غیراللہ سے انکار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ رہا مسئلہ **ابنیت** اُسے صفتِ رحمانیت نے صاف کردیا ہے۔ اپنی تقسیم فیض رحمانیت میں خدائے تعالیٰ کہیں بھی تمیز و رعایت کرتا نظر نہیں آتا۔ ایک باپ خواہ کتنا ہی وسیع القلب اور نافع الناس ہو وہ اوروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہُوا اپنے بیٹے اور دوسروں میں کچھ نہ کچھ فرق کرہی دیتا ہے لیکن مسیح یا عزیر یا دوسرے مقبولہ ابناء اللہ تو رحمانی انعام پانے میں دوسروں سے کسی رنگ میں ممتاز نظر نہیں آتے۔ اگر یہ بزرگ خدا کے بیٹے ہوتے تو وہ عطیہ فطرت رحمانی میں دوسروں سے کچھ زیادہ حصہ لیتے لیکن یہ تو نظر نہیں آتا۔ اس لئے قرآن[۵۲] نے بھی کہا کہ اگر خدا رحمن ہے تو کوئی اس کا بیٹا ہی کیسے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی بخشش میں کسی کے ساتھ تفاوت[۵۳] نہیں کی +

---

۵۱ Energy

۵۲ وقالوا اتخذ الرحمن ولدا (سورہ مریم) ترجمہ اور کہتے ہیں کہ رحمن بیٹا رکھتا ہے۔

۵۳ ما تریٰ فی خلق الرحمن من تفوت (ملک آیت ۳) ترجمہ (تم) رحمن خدا کی پیدائش میں کچھ تفاوت نہیں دیکھتے ؟

کفارہ

یہ تو ظاہر ہے کہ رحمٰن کی رحمت بلا بدل واقع ہوئی ہے - یہ جو کچھ کائنات میں خدا کا عطیہ نظر آتا ہے - وہ تو سب کا سب بے بدل ہے - تو پھر وہ نظریہ بھی غلط ہو گیا - جس نے آکھیات کلیسیا میں کفارہ تسلیم کرایا - صلیب پرست کہتے ہیں - کہ خدا کا رحم بلا بدل نہیں ہوتا - اس لئے گناہ کی بخشش جس رحمت کو چاہتی ہے - اس کے بدل میں کوئی فدیہ ہونا چاہئے - لیکن بے بدل رحمت خداوندی نے اس مغالطے کو بھی دور کر دیا +

تناسخ

اِس بے بدل رحمت نے مسئلہ تناسخ[1] کی حقیقت کو بھی حل کر دیا - ہمارے کُل کے کُل اسبابِ راحت تو قطعاً کائنات کی ان اشیاء پر مبنی ہیں - جو پیدائش انسان ؔ سے لاکھوں برس پہلے کے پیدا شدہ ہیں - لیکن یہ تو کسی عمل کا نتیجہ نہیں - لہٰذا اگر سامان راحت عمل کے بغیر مل چکے ہیں - تو مسئلہ تناسخ کی ایک وہ ضروری کڑی ٹوٹ جاتی ہے - جس کے ماتحت یہ تسلیم کیا گیا کہ سامانِ رنج و راحت کسی پہلے جنم کے اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں - اسی طرح اگر ایمان پر رحمٰن تناسخ کے مسئلہ کو ایک رنگ میں ناقابلِ تسلیم ٹھیراتا ہے تو ایمان بر ربوبیت - **اواگون** کی بنیاد کو ہی اکھیڑ دیتا ہے - رب کی تشریح میں قرآن کہتا ہے - کہ کائنات میں ہر ایک چیز کا قدم آگے کو ہے پیچھے کو نہیں - اس کا جوہر مختلف عوارض و لباس بدلتا ہوا آگے ہی جاتا ہے - جو چیز پیچھے رہ جاتی ہے یا کسی شکل میں عود کر لیتی ہے - وہ اس کے عوارضات ہیں - اس حقیقت پر سائنس نے بھی مُہر صداقت لگادی ہے لیکن آواگون تو ہم سے یہ منواتا ہے - کہ ہم اعلیٰ حالت سے بھی ادنےٰ حالت کی طرف عود کر لیتے ہیں - یہ وہ بات ہے - جس کی تردید ایک طرف لفظ رب اور دوسری طرف مسئلہ ایوولیشن (ارتقاء) کر رہا ہے +

حیات بعد الموت

اگر ربوبیت کائنات نے جیسے کہ اوپر بیان ہوا ہے - ہر ایک چیز میں جوہر بلوغت

---

[1] مسئلہ تناسخ پر مفصل بحث کے لئے مصنف کی کتاب رد تناسخ دیکھو - قیمت ۲؍ از مسلم بک سوسائٹی لاہور

رکھ دیئے ہیں۔ اور وہی ربوبیت ان جواہر مخفیہ کو کمال تک پہنچا دیتی ہے خواہ وہاں تک پہنچنے میں ان اشیائے عالم کو ہزار در ہزار عالموں میں گزرنا پڑے۔ تو پھر ہمیں ایک ایسے عالم یا عالموں کے وجود کو بھی ماننا پڑے گا۔ جن میں ہمیں موت کے بعد گزرنا باقی ہے کیونکہ ہر انسان کے اندر جس قدر استعدادیں ہیں۔ وہ ساری کی ساری تو اس دنیا میں ظہور تام حاصل نہیں کرتیں۔ مثلاً کشفت صدور یا دوسری باطنی قوتیں ہر انسان میں موجود ہیں۔ اور کئی ایک انسانوں میں یہ قوتیں کم و بیش ظاہر بھی ہو جاتی ہیں۔ لیکن نسل انسانی کا زیادہ حصہ ان قوتوں کی بلوغت کو نہیں دیکھتا۔ لہٰذا اگر کسی ہونے والے عالم میں ان استعدادوں نے بالغ نہیں ہونا جو یہاں ظاہر نہیں ہوتیں۔ تو پھر رب العالمین کا یہ فعل بھی عبث ہے جس نے ہر انسان میں طرح طرح کی استعدادیں رکھ دی ہیں۔ اس حقیقت نے ہمیں حیات بعد الموت کے ماننے پر مجبور کر دیا ہے۔

ضرورت الہام

اگر فیض رحمانیت نے انسان کی ہر خواہش و ضرورت کو بہم پہنچانے کا انتظام اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ اور ایسا ہی انسان کی ہر قوت کی آبیاری کے سامان بھی اسکی طرف سے پیدا ہوتے ہیں۔ تو پھر انسان میں جو حصول علم کی ایک طبعی تڑپ ہے بلکہ جس بات نے اسے عالم حیوانات میں متمیز کر رکھا ہے۔ وہ اسکی قوت حصول علم ہی ہے۔ کیونکہ جسمانیات میں تو انسان حیوان سب برابر ہیں۔ اب اگر رحمٰن نے جسمی ترقیات کے سب سامان اپنی طرف سے دیئے ہیں تو علمی ترقی کے حقیقی سامان بھی اسی کی طرف سے آنے چاہئیں۔ یہی حقیقت ہمیں ضرورت الہام کے ماننے پر مجبور کرتی ہے۔ اگر جسم کی غذا خدا نے دی ہے تو روح کی غذا بھی اپنی رحمانیت[1] کی طفیل ہمیں دے۔ اگر وہ رب العالمین ہے تو عالم حیوانات سے آگے چل کر جس عالم میں اب انسان نے گزرنا ہے۔ وہ تو عالم اخلاق روحانیات ہے۔ اور اس عالم کی غذا عقل کی قوت ادراک سے تعلق رکھتی ہے۔ لہٰذا اس عالم کی خوراک بھی ادراکی رنگ میں ہی ہونی چاہئے بالفاظ دیگر اس کیطرف سے الہام بطور رزق روح انسانی نازل ہونا چاہئے۔ سیطرح صفت حمیت اور مالکیت بھی حیات بعد الموت میں بہشت و دوزخ کے وجود کی تعلیم دے رہی ہیں کیونکہ ان دونوں صفات کا تعلق جزا و سزا سے ہے جو بصورت تام اس دنیا میں نظر نہیں آتی۔

[1] الرحمٰن۔ علم القرآن یعنی قرآن کو صفت رحمانیت نے سکھایا۔

انسانی استعداد پر اسمائے حسنہ کا اثر

بسلسلہ مضمون الٰہیات صفحہ ۲۱۳ رسالہ ہذا

انسان کی فطرتی استعدادوں کو کسی زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے۔ اس میں اقتصادیات اخلاقیات۔ روحانیات اور الہیات کے متعلقہ علوم کے حصول کی استعداد موجود ہے۔ ہر ایک شخص خواہ وہ کسی عقیدہ کا ہو انھیں چار راہوں پر قدم مارتا نظر آتا ہے مذہب اگر خدا کی طرف سے آیا ہے۔ تو اس کا فرض اولین ہے۔ کہ ان چار امور میں قوائے انسانی کی آبیاری کرے۔ ایسا ہی اگر الہام نے کوئی نماز تجویز کی تو وہ نماز ایک اہل صلوٰۃ کی ان چار امور میں راہنمونی کرے۔ اور میں بلا تامل کہتا ہوں کہ اسلام نے اسی قسم کی نماز سکھلائی ہے۔ کُل تعلیم اسلام یا تعلیم قرآن کا نچوڑ یہی چار صفات ہیں۔ ان چار اسماء کی مختلف شیون کو سمجھانے کے لئے خدا کا آخری الہام نازل ہُوا۔ کیونکہ ہر جگہ کائنات میں خدا کے ان چار صفات کی حکومت چل رہی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ اس آسمانی بادشاہت تلے وہی فلاح پا سکتا ہے۔ جو اپنے حالات کو ان چار صفات کے منطوق و منشا کے مطابق کرے +

اب اقتصادیات۔ اخلاقیات۔ رُوحانیات اور الٰہیات کی کونسی بہتر سے بہتر راہ ہے جن کی طرف حسب تشریح بالا یہ چار صفات باری اشارہ نہیں کرتیں۔ اسلامی نماز تو صرف اسی قدر ہے۔ کہ انسان ان چار صفات پر غور و فکر کرے۔ اور ان کے رنگ میں رنگین ہونے کی راہ نکالے۔ باقی جن امُور کی تعلیم سُورۂ فاتحہ میں ہے۔ وہ اس امر کی تعلیم کرتے ہیں۔ کہ انسان نے اس کسب سلوک میں خود کیا کرنا ہے۔ کن امور میں اسے اعانت و ہدایت کی ضرورت ہے۔ کن راہوں پر اس نے چلنا ہے۔ اور کن راہوں کو اس نے چھوڑنا ہے۔ باقی تسبیحات و تکبیرات جو نماز میں داخل کی گئی ہیں۔ وہ اسکی مکملات و متممات ہیں +

کوائف مسلم مشن ووکنگ (انگلستان)

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سطور ذیل کو اپنے گرامی صحیفہ کی نزدیکی اشاعت میں جگہ دے کر ممنون فرمائیں +

خادم

خواجہ عبد الغنی

سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل۔ لاہور

اسلام اور اخلاق

جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی قائممقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان) کا گزشتہ ماہ ایک لیکچر کیرکٹر بلڈرس ایسوسی ایشن لندن (مجلس تعمیر اخلاق) میں ہوا۔ جس کا موضوع اسلامی اخلاق تھا۔ اس لیکچر میں بہت سے اعلےٰ طبقہ کے لوگ شامل ہوئے۔ ابتداے لیکچر میں مولوی صاحب ممدوح نے بتایا۔ کہ اسلام کا سنگِ بنیاد۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے یہ معنی ہیں۔ کہ انسان صفات باری پر ایمان لائے

اخلاق اسلامی کا ممتاز پہلو

خدا تعالےٰ کی صفات میں سب سے ممتاز صفات رحمان اور رحیم ہیں۔ اس لئے ہر مسلم کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے حلقہ کے اندر رحمٰن اور رحیم ہو کر رہے۔ اس سے اسلامی اخلاق میں رحمانیت و رحیمیت ایک ممتاز پہلو لئے ہوئے ہیں +

مولوی عبد المجید ایم اے کا لیکچر اخلاق اسلامی

اسلامی اخلاقِ محاربہ کے متعلق مولوی صاحب موصوف نے بیان فرمایا۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم کے زمانے میں عربوں نے نبرد آزما ہوتے وقت کبھی بھی زہر آلود تیر استعمال نہیں کئے۔ اور نہ کبھی انھوں نے مفتوحین کے مکانوں و گاؤں کو نذر آتش کیا۔ انہی اسلامی اخلاق محاربہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمارے ترک مسلم بھائیوں نے گزشتہ جنگ عظیم میں کبھی بھی سم آلود گیس استعمال نہیں کی

اسلامی اخلاق و جنگ

تہذیب حاضرہ کے اخلاق اور اسلام

مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ ان واقعات دیرینہ کے اعادہ سے میرا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ سامعین کے دل پر یہ امر محسوس ہو جائے۔ کہ مسلم صنفی و جنگجو واقع ہوئے ہیں مسلمانوں کی بربریت کی گھٹاؤنی تصویر عدوانِ اسلام کی کھینچی ہوئی ہے۔ ورنہ مسلم اخلاق ان مہیب و لرزہ خیز بربریت و وحشت کے انسانیت سوز واقعات سے جو نام نہاد تہذیب حاضرہ کی آڑ میں کئے جاتے ہیں ارفع و اعلےٰ ہیں

لیکچر کے اختتام پر ایک دلچسپ بحث ہوئی +

انگریز نومسلموں کی اسلامی تعلیم

ان تبلیغی لیکچروں کے علاوہ جو وقتاً فوقتاً مختلف مقامات پر ہوتے رہتے ہیں۔ ہر ماہ کی پہلی اتوار کو لندن مسلم ہاؤس میں نومسلموں کو حصول اسلام کی تفصیلات کے سمجھانے میں کافی وقت صرف کیا جاتا ہے اور باتوں ہی باتوں میں بہت سے اسلامی مسائل پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس طرز تبلیغ سے معتد فائدہ حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ ایک اتوار کو مسٹر فارمر جو حال ہی میں مسلمان ہوئے ہیں۔ اپنی اہلیہ کے ساتھ لندن مسلم ہاؤس میں تشریف لائے۔ اور انھیں نماز پڑھنی سکھلائی گئی۔ ہفتہ کے روز مسٹر رنکین عمر ہیوبرٹ (جن کا اعلان اسلام حال ہی میں اخباروں میں شائع ہو چکا ہے) مسجد ووکنگ میں تشریف لائے۔ اور رات کے گیارہ بجے تک اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے رہے مسٹر رنکین کے دل میں اسلام کے سیکھنے کی حقیقی تڑپ اور اسلامی اصولوں کے احترام اور ان پر عملی طور پر کاربند ہونے کی سچی آرزو ہے۔ امید کامل ہے۔ کہ مسٹر رنکین موصوف یورپ میں اسلام کی اشاعت کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہونگے + ۲۹/۶

بانیٔ مسیحیت نبی اللہ کی حیثیت میں

جناب اے۔ رشید صاحب کراٹیہ بنگال کے قلم سے

جناب یسوع مسیح مسیحیت کے بانی نہیں ہیں۔ بلکہ خداوند خدا سمجھے جاتے ہیں اور کلیسیا کی بالائی عمارت جو اُن کے نام سے موسوم ہے۔ دراصل سینٹ پال کی مرہونِ احسان ہے۔ اسکی کمزوریاں خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہوں لیکن اسمیں شک نہیں کہ وہ بہت پُرجوش آدمی تھا۔ اپنی بات کا دھنی اور اپنے ارادہ کا پکا تھا۔ اور جب وہ ایک مرتبہ کسی کام میں ہاتھ ڈال دیتا تھا۔ تو پھر اس کو ختم کئے بغیر نہیں چھوڑتا تھا۔ اور اُسے تکمیل مقاصد کا گر بھی اچھی طرح یاد تھا۔ گو جسمانی طور پر وہ ناقص یعنی کوز پشت تھا لیکن محنتی بلا کا تھا۔ اور جس مقصد کو لے کر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے حصول میں اپنی جان عزیز بھی قربان کردی۔ مختصر یہ کہ بڑے آدمیوں میں جس قدر خصوصیات ہوتی ہیں۔ وہ سب اس کے اندر بھی موجود

تھیں لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا وہ خدا کی طرف سے کوئی نبی یا رسُول بھی تھا؟ کیا رُوح القدس سے تائید پاکر وہ مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہُوا تھا؟

بائبل کی اعلیٰ تنقید اور تحریک تجدید ملت کی موجودہ تحقیقات نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ بائبل کے بہت سے واقعات افسانہ سے زیادہ وقیع نہیں ہیں۔ مثلاً واقعہ تخلیق عالم جس طرح کہ توریت میں بیان ہُوا ہے تاریخی نہیں ہے۔ اور باغ عدن والا معاملہ تو محض افسانہ ہے +

اکثر ایسا ہُوا ہے۔ کہ مذہب بازیچۂ اطفال بن کر رہ گیا ہے۔ اور مقدس نوشتے محض داستان پاستان ہوگئے ہیں۔ کلام خدا میں وقتاً فوقتاً اقوال انسانی کی آمیزش ہوگئی ہے لیکن ان خرابیوں کے دُور کرنے کے لئے خدا نے مختلف اوقات میں انبیاء کو مبعوث کیا۔ تاکہ الہام ربانی آمیزش انسانی سے پاک ہو جائے۔ اور کسی نبی کا الہامی نوشتوں کی صحت کرنا گویا اس کا پہلا فرض منصبی ہے اور اگر سینٹ پال اس مقدس گروہ ہی سے ہوتا تو اس کے الفاظ غیر خدائی معاملات سے منزہ ہوتے۔ بلکہ وہ لوگوں کو مطلع کر دیتا۔ کہ فلاں فلاں مقامات مندرجہ بائبل الہامی نہیں ہیں۔ لیکن اس کی تحریرات کا بیشتر حصہ محض کتاب پیدائش پر مبنی ہے خصوصاً آدم و حوا کے واقعات اور شجر ممنوعہ پر اس نے اپنے خیالات کی عمارت قائم کی ہے۔ حالانکہ یہ باتیں اب کسی محقق کے نزدیک روحانی قابل قبول نہیں ہیں +

علاوہ ازیں خواہ اس کے عورتوں کے بارہ میں کیسے ہی تلخ تجربات کیوں نہ رہے ہوں اور ممکن ہے۔ کہ یہودیہ کی کسی لڑکی کی بیوفائی کی وجہ سے وہ عورت ذات سے ہی متنفر ہو گیا ہو۔ لیکن اس کے لئے یہ امر زیبا نہ تھا۔ کہ اپنے ذاتی تجارب کی بناء پر منصب رسالت کو نقصان پہنچاتا۔ چونکہ اس بات میں اسے ناکامیابی ہُوئی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر اس نے اس فیصلہ کو پسند کیا ہوگا۔ جو خدا نے پہلی عورت کے حق میں صادر کیا تھا لیکن اگر خدا نے پولوس کو منصب رسالت پر کھڑا کیا ہوتا تو یقیناً اس کے قلم سے اس قسم کے الفاظ ہرگز نہیں نکل سکتے تھے:۔

(۱) مناسب ہے کہ عورتیں خاموشی کے ساتھ محکوم ہو کر علم حاصل کریں۔ لیکن میں اس امر کی اجازت نہیں دونگا۔ کہ کوئی عورت معلمہ کا کام انجام دے یا مردوں پر حکومت کرے۔ اس کیلئے خاموش رہنا ہی مناسب ہے۔ کیونکہ باعتبار تخلیق آدم کو خدا پر تقدیم حاصل ہے۔ اور آدم نے دھوکہ نہیں کھایا بلکہ حوا نے

اور وہی محمد کی نظروں میں خطا وار قرار پائی +

بحیثیت عورتوں سے نفرت کرنے والے کے خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ کہتا ۔ مثلاً یہ کہ عورت کو چاہئیے کہ ہمیشہ مرد کی محکوم رہے لیکن اگر آدم و حوا کا قصہ محض فسانہ ہے ۔ پس اگر واقعی پولوس ملہم ربانی تھا تو اس کے لئے ناممکن تھا ۔ کہ وہ ربانی خیالات کو فسانوں اور غلط روایات سے مؤید کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتا +

نوٹ منجانب اڈیٹر اسلامک ریویو :-

بانی مسیحیت کو ایک طرف رکھئے ہیں تو خدا نے مسیحیت کے متعلق بھی یہی دشواری نظر آرہی ہے ۔ جناب یسوع نے بھی توریت و دیگر صحائف کو منجانب اللہ تسلیم کیا ۔ اور ان سے استناد و استشہاد بھی فرمایا چنانچہ آپ نے "سانپوں کی اولاد" کو کوئی نشان نہیں دیا مگر یونس نبی کا نشان +

یقیناً ابن آدم بھی زمین کے پیٹ میں اسی عرصہ کے لئے رہیگا جس عرصہ کیلئے یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں رہا" اب غور فرمائیے ۔ کہ اگر یونس اور مچھلی والا قصہ محض اک فسانہ ہے ۔ تو کس طرح ممکن ہے کہ وہ شخص جو الٰہی الہامات کا مدعی ہو ۔ اپنے متعلق آیندہ واقعات کی شہادت ایسے امور سے دیتا جو درحقیقت کبھی ظہور پذیر ہی نہیں ہوئے؟

اس کے علاوہ ایک اور دشواری بھی مسیحیوں کے لاحق حال ہے ۔ وہ یہ کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں زندہ گئے تھے ۔ اور زندہ ہی برآمد ہوئے تھے ۔ اور اگر یونس اور یسوع کے واقعات میں مماثلت ہے تو پھر یسوع کی قیامت لفظ بے معنی ہو گئی ۔ لازم ہے کہ یسوع بھی زندہ ہی زمین میں دفنایا گیا ہو ۔ اور اگر ایسا ہے تو مصلوبیت اور کفارہ دونوں باطل ٹھیرتے ہیں +

اسلام کے احسانات یورپ کے سر پر

بقلم ڈاکٹر ڈیرکس

حضرت محمد (اس لفظ کے معنی ہیں ستودہ) جن کا دوسرا نام یعنی کنیت ابوالقاسم بھی ہے (قاسم آپکے بیٹے کا نام تھا) ۲۰ - اپریل ۵۷۱ء کو پیدا ہوئے تھے ۔ آپکے باپ کا نام عبداللہ تھا ۔ اور ماں کا آمنہ بیوہ...

قریش مکہ کے معزز اور حکمران خاندان سے تھے لیکن تھوڑا غریب حضرت عبداللہ کا آپؐ کی ولادت سے چند ماہ قبل انتقال ہوگیا۔ اور اُن کی وفات پر آمنہ بی بی کو اس قدر مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کہ اپنے نازک مولود کے لئے دایہ رکھنی بھی دشوار ہوگئی۔ اور اسی لئے تیسرے سال آپؐ دایہ کے ہاں سے واپس آگئے۔ چند سال کے بعد آمنہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ اور آپؐ کی کفالت کا بار آپؐ کے دادا عبدالمطلب پر پڑ گیا۔ ان کی وفات کے بعد آپؐ کے چچا ابوطالب نے آپؐ کی پرورش کی جب تک آپؐ اپنے چچا کے پاس رہے بحیثیت چرواہہ شتربان اور سقہ کے کام کرتے رہے۔ اور اس سلسلہ میں آپؐ نے تمام عرب اور شامی سرحد کا سفر کیا۔ لہٰذا ایام شباب ہی میں آپؐ نے بہت سے مختلف اثرات اپنی ذات میں جمع کر لئے جن کا نقشہ آپؐ کی آئندہ زندگی میں بھی نظر آتا ہے۔ آپؐ کی قوت مشاہدہ بہت ہی تیز زبردست اور عمدہ واقع ہوئی تھی +

ان باتوں کے علاوہ آپؐ کی جوانی کے حالات اور کچھ زیادہ معلوم نہیں ہیں[۵] پچیس سال کی عمر میں آپؐ نے ایک دولتمند بیوہ خدیجہ بی بی کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس سلسلہ میں آپؐ کو تجارت کی غرض سے دور و دراز مقامات کے سفر کرنے پڑے اور چونکہ آپؐ کو تجارتی طور پر بہت کامیابی ہوئی۔ لہٰذا خوش ہو کر چالیس سالہ خدیجہؓ نے آپؐ کو مورد الطاف بنا لیا۔ اور یہ لطف و کرم کچھ عرصہ کے بعد نکاح کی صورت میں منتہی ہوا۔ اس واقعہ کے بعد آپؐ نے تجارت کو خیرباد کہدیا۔ اور اپنا سارا وقت مراقبہ اور غور و فکر میں بسر کرنا شروع کیا چنانچہ کبھی بی بی کو لے کر اور کبھی تن تنہا آپؐ صحرا میں چلے جاتے تھے +

ایک طرف تو ملک عرب میں سیاسی اور مذہبی بدنظمی طاری تھی۔ دوسرے رومی اور ایرانی حکومتوں کے حملے پے درپے ہو رہے تھے لہٰذا آپؐ نے سوچا کہ عرب کی تمام اقوام کو ایک رشتہ میں منسلک کرنا چاہیئے۔ یہ اعلیٰ مقصد تھا جس نے آپؐ کو وہ مرتبہ عطا کیا جو آپؐ کو دنیا میں آج حاصل ہے +

چالیس سال کی عمر میں آپ کو اس امر کا یقین ہوا۔ کہ جبرئیل فرشتہ آپؐ کے پاس آیا۔ اور خدا کی وحی آپؐ کے پاس لایا۔ اور انسانوں کی ہدایت کا کام آپؐ کے سپرد کیا۔ چونکہ اس بات کا اعلان آپؐ نے شروع ہی کر دیا تھا۔ کہ میں حتے الوسع بت پرستی کی بیخکنی کر دونگا۔ اور چونکہ ایسا کرنے کی وجہ سے قریش کے ملی اور نفع بخش کاموں میں خلل اندازی یقینی تھی لہٰذا ان لوگوں نے جو خانہ کعبہ کے محافظ اور خدام تھے۔ اور اسی ضمن میں بہت سے آمدنی کے ذرائع اُن کو ملے ہوئے تھے آپؐ کی انتہائی

[۵] مضمون نگار مسلمان نہیں ہے حضرت نبی کریم صلعم کے پورے حالات سے چونکہ انکو واقفیت نہیں اس لئے اس قسم کا فقرہ لکھ دیا۔ مترجم

مخالفت شروع کردی۔ آپ کے پیغام کو نفرت اور حقارت سے دیکھا اور ایسا تنفر اور تمسخر کیا۔ گویا آپ کے مشن کا استیصال کُلّی کر دینگے۔ لیکن آپ کی ذات میں حصول مقصد کیلئے انتہائی جدوجہد اور مجنونانہ جوش، جس کے حاصل ہونے پر آپ کی رائے میں عربوں کی بہبودی کا دارومدار تھا۔ آپ کے دشمنوں کی مخالفت سے زیادہ زبردست اور نمایاں نظر آتا ہے آپ کو اپنے مقصد کی پاکیزگی پر کامل یقین تھا۔ اور نیز اس امر پر بھی کہ آپ مامور من اللہ ہیں۔ لہٰذا آپ نے مردانہ وار اپنی کوششوں کو جاری رکھا۔ ہر چند تبلیغ کے ابتدائی سالوں میں بہت تھوڑے لوگ آپ پر ایمان لائے جن میں زیادہ تر خاندان اور قبیلہ کے لوگ تھے۔ لیکن جب مکہ کے دو با اثر شخص یعنی ابوبکرؓ اور عثمانؓ آپ پر ایمان لے آئے اور جب نوجوان اور مستعد علیؓ نے آپ کو قبول کر لیا۔ تو مکہ کے سرداروں کا طرز عمل بدل گیا۔ پھر تو وہ تمام لوگ اس مٹھی بھر جماعت کے ایسے جانی دشمن ہو گئے۔ کہ آپ کو اس امر میں تردد لاحق ہوا کہ ایسی مخالفانہ جماعت کا مقابلہ اس طرح کھلے بندوں اور آزادی کے ساتھ کرنا کہاں تک مناسب ہے۔ پس جبکہ آپ کو یہ معلوم ہوا۔ کہ دشمن میری جان لینے کے درپے ہیں (اس حرکت کی وجہ سے آپ کے بہت سے رشتہ دار بھی آپ کے طرفدار ہو گئے تھے) تو آپ نے پھر وہی جرأت اخلاقی کا نظارہ دکھایا۔ اور پہلے سے زیادہ سختی کے ساتھ بت پرستی کے خلاف تلقین شروع کی۔ موسوی اور مسیحی کی تعلیمات کو جن پر آپ کی تعلیم مبنی تھی۔ اور جنہیں آپ نے روایات سے اخذ کیا تھا۔ کیونکہ آپ اُمّی محض تھے۔ آپ نے ایسے سانچہ میں ڈھال کر پیش کیا جو بیک وقت اجتماعی رنگ بھی رکھتا تھا۔ اور انفرادی بھی +

(نوٹ منجانب اڈیٹر اسلامک ریویو:- واضح ہو کہ اس مضمون کا لکھنے والا مسلمان نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے لئے یہ سمجھنا دشوار ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام نے اپنی تعلیمات ہرگز بائبل پر مبنی نہیں کیں محض اس وجہ سے کہ موسوی اور محمدی شرائع میں مماثلت ہے۔ ہم یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ محمدی شریعت موسوی شریعت سے ماخوذ یا مسروق ہے حقیقت یہ ہے۔ کہ موسوی عیسوی اور محمدی تینوں شرائع کا منبع اور ماخذ ایک ہی ہے

یعنی وحی الٰہی یہ غلطی کہ آنحضرتؐ نے اپنی تعلیم شرائع سابقہ پر مبنی فرمائی اس لئے لگتی ہے کہ لوگوں نے الہام و وحی کی حقیقت کو نہیں سمجھا)+

سب سے مقدم بات آپؐ کی نظر میں توحید الٰہی تھی - آپؐ نے فرمایا کہ خدا ایک ہے اور جسمانی کیفیات سے قطعاً منزہ اور مبرا ہے - اس کا نتیجہ لازمی یہ ہوا کہ نہ صرف رومی عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام سے تصویر کی پرستش ہمیشہ کے لئے دور ہوگئی - بلکہ دنیا کو معلوم ہوگیا - کہ جو لوگ خدا کی تصویر پوجتے ہیں - وہ در اصل مشرک اور بت پرست ہیں - جیسے کہ یہ عیسائی در اصل ہو گئے تھے - تمام عمر جن جن اصولوں پر آپؐ کاربند رہے وہ سب کے سب نہایت ہی اعلےٰ اور ارفع تھے - اور اس کی وجہ یہ تھی - کہ آپ کا مقصد صرف یہ تھا - کہ اپنی قوم کو فائدہ پہنچائیں - اگر آپؐ نے نبوت کا دعوےٰ کیا - تو اس بناء پر کسی سمجھدار انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا - کہ وہ آپؐ کو برے الفاظ مثلاً کاذب یا مفتری (نعوذ باللہ) سے یاد کرے - اسلام نے جو کچھ احسان دنیا پر کیا ہے - اور جو کامیابی اسے یورپ کے علاوہ افریقہ اور ایشیا میں حاصل ہوئی یا ہو رہی ہے - اور جو عمدہ اور خوشگوار تبدیلی اس نے انسانوں میں پیدا کی ہے - وہ اس امر کی کافی ضمانت ہے - کہ ہر وہ شخص جسے تاریخ مذاہب عالم سے دور کا لگاؤ بھی ہو کبھی اس مقدس انسان کے متعلق بدگوئی نہیں کر سکتا جس کی نظیر جوش قابلیت اور تخیل کے لحاظ سے دنیا میں ڈھونڈے نہیں مل سکتی - اگر آپؐ نے عملی قدم اٹھایا یا آپؐ نے ملکی اور قومی خصائص پر قائم اٹھایا تو بھی آپؐ نے وہی کچھ کیا جو اگر کوئی اور مدبر یا نبی آپؐ کی جگہ ہوتا تو کرتا اور آج بھی یورپ کے مشنری انہیں اصولوں پر کاربند نظر آتے ہیں - اگر ایسا نہ کریں تو کامیابی کچھ نہ ہو +

انسانی مقاصد کم و بیش ذاتی اغراض سے وابستہ ہوتے ہیں ہر قابل قدر اور مشہور بات جو انسان کے ہاتھوں معرض وجود میں آئی ہے - وہ انسانی مقاصد یا جذبات یا کمزوری سے اپیل کرنے کا نتیجہ ہے - اس کا وجود بلا کسی غرض کے محض فلسفیانہ تخیل کی بناء پر نہیں ہوا - آنحضرت صلعم کے مقاصد سب کے سب عملی تھے - اور وہ ذرائع جن کی مدد سے آپؐ نے ان مقاصد کو حاصل کیا - وہ بھی عملی تھے - اور اس زمانہ کے حالات سے مطابقت کلی رکھتے تھے - اور آپؐ کی

تعلیمات کی کامیابی کا یہی راز ہے۔ ممکن ہے کہ دوسرے مذاہب کے پیرو آپ کو اس کامیابی پر مبارکباد نہ دیں۔ کیونکہ قدرتی طور پر انھیں اس معاملہ میں آپ کی ذات پر حسد آتا ہوگا۔ لیکن افسوسناک امر تو یہ ہے۔ کہ یہ لوگ آپ پر اعتراض کرتے وقت اپنے مذہب اور دیگر مذاہب کی تواریخ بھول جاتے ہیں۔ اور اپنے عقاید اساسی کی جانچ پڑتال نہیں کرتے۔ کرتے ہیں۔ تو یہ کہ اندھا دھند اسلام پر عملی ذرائع استعمال کرنے کا الزام لگاتے رہتے ہیں۔ حالانکہ خود اُن کے مذہب نے بھی انھیں ذرائع کو اپنی کامیابی کے لئے استعمال کیا ہے۔ سزا کے خوف اور آیندہ شادمانی کے خیال نے جملہ مذاہب کو موجودہ شکل عطا کرنے میں بہت کچھ حصہ لیا ہے۔ آمدم بر سر مطلب آنحضرت صلعم کے مردانہ مقابلہ نے آپ کے رقیبوں کے حوصلے پست کر دیئے۔ لہٰذا مجبور ہو کر وہ لوگ اوچھے ہتھیاروں پر اُتر آئے۔ اور آپ کی جماعت کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ چنانچہ ان حالات کے ماتحت آپ نے اپنے رفقاء کو حکم دیا کہ مکہ سے ہجرت کر جائیں۔ تا کہ دشمنوں سے نجات ملے۔ اور آپ بھی طائف چلے گئے لیکن طائف میں آپ کو سکون نصیب نہ ہوا۔ لہٰذا پھر مکہ واپس آ گئے آپ کی غیر حاضری میں خدیجہ اور ابو طالب دونوں کا انتقال ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے بعد یعنی جب آپ کی عمر اکیاون سال کی ہوئی۔ تو صورت حال خوشگوار ہو گئی۔ یثرب (جس کو بعد میں مدینہ کہنے لگے) کے کچھ لوگ آپ پر ایمان لے آئے۔ اور چونکہ یہ لوگ بی بی آمنہ کے رشتہ دار تھے۔ اور مکہ والوں سے رشک بھی رکھتے تھے۔ لہٰذا آپ کی مدد پر طیار ہو گئے۔ اُنھیں یہ بھی خیال ہوا کہ شاید آپ کی تعلیمات کی مدد سے ہمیں مکہ والوں پر بعض امور میں فوقیت حاصل ہو جائے۔ پس انھوں نے آپ کو اپنے شہر میں مدعو کیا۔ اُدھر آنحضرت صلعم نے دیکھا۔ کہ مکہ والوں کی مخالفت روز بروز شدید ہوتی جاتی ہے۔ لہٰذا آپ نے پہلے اپنے رفقاء کو بھیجا اور ۲۰ ستمبر سنہ ۶۲۲ء کو خود بھی ہجرت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مسلمانوں میں اس تاریخ کو بجا طور پر ایک تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ اور ان کا سنہ ہجری اسی دن سے شروع ہوتا ہے۔ غرض کہ مدینہ آکر آپ نے اپنا وقت اسلام کی تبلیغ و اشاعت کیلئے وقف کر دیا۔ کیونکہ ایک تو یہ کہ جو لوگ اسلام قبول کر چکے تھے۔ ان کا اسلام پر قائم رہنا مفاد ملی کے لئے ضروری تھا۔ دوسرے ان کی مدد سے دوسرے قبائل میں تبلیغ ہو سکتی تھی۔ اور سب سے پہلے

مکہ والوں کو ہموار کرنا ضروری تھا۔ عرب لوگ عموماً ان تین چیزوں کی بہت قدر کرتے ہیں۔ فصاحت، سخاوت اور شجاعت۔ پس آپ نے یہی تین خوبیاں اپنے پیرؤں میں پیدا کر دیں۔ ۶۲۴ء میں تین سو مسلمانوں اور نو سو کفار مکہ کے درمیان بدر کے پاس ایک علانیہ جنگ واقع ہوئی۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کی فتحیابی قطع نظر مال غنیمت سے بہت اہم چیز تھی کیونکہ تمام عرب میں مسلمانوں کا سکہ بیٹھ گیا۔ اور بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مکہ والوں نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کی طیاریاں کیں۔ اور احد کے مقام پر دوسری جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اسی طرح جبکہ ۶۲۷ء میں مکہ والے دس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو آنحضرت صلعم مدینہ میں شہر بند ہو گئے۔ دشمنوں نے کئی ماہ تک محاصرہ قائم رکھا لیکن انجام کار واپس چلے گئے۔ اگلے سال ۶۲۸ء میں آپ نے ایک اولوالعزمانہ قدم اٹھایا۔ یعنی حج کے ایام میں آپ چودہ سو مسلمانوں کی معیت میں زیارت کعبہ کے لئے تشریف لائے۔ مکہ والوں نے آپ کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ لیکن آپ کے خلاف جارحانہ پیشقدمی کی جرات بھی نہ ہو سکی۔ آخر کار آپ کے اور مکہ والوں کے مابین ایک معاہدہ طے ہو گیا جو آپ کیلئے چنداں غیر مفید نہ تھا۔ اس کی رو سے آپ کو آیندہ سال حج ادا کرنے کی اجازت مل گئی۔ اور فریقین کے درمیان دس سال کیلئے عارضی طور پر صلح ہو گئی۔ اگرچہ اس سفر میں آپ کو اپنے مقاصد میں پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ تاہم اس صلحنامہ کا اخلاقی اثر مسلمانوں کے لئے بہت کارآمد ثابت ہوا۔ کیونکہ اس کی رو سے ان کو برابر کی طاقت تسلیم کر لیا گیا۔ اور تمام قبائل عرب میں آپ کی اور آپ کی جماعت کا وقار قائم ہو گیا +

اس کے بعد آپ نے ملک عرب سے باہر بھی اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ چنانچہ ہرقل شاہنشاہ روم کیخسرو والی ایران، مقوقس والی حبش اور مصر کے حاکم کے نام تبلیغی خطوط روانہ کئے گئے۔ اگرچہ ان لوگوں نے آپ کی دعوت پر کوئی توجہ نہ دی لیکن عمرو نے جو غسانی قبیلہ کا عیسائی حکمران تھا آپ کے قاصد کو قتل کر دیا۔ اور طالب جنگ ہوا۔ اگرچہ اس جنگ کا نتیجہ فیصلہ کن نہ ہوا تاہم آپ کے عرب دشمنوں کو ریشہ دوانیوں کا موقعہ مل گیا۔ آپ نے ان کی خلاف ورزی معاہدہ سے فائدہ اٹھایا۔ اور مکہ پر چڑھائی کر دی۔ ۶۲۹ء میں دس ہزار آدمیوں کے ساتھ آپ مکہ پہنچے وہاں کوئی مقابلہ کے لئے آمادہ نہ ہوا اور بغیر کسی خونریزی کے شہر فتح ہو گیا۔ آپ نے انتقام لینے کی رسم کو بالائے طاق رکھدیا۔ اور سب کو معافی عطا کی۔ حالانکہ عربوں کے دستور کے موافق آپ کو اس بات کا پورا حق

حاصل تھا۔ کہ اپنے دشمنوں سے بدلہ لیتے۔ صرف اس قدر کیا کہ خانہ کعبہ کو بتوں کی نجاست سے
پاک کر دیا۔ اور شہر کے لوگ جوق در جوق ۔۔ ۔ اسلام میں داخل ہو گئے ۶۳۱ء میں
آپ نے طائف بھی فتح کر لیا۔ اور اس طرح تقریباً تمام عرب آپ کے زیر نگین ہو گیا۔ مدینہ
پہنچ کر آپ نے روم پر چڑھائی کرنے کی طیاری کی۔ لیکن یہ مہم سر نہ ہونے پائی تھی۔ کہ
۸ جولائی ۶۳۲ء کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ اب ہم یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ وہ کیا بات
تھی۔ جس کی بدولت اس قدر تھوڑے عرصہ میں تمام عرب پر آپ کو غیر معمولی فتح اور
کامیابی حاصل ہو گئی؟

آپ از سر تا پا ازلی خصائص کے حامل تھے۔ آپ نے تمام عمر شاعری نہیں کی لیکن اس کے
بجائے آپ اعلیٰ درجہ کے فصیح و بلیغ اور نہایت پُرجوش انسان تھے۔ اور ان دو باتوں نے عربوں
کی طبائع پر زبردست اثر پیدا کیا۔ کوئی شاعر آپ سے زیادہ ان کو متاثر نہیں کر سکتا تھا علاوہ ازیں
آپ بالطبع بہادر اور جری تھے۔ اور اسی لئے عربوں میں آپ کا شخصی وقار قائم ہو گیا۔ کیونکہ وہ لوگ
دلیری اور جرأت سے بڑھ کر کسی چیز کے شیدائی نہ تھے نیز یہ کہ آپ کے دل میں مساوات اور
ہمدردی کے جذبات بھی موجزن تھے۔ یہ صفت بھی عربوں کو بہت مرغوب تھی۔ آپ شخصی عزت
کی مطلق خواہش نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ اس امر میں کوشاں رہتے تھے۔ کہ لوگ آپ کو دوسروں سے جدا
نہ سمجھیں۔ آپ اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ کہ لوگ آپ کی طرف مافوق البشری طاقت
منسوب کریں یا آپ کو معجزات اور خوارق عادات کا علمبردار تسلیم کریں۔ جب عربوں نے آپ سے
معجزہ طلب کیا۔ تاکہ آپ کی نبوت پر دلیل ہو تو آپ نے فرمایا۔ کہ خدا کا کلام جو میرے اوپر
نازل ہوتا ہے یہی سب سے بڑا اور عمدہ معجزہ ہے۔ آپ ہر شخص سے مل سکتے تھے کسی کو کوئی
روک ٹوک نہ تھی۔ آپ بیماروں کی عیادت کرتے، جنازوں میں شرکت فرماتے ۔ اور
مہمان نوازی اور سخاوت میں تو آپ ضرب المثل تھے۔ واضح ہو کہ عربوں کے نزدیک سخاوت
اور مہمان نوازی سے بڑھ کر اور کوئی انسانی خوبی نہیں ہے۔ آپ کی شخصیت بھی جاذب اور
دلکش تھی۔ جو شخص ایک دفعہ آپ سے مل لیتا۔ وہ عمر بھر کے لئے آپ کا غلام ہو جاتا۔ آپ کی باوقار
اور شاہانہ شخصیت، آپ کی آنکھوں کی جاذبیت یہ دونوں باتیں گویا جادو تھیں۔ اور جو کوئی بھی آپ سے

ملنے آیا۔ وہ آپ کی شخصیت سے مسحور ہو کر آپ ہی کا کلمہ پڑھنے لگتا ۔

اسی قسم کی اور خوبیاں آپ کی تعلیمات میں پائی جاتی ہیں۔ جو نہایت سادہ صاف سریع الفہم معقول اور طبائع انسانی کے موافق ہیں۔ آپ نے بہت سی وہ باتیں جو عربوں میں قدیم الایام سے رائج تھیں۔ اور اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں تھیں۔ جوں کی توں باقی رہنے دیں۔ کیونکہ آپ اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ اگر پرانی رسموں کا قلع قمع کر دیا گیا۔ تو اپنا مقصد فوت ہو جائیگا۔ آپ عربوں کی قدامت پسندی سے واقف تھے پس اسلام میں بھی فرشتوں اور بدروحوں کے متعلق اعتقادی خیالات پائے جاتے ہیں۔ ٹھیک جس طرح کہ یہود اور نصاریٰ اور پارسیوں میں۔ اسمیں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ آپ نے بیشتر بُری رسموں کا خاتمہ کر دیا اور اُن کے عوض ایسی اصلاحات جاری کیں۔ جنھوں نے عربوں کو بحیثیت قوم بہت فائدہ پہنچایا۔ خونریزیوں اور اطفال کشی کا تو ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ قمار بازی سود خواری شراب خوری اور زنا کی سخت ممانعت فرمائی نیز ہر قسم کی بُت پرستی اور مشرکانہ خیالات کا بھی قلع قمع کر دیا۔ غلامی کے انسداد کے لئے بہت سے قوانین نافذ کئے۔ اگرچہ اس کا استیصال کُلّی نہ ہو سکا۔ تاہم اصلاح کیلئے رستہ طیار ہو گیا۔ اور کثرت جاتی رہی۔ آپ کے لباس اور خوراک میں انتہا درجہ کی سادگی تھی۔ عام طور پر آپ صلح کُن اور روادار تھے۔ اگر آپ نے کبھی کسی شخص سے انتقام لیا تو اُسی حالت میں جبکہ وہ شخص اسلام کی تخریب کا مجرم ہوا۔ یہ بات کہ آپ نے انتہائی غُصّہ کی حالت میں بھی اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے انتقام نہیں لیا۔ فتح مکّہ کے بعد آپ کے طرز عمل سے بخوبی عیاں ہے۔ اسلامی تعلیمات کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اسمیں توحید باری پر بڑا زور دیا گیا ہے اور بنیادی عقائد نہایت سادہ اور بآسانی سمجھ میں آ سکنے ہیں۔ اور اس کے اصول نہایت عملی اور مفید ہیں۔ جو انسانی طبائع سے مطابقت کُلّی رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام کو بہت خوب کامیابی ہوئی۔ اور آپ کا پیغام ان تعلیمات کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ جن لوگوں نے اُن تعلیمات کو قبول کیا تھا یا جواب کرتے ہیں۔ ان کو یقینی طور پر اخلاقی تائید حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ لوگ کسی حالت میں بھی دوسروں کے فرائض منصبی میں حارج نہیں ہو سکتے۔ اور نہ انسانی تہذیب و ترقی میں کوئی رُکاوٹ پیدا کر سکتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے نہ صرف اعمال کی قدر واقعی کی

بلکہ اُن پر بہت زور دیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ رُہبانیت اور ترک دُنیا کے اشد مخالف تھے! اور یہ طرز زندگی مشرق میں بُدھ مت کے لوگوں کے یہاں اور مغرب میں عیسائیوں کے یہاں بہت عام تھی۔ یہ سچ ہے۔ کہ چند صدیوں کے بعد اسلام میں بھی رُہبانیت داخل ہو گئی لیکن یہ خول ایک خارجی عنصر ہے۔ جسے اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اور نتیجہ تھی۔ اُن تاثرات کا جو تصوف اور نفس کشی کی بدولت مسلمانوں میں پیدا ہو گئے! اسلام میں ہر شخص اپنا آپ ہی مذہبی رہنما ہے کسی پیر یا دری کی ضرورت نہیں۔ اور اگر آگے چل کر علماء یا ائمہ کو اقتدار حاصل ہو گیا۔ تو اسکی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ عالم ہونے کے علاوہ فقیہہ بھی تھے +

مذہب اسلام کی خدمات اور اس کے فوائد سے انکار کرنا دوسرے لفظوں میں تاریخ عالم انسانی اور تمدنی پہلو پر غلط نتائج مستنبط کرنے کا مترادف ہے۔ قطع نظر اس حقیقت سے کہ اسلام نے آکر عیسائیت کو سوتے سے جگا دیا۔ ورنہ وہ کبھی کی تباہ ہو چکی ہوتی۔ اسلام نے لکھو کہا انسانوں کو جو توہم پرستی کا شکار ہو رہے تھے از سر نو حیات عطا کی۔ اور ان کے خدا کا اعلےٰ تخیل پیدا کیا۔ اور اخلاقی طور پر آدمی بنا دیا۔ اگر آگے چل کر علماء اہل سنت والجماعۃ نے اسلام لے عقیدہ توحید میں "قسمت" کا نظارہ کیا اور تقدیر کا عقیدہ داخل اسلام یا ایمان کر دیا تو یہ ان کا فعل ہے۔ اور اُن کی اپنی غلطی ہے۔ کہ انھوں نے عربوں کی ذہنیت کو غلط طور پر سمجھا۔ حالانکہ عربوں کا زاویۂ نگاہ تمام مذاہب سے بڑھ کر انفرادیت اور شخصی کوششوں پر زور دینا ہے۔ خود قرآن میں بہت سی آیات ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے دماغ میں کبھی بھی یہ خیال نہیں آیا۔ کہ انسان کی انفرادی ہستی لاشے یا بیکار محض ہے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ آپ نے مسلمانوں کو اُس خوفناک بھوت کے پنجہ سے رہائی دی جو اُن کی تباہی کے درپے تھا۔ آپ نے آپس کی خانہ جنگیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ اور یہ وہ بات تھی جس کا دُور ہو جانا بظاہر ناممکن تھا۔ آپ نے سینکڑوں قبائل کو باہم متحد کر دیا۔ اور اُن میں شجاعت اور ترقی کی وہ عدیم النظیر رُوح پھونکدی جس کی بناء پر وہ لوگ نہ صرف خود آزاد ہو گئے بلکہ اسکی بدولت انکی مخفی قوتیں اس طرح جاگ اُٹھیں کہ انھوں نے حیرت انگیز طریقہ میں دُنیا کی تمدنی اور اخلاقی ترقی میں غیر فانی آثار چھوڑ دیئے +

آنحضرت صلعم کا اللہ پر توکل

از قدوائی

وہ مصائب جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کے ابتدائی زمانہ میں اُٹھانے پڑے ایسے سخت تھے کہ اس سے بڑھ کر سختی ہو نہیں سکتی۔ تاریخ میں چند مثالیں ایسے لوگوں کی پائی جاتی ہیں۔ جو اس وجہ سے کہ زندگی کے کسی شعبہ میں وہ پہلے کام کرنے والے تھے اپنے ہمعصروں سے ستائے گئے۔ مگر وہ تکلیفیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو برداشت کرنی پڑیں جب آپ نے اپنے بت پرست ہموطنوں کو جو ہر قسم کی ذلیل سے ذلیل بدیوں میں مبتلا تھے۔ ایک خدا کی طرف اور نیکی اور پاکیزگی کی طرف بلایا۔ اس سے بڑھ کر خطرناک حالات کسی دوسرے کو پیش نہیں آئے ابتدا میں آپ کو اور آپ کی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اور بہت تھوڑے سے گروہ کو ان تکلیفوں اور دکھوں کا نشانہ بننا پڑا۔ اور کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا قبل اس کے جو آپ نے اپنے منجانب اللہ ہونے کا اعلان کیا۔ آپ لوگوں میں الامین کے نام سے مشہور تھے۔ اور آپ کی عزت کی جاتی تھی۔ مگر جونہی کہ آپ نے لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلانا شروع کیا۔ آپ کی تحقیر کی گئی اور بُرا کہا گیا ایذا دی گئی۔ اور آپ کے پیروؤں کو یہاں تک دکھ دیا گیا کہ آپ کو انھیں ملک عرب سے باہر بھیجنا پڑا۔ اہل مکہ سے ایک عرصہ دراز تک تکلیفیں اٹھانے کے بعد آپ نے طائف کا رخ کیا۔ مگر وہاں آپ کا استقبال پتھروں کے ساتھ ہوا۔ اور آپ کو زخمی ہو کر وہاں سے آنا پڑا۔ واپسی کے وقت آپ ایک درخت کے سایہ کے نیچے لیٹ گئے اور سو گئے اتنے میں ایک دشمن آپہنچا۔ اور آپ کی ہی تلوار ہاتھ میں لے کر آپ کو جگا دیا اور کہا۔ اے محمد (صلعم) تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے۔ آپ کے دل پر ایک لمحہ کے لئے بھی خوف طاری نہیں ہوا۔ اور نہ آپ نے کچھ تامل کیا۔ بلکہ فوراً جواب دیا میرا خدا۔ اس جواب سے جو ان حالات میں ایک عاجز انسان کے وہم میں بھی نہ آسکتا تھا۔ دشمن ایسا مرعوب ہوا۔ کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ اور آنحضرت نے اُسے فوراً اٹھا کر اُسے کہا۔ اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اس پر دشمن نے رحم کی درخواست کی۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو ایسے انسان نہ تھے کہ اپنی بڑائی کو بھی درمیان آنے دیتے۔ آپ نے اس مغلوب اور عاجز دشمن کو کہا وہی خدا جس نے مجھے تیرے ہاتھ سے بچایا تجھے بچائے گا۔ یہ تھا آپ کا اللہ جلشانہ پر توکل کہ سخت

سے سخت مایوس کن حالات میں بھی آپ کے توکل میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ اور وہ دشمن جس نے اس عظیم الشان جسلاتی معجزہ کو اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ اسی وقت مسلمان ہو گیا +

غرض مکہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیفیں پہنچائی گئیں وہ ناقابل بیان ہیں ان سب تکلیفوں کے بعد آخر آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تین سال تک مکہ میں ہی ایک درہ میں محصور کر دیا گیا۔ اور آپ کے ساتھ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ لین دین ہر قسم کا معاملہ بند کر دیا گیا۔ اور بالآخر آپ کی جان لینے کی مضبوط تدبیریں کی گئیں۔ مگر اللہ تعالےٰ نے آپ کو دشمنوں کے ان منصوبوں پر آپ کو اطلاع دیدی۔ اور اس حال میں کہ آپ کے قتل کیلئے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا جا چکا تھا۔ آپ تائید الٰہی سے ان دشمنوں کے اندر سے نکل گئے۔ اور ایک ہی رفیق کے ساتھ مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کا ارادہ کیا۔ مگر چونکہ دشمن آپ کے تعاقب میں سرگرم تھا۔ اس لئے پہلے آپ نے اور آپ کے ساتھی نے ایک غار کے اندر پناہ لی۔ دشمن یہاں بھی پہنچے۔ اور جب عین اس غار کے منہ پر آپہنچے تو ان کے پاؤں کی آہٹ بھی آپ کے ساتھی کے کانوں میں پہنچی۔ مگر آپ کے رفیق خدا کے فضل سے ان رفقا کی طرح نہ تھے۔ جنہوں نے اپنے آقا کو دکھ دیا۔ اور نہ ان کی طرح جنہوں نے دکھ اور مصیبت کے وقت میں اپنے نبی کا ساتھ نہ دیا۔ حالانکہ وہ بار باران سے التجا بھی کرتا رہا۔ حضرت ابو بکرؓ جو اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رفیق غار تھے۔ ان کو اپنی جان کی تو کوئی فکر نہ تھی۔ اور وہ جانتے بھی تھے۔ کہ دشمن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ہی ہے۔ مگر وہ آنحضرتؐ سے اپنی ذات سے بھی بڑھ کر محبت رکھتے تھے۔ اس لئے جب دشمن کے پاؤں کی آہٹ سنی تو انھوں نے فکر ظاہر کیا۔ اور کہا ہم تو صرف دو ہیں اور دشمن بہت ہیں۔ اب جبکہ آنحضرت صلعم کی زندگی معرض خطر میں تھی۔ جبکہ دشمن آپ پر گویا قابو پا ہی چکا تھا۔ آپ کے منہ سے کیا لفظ نکلتے ہیں۔ اگر ایسے حالات میں آپ کے منہ سے وہی لفظ نکل جاتے جو آپ سے پہلے ایسے ہی حالات میں ایک نبی کے منہ سے نکل چلے تھے۔ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ تو آپ معذور ہی سمجھے جاتے۔ مگر نہیں آپ کے وہم میں ایک لمحہ کیلئے بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ جو دنیا کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ وہ جو اس کا خدا ہے جس کی خاطر آپ نے ان سب دکھوں اور تکلیفوں کو اٹھایا۔ اور راحت اور آرام کو چھوڑا۔ جس کی رضا کے لئے وہ اب اپنا گھر بھی چھوڑ کر بھاگے جا رہے تھے۔ تا کہ دوسرے مقام میں جا کر اس کی توحید اور اس کے جلال کی آواز کو بلند کریں

وہ آپ کو چھوڑ سکتا ہے۔ یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم میں جو کچھ ہر دلعزیزی حاصل تھی۔ اور جو کچھ وجاہت آپ کی تھی۔ وہ خدا کی توحید کے وعظ پر آپ نے قربان کر دی تھی۔ آپ ملک کے معزز سے معزز خاندان کے معزز شاخ میں سے تھے۔ اور شرافت اور سرداری کا خون آپ کی رگوں میں موجزن تھا ذاتی طور پر بھی آپ کی عزت کل قوم میں تھی اور ہر ایک شخص آپ سے محبت کرتا تھا مگر جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کام کے لئے چنا اور اس کے ارشاد کے ماتحت آپ نے اپنے بھائیوں کو حق کی طرف بلانا شروع کیا۔ آپ کی عزت اور وجاہت جو عوام الناس میں تھی چھن گئی۔ اور آپ کی جان ایک خطرہ کی حالت میں پڑ گئی۔ اور اب غار میں وہ خطرہ کمال کو پہنچ چکا تھا۔ آپ کا اکیلا رفیق آپ کے لئے متفکر ہے۔ دشمن سر پر ہے۔ اور وہ پکار اٹھتا ہے۔ کہ ہم صرف دو ہیں۔ مگر کیا قوت اور شوکت ہے۔ اس کلام میں جو اس وقت آپ کے منہ سے نکلتا ہے۔ لا تحزن ان اللہ معنا غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہاں بیشک اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر حال میں اس مقدس انسان کیساتھ تھا بجلی کے چمکاروں میں۔ بادل کی گرج میں۔ سفر میں۔ حضر میں۔ جاگتے سوتے۔ فکر اور غم میں خوشی اور راحت میں۔ ہر وقت اور ہر جگہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا جلوہ نظر آتا ہے اس کا خدا اس کیلئے ہر جگہ موجود اس کی ہر حالت کو جاننے والا۔ اس کا ناصر اور محبت کرنے والا خدا ہمیشہ اس کے ساتھ جس حد تک آپ کا توکل خدا کی ذات پر پہنچا ہوا تھا۔ اس کے برابر کسی دوسرے انسان کا توکل نہیں پہنچا۔ اس کی روح پر خدا کی برکات ہوں۔ اور خدا کی تائیدیں اور نصرتیں ان کے ساتھ ہوں جو اس کے پیرو ہیں۔ آمین +

برٹش مسلم سوسائٹی لندن

مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کے مبلغین کی امداد سے برٹش مسلم سوسائٹی لندن انگلستان میں بہترین اسلامی خدمت سر انجام دے رہی ہے۔ اس سوسائٹی کے زیر اہتمام لندن مسلم نمازگاہ۔ ۱۱ اکمپڈن ہل روڈ۔ لندن میں ہر اتوار کو اسلامی لیکچروں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ دو ماہ میں کے لیکچر ہوئے +

(۱) ۵ مئی ۱۹۲۹ء بروز اتوار کو مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے۔ بی ٹی قائمقام امام مسجد ووکنگ نے "اسلامی اصول" پر لیکچر دیا۔

(۲) ۱۲ مئی ۱۹۲۹ء بروز اتوار کو جناب مسٹر خالد۔ آر۔ نارمن (جنکے اعلان اسلام کی خبر حال ہی میں اخباروں میں شائع ہو چکی ہے) نے "میں نے کیوں اسلام قبول کیا" کے مضمون پر ایک مدلل تقریر فرمائی +

(۳) ۲۶ مئی ۱۹۲۹ء بروز اتوار کو جناب عبد الخالق خاں صاحب بی اے مبلغ ووکنگ نے "کیا روح کا کوئی وجود ہے" کے موضوع پر نہایت معقول پیرایہ میں اظہار خیالات کیا۔

(۴) ۲ جون ۱۹۲۹ء بروز اتوار جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے۔ بی ٹی قائمقام امام مسجد ووکنگ نے "اسلام اور دولت" کے مضمون پر لیکچر دیا۔۔

اللہ تعالیٰ ان مبلغین اسلام کو ہمت اور طاقت عطا کرے۔ کہ وہ پیام اسلام کو یورپ کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دیں۔ ان تمام تبلیغی جدوجہد میں مسرت انگیز امر یہ ہے کہ ہمارے نومسلم بھائی بھی تبلیغی جدوجہد میں برابر حصہ لے رہے ہیں +

خادم۔ خواجہ عبد الغنی۔ سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

گوشوارۂ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان / انگلستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۹ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ہندوستان ۔ ۔ ۔	۱	۳	۷	۶۰۰	خرچ مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان	۵	۰	۹	۹۲۶
،، اسلامک ریویو ،،	۲	۰	۵	۵۲۴					
،، مشن انگلستان	۳	۰	۰	-					
،، اسلامک ریویو	۴	۰	۰	-	خرچ مشن و ریویو انگلستان ۔ ۔	۶	۶	۵	۵۹۶
،، ریزرو فنڈ	-	۰	۰	۳۸					
میزان	۰	۳	۱۲	۱۱۶۲	میزان	۰	۶	۱۴	۱۵۲۲

دستخط ۔ فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن ہندوستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۵/۲۹	۱۴۷	جناب عبدالمجید خان صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۱	۳ ۵/۲۹	۱۷۹	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ۔ لاہور	۰	۰	۵
،،	۳ وبل	چندہ ملازمین ہندوستان ..	۶	۱۴	۱۴	۳ مئی	۱۷۳	جناب شیخ احمد حسین صاحب ۔ بالاگھاٹ	۰	۰	۱
۲ مئی ۱۹۲۹	۱۵۰	جناب محمد نور غنی صاحب ڈھیپئی ..	-	۱۰	۵	،، ،،	۱۷۴	،، صبیح الدین صاحب رہتک	۰	۰	۱
،، ،،	۱۵۱	،، قاضی منہاج الدین صاحب شاہپور ۔	-	-	۲	،، ۲۵	بل ۱۰۲	،، حکیم محمد اسحاق صاحب متعلق رقم بونس پراڈینڈنٹ فنڈ	۰	۱۱	۴
۹ ،،	۱۵۲	،، ڈاکٹر غلام محمد صاحب ۔ لاہور ..	۰	۰	۱۰	،، ۲۷	۱۷۶	،، شیخ مولا بخش محمد اسمٰعیل صاحبان لائلپور چک	۳	۱۴	۱۷۰
۷ ،،	۱۵۳	،، عبدالرحیم خان صاحب ۔ بردان بابت زکوٰۃ	۰	۱۲	۱۴	،، ،،	۱۷۷	،، سید احمد سجاد صاحب ۔ بہار شریف ۔ پٹنہ	۰	۸	-
،، ،،	۱۵۵	،، ڈاکٹر صوفی صاحب ۔ کلکتہ	۰	۰	۱۰	،،	۱۷۸	قیمت کتب اردو لٹریری ایپرل ۱۹۲۹	۶	۳	۶
،، ،،	۱۵۶	،، شیخ نیاز احمد صاحب ۔ وزیر آباد	۰	۰	۱۰	،، ،،	۱۷۹	،، انگریزی ،، .. ،،	۰	۱۴	۱۲
،، ،،	۱۵۸	،، غفور نواب صاحب ۔ بہادر منگرول	-	-	۹۹	،، ۲۸	۱۸۱	جناب امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	-	-	۱
،، ،،	۱۵۹	،، منہاج الدین صاحب رحیم یار خاں	۰	۰	۱۰	،، ،،	۱۸۲	،، عبدالغنی صاحب راج نگر	۰	۰	۲
،، ،،	۱۶۰	،، محمد ذکی صاحب ۔ مراد آباد ۔ ۔	۰	۰	۲	،، ،،	۱۸۴	جناب عبدالمجید صاحب سہر ضلع بالاگھاٹ	-	۰	۱
،، ،،	۱۶۱	،، محمد سعید صاحب ۔ بھٹا پٹھان کوٹ	۰	۰	۵	،، ،،	۱۸۵	،، خادم حسین صاحب کمیل تیڈی لکھنؤ قربانی کھال	۰	۰	۲
،، ،،	۱۶۲	،، شیخ احمد حسین صاحب ۔ بالاگھاٹ	-	۰	۱	،، ،،	۱۸۶	،، محمد ابراہیم صاحب بھوانی حصار	-	۰	۴
۹ مئی ۲۹	۱۶۴	،، شیخ عبدالحق صاحب گجرات	۰	۰	۵	،، ،،	۱۸۷	،، عبدالرشید صاحب پونا قربانی کھال ۔ ۔	-	۰	۱۰
۱۰ ،،	۱۶۵	،، ڈاکٹر برکت علی صاحب سہارنپور ..	-	-	۵	،، ،،	۱۸۸	،، عبدالشہید خان صاحب ،،	۰	۰	۱۰
۱۶ ،،	۱۶۸	،، ملک شیر محمد صاحب ۔ جموں ..	۰	۰	۱۰	،، ،،	۱۹۰	،، ڈبلیو بن میمن سنگھ بنگال	۰	۰	۳۰
۲۲ ،،	۱۶۹	،، شیخ خدا بخش صاحب پشاور عبدالغنی ووکنگ کی امداد	۰	۰	۱۰	۲۹ ،،	[illegible]	ایسپی شیل منجملہ رقم چار صد روپیہ سفر خرچ	۰	۶	۵۱
،، ،،	۱۷۰	،، محمد نور غنی صاحب ۔ گوجرانوالہ ..	-	۱۰	۵	۳۱ ،،	۱۹۱	جناب محمد سلیمان خان صاحب مردان	۰	۰	۵۰
۲۳ ،،	۱۷۱	،، محبوب عالم صاحب ہبلی	۰	۰	۱	،، ،،	۱۹۲	،، منہاج الدین صاحب جبیر ۔	۰	۰	۲
،، ،،	۱۷۲	،، فضل الدین صاحب اوجین ..	۰	۰	۵	،، ،،	۱۹۳	خان بہادر ظاہر نبی صاحب ۔ بالس گاؤں	۰	۰	۲
مئی ۱۹۲۹	۱۷۳	،، سید محمود صاحب سیور سٹیٹ ۔	۰	۰	۱	،، ،،	۱۸۹	،، عبدالمجید صاحب پونا کھال قربانی	۰	۰	۵
								میزان	۳	۷	۶۰۰

نقشہ ۴ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
مئی سنہ ۱۹۲۹	۱۵۴	عالیجناب حضور نواب صاحب بہادر بھوپال	۰	۰	۴۹
" "	۱۵۶	جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
" ۱۵	۱۶۶	" محمد ارشد علی صاحب عدن کیمپ	۰	۰	۵
" ۲۹	۱۶۶ تا ۱۹۹	واپسی رقوم منجملہ رقم چارصد روپیہ سفر خرچ	۰	۶	۵۱
		قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۷	۴۰۸
		میزان	۰	۷	۵۲۴

نقشہ ۵ خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان ماہ مئی سنہ ۱۹۲۹ء

نمبر بل	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۶۲	طبع مشن ریویو ہندوستان ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء	۰	۱۳	۷۴۶
۶۵	تالیف قلوب	۰	۰	۷۷
۶۶	بل سائر سفیر مسلم مشن ووکنگ سیاہی قلم دوات ۵ر پوسٹل ٹکٹ ۳ر کرایہ تانگہ اوتاییں کام کرتے وقت ۔ کرایہ تانگہ دیگر مقامات میں کام کرتے وقت ۔ کانپور سے روانگی الہ آباد تانگہ وغیرہ ۔ موم بتی و متفرق اشیاء الہ آباد میں کام کرتے وقت تانگہ ۔ کرایہ تانگہ اسٹیشن سے مکان و کام کرتے وقت کانپور میں ۔	۶	۵	۱۶
۶۷	بل سفر خرچ سفیر مسلم مشن ووکنگ لاہور سے کانپور وغیرہ	۶	۴	۶۲
۶۸	" لاہور سے بہاولپور ٹکٹ ۔ کرایہ تانگہ و قلی ۔ ٹکٹ بہاولپور سے ڈیرہ نواب ۔ قلی و کرایہ تانگہ ۸ر ۔ واپسی ڈیرہ نواب قلی و کرایہ تانگہ آمد و رفت ۔ ٹکٹ واپسی ڈیرہ نواب سے بہاولپور مع قلی و کرایہ تانگہ ۔ ٹکٹ بہاولپور سے لاہور ۔ قلی و تانگہ ۸ر ۔ خوراک ۹ یوم بحساب ۱۲ر	۰	۲	۲۴
	میزان	۰	۹	۹۲۶

نقشہ ۶ تفصیل خرچ انگلستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۹ء

نمبر بل	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۶۳	سابقہ تنخواہ ملازم ووکنگ ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء	۶	۵	۱۳
۶۴	تنخواہ عملہ اعلیٰ انگلستان ماہ اپریل "	۰	۰	۵۸۳
	میزان	۶	۵	۵۹۶

مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور کے نام سے ناظرین کرام آگاہ ہونگے سوسائٹی مذکور کا مقصد ایسی کتب کی طباعت و اشاعت ہے جن میں اسلام کی حمایت ـ حفاظت و اشاعت ہو ـ اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کا پورا پورا جواب ہو ـ اور غیر مسلم دین اسلام کی خوبیوں اور محاسن سے آگاہ ہوں ـ حضرت نبی کریم صلعم کے حالات زندگی سے مسلم و غیر مسلم بہرہ ور ہوں ـ ان مقاصد عالیہ کو سامنے رکھ کر سوسائٹی مذکور گذشتہ چند سال سے کام کر رہی ہے ـ اگر اسلامی لٹریچر سے دلچسپی رکھنے والے مسلم احباب سوسائٹی کے مقاصد عالیہ کو ملحوظ نظر رکھ کر سوسائٹی کی جدید مطبوعات کی مستقل خریداری قبول فرمائیں ـ اور ہر ماہ جو کتاب سوسائٹی شائع کرے ـ اس کی ایک کاپی کے لئے اپنا نام مستقل طور پر رجسٹر کرائیں ـ تا کہ ان کی خدمت میں شائع شدہ کتاب بلا طلبی ہر ماہ وی ـ پی کر دی جایا کرے ـ مستقل خریداری قبول کرنے سے آپ کارکنان سوسائٹی کو اس قابل کر دینگے ـ کہ وہ ہر ماہ اسلامی کتب کی طباعت و اشاعت کو جاری رکھ سکیں ـ آجکل ذیل کی کتب سوسائٹی مذکور نے جدید چھپوائی ہیں ـ مفصل فہرست فرمائش آنے پر بھیجی جا سکتی ہے ◆

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توحید فی الاسلام	۵ر	مطالعۂ اسلام	۱۲ر	اُمّ الالسنہ	۱۲ر	پادری صاحبان کیلئے حل طلب مسئلے	۱ر
راز حیات یا انجیل عمل	۸ر	مطالعات ملیہ	۱۳ر	براہین نیرہ	۱۲ر	اسلامی نماز اور اس پر مغربی اعتراضات	۱عہ
سلک مروارید	۸ر	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۱۲ر	اسلام اور علوم جدیدہ	۴ر	اسلام اور اس کا فلسفہ	۳ر
خطبات غربیہ	۱۲ر	لمعات انوار محمدیہ	۶ر	یسوع کی الوہیت	۴ر	صلح حضرت یا اہل بیعت عظام کاری	۳ر
مقصد مذہب	۳ر	مذہب محبت ..	۷ر	روحانیات فی الاسلام	۱۲ر	دنیا کے مشہور فیصلے فلاسفہ	۷ر
ضرورت الہام	۱۲ر	ذرائع عالم کا مذہب	۸ر	ہستی باری تعالیٰ	۶ر	تفسیر سورۂ فاتحہ ..	۵ر
ینابیع المسیحیت	۸ر	اسوۂ حسنہ	۷ر	پیام اسلام	۸ر	سیرت نبوی ..	۴ر
						تصاویر مسلمانان یورپ و دیگر	۱۰ر

فرمائش بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)